تجلیات قمر

خلیفۂ حضور مفتی اعظم مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا قمرالزماں خاں صاحب اعظمی
کی حیات وخدمات پر ایک یادگار دستاویز

حسب فرمائش : ناشر مسلک اعلیٰحضرت الحاج محمد سعید نوری صاحب
بانی وسربراہ رضا اکیڈمی

شائع کردہ
رضا اکیڈمی
۵۲ رڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹



مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خاں اعظمی رضوی کی بے لوث دینی،
مذہبی، مسلکی وملی خدمات پر رضا اکیڈمی کی جانب سے
''توصیف نامہ'' اور ''مفتی اعظم گولڈ میڈل'' پیش کیا گیا۔
میڈل کا عکس ملاحظہ کیجئے۔

AL MADINAH MOSKEE , Denhaag, Holland

ہالینڈ کے شہر ڈین ہاگ کی سنی المدینہ مسجد جو علامہ اعظمی صاحب کی کاوش سے تعمیر ہوئی۔

ہیوسٹن، امریکہ کی النور سنی مسجد مفکر اسلام علامہ اعظمی صاحب کی قائم کردہ یادگار ہے۔

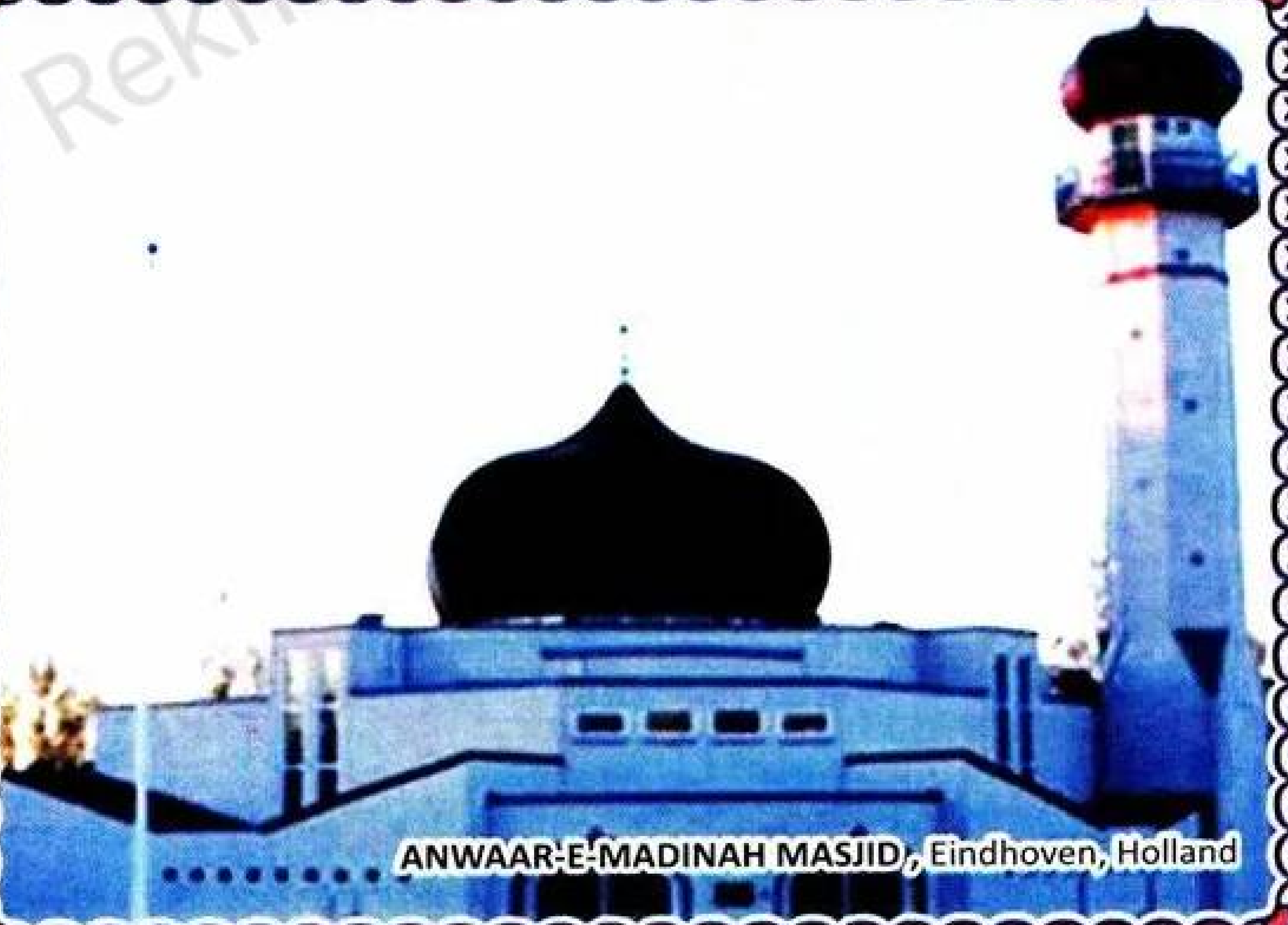
AL NOOR MOSQUE , Houston, USA

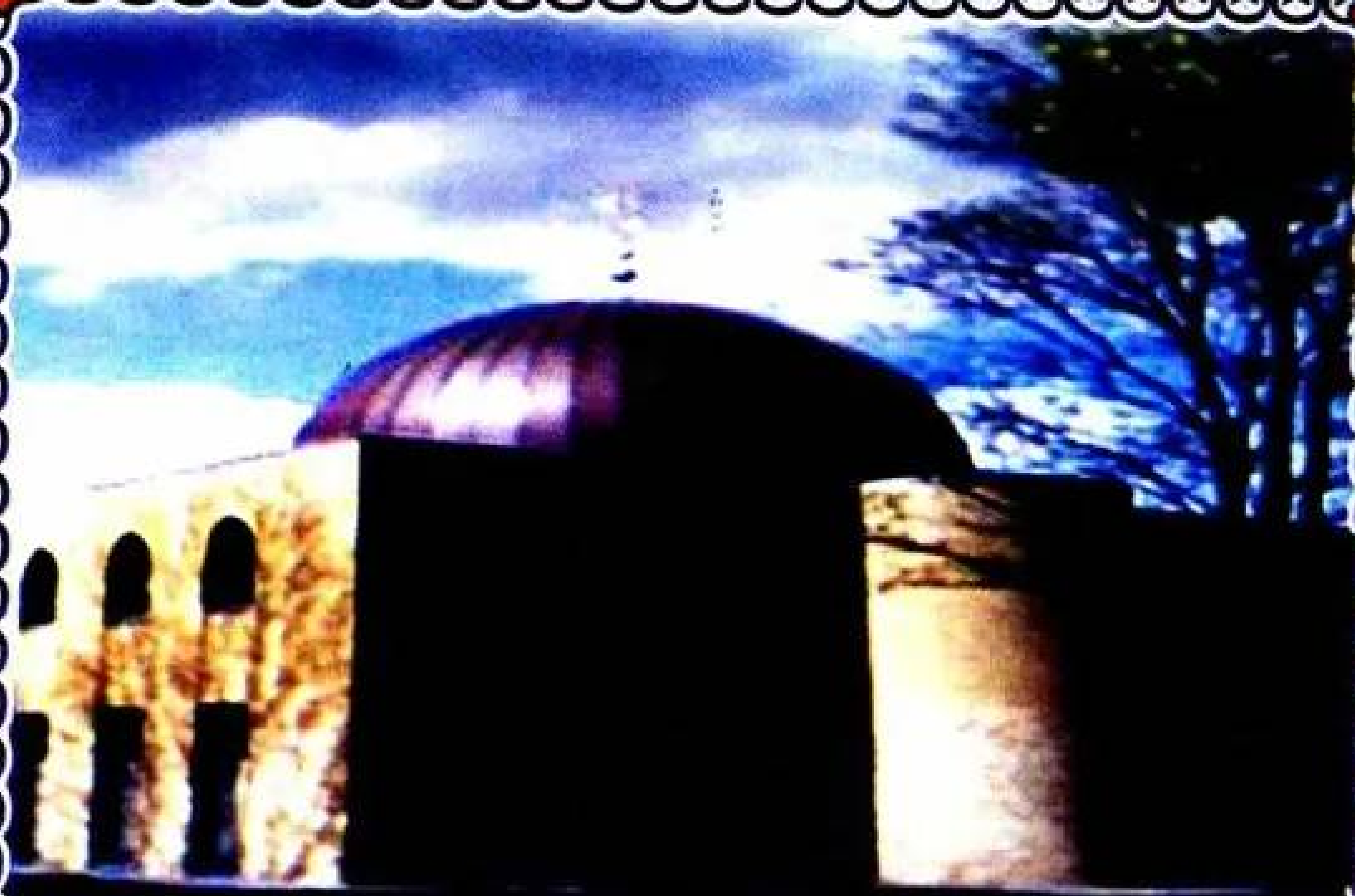


AL-JAMIATUL ISLAMIYA Raunahi, India

الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی انڈیا میں یہ ادارہ علامہ اعظمی صاحب کی سرپرستی کا مرہونِ منت ہے۔

انوار مدینہ سنی مسجد ایندھوین، ہالینڈ علامہ اعظمی صاحب کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔


ANWAAR-E-MADINAH MASJID , Eindhoven, Holland


MASJID ANWAAR-E-QOEBA , Utrecht, Holland

علامہ اعظمی صاحب نے ہالینڈ کے شہر اتریچ میں سنی مسجد انوار قبا قائم کی۔

ہالینڈ کے شہر ڈین ہاگ میں قائم جامعہ مدینۃ الاسلام اہل سنت کا ایک نمائندہ ادارہ ہے جو مفکر اسلام کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔


JAMIA MADINATUL ISLAM, Den Haag, Holland



JAMIA MASJID TAIBAH, Amsterdam

مفکرِ اسلام علامہ اعظمی صاحب نے ہالینڈ کے شہر ایمسٹرڈم میں سنی جامع مسجد طیبہ قائم کی۔

برطانیہ میں واقع نارتھ مانچسٹر میں سنی جامع مسجد علامہ اعظمی صاحب کی قائم کردہ ایک عظیم الشان یادگار۔

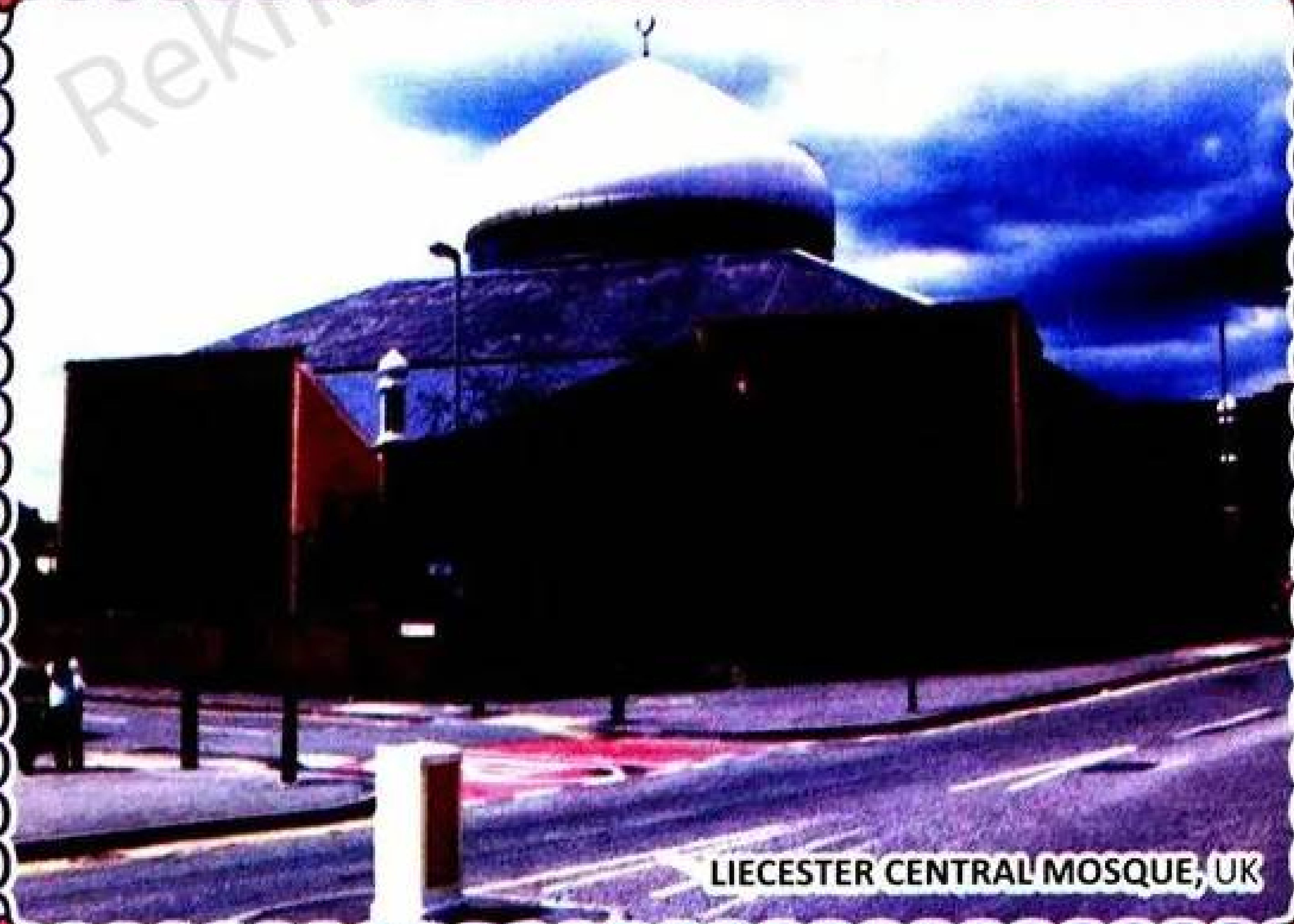


NORTH MANCHESTER JAMIA MOSQUE, UK


KHIZRA MOSQUE, Glasgow, Scottland

سنی خضریٰ مسجد، گلاسگو، اسکاٹ لینڈ علامہ اعظمی صاحب کی کاوشوں سے تعمیر ہوئی۔

برطانیہ کے شہر لیسٹر کی یہ لیسٹر سینٹرل سنی مسجد مفکر اسلام کی قائم کردہ ایک خوبصورت یادگار ہے۔


LIECESTER CENTRAL MOSQUE, UK



MASJID FIRDAUS, Lelystad, UK

مفکر اسلام علامہ اعظمی صاحب کی ایک حسین یادگار یعنی مسجد فردوس جو برطانیہ کے شہر لیلیسٹیڈ میں واقع ہے۔

علامہ اعظمی صاحب کی خدمات کی ایک سنہری یادگار یعنی مسجد گلزار مدینہ، زولے، ہالینڈ۔



MASJID GHULZAR-E-MADINAH, Zwolle, Holland



MASJID-E-NOOR-UL-HARAM PROJECT ON 11 ACRES LAND, CANADA

کینیڈا میں واقع مسجد نورالاسلام علامہ اعظمی صاحب کے خوابوں کی حسین تعبیر کا عکس۔

اوسلو، ناروے میں واقع ورلڈ اسلامک مشن مسجد جہاں بیک وقت 5000ر افراد نماز ادا کر سکتے ہیں،
مفکر اسلام علامہ اعظمی صاحب کی تعمیر کردہ ایک حسین یادگار۔



WORLD ISLAMIC MISSION MOSQUE IN OSLO, NORWAY FOR 5000 WORSHIPPERS

بفیضِ حضور مفتیِ اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفٰے رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تجلیاتِ قمر

حضور مفکرِ اسلام حضرت علامہ مولانا قمر الزماں صاحب اعظمی
کی حیات و خدمات پر ایک یادگار دستاویز

حسبِ فرمائش
حضرت الحاج محمد سعید نوری صاحب قبلہ



رضا اکیڈمی
۵۲، ڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی۔ ۹
فون: 66342156 / 66659236
ای میل: mumbai.razaacademy@gmail.com

سلسلۂ اشاعت نمبر: ٦٦٩

نام کتاب	:	تجلیاتِ قمر
تصحیح	:	محمد زبیر قادری
اشاعت	:	ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ/اپریل ۲۰۱۱ء بموقع ''جشنِ خدماتِ قمر''
تعداد	:	۱۰۰۰
کمپوزنگ	:	محمد زبیر قادری 9867934085
طابع	:	رضا آفسیٹ، ممبئی ۳
ناشر	:	رضا اکیڈمی، ممبئی

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

فھرست

تعارف

عربی مقالہ

خطابت

نعت نگاری

تاثرات

منظومات

OOOO

ابتدائیہ

خلیفۂ حضور مفتیِ اعظم ہند مفکرِ اسلام حضرت علامہ مولانا قمر الزماں صاحب اعظمی مدظلہ العالی موجودہ صدی کے ایک عظیم خطیب اور صاحبِ فکر ونظر عالمِ دین ہیں۔ اشاعتِ دین وسُنّیت یعنی مسلکِ اعلیٰ حضرت میں حضرت کی ہمہ جہت خدمات کا دائرہ بے حد وسیع ہے۔آپ کی خدمات ہندوستان میں تو ہیں ہی، لیکن یورپ وامریکہ، افریقہ تمام دنیا میں آپ نے دینِ حق اہلِ سُنّت و جماعت کا پرچم لہرادیا ہے۔اور یہ مفتیِ اعظم کا فیضان ہی ہے جو مفکرِ اسلام سے خوب خوب دین کی خدمت کا کام لے رہا ہے۔

حضرت مفکرِ اسلام کی انہی خدمات کے پیشِ نظر رضا اکیڈمی ۳ر اپریل ۲۰۱۱ء کو اُن کی خدمت میں ''حضور مفتیِ اعظم ہند گولڈ میڈل ایوارڈ'' پیش کرنے کا اعزاز حاصل کررہی ہے۔ اوراس موقع پر حضرت مفکرِ اسلام کی حیات وخدمات اور کارہائے نمایاں پر مشتمل علما، مفکرین اور دانش وران کے مضامین کا مجموعہ بنام ''تجلیاتِ قمر'' شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہی ہے، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ مجموعہ نہایت ہی مختصر عرصے میں یعنی صرف ایک ماہ کی مدت میں تیار ہوکر آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ قارئین اسے ضرور پسند فرمائیں گے۔ اور حضرت مفکرِ اسلام کی حیات وخدمات سے بھرپور طور پر واقف ہونے کے بعد ان کے علم، عمر اور طویل عمر میں برکتوں کے لیے دعائیں کریں گے۔

اللہ ربّ العزت اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی کا سایہ ہم پر دراز فرمائے اور تادیر ان سے دین کی خدمات لے۔

اسیرِ مفتیِ اعظم محمد سعید نوری

تعارف

مفکرِ اسلام خطیبِ مشرق و مغرب حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی

سیکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ

مفتی احمد القادری، امریکہ

موجودہ علمائے کرام و مشائخ عظام میں جن شخصیات سے مَیں زیادہ متاثر ہوں ان میں ایک اہم شخصیت ہمارے اعظمی صاحب قبلہ کی ہے۔ جب سے مَیں نے ہوش کی آنکھیں کھولیں تب سے حضرت کو جانتا ہوں۔ آپ الجامعۃ الاشرفیہ کے مایۂ ناز سپوت، حافظِ ملّت علیہ الرحمۃ والرضوان کے بڑے چہیتے اور لاڈلے شاگرد، مشرقی یوپی کی قابلِ فخر ہستی، اہلِ سُنّت کے محبوب خطیب، اسلام کے عظیم مفکّر، ملّت کے نبض شناس، قوم کے رہبر، مسلمانوں کے قائد اور عظیم قومی رہنما ہیں، جن پر اہلِ وطن ہی کو نہیں بلکہ وطن کی دھرتی کو بھی ناز ہے......

اُس وقت جب آپ کی خطابت کا پورے ہند میں شہرہ تھا، چار سو آپ کی فصیح و بلیغ، جچی تُلی، حقائق و معلومات سے بھرپور تقریروں کا ڈنکا بج رہا تھا۔ آپ کے شباب کے ساتھ تقاریر کا بھی شباب تھا۔ پروگراموں کی کثرت کے باعث ایک ایک سال قبل منتظمین اجلاس و کانفرنس کو تاریخیں لینا پڑتی تھیں، اس وقت آپ نے ہندوستان چھوڑ کر برطانیہ کے کفرستان میں قدم رکھا۔ وہاں نہ اپنی کوئی مسجد تھی، نہ مدرسہ، تنخواہوں کی کفیل نہ کوئی تنظیم تھی نہ ادارہ۔ دو سال تک (کم و بیش) اسلام و سُنّیت کی تبلیغ و اشاعت بے تنخواہ انجام دیتے رہے۔ خود ہی جلسہ کرتے، خود ہی منتظمِ جلسہ ہوتے، خود ہی سامعین کو دعوتِ وعظ دیتے، خود ہی تقریر کرتے۔ فخرِ ملّت حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ اس دور میں وہاں تھے، وہ ہر جگہ دوش بدوش ہوتے یا آپ ان کے دوش بدوش ہوتے...... بہر حال ہند و بیرونِ ہند، ایثار و قربانی، خلوص و للّٰہیت، عزم و استقلال۔ ہمت و شجاعت کے بے شمار ایسے انمٹ نقوش ہیں جنھیں اب تک نہ زیبِ قرطاس کیا جاسکا، نہ ان سے قوم کے کان آشنا ہیں۔ ان کی زندگی

کے روشن و تاب ناک، آفتاب کی طرح درخشندہ انوار و برکات فضاؤں میں بکھرے پڑے ہیں، کاش وہ سمٹ کر کاغذ پر نقش ہو جاتے۔ کمال تو یہ ہے کہ علم و فضل کی بلند چوٹی پر پہنچنے کے باوجود خاکساری اور تواضع کے عظیم پیکر ہیں، شفقت و اخلاق کے کامل مجسمہ ہیں...... مجھے وہ واقعہ بھولتا نہیں جب ہم مادرِ علمی الجامعۃ الاشرفیہ کی گود میں علائقِ دنیا سے بے فکر علم و فن کی تحصیل میں مشغول تھے۔ اشرفیہ میں طلبہ کی اپنی ایک انجمن ''انجمن اشرفی دارالمطالعہ'' کے نام سے معروف تھی اور ہے۔ طلبہ ہی اس کے کارکن ہوتے ہیں، اس کی اپنی ایک بڑی لائبریری ہے، اس کی طرف سے بھی اجلاس ہوتا رہتا ہے۔ اس دَور میں اس کی خدمات کی باگ میرے گلے میں ڈال دی گئی تھی۔ یہ ۸۲ء کی بات ہے۔ علامہ اعظمی صاحب برطانیہ سے وطن تشریف لائے تھے۔ طلبہ کی جانب سے ان کی تقریر کرانے کا پروگرام طے ہوا۔ تاریخ لینے کے لیے ہم تین طالب علم سائیکل سے آپ کے وطن مالوف خالص پور پہنچے۔ یہ مبارک پور سے تقریباً ۱۵ رکلومیٹر کے فاصلے پر آباد ہے۔ ٹھیک دوپہر میں دولت کدے پر حاضری ہوئی۔ کسی سے اندر خبر بھیجی کہ اشرفیہ سے تین طالب علم ملاقات کے لیے آئے ہیں۔ ان کی باہر تشریف آوری سے قبل ہی ہمارے لیے چارپائی لگادی گئی اور آرام سے بٹھایا گیا۔ تھوڑی دیر میں حضرت اپنے ہاتھوں میں ٹھنڈا، خوش گوار شربت لیے ہوئے تشریف لائے۔ ہر ایک سے فرداً فرداً ملاقات کی، مصافحہ کیا، خیریت پوچھی۔ پھر اپنے ہاتھ سے شربت گلاس میں اُنڈیل اُنڈیل کر پلانے لگے، ہم شرم سے پانی پانی ہو رہے تھے...... ہر چند چاہا کہ حضرت تشریف رکھیں مگر ہمیں حکم دے کر بٹھادیا، ''الامر فوق الادب'' انجان طالب علم کے ساتھ یہ خاطر تواضع، ابھی نام بھی جن کا نہ بتایا گیا تھا، ان کے ساتھ یہ شفقت۔ بچوں کے ساتھ جب اس قدر بلند اخلاق ہے تو بزرگوں کے ساتھ کیا ہوگا، اس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ پھر ہر ایک کو دوپہر کا کھانا کھلایا۔ (یہ مشرقی یوپی کی اپنی تہذیب اور خصوصی طرز ہے، مہمان کے آتے ہی اُن کے کھانے پینے سے ضیافت ہوتی ہے۔ اس میں تاخیر دروازے کی عزت و آبرو کے خلاف متصور ہوتی ہے) ہم نے تاریخ کے لیے درخواست پیش کی، قبول ہوئی۔ نمازِ ظہر کے

بعد جلسے کا ٹائم مقرر کیا۔ فرمایا میرے لیے کچھ انتظام نہ کریں گے۔ مَیں گھر سے کھانا کھا کر آؤں گا۔ آپ لوگ ہرگز ضیافت و طعام کا کوئی بندوبست نہ کریں گے، نہ اس کی زحمت اُٹھائیں۔ ہم نے ہر چند اصرار کی جرأت کی مگر اس پیکرِ خلوص کے سامنے کارگر نہ ہوئی۔ وقتِ مقررہ سے چند منٹ پہلے تشریف لائے۔ تقریر شروع ہوئی، سامعین اشرفیہ کے ہونہار طلبہ تھے۔ ہمارے اساتذہ بھی رونقِ اسٹیج تھے۔ یہ آپ کا خالص علمی خطاب تھا، نصابِ تعلیم، کتبِ درسیہ، کتبِ مطالعہ، مقاصدِ حصولِ علم، وقت کی قدر و قیمت، طلبہ کا مقام، اشرفیہ کی طرف دنیا کی نگاہیں، دنیا کو باصلاحیت علما کی ضرورت، وغیرہ اہم گوشوں پر روشنی ڈالی۔ یہ ایک تاریخی خطاب تھا جو طلبہ اور علما (فارغین) کے لیے رشد و ہدایت کا روشن مینار تھے۔ (کاش اس کی کیسٹ محفوظ ہوتی)

تقریر کے بعد حضرت محمد آباد گوہنہ کے لیے روانہ ہوئے۔ نذرانہ پیش کیا گیا۔ قبول نہیں ہوا۔ مَیں نے عرض کی حضور اسی کے لیے جمع ہوا ہے، اب کیا ہوگا۔ برجستہ فرمایا، سب کو واپس کردو۔ ایسی بے لوث دینی خدمات فی زمانہ نادر ہے۔ پھر وہ رقم طلبہ کی اجازت سے انجمن اشرفی دار المطالعہ میں شامل ہوئی۔

دوسرا واقعہ: میرا بچپن تھا۔ ابھی شعور کی آنکھیں کھولی تھیں۔ اس وقت حضرت الجامعۃ الاسلامیہ، رونا ہی، ضلع فیض آباد میں شیخ الحدیث تھے۔ بھیرہ میں حضرت کا پروگرام تھا۔ بھیرہ سے دو آدمی محمد آباد، گوہنہ میں جا کر حضرت کا انتظار کر رہے تھے۔ محمد آباد میں حضرت اُترے، شام ہو چکی تھی۔ ان دونوں حضرات سے ملاقات نہ ہو سکی۔ نہ انھوں نے حضرت کو دیکھا، نہ آپ نے ان کو پہچانا۔ وہاں آپ اُترے اور بھیرہ کے لیے پیدل ہی چل پڑے۔ بھیرہ سے محمد آباد تقریباً دو میل ہے۔ بعد مغرب یہ لمبی مسافت قدم قدم طے کر کے غریب خانے پر حاضر ہوئے۔ اس وقت برادرِ گرامی مولانا محمد احمد صاحب مصباحی آپ کے شدت سے منتظر بیٹھے تھے۔ باہم بے تکلف ملاقات ہوئی۔ ماتھے پہ کوئی شکن یا بل نہیں، بے سواری اتنی لمبی مسافت طے کرنی پڑی، کچھ اس کا شکوہ نہیں۔ یہی وہ خلوص ہے جس کی بنیاد پر حضور

حافظِ ملّت علیہ الرحمہ آپ پر بے پناہ کرم فرماتے تھے اور اپنے اس عظیم شاگرد پر نازاں تھے۔
میری دیرینہ خواہش تھی کہ حضرت کی کچھ خدماتِ عظیمہ لوگوں کے سامنے آئیں، تاکہ وہ ہم بے عملوں کے لیے نمونۂ عمل، جامعہ اشرفیہ کے لیے قابلِ فخر اور عوام کے لیے سکون کا باعث ہوں۔ اور قوم اپنے لائق و فائق علما کے کارناموں سے روشناس ہو۔
خوش قسمتی سے ۱۸؍محرم الحرام ۱۴۱۸ھ/ ۲۴؍مئی ۱۹۹۷ء کو حضرت چند روز کے لیے شکاگو تشریف لائے۔ شکاگو سُنّی مسلم سوسائٹی کے اجلاس کی تکمیل کے بعد میں نے انٹرویو کی گزارش کی۔ الحمدللہ! عرض مقبول ہوئی۔ کل صبح ۱۱؍ بجے حضرت نے اپنا قیمتی وقت دینے کا وعدہ فرمایا۔

تعارف و انٹرویو

خطیب اعظم، مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی

جنرل سیکریٹری ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ

سوالات و ترتیب از مفتی احمد القادری

نام: محمد قمر الزماں خان اعظمی

تاریخِ ولادت: ۲۳؍مارچ ۱۹۴۶ء

نسب: ابنِ عبدالحمید عرف ناتواںؔ خاں ابن عبدالصمد خاں ابن عبدالسبحان خان۔

جائے ولادت: خالص پور، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا

گھر کا ماحول مذہبی تھا۔ والدِ محترم اور دادا سبھی لوگ پابندِ صلوٰۃ اور حتی الامکان منہیات سے پرہیز کرنے والے لوگ تھے۔ دادا اور پر دادا دونوں اردو اور فارسی کے عالم تھے۔ آپ کا پیشہ زراعت رہا۔

بچپن: ہمارے والد بزرگوار نے اس بات کا خیال رکھا کہ حسبِ حدیث مبارکہ سات سال کی عمر میں اپنے ساتھ مسجد لے جاتے رہے۔ قرآن بہت خوب صورت آواز میں پڑھتے تھے۔ اس لیے دس سال کی عمر میں بہت سی سورتیں بغیر کسی کوشش کے یاد ہوگئیں۔ نمازِ فجر کے

بعد تلاوت کی عادت ڈالی گئی۔ اور دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل کود سے روکنے کے لیے انھوں نے اپنا یہ معمول بنالیا تھا کہ وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

تعلیم: ۶/سال کی عمر میں گاؤں کے مدرسے میں داخل ہوا۔ ۸/سال کی عمر کے بعد مدرسہ انوار العلوم، جین پور (اعظم گڑھ) میں داخل ہوا۔ پرائمری درجات اور ابتدائی عربی اور فارسی کی تعلیم وہیں سے حاصل کی۔ شام کو ہر روز دادا عبد الصمد خاں مرحوم آمد نامہ اور گلزارِ دبستان خود پڑھایا کرتے تھے۔ اس طرح سے گھر اور مدرسہ کے ماحول نے میرے علمی اور دینی مذاق کی تربیت میں بہت اہم رول ادا کیا۔ ۱۹۵۸ء میں مولوی کا امتحان الہ آباد بورڈ سے پاس کیا اور اسی سال دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ ہوا۔ اس وقت قدوری کی جماعت سے ابتدائی تین سال تک اشرفیہ متوسطات تک مکمل کی۔ ۶۱ء میں ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا۔ وہاں سے عالمیت کی سند ۶۳ء میں حاصل کی۔ ۶۴ء کے ابتدا میں تعطیلِ کلاں میں مکان واپس ہوا اور حافظِ ملّت علیہ الرحمہ کے حکم سے ۶۴ء میں چند مہینوں کے لیے مدرسہ عزیز العلوم، نان پارہ میں بحیثیت مدرّس کام کرتا رہا۔

پھر حضور حافظِ ملّت علیہ الرحمہ کے حکم پر ۱۹۶۶ء میں اشرفیہ میں صحیحین کا امتحان دینے کے بعد دستارِ فضیلت سے نوازا گیا۔

دورانِ تعلیم کے اہم واقعات: ایک عزیز جناب ڈاکٹر ابرار صاحب شبلی کالج، اعظم گڑھ میں ٹیچر تھے۔ وہ ندوہ اور جماعتِ اسلامی سے بڑے متاثر تھے۔ اکثر وہ ندوہ کی تعریف کیا کرتے۔ ان کی ترغیب پر ندوہ میں داخلہ کرایا۔ تقریباً ڈھائی تین سال وہاں تعلیم کی مگر سرکار حافظِ ملت سے برابر رابطہ رہا۔

ندوہ میں امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل ہوتی رہی۔ تحریری اور تقریری سالانہ مقابلے کے اندر دونوں میں اوّل انعامات حاصل کیے۔

دورانِ تعلیم ایک قلمی پرچہ نکالا گیا، جس کا نام ''مریخ'' تھا۔ اس کا میں ایڈیٹر تھا۔

اقبال اعظمی (کریا گنج) نائب ایڈیٹر

عبدالحق سندیلوی نائب ایڈیٹر

ذکی الدین افریقی سرکولیشن منیجر

یہ پرچہ قلمی ہوتا۔ اس کی چند کاپیاں لکھ کر بیپر اسٹینڈ پر چسپاں ہوتا اور ایک نسخہ لائب ریری میں رکھا جاتا۔ پھر بند ہو گیا...... اس کی وجہ عبدالحق سندیلوی کا ایک مضمون ہوا جو ندوہ کی زبان اور نظم و نسق کے خلاف تھا، اس بنیاد پر ناظم نے پرچہ بند کروا دیا۔

اشرفیہ میں اساتذہ کی جو شفقتیں، محبتیں طلبہ پر تھیں وہ ندوہ میں میسر نہیں۔ اشرفیہ میں حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ اور دیگر اساتذۂ کرام طلبہ کو درس میں سوال و اعتراض کرنے پر حوصلہ افزائی فرماتے۔ ان اعتراضات کا معقول جواب دیتے بلکہ سوالات کرنے پر طلبہ کو آمادہ کرتے، مگر ندوہ میں یہ بات نہ تھی۔ طلبہ کو مسئلہ سے اطمینان ہوا یا نہیں، ان کو اس سے غرض نہ تھی۔ بس آئے، پڑھائے اور چلے گئے۔ طلبہ اگر سوالات کرنا چاہیں تو روک دیتے۔ اس کو تضیع اوقات سمجھتے یا ایک دو بار جواب دیا، پھر ڈانٹ کر خاموش کر دیتے۔

اساتذۂ کرام:

(۱) سرکار حافظِ ملّت علیہ الرحمہ

(۲) حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ

(۳) حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ

(۴) حضرت علامہ ظفر ادیبی صاحب

(۵) حضرت مولانا قاری محمد یحیٰ صاحب

(۶) حضرت مولانا سید حامد اشرف صاحب

(۷) حضرت مولانا شمس الحق صاحب قبلہ

(۸) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کچھوچھوی

حضور حافظِ ملّت علیہ الرحمہ، حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ، حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ خاص شفقت فرماتے۔

بیعت و ارادت:

۱۹۶۳ء میں سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان' ڈاکٹر محمد مختار علوی (سگڑی) کی دعوت پر سگڑی تشریف لائے۔ وہیں مَیں ان سے مرید ہوا۔ سرکار مفتیِ اعظم ہند سے عقیدت تو ہمیشہ سے رہی۔ زمانۂ طالب علمی میں کبھی مخالفین کے پروپیگنڈوں کی بنا پر اگر کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو سرکار مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کا خیال بہت تسکین دیتا۔ ندوۃ العلما میں مسلک کے حوالے سے اگر کبھی مخالف علما سے گفتگو ہوتی تو حضرت کے تصور سے بہت مدد ملتی۔ بعض وقت تو یہ خیال ثباتِ قدم کے لیے کافی ہوتا کہ سرکار مفتیِ اعظم اسی مسلک پر ہیں۔

سرکار مفتی اعظم کی سب سے پہلے میں نے ۱۹۵۸ء میں انوار العلوم جین پور کے جلسے میں زیارت کی تھی اور عالم یہ تھا کہ سرکار جب اسٹیج پر جلوہ گر ہوئے تو ان کا نورانی چہرہ اور علما کی ان سے بے پناہ عقیدت نے قلب پر خاص اثر مرتب کیا۔ ان کے قدموں میں حضرت علامہ خلیل احمد صاحب کچھوچھوی اور شاعرِ اسلام شفیق جون پوری پڑے رہے تھے۔

اس وقت سے ارادہ تھا کہ مَیں حضرت ہی سے مرید ہوں گا۔ ۱۹۷۷ء میں سرکار مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ سے ملنے کے لیے حاضر ہوا تھا تو حضرت نے بعض علما کی درخواست پر مجھے خلافت سے نوازا۔

تکمیلِ تعلیم کے بعد: اوّلاً حضور حافظِ ملّت علیہ الرحمہ نے روناہی، ضلع فیض آباد بھیجا۔ اس وقت وہاں کوئی مدرسہ نہیں تھا۔ ۶۴ء سے ۷۴ء تک وہاں رہے۔

تدریسی خدمات: دس سال روناہی کی خدمات انجام دی۔

وعظ و تقریر کے ذریعے اہم دینی خدمات:

۶۴ء سے ۷۴ء تک ہندوستان کے تمام قابلِ ذکر قصبات، اضلاع اور صوبوں میں تقاریر کے لیے جاتا رہا۔

اجتماعی طور پر منعقد ہونے والی بڑی کانفرنسوں اور سیمنارس میں کہیں صرف مقرر کی حیثیت سے اور کہیں مقرر و منتظم کی حیثیت سے شریک ہوتا رہا۔

ہندوستان کی اہم کانفرنسیں

چند کانفرنسیں: (۱) جامعہ اشرفیہ کی تعلیمی کانفرنس (۲) سیوان کی مسلم پرسنل لا کانفرنس۔

اہم خطبات: (۱) اسلام اور عصرِ حاضر (۲) اسلام اور سائنس (۳) اسلام اور عورت (۴) اسلام کا معاشی نظام (۵) اسلام اور مستشرقینِ یورپ (۶) سیرتِ رسولِ اکرم ﷺ کے مختلف عناوین (۷) اسلام کا تعلیمی نظام (۸) قرآن عظیم اور اس کا اعجاز (۹) علم اور مشاہدہ (۱۰) نماز (۱۱) روزہ (۱۲) حج (۱۳) زکوٰۃ (۱۴) اسلام کا دعوتی نظام (۱۵) فلسفۂ شہادت۔......ان میں سے اکثر کی کیسٹیں موجود ہیں۔

تنظیم و ادارے ۔ قیام و سرپرستی

(۱) الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد (۲) بارہ بنکی، سلطان پور اور فیض آباد...... وغیرہ دیگر اضلاع میں تنظیم و مدارس کا قیام۔

بیرونِ ہند کا سفر

۱۹۷۴ء میں ورلڈ اسلامک مشن اور اسلامک مشنری کالج کے قیام کے بعد ورلڈ اسلامک مشن کے سیکریٹری کی حیثیت سے علامہ ارشد القادری صاحب کی دعوت پر انگلینڈ حاضر ہوا۔ وہاں اس وقت اہلِ سنّت کی مدارس و مساجد کی تعداد بہت کم تھی۔ مشن کے قیام کے بعد برطانیہ اور ہالینڈ کے تمام شہروں میں جلسوں اور کانفرنسوں اور سیمنار کا اہتمام کیا گیا۔ جس سے ایک عام بیداری ہوئی اور مسلک کا تشخص نمایاں ہوا۔ پھر برصغیر ہندو پاک سے علما کی ایک ٹیم وہاں پہنچی اور کام کی رفتار تیز تر ہوگئی۔ اب بحمدہٖ تعالیٰ صرف برطانیہ میں کم و بیش چھ سو مساجدِ اہلِ سُنّت ہیں، جن کے ساتھ ملحق مدارس ہیں۔ اسی طرح سے ہالینڈ کی بیش تر مساجد ورلڈ اسلامک مشن کے زیرِ اہتمام تعمیر ہوئی ہیں۔

ڈین ہاگ، ہالینڈ کی مشہور درس گاہ جامعہ مدینۃ الاسلام بھی ورلڈ اسلامک مشن کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اور ان تمام کاموں میں قائدِ اہلِ سنّت علامہ شاہ احمد نورانی کی سرپرستی، معمارِ ملّت حضرت علامہ ارشد القادری کی تنظیمی اور تخلیقی فکر اور میری اپنی مساعی کا دخل ہے۔

اس کے علاوہ ڈنمارک، ناروے بالخصوص ناروے کی سرزمین کی پہلی جامع مسجد بھی ورلڈ اسلامک مشن نے تعمیر کی ہے۔

فرانس، جرمنی وغیرہ میں مشن کام کر رہا ہے۔ان کاموں کی نگرانی احقر کے سپرد ہے۔

افریقہ کے مختلف ممالک میں مشن کے وفود دَورہ کرتے رہتے ہیں اور کام کو مزید آگے بڑھانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

امریکہ میں مشن کی قیادت مختلف صوبوں میں مشن کی شاخوں کے قیام کے لیے کوشاں ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ شاہد رضا نعیمی اور خادم کے دَوروں نے اہلِ سنّت و جماعت میں ایک عام بیداری کی لہر دوڑا دی ہے۔اور امید ہے کہ اگلے دس سال میں امریکہ کے تمام کے تمام اسٹیٹ میں ان شاءاللہ مشن کے زیر اہتمام یا مشن کے تعاون سے اہلِ سنّت کے مراکز قائم ہو جائیں گے۔

فی الحال ہیوسٹن، ٹیکساس میں مولانا قمرالحسن اور مولانا مسعود رضا اور شکاگو میں احمد القادری، نیو یارک میں مولانا محمد حسین رضوی اور غلام زرقانی صاحب فلوریڈا میں پہنچ چکے ہیں۔اور کام شروع ہو چکا ہے۔

ہالینڈ میں مشن کے اِداروں کے علاوہ حضرت علامہ بدرالقادری صاحب (جو بذاتِ خود ایک تحریک ہیں)، حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا مفتی عبدالواجد صاحب، حضرت مولانا عبدالمنان صاحب، حضرت مولانا اسرارالحق صاحب اور بہت سے علما مصروفِ تبلیغ واشاعت ہیں۔

بیرونِ برطانیہ مساجد و مدارس کا قیام

ورلڈ اسلامک مشن کے تحت ہالینڈ میں (۱) جامع مسجد طیبہ، ایمسٹرڈم (۲) جامع مسجد گلزارِ مدینہ (۳) جامع مسجد اِن تھوفن۔ جامع مسجد زُوےلو......وغیرہ کی تعمیر ہوئی۔

اس کے علاوہ جامعہ مدینۃ الاسلام، ہالینڈ اور صفہ اسکول کے نام سے فُل ٹائم ہائی اسکول کا قیام، جہاں سرکاری مضامین کے ساتھ ساتھ عربی، اردو اور دینیات کو لازمی مضمون

کی حیثیت دی گئی ہے۔

بیرونِ ملک کے تبلیغی دَوروں میں یورپ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا کے بہت سے ممالک اور صوبوں میں مستقل دورے ہوتے رہتے ہیں اور کوشش کی جاتی ہے کہ جہاں تبلیغی اجلاس منعقد ہوں وہاں کوئی مرکز بھی قائم ہوجائے۔ ان شاء اللہ اس صدی کے خاتمے تک دنیا کے بیش تر ملکوں میں اہلِ سُنّت کے مراکز قائم ہوجائیں گے۔

قلمی و اشاعتی خدمات

ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے ۱۹۶۵ء میں ''الدعوۃ الاسلامیہ'' بریڈفورڈ سے ہماری ادارت میں جاری کیا گیا۔ جواَب بھی انگلش اور عربی میں ورلڈ اسلامک مشن کراچی سے شائع ہورہا ہے۔ اس کے علاوہ ۱۹۸۶ء میں ''حجاز انٹرنیشنل'' کے نام سے ماہانہ پرچے کا اجرا ہوا۔ اس وقت بھی جرمنی سے صدائے حق، ساؤتھ افریقہ سے ''دی میسیج'' وغیرہ شائع ہورہے ہیں۔

سیاسیات

سیاسیات کے تعلق سے ورلڈ اسلامک مشن کی یہ پالیسی ہی کہ پوری دنیا میں سیاسی پارٹیوں کے یا ملکوں کے ایسے فیصلے جو اسلام اور روحِ اسلام سے متصادم ہوں، ان کے خلاف احتجاج کیا جائے اور مختلف اشاعتی ذرائع سے ان کی غیر اسلامی حیثیت کو واضح کیا جائے۔ حکومتوں پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اس طرح کے فیصلے مسلمانوں پر مسلّط نہ کریں۔

اس وقت بھی سلمان رشدی کا مسئلہ، مسلم پرسنل لا، مسلمان بچوں کی تعلیم، ان کے لباس کا مسئلہ، مسلمانوں کے علاج، اور اس سے متعلق قوانین پر احتجاج، مختلف ملکوں میں حجاب کا مسئلہ۔ ایسے سیاسی نمائندے جو کسی ایسی بات کے مؤید ہیں جو غیر اسلامی ہے، ان سے عدم تعاون۔ مختلف ملکوں میں مسلمانوں کا پریشر گروپ تیار کرنا جو ایسے نمائندوں کی حمایت کریں جو مسلم کاز کے مؤید ہیں۔ مسلم ملکوں کی غیر اسلامی روش کے خلاف احتجاج کرنا۔ مثلاً مصر، الجزائر، ترکی وغیرہ میں فنڈامینٹل ازم کے نام سے باکردار مسلمانوں کی کردار کشی، اسلامی تحریکوں پر پابندیوں کے خلاف عالمی رائے عامہ کو ہموار کرنا اور مسلمانوں

کے اندر اسلامی تشخص کو بیدار کرنا۔ اس سلسلے میں اخبارات اور میڈیا کے دوسرے ذرائع پر نظر رکھنا اور اسلام کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈوں کا جواب دینا۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں اُٹھنے والی اسلامی تحریکوں کی حمایت، بوسنیا، چیچنیا وغیرہ کے مسلمانوں کی اخلاقی، مالی اور سیاسی مدد فراہم کرنا، قبلۂ اوّل کی بازیابی اور فلسطینی مسلمانوں کے حقوق کے سلسلے میں مسلسل جدوجہد۔

عالمی کانفرنسوں میں شرکت

ورلڈ اسلامک مشن کے نمائندے کی حیثیت سے دنیا کے مختلف ملکوں میں منعقد ہونے والی عالمی کانفرنسوں میں شرکت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

(۱) انقلابِ ایران کے بعد ۱۹۸۳ء میں وہاں کی ہفت روزہ عالمی کانفرنس میں شرکت کی۔ ایشیا اور یورپ کے ممالک کی نمائندگی کی۔ بعض جلسوں کی صدارت بھی کی۔ ''اسلام ہی پوری دنیا کا نجات دہندہ'' اس موضوع پر خطاب ہوا اور اسے وہاں کی میڈیا اور نشریاتی ذرائع نے پوری دنیا میں نشر کیا۔ بہت سے ریڈیائی اور اخبارات میں انٹرویو نشر ہوئے۔

ایران میں فقہ جعفری کو غیر متبدل قانون کی حیثیت سے پیش کرنے اور دوسرے مسالک کو متبدل حیثیت دینے پر احتجاج بھی کیا گیا۔ ایران کے سُنّی مسلمانوں کے حقوق کے لیے آواز بھی اُٹھائی گئی اور ان کے تعلیمی اور مذہبی اُمور سے متعلق تجاویز پیش کی گئیں۔

(۲) ایران کے بعد ۸۳ء، ۸۵ء، ۸۷ء، ۸۹ء میں عراق کی عالمی کانفرنسوں میں شرکت کی اور ایران عراق جنگ میں ورلڈ اسلامک مشن کے موقف کی وضاحت کی۔

(۳) لیبیا کی متعدد کانفرنسوں میں مشن کے وفد کے ساتھ شرکت کا موقع ملا اور اس طرح سے عالمِ اسلام کو قریب سے دیکھنے اور علما و مفکرین سے ملنے اور مذاکرات کرنے کا موقع ملا۔ اور یہ احساس بھی قوی تر ہوا کہ سعودی عرب کی پون صدی پر پھیلی ہوئی بے پناہ کوششوں اور پیٹرو ڈالر کے ذریعے دینی شخصیات و اِداروں کو خریدنے کے باوجود عالمِ اسلام کی اکثریت آج بھی اہلِ سُنّت و جماعت ہے۔

اس کے علاوہ یورپ کے بہت سے ملکوں میں مثلاً ہالینڈ، بلجیم، فرانس، ڈنمارک،

ناروے، جرمنی کی عالمی کانفرنسوں میں شرکت کی۔ اور ان تمام ملکوں میں ورلڈ اسلامک مشن کے تحت کانفرنسوں کے انعقاد کا شرف بھی حاصل کیا۔ ان کانفرنسوں کے ذریعے یورپ میں اسلام کو بہتر طور پر سمجھانے کی کوشش کی گئی۔ اور ان الزامات کے جوابات دیئے گئے جو صدیوں سے مستشرقینِ یورپ' اسلام کے خلاف عائد کرتے رہے ہیں۔ ان کانفرنسوں اور اجتماعات میں سوال و جواب کے وقفے میں اسلام کے تعلق سے یورپین ذہن کو پڑھنے کا زیادہ موقع ملا۔

اسلامک مشنری کالج

دنیا بھر میں کانفرنسوں، جلسوں اور سیمنارس وغیرہ میں شرکت کے علاوہ برطانیہ میں مختلف اِداروں کی تعمیر اور اس کے انتظام و انصرام کا بار بھی میرے کاندھوں پر رہا۔ ورلڈ اسلامک مشن کی پہلی عمارت جو بریڈفورڈ میں خریدی گئی تھی، اس میں بھی پانچ سال تک قیام رہا۔ اس کے قرض کی ادائیگی کے علاوہ اسلامک مشنری کالج (جو علامہ ارشد القادری کا عظیم خواب تھا) کے منصوبے کو بروئے کار لانے کے لیے جدوجہد اور وسائل کی فراہمی بھی احقر ہی کے ذمے رہی۔

بریڈفورڈ سے مانچسٹر منتقل ہونے کے بعد ہمیں ازسرِ نو اپنے خوابوں کی تکمیل کے لیے ایک عظیم اِدارے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ مانچسٹر جیسے بڑے شہر میں ایک بہت بڑا پلاٹ حاصل کیا گیا اور بحمد للہ اب وہاں دو ملین پاؤنڈ کے منصوبے سے تین بڑے ہالوں اور درجنوں کلاس روم اور آفس پر مشتمل ایک پرشکوہ اور فلک بوس عمارت تعمیر ہو چکی ہے۔ جس میں جامع مسجد شمالی مانچسٹر کے علاوہ

(۲) کلیۃ الدراسۃ الاسلامیہ

(۳) ورلڈ اسلامک مشن

(۴) دارالافتاء

(۵) لائبریری...... وغیرہ کے دفاتر قائم ہیں۔

(۶) تعلیم...... کلیۃ الدراسۃ الاسلامیہ میں کم وبیش پانچ سال سے پارٹ ٹائم کالجوں اور یونی

ورسٹیوں کے طلبہ عربی زبان، تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اسلامی اور تقابلِ ادیان کے مضامین پڑھ رہے ہیں۔

مستقبل قریب میں اسلامک مشنری کالج کے مجوزہ نصاب کے مطابق علمائے کرام کی تربیت کا اہتمام ہوگا۔ جس میں عربی زبان کے علاوہ انگلش اور فرنچ کی تعلیم دی جائے گی، تاکہ فراغت کے بعد یورپ، افریقہ اور امریکہ کے ملکوں میں تبلیغی خدمات انجام دینے کے قابل ہوسکیں۔

مخالفینِ اسلام کے اعتراضات اور ان کے جوابات

داخلی فتنوں کے علاوہ ورلڈ اسلامک مشن کو عیسائیت، نیچریت وغیرہ کے خلاف بھی کام کرنا پڑا۔ خاص طور پر مستشرقینِ یورپ کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا جواب دینے کے لیے سیکڑوں اجتماعات کیے گئے اور وہ اب بھی جاری ہیں۔

اسلام پر ان کے بنیادی اعتراضات یہ ہیں:

(۱) اسلام تلوار کی زور پر پھیلا۔

(۲) سرورِ کائنات علیہ السلام پیغمبر نہیں، بلکہ صرف ایک مصلح تھے۔

(۳) اسلام میں نجات کا کوئی تصور نہیں۔

(۴) اسلام نے عورتوں کو غلام بنا رکھا ہے۔

(۵) اسلام میں غلامی کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

(۶) اسلام نے غیر مسلموں کو ذمّی قرار دے کر ان پر غلامی کا ٹیکس نافذ کیا۔

(۷) اسلام کا نظامِ عبادات مسلمانوں کو دنیا کی تمام تگ ودَو سے روکتا ہے۔

(۸) اسلام میں عورتوں کو مَردوں کے برابر حیثیت نہیں دی گئی اور انھیں دوسرے درجے کا شہری تسلیم کیا گیا ہے۔

(۹) پردہ کا سسٹم ایک بدترین غلامی کی علامت ہے۔

(۱۰) طلاق کے حقوق صرف مرد کو دے کر عورت کو بے بس کر دیا گیا ہے۔

(۱۱) دیت، شہادت اور وراثت کو نصف قرار دے کر عورت کو نصف انسان قرار دیا گیا ہے۔
(۱۲) اسلام نے عورت کو تعلیم سے روک کر انھیں پتھروں کے دَور میں رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔
(۱۳) قرآن عظیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اپنی تصنیف ہے۔
(۱۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکّی زندگی پیغمبرانہ تھی۔ اس کے بالکل برعکس مدینے میں پیغمبر اسلام نے زندگی کی آسائشوں سے محروم کچھ لوگوں کو جمع کر کے ایک جماعت تیار کی اور انھیں آسائشوں کے حصول کے لیے دوسری قوموں سے جنگ کی۔

یہ اور اسی طرح کے بہت سے اعتراضات جو عیسائی اور یہودی کرتے ہیں، ان کے جوابات مذاکروں کی شکل میں دیے جارہے ہیں۔

مانچسٹر اور لیسٹر کے اسلامی مراکز میں اکثر یونی ورسٹیوں اور کالجوں کے طلبہ چرچوں (کلیساؤں) کے رہنما، عیسائیت کے مبلغین، مشرقیات کے محققین اور مذاہب پر ریسرچ کرنے والے حاضر ہوتے ہیں اور اکثر اپنے سوالات کے معقول جواب پاکر مطمئن واپس جاتے ہیں۔

مناظرہ: مخالفینِ اسلام کے مقابلے اور ان کا دفاع

اہلِ سُنّت و جماعت کو داخلی محاذ پر وہابیت، مرزائیت وغیرہ سے مسلسل تصادم اور مقابلے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

ہندوستان میں بھی ایسے بہت سے مواقع آئے جب دیابنہ کے مختلف گروپ سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ جامعہ اسلامیہ رونا ہی کے قیام کے بعد جگن پور اور فیض آباد میں مناظرے کے نام پر مخالفین جمع ہوئے۔ لیکن تمہیدی خطاب کے بعد ہی انھوں نے مناظرہ سے انکار کر دیا۔

ہبھناں کے مناظرہ میں ایک منتظم کی حیثیت سے شریک ہوا۔ یہ مناظرہ ایک ہفتہ تک چلتا رہا۔ اخیر میں دیابنہ نے پولیس سے درخواست کر کے مناظرے کو دو ماہ کے لیے ملتوی کرا دیا۔ لیکن دو ماہ کے بعد وہ دوبارہ وہاں نہیں آئے اور علماے اہلِ سنّت نے جشنِ فتح منایا۔

اس مناظرہ میں حضور مجاہدِ ملّت، علامہ مشتاق احمد نظامی، حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ، مولانا مشاہد رضا صاحب، براؤں شریف کے تمام علما شریک تھے۔ دیوبندیوں

کی طرف سے ارشاد کے علاوہ دیوبند کے دو درجن سے زیادہ علما موجود تھے۔

بدمذہبوں کی مخالفت اور اس کے نتائج و اثرات

برطانیہ میں ابتداء سعودی لابی نے ورلڈ اسلامک مشن کے قیام کی شدید مخالفت کی اور خالد محمود نے ''احمد رضا خاں کا تعارف'' کے عنوان سے برطانیہ کے مرکزی شہروں میں جلسے کیے اور اس بات کی کوشش کی کہ علمائے اہلِ سنّت کے قدم جمنے سے پہلے ہی برطانیہ کی سرزمین ان کے لیے تنگ کر دی جائے۔ اس کے جواب میں علامہ ارشد القادری کی سرپرستی میں تمام شہروں میں جلسے کیے گئے۔ ان کے عقائد پر مشتمل پوسٹرس نکالے گئے، مناظرے کا چیلنج کیا گیا۔ لیکن مخالف قوتیں جھاگ کی طرح بیٹھ گئیں۔ اور ان تمام مساجد سے ان کا اخراج عمل میں لایا گیا جہاں وہ سنّی بن کر اہلِ سنّت کو مبتلائے فریب کیے ہوئے تھے۔

مانچسٹر، روچڈیل، لیسٹر، بریڈفورڈ وغیرہ میں اہلِ سنّت منظّم ہوئے اور ان کی مساجد کا قیام عمل میں لایا گیا۔ انھوں نے امام احمد رضا پر الزام تراشی کی تھی مگر وہ خود بے نقاب ہو گئے۔

(۱) حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے، اسلام تلوار نہیں بلکہ اپنی سچائی اور اخلاقی برتری سے پھیلا ہے، جس کے بے شمار شواہد تاریخ کے صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

(۲) حالانکہ ایک مصلح معاشرے کی چند قدروں کی اصلاح کرتا ہے، جبکہ معاشرے کے خلاف ایک مکمل نظامِ زندگی، ایک مکمل نظامِ عقائد، ایک مکمل نظامِ عبادت، ایک مکمل نظامِ معاش، ایک مکمل نظامِ معیشت، ایک مکمل نظامِ سیاست، ایک مکمل نظامِ معاشرہ...... صرف پیغمبر ہی لے کر جلوہ گر ہوتا ہے۔ پھر ایک مصلح قرآن جیسی عظیم کتاب لے کر نہیں آتا۔ اور نہ ہی وہ معجزات کی قوت سے آراستہ ہوتا ہے۔

(۳) حالانکہ نجات کا کامل تصور صرف اسلام نے پیش کیا ہے۔ ایک گنہ گار کو اسلام کسی انسان کے سامنے رُسوا کرنے کے بجائے صرف خدا کی بارگاہ میں حاضری کا حکم دیتا ہے، جہاں دنیا میں توبہ کے ذریعے سے، اعمالِ حسنہ کے ذریعے سے اور آخرت میں شفاعتِ رسول اور اللہ کے کرم کے ذریعے سے مکمل نجات حاصل کر لیتا ہے۔ پھر اسلام میں موروثی

گناہ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ ہر انسان فطرتِ اسلام پر بے گناہ پیدا ہوتا ہے۔

(۴) حالانکہ اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے عورتوں کو مکمل آزادی عطا فرمائی۔ مَردوں کے بے جا تسلّط سے آزاد کیا۔ انھیں حقوق عطا فرمائے۔ اور احترامِ نفس کے حوالے سے انھیں برابر کا مقام عطا فرمایا۔ اور مرد کو جملہ ضروریات کا کفیل بنا کر عورت کے لیے ایک باعزت اور باوقار زندگی کا نصب العین عطا فرمایا۔

(۵) حالانکہ اسلام اُس دَور میں جلوہ گر ہوا جب کہ پوری دنیا میں غلامی کا رواج تھا۔ عیسائیت، یہودیت، زرتشتیت ...... ہر مذہب میں غلاموں کی خرید و فروخت جاری وساری تھی۔ اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کے ہزاروں طریقے وضع فرمائے۔ غلاموں کی آزادی، گناہوں کا کفّارہ قرار دی گئی، اعمالِ حسنہ کا بدل قرار دی گئی۔ غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کو لازمی قرار دیا گیا۔ اسلام کا دور دراصل غلاموں کی فرماں روائی کا زمانہ ثابت ہوا۔

(٦) حالانکہ اسلام نے غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل تحفّظ فراہم کیا۔ ان کی حفاظت کو مسلم حکومت کی ذمے داری قرار دیا۔ ان کی عزت وآبرو، جان ومال کو مسلم کے برابر قرار دیا۔ دشمنوں سے تحفظ کے لیے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا اور انھیں جہاد سے مستثنیٰ کر دیا۔ زکوٰۃ مسلمانوں پر فرض کی گئی اور وہ زکوٰۃ سے بھی مستثنیٰ رہے۔ اس کے بدلے میں زکوٰۃ سے بھی کم رقم بطور حق الخدمت وصول کی گئی، جس کو جزیہ کہتے ہیں۔ جہاد میں مسلمان جان دیتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ اس کی جگہ پر تھوڑا سا جزیہ غلامی کا ٹیکس نہیں بلکہ اسلامی حکومت کا تعاون اور ان کے خود اپنے تحفّظ کا بدل ہے۔

(۸) حالانکہ اسلام میں عورتوں کو حقوق کے سلسلے میں مَردوں کے برابر حیثیت دی گئی ہے۔ قرآن کریم کا فرمان ہے: ولھن مثل الذی علیھنَّ۔

(۹) اسلام میں پردہ کا سسٹم عورت کی عصمت، غیرت اور وقار کے تحفّظ کے لیے ہے۔ جبکہ مغرب میں پردہ نہ ہونے کے سبب سے عورت بہت زیادہ غیر محفوظ اور انسانی درندگی کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔

(۱۰) حالانکہ مرد کو نان ونفقہ اور تمام واجباتِ زندگی کا ذمّے دار قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے طلاق کا بھی حق اسی کو دیا گیا ہے۔ جبکہ عورت کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ مرد کے ظلم اور زیادتی کے خلاف اسلامی عدالت میں طلاق کے لیے رجوع کر سکتی ہے۔

(۱۱) دیت اور وراثت وغیرہ میں نصف قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ عورت کی ذمّے داریاں مرد کے مقابلے میں نصف بھی نہیں ہیں۔ ایک مرد کی موت پر پورا خاندان متاثر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ کفالت کی ذمّے داری مرد کی ہے، اس لیے اس کی دیت بھی دہری دلائی جاتی ہے۔ مرد ایک عورت کو اپنے گھر لاتا ہے اور عورت کسی مرد کے گھر جاتی ہے۔ مرد کو دوہری وراثت اس لیے دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنی اور اپنی بیوی بچوں کی کفالت کر سکے۔ جب کہ عورت باپ کے گھر نصف لے کر شوہر کے گھر میں شوہر کی ذمّے داری بن کر جاتی ہے اور اس کے نان ونفقہ کا ذمّے دار شوہر ہوتا ہے۔

(۱۲) حالانکہ اسلام نے عورت کو تعلیم سے نہیں روکا ہے بلکہ مخلوط تعلیم سے روکا ہے۔ اس لیے کہ مخلوط تعلیم انھیں ایک ایسے دَور میں لے جاتی ہے جو پتھروں کے دَور سے بھی بھیانک اور لرزہ خیز ہے۔

(۱۳) قرآن عظیم اگر پیغمبر اسلام کی تصنیف ہے تو آج تک پوری دنیا سے اس چیلنج کا جواب کیوں نہیں بن سکا، جو آج سے چودہ سو سال پیش تر قرآن دے چکا ہے۔

(۱۴) حالانکہ پیغمبر ہمیشہ پیغمبر ہوتا ہے۔ پیغمبر اسلام مکّہ میں پیغمبر اور مدینہ میں بھی پیغمبر ہی تھے۔ اور جہاد نبوت کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دوسرے انبیاے بنی اسرائیل کا جہاد خود توریت وانجیل سے ثابت ہے۔ اگر پیغمبر اسلام اور ان کے صحابہ نے دنیاوی آسائشوں کے لیے جہاد کیا ہوتا تو قیصر وکسریٰ کے فاتحین کے پاس اگر قیصر وکسریٰ جیسے محلّات نہیں تو کم از کم ان کے اپنے مکان تو ہوتے۔

☆......☆......☆

علامہ اعظمی: حیات کے چند گوشے

علامہ بدر القادری
اسلامک اکیڈمی، ہالینڈ

حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی اہلِ سُنّت کے علم و اخلاص کی دنیا میں برصغیر سے آیا ہوا ایک ایسا نادر و نایاب ہیرا ہے جس سے آج صرف برطانیا اور یورپ ہی نہیں بلکہ تمام برّاعظموں کے ایمان و انقیاد کی پیشانی جگ مگا رہی ہے۔ علم، حلم اور سلم گویا اس کے پیکر کی تراش خراش میں شامل ہیں۔ دین و دانش کی جلوہ گاہیں ماہ و سال کی تقریباً چار دہائیوں سے اس کا فیضان پا رہی ہیں...... یہ سب برکتیں ہیں مبارک پور کی سرزمین پر لیٹے ہوئے اس ابوالفیض کی جس کے قدموں تلے آ کر نہ جانے کتنے بے وقعت ذرّے ستاروں کی طرح تاباں و درخشاں ہو گئے۔ ع حضور حافظِ ملت تیری عظمت کو سلام

کسے معلوم تھا کہ ضلع اعظم گڑھ کے ایک چھوٹے سے گاؤں خالص پور میں ۲۳؍ مارچ ۱۹۴۶ء کو محترم عبد الحمید خان المتخلص بہ ناتواںؔ کے گھر پیدا ہونے والا ایک بچہ آگے چل کر ملّتِ اہلِ سُنّت کے نبض کی دھڑکن بن جائے گا......اور ہزار ہا ہزار پیاسی مضطرب روحیں اس کی تبلیغ و خطابت سے حیاتِ نو پائیں گی۔ درجنوں عالمی سطح کے اسلامی اِداروں اور تنظیموں کو اس سے رہنمائی و تقویت ملے گی۔

علامہ قمر الزماں اعظمی بچپن سے ہی اپنی پیشانی پر سعادت کی تحریر لیے ہوئے آئے تھے۔ چال ڈھال، عادات، خصائل میں متانت و سنجیدگی کے ساتھ ساتھ آداب و نیازمندی کی خوبُو ہویدا۔ والدین اور بزرگوں کی فرماں برداری کی نونہالانہ ادائیں تمام بڑوں کی نظر میں آپ کو محبوب بناتی رہی۔ والد گرامی ایک سادہ مزاج، نیک، مخلص، تہجد گزار مومن تھے۔ لڑکپن کے شوخ و شنگ دور میں آپ کی معصوم اور من موہنی، مؤدبانہ اطاعت شعاری کے

باعث والدین کریمین کے دِلوں سے ہمہ دَم اپنے اس فرزند کے لیے خوش بختی اور فیروز مندی کی دعائیں نکلتیں۔ والدمحترم وقتِ سحر تہجد گزاری کے لیے مسجد کا رُخ کرتے تو کبھی کبھی ان کا یہ فرزندِ دلبند ان کی انگلیاں تھامے خانۂ خدا میں جا کر سجدہ ریزی کرتا......اور اپنے والد کی آہِ سحر گاہی سے سوزِ باطن حاصل کرتا۔ جناب عبدالحمید خان ایک نیک اور پابندِ صوم وصلوٰۃ اور متّقی انسان تھے۔ وہ اپنے اس باادب بچے کو میدانِ علم وعمل کا ایک پُر وقار شہ سوار بنانا چاہتے تھے۔

عہدِ طفلی کے نقوش جلدی محو نہیں ہوئے۔ اپنے والد گرامی اور گاؤں کے بزرگوں اور خانوادہ کے موقرین کی شفقتوں اور محبت واُلفت کو یاد کر کے علامہ موصوف اب بھی خود کبھی کبھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ بالخصوص اپنے والد گرامی کے ساتھ سحر خیزی کی حلاوتیں تا ہنوز ان کی زندگی میں رس گھولتی رہتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ماں کی آغوشِ شفقت اور عہدِ طفلی میں باپ کی مشفقانہ تربیت انسان کے لیے اوّلین درس گاہ ہے۔ جس کے اسباق تا دمِ آخر اپنا رنگ دکھاتے ہیں۔ علامہ اعظمی کی کتابِ حیات کے ہر باب میں ان عناصر کو بآسانی پڑھا جاسکتا ہے ؎

وہی آبلے ہیں وہی جلن کوئی سوزِ دل میں کمی نہیں
جو لگا ئے آگ گئے تھے تم وہ لگی ہوئی ہے بجھی نہیں

علامہ اعظمی کے والدمحترم کی دلی آرزو تھی کہ میرا یہ فرزند ایک عالمِ ربّانی بنے اور ملّتِ اسلامیہ کے سفینے کی ناخدائی کا فریضہ سرانجام دے۔ کرامتِ مکتب سے پیش تر علامہ اعظمی کو اُن کے پرہیز گار والد سے آدابِ نظر کا شعور حاصل ہو چکا تھا۔ علامہ اعظمی کے ذہن ووجدان کی زمین کو آہِ سحر گاہی اور لذتِ سجدہ ریزی سے تاک بنانے کے بعد اس کو مزید قابلِ کاشت بنانے کے لیے انھیں انوارالعلوم جین پور کے مدرسے اور پھر دارالعلوم اہلِ سُنّت مدرسہ اشرفیہ مبارک پور میں داخل کیا گیا۔ جہاں آپ نے حضور حافظِ ملت اور اپنے عہد کے افاضل اساتذہ اور ماہرین علوم سے درس لیا۔ درمیان میں چند سال ندوۃ العلما میں بھی زیرِ درس رہے۔ مگر قلب وروح کو قال اللہ اور قال الرسول کا فیضان ایسے قدسی صفات شیوخ الحدیث

اور علما سے حاصل کرنا مطلوب تھا جن کے قال کی ڈوریں محبتِ خدا اور سول کے حال سے جڑی ہوئی ہوں۔ جو ظاہری کتابی علوم سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ باطنی معارف سے بھی آشنا ہوں۔ الغرض آپ کو کشش پھر مبارک پور کی سرزمین پر آقائے نعمت حافظِ ملت کے گہوارۂ کرم تک لے آئی۔

اس کے بعد وہ سنہری موقع بھی آیا جب اکابرِ اہلِ سُنّت مشائخ کرام کے مبارک ہاتھوں سے آپ کے سر پر فراغت کے وقت دستارِ فضیلت باندھی گئی۔ اور اس کے بعد علامہ اعظمی کی عملی زندگی کا آغاز ہوا۔ حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ اور الجامعۃ الاشرفیہ کے بزرگ اساتذہ نے اپنی دلی دُعاؤں اور مناجاتوں کے ساتھ علامہ اعظمی کو میدان میں اُتارا۔

فاتح نان پارہ حضرت علامہ مفتی رجب علی نانپاروی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ علامہ اعظمی فراغت کے بعد کچھ دنوں تک ان کے دارالعلوم عزیز العلوم، نان پارہ میں بھی خدماتِ تدریس کے لیے رہے۔ اس عرصے میں آپ عربی زبان وادب سے کافی شغف رکھتے تھے۔ اور طلبہ کو عربی ادب کی کتابیں پڑھایا کرتے تھے۔ اور عربی زبان میں مقالے وغیرہ تحریر کرتے کراتے تھے۔ کیوں کہ اُس وقت تک ہمارے سُنّی مدارس میں جدید عربی تعلیم کا چنداں رواج نہ تھا۔

جامعہ اسلامیہ، روناھی: آپ نے ضلع فیض آباد کے قصبہ روناہی کو اپنی تعلیمی اور تعمیری خدمات کے لیے منتخب کیا اور واقعی تعلیم و تعلّم کے لحاظ سے ایک بنجر زمین کو اپنی محنت شاقہ اور ان تھک جدوجہد کا نذرانہ دے کر علم و آگہی کا ایک سدا بہار گلستاں بنادیا۔ آپ ہندوستان میں جب تک رہے، جامعہ اسلامیہ کی بنیادوں کو مستحکم اور مضبوط بناتے رہے۔ برطانیا چلے جانے کے بعد بھی آپ نے جامعہ اسلامیہ روناہی کی سرپرستی اور اس کے فروغ و استحکام کو اپنی ذمّے داری سمجھا اور اس سے کبھی غافل نہیں رہے۔ اسی کا اثر ہے کہ یہ جامعہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا گیا۔ آج اس جامعہ کا شمار صرف یو پی نہیں بلکہ ہندوستان کی گنی چنی چند مشہور سُنّی درس گاہوں میں ہوتا ہے۔ ہزار ہا طلبہ اور طالبات اس سے مستفید ہو چکے۔ کئی

سو غیر مقامی طلبہ کے خورد و نوش اور رہائش کا نہایت باضابطہ انتظام۔لق ودق میدان نظر آنے والی زمین پر آج درس گاہ، ہاسٹل، مسجد، لائب ریری اور متعدد شعبہ جات پر مشتمل شان دار عمارتوں کا ایک سلسلہ قائم ہے۔

بہت سے معلمین کرام نے وہاں اپنی رہائش کے لیے مکانات بھی بنالیے ہیں۔گویا جامعہ کی برکت سے وہاں ایک شہرِ علم جگ مگا رہا ہے۔

مَیں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

شہزادہ عزیز القدر وقار اعظمی سلمہٗ ربہ نے جنوری ۲۰۱۱ء میں مجھے جب حضرت علامہ اعظمی کی شخصیت اور کارناموں پر لکھنے کے لیے کہا......اور مَیں نے اپنے پاس موجود مآخذ کو ذہنی طور پر ٹٹولا تو اندازہ ہوا کہ مَیں حضرت علامہ اعظمی کے حضور مندرجہ ذیل عنوانات کے ذریعے خراجِ عقیدت پیش کرسکتا ہوں:

(۱) الجامعۃ الاشرفیہ تحریک اور علامہ اعظمی
(۲) علامہ اعظمی خلق وخلوص کا پیکر
(۳) علامہ اعظمی ملّت کے دردمند
(۴) علامہ اعظمی کے ہالینڈ پر احسانات
(۵) علامہ اعظمی اور یورپ میں خدمتِ اسلام
(۶) علامہ اعظمی اور ماہ نامہ حجاز لندن
(۷) علامہ اعظمی میرے محسن وکرم فرما
(۸) علامہ اعظمی اور مولانا رضوان احمد شہید

مگران تمام موضوعات پر سیر حاصل قلم فرسائی کے لیے مجھے جتنے وقت کی ضرورت ہے، وہ ابھی مجھے میسّر نہیں۔تاہم جس قدر منتشر معلومات پیش کرسکتا ہوں، حاضرِ خدمت ہیں۔

مبارک پور میں استقبال: علامہ اعظمی اپنے کردار وعمل کے لحاظ سے اتنے

نمایاں ہیں کہ وہ جہاں بھی رہے اپنے اساتذہ، اکابر اور بزرگوں کی نگاہ میں رہے۔ اور ہر جگہ بزرگوں و دینی رہنماؤں کی سرپرستی اور شفقتیں انھیں بلند سے بلند منزلوں تک پہنچانے کی دعائیں کرتی رہیں...... تا آنکہ وہ خود ان اکابر اور بزرگوں کی جانشینی تک جا پہنچے۔

۱۹۷۶ء میں سفرِ برطانیا سے پہلی بار جب آپ نے ہندوستان کا عزم کیا اور جلالۃ العلم حافظِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ہوئی تو آپ بے حد خوش ہوئے۔ ان دنوں میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ہی تھا۔ اشرفیہ کے علما، اساتذہ اور طلبہ سب نے مبارک پور میں آپ کا استقبال کیا۔ حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ نے اپنے فرزندِ علمی کو اپنے سینے سے لگایا، حوصلہ افزائی کی اور ڈھیروں دعاؤں سے علامہ کا دامن بھر دیا۔ اس موقع پر راقم الحروف نے چند اشعار کے ذریعے جو منظوم خراجِ تحسین پیش کیا تھا، اسے یہاں نقل کرنا شاید بے محل نہ ہو، جو میرے مجموعۂ منظومات میں ''ہدایت کا نشان'' کے عنوان سے محفوظ ہے۔

مبارک باد! کون آیا خرد کا رازداں بن کر
ہماری انجمن میں محرمِ رازِ نہاں بن کر
جو اُبھرا بن کے دینِ سیدِ کونین کا داعی
خدا نا آشناؤں کے لیے صورتِ اذاں بن کر
نہیں برِ صغیرِ ہند بلکہ اہلِ یورپ کو
عطا کی چاندنی اسلام کی ''قمر الزماں'' بن کر
لٹائے کانِ اشرفیہ کے موتی جس نے مغرب میں
پئے حق بے نیاز خدشۂ سود و زیاں بن کر
یقیں ہے وارثانِ مصطفٰے کے دم سے دنیا میں
ضلالت سر اُٹھا سکتی نہیں بادِ خزاں بن کر
یقیناً دشمنانِ اہلِ ایماں کانپ جاتے ہیں
نکل جاتا ہے یہ جس سمت بھی شیر ژیاں بن کر

کیا تقسیم ہر سو حافظِ ملت کا سوزِ دل
کبھی ابرِ کرم بن کر کبھی برقِ تپاں بن کر
نظر اے ’’باغِ فردوس‘‘ اس شگفتہ پھول پر اپنے
زمانے میں جو مہکا آبروئے گلستاں بن کر
رہیں گے بدؔر فرزندانِ اشرفیہ زمانے میں
ہدایت کا نشاں بن کر صداقت کی زباں کر

خطیب اعظم: علامہ قمر الزماں دورِ حاضر میں زبانِ اردو کے خطیب اعظم اور مقررِ بے بدل ہیں۔ زبانِ اردو جہاں جہاں تک ہے علامہ اعظمی کے خطبات کی گونج وہاں وہاں تک ہے۔ علامہ اعظمی خطبات وتقاریر کی دنیا میں نئے اسلوب وآہنگ کی بنیاد ڈالنے والے ہیں۔ اسلامی فلسفۂ حیات وقوانین کو دلائلِ قاطعہ اور براہینِ ساطعہ سے مزیّن کر کے اردوے معلّٰی کے پیکر میں سجا کر جب آپ سامعین کے روبرو پیش کرتے ہیں ...... اور کسی بھی موضوع پر جب عقلی اور نقلی غیر مبہم حقائق بیان کرتے ہیں تو لگتا ہے موسمِ بہار میں ساون کی پُر کیف جھڑی لگی ہوئی ہے ...... اور ہر شخص یکساں طور پر اس بارانِ رحمت سے سیرابی حاصل کر رہا ہے۔

آپ کا اندازِ خطاب مسحور کن ہے۔ لگتا ہے مضامین آپ کے ذہن میں آتے ہی خوب صورت الفاظ وتراکیب کی فوجیں دست بستہ حاضر ہو جاتی ہیں۔ جن میں سے مناسبِ حال کا انتخاب فرماتے ہیں۔ تفہیم پر بھی ربّ قادر وقیوم نے آپ کو وافر کمال بخشا ہے۔ ادق سے ادق مفہوم کو پانی کرنا بھی آپ کو خوب آتا ہے۔

آج دنیا کے چاروں برّاعظموں میں آپ کی تقاریر وخطبات کے شائقین کی تعداد لاکھوں لاکھ ہے۔ نو آموز مقررین جن خطیبوں اور مقرروں کے اسلوب وانداز کو اپنانا اور ان کی نقل اُتارنا قابلِ فخر سمجھتے ہیں ان میں شاید پہلا نام آپ ہی کا ہو۔ علامہ اعظمی کی یہی سحر بیانی ہے جس نے پہلے ہندوستان کے اہلِ زبان کو مسخر کیا ...... پھر برطانیا پر اپنی خوش بیانی کا طلسم چلایا ...... اور اب سارا عالم علامہ کے خطبوں کا اسیر ہے۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ آبلہ پا آشیانے میں

علامہ شاہد رضا نعیمی' علامہ کی خطیبانہ خوبیوں کا ایک منظر جرمنی کی زمین کے حوالے سے پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مجھے یاد آتا ہے کہ میں علامہ اعظمی کے ہم راہ ورلڈ اسلامک مشن جرمنی کے احباب کی دعوت پر عید میلاد النبی کی تقریبات میں شرکت کے لیے چند سال قبل فرینک فرٹ گیا تھا۔ وہاں مشن کی جرمنی برانچ کے صدر محترم سید محمد شریف صاحب کی فیکٹری کے وسیع احاطے میں جشنِ میلاد النبی علیہ التحیہ والسلام کا پروگرام ہو رہا تھا۔ علامہ اعظمی نے ''رحمتِ دو عالم'' کے عنوان پر اپنی گفتگو کا ساز چھیڑا۔ خواتین پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمتِ خاص کا ذکر کرتے ہوئے زندہ در گور کی جانے والی بچیوں کا حوالہ دیتے ہوئے ان کے اندازِ بیان اور لفظوں کے انتخاب اور طرزِ ادا نے مجمع پر ایسی رقّت طاری کی کہ بعض سامعین کی بے ساختہ چیخیں نکل گئیں۔ رقّت کی یہ فضا تحریر کی روشنائی میں تو شاید منتقل نہیں کی جا سکتی۔ درد و اثر کی صوتی لہریں تو علامہ اعظمی کی آواز کے دوش پر ہی سفر کرتی ہیں۔''

صاحبِ بصیرت لوگوں میں سے سید شہاب الدین سابق ایم پی انڈیا نے انھیں ابوالکلام آزاد کے بعد اپنی دانست میں سب سے باوقار مقرر قرار دیا۔ اور اسی طرح مولانا کوثر نیازی جیسے اسلامی اسکالر نے علامہ اعظمی کی تقریر سُن کر انھیں برملا ''خطیب اعظم'' کہہ کر خراجِ تحسین پیش کیا۔

اُڑتی ہیں بہاریں جب ترے رُخ پر تبسم ہو — لبوں سے پھول جھڑتے ہیں جو تو محوِ تکلّم ہو
تری شیرینی گفتار کا شیدا چمن سارا — تجھے جو سُن سکے تیرا بنے وہ تجھ میں ہی گم ہو

علامہ اعظمی اور برطانیا: برطانیا کی سرزمین پر قیام پذیر ہونے کے بعد علامہ اعظمی اپنی ہمت، محنت اور جاں فشانی سے اسلام اور سُنّیت کا چہرہ نکھارنے اور سنوارنے میں دن رات لگے رہے۔ ابتدائی دور ابتلا و آزمائش اور سخت مشقتوں کا تھا۔ مگر ربّ قدیر کے فضل

سے رفتہ رفتہ ماحول کی برف پگھلی اور عوامی افکار پر علامہ کی مخلصانہ گرمی کا اثر ہوا۔ اِداروں کا قیام، مساجد کی تعمیر اور اغیار کے چنگل سے آزاد کرانے کی مساعی ہوتی رہیں۔ خطبے، تقاریر، نجی مجالس اور ہر پلیٹ فارم سے علامہ نے دین کے ایک مخلص سپاہی ہونے کا ثبوت دیا۔ ورلڈ اسلامک مشن کے پلیٹ فارم سے مساجد کے منبر سے، جلسوں، کانفرنسوں، سیمی ناروں اور محافلِ میلاد شریف کے اسٹیجوں سے علامہ اعظمی اپنے دین کی صداقت کا اعلان کرتے رہے۔ اور اپنے آقا و مولا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے خطبے سناتے رہے۔ اس طرح تیس، پینتیس سال کا زمانہ گزر گیا۔ بالآخر وہ دور بھی آگیا کہ برطانیہ کے گوشے گوشے میں علامہ اعظمی کی مخلصانہ جدوجہد کے ثمرات دیکھنے میں آنے لگے۔ اور اسلام و ایمان کی فصلِ بہاری کے مناظر ہر شہر میں زیب نظر ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر برطانیہ کے نوجوان بے باک صحافی عمران چودھری کی تحریر کو مَیں خداوند کریم کی بارگاہ میں حضرت علامہ اعظمی کی دینی و ملّی خدمات کی مقبولیت کا اظہار سمجھ کر نقل کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔ کیونکہ زبانِ خلق کو نقارۂ خدا کہا گیا ہے:

”گفتار و کردار میں اللہ کی برہان علامہ قمر الزماں اعظمی کا نصف صدی پر مشتمل سفرِ زندگی قابلِ رشک بھی ہے اور قابلِ تقلید بھی۔ یہ ایک ایسے بطلِ جلیل کی پچاس سالہ زندگی کا کامیاب و شاندار سفر ہے جس نے اپنا لمحہ لمحہ تبلیغِ دین اور خدمتِ اسلام کے لیے وقف رکھا۔ سوز و سازِ رومی اور پیچ و تابِ رازی کی کیفیتوں سے مالا مال علامہ قمر الزماں اعظمی ورلڈ اسلامک مشن کے سیکریٹری جنرل کی اہم ذمّے داری لمحۂ موجود تک نہایت عمدگی، سلیقے، حکمت و تدبر اور جوش و ولولہ کے ساتھ نبھاتے چلے آرہے ہیں۔ علامہ قمر الزماں اعظمی گزشتہ تیس سال سے دینِ نبی کا پیغام ہر ملک اور ہر گھر میں پہنچانے اور پھیلانے کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے تبلیغی دَوروں کا سلسلہ یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیا کے ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔

علامہ قمر الزماں اعظمی کا عزم ہمالیہ کی طرح بلند، دل آبِ زم زم کی طرح پاک و صاف، نظر آفتاب کی طرح روشن، فکر دریاؤں کی طرح رواں، علم سمندر کی طرح وسیع، عقل

چراغوں کی طرح نورافروز، کلام شہد کی طرح لذیذ وشیریں، مزاج پھولوں کی طرح نازک اور شگفتہ ہے۔ علامہ قمر الزماں اعظمی حکمت میں عقدہ کشا، سیاست میں صاحبِ تدبّر، بزم میں صاحبِ علم وکمال، رزم میں مجاہدِ اسلام، سر پر قیادت کا تاج، پیشانی پر شرافت ونجابت کا عکس، آنکھوں میں ایمان کا نور، زبان پر کلمۂ حق اور پیغامِ امن، دل میں انسانیت کا درد اور سینے میں اُمّتِ مسلمہ کی تڑپ موجود ہے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے وفادار ہیں۔ عزم و استقامت کا پہاڑ ہیں۔ علم وادب، فکر ودانش، سیاست وتدبّر کی محفلوں کا چراغ ہیں۔ ان کا وجود ایک تاریخ ہے، ایک عہد ہے، ایک ادارہ ہے، ایک تحریک ہے۔

آج خاص طور پر برطانیا میں اسلامی اِداروں، مساجد، خانقاہوں، دینی ٹی وی چینلوں اور وسائلِ اعلام پر مسلمانوں کی دولت کا کافی حصّہ لگ رہا ہے۔ اور یہاں کے مسلمانوں کا دل ودماغ دین کے نام پر قربانی دینے کو آمادہ ہے۔ اس فضا کی سازگاری یک بیک ازخود نہیں عمل میں آگئی۔ بلکہ اس میں علامہ اعظمی قبلہ جیسے علما ومفکّرین کی مخلصانہ قربانیوں کا بہت بڑا دخل ہے۔

آؤ ڈھونڈیں اُس مالی کو جس نے قلم لگائی تھی
گل سے کھیلنے والو یہ گلشن اک دن ویرانہ تھا

☆......☆......☆

امریکہ میں علامہ اعظمی کی دینی تحریکات

مولانا محمد قمر الحسن قادری
ہیوسٹن، امریکہ

سلطنتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد پوری دنیا میں مسلمانوں کو جس صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا وہ ایک دل دوز تاریخ ہے، مگر سلطنتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد دین اسلام کو جن تشریحات کے ساتھ پیش کیا گیا وہ اسلام کی روح سے بالکل مختلف تھا۔ جزیرۃ العرب میں خطۂ حجاز پر غیر مانوس افراد کا تسلّط برطانوی استعمار کی وہ منظّم سازش تھی جس نے دین کو حد سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ مسیحیت اور یہودیت اپنی زمین دوز تحریک کو کامیاب کرنے میں صد فی صد کامیاب رہیں اور اسلامی دنیا اسی طرح ناکام رہی۔ پھر سعودی نظریات کا پروردہ جو مذہب پوری دنیا میں متعارف ہوا وہ اسلافِ کرام کے مذہب سے بالکل مختلف تھا۔ بلکہ اسلام کے نام پر منفی نظریاتِ اسلام کی اشاعت ہوئی اور دنیا حرمین طیبین کی پاکیزہ زمین سے اُٹھنے والی بڑی ہی غیر منطقی اور نامانوس آواز کو اس مقدس دیار کی نسبت سے قبول کرتی گئی۔ حالانکہ دنیا میں اس کے خلاف احتجاج کیے گئے، مظاہرے ہوئے مگر وہابی لابی کے کانوں پر جوں بھی نہ رینگی۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ اِس تحریک کے تانے بانے جہاں جاکر ملتے ہیں وہ انتہائی مکروہ اور فاسد نظریات کے چند مرغولے ہیں اور بس۔

امریکہ اور اسلامی اقدار: براعظم شمالی وجنوبی امریکہ میں اسلام بہت پہلے آچکا تھا۔ ہم اس پر کسی اور مقالے میں گفتگو کریں گے۔ سردست بیسویں صدی عیسوی میں امریکہ میں اسلام کی صورت پر ایک ہلکا سا جائزہ نذر کریں گے۔ اس سرزمین کی آزاد تہذیب وثقافت نے مذہب کو بحیثیت مذہب کبھی قبول نہیں کیا۔ مسیحیت، یہودیت یا پھر اسلام اس زمین پر ظاہر ہوتے

رہے اور یہ غیر متوازن زمین سب کو نگلتی رہی۔ حالانکہ کسی زمانے میں بارھویں تیرھویں صدی عیسوی میں مسلمان اس ملک امریکہ (U.S.A) کی اقتصادیات کے حوالے سے ریڑھ کی ہڈی بن گئے تھے۔ انھوں نے اپنا کلچر بھی چھوڑا تھا۔ جس کے بعض مشاہدات اریزونا (Arizona) وغیرہ میں ابھی بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ لیکن بحیثیت اسلام یا مسلم ان کا زمانہ ختم ہوگیا اور وہ اس آزاد تہذیب میں ضم ہوکر گم ہوگئے کہ آج ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہ گیا۔ چنانچہ یہ زمین کتنوں کو نگل گئی۔

بیسویں صدی عیسوی کی ابتدا میں مشرقی پنجاب سے کچھ مسلمان آئے تھے جو مغربی امریکہ کے صوبے کیلی فورنیا میں آباد ہوئے اور وہیں سے پھر آہستہ آہستہ اسلام کی امریکہ میں نشأۃ ثانیہ ہوتی رہی۔ یہ ۱۹۰۱ء کا زمانہ تھا، جس وقت پوری دنیا میں اسلامی حکومتیں آخری سانس لے رہی تھیں اور مخالف قوتیں انتہائی شدّت سے اُس کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لیے زور آزمائی کررہی تھیں۔

پھر اس کے بعد ۱۹۳۰ء سے مسلم طلبہ کی آمد شروع ہوئی، جو یہاں کے کالجز اور یونی ورسٹیز میں بحیثیت طلبہ رہ کر اسلام پر کام کرنا شروع کیے۔ بقول ابراہیم ہمدانی:

> ”۱۹۴۴ء میں سعد اللہ خاں کی تحریک پر مسلم مسجد سکرامینٹو (Sacra Mento) کی تعمیر شروع ہوئی۔ جناب سعد اللہ خاں تاحیات مسجد ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔“

(ہفتہ وار پاکستان پوسٹ، نیویارک، ۱۶/جون ۱۹۹۵ء)

جبکہ ۱۹۲۰ء میں مسلم ایسوسی ایشن آف امریکہ سکرامینٹو کیلی فورنیا میں قائم کی گئی۔ پھر ۲۸/جون ۱۹۵۲ء کو سیڈار ریپڈز آیوا (Cedar Rapids IOWA) میں عبداللہ اجرام کی تحریک اور دعوت پر امریکہ اور کینیڈا کے مختلف شہروں سے کوئی چار سو لوگ اکٹھا ہوئے اور انٹرنیشنل مسلم سوسائٹی (International Muslim Society) کی بنیاد رکھی گئی جو چند سال بعد فیڈریشن آف اسلامک ایسوسی ایشن آف دی یونائٹیڈ اسٹیٹس اینڈ کینیڈا

(Federation of Islamic Associationof United States and Canada) میں تبدیل ہوگئی۔

جو طلبہ بیرونِ ممالک سے یہاں بغرضِ تعلیم آئے، انہوں نے ایک آرگنائزیشن ۱۹۶۳ء میں اربانا ایلی نائز (Urbana Illionois) میں مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (Muslim Students Association) قائم کی جو .M.S.A کے نام سے پہچانی جاتی تھی۔ اِن طلبہ میں عمومی رجحانات حسن البنّا مصری، سید قطب مصری اور ابوالاعلیٰ مودودی کے ہوتے تھے۔ یہی .M. S. A ۱۹۷۷ء میں اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ (Islamic Society of North America) میں بدل گئی۔ پھر جس کی ذیلی شاخیں امریکہ اور کینیڈا میں پھیلتی چلی گئیں، جس کو (ISNA) کہا جانے لگا۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ اس بنام اسلامی تنظیم کے نظریات کیا تھے؟ کیونکہ حسن البنّا، سید قطب یا مودودی کے نظریات اسلام سے کتنے متصادم ہیں یہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ جن میں اسلام کی اصل روح کو مجروح کر کے جدید نظریات کو فروغ دیا گیا ہے۔ اور اسلام کا اصل چہرہ توحید کے نام پر مسخ کیا گیا ہے۔ دراصل یہ وہابی تحریک کو بااثر بنانے کے لیے اسلام کی بنیادی اور اصیل قدروں کو کالعدم قرار دے کر روحِ اسلام کو بے چہرہ کرنے کی کوشش ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسی فکر ونظر کی ایک اور تنظیم بھی امریکہ میں اسلامک سرکل آف نارتھ امریکہ (Islamic Circle of North America) کے نام سے متعارف کرائی گئی جس کو (ICNA) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ایک تنظیم جو یہاں کے سیاہ فام باشندوں کی ہے، ۱۹۳۱ء میں ڈریو علی (Drew Ali) نے نیو ارک (NewArk) اور نیو جرسی کے اندر مورِش سائنس ٹیمپل (Moorish Temple Science) کے نام سے قائم کیا۔ ڈریو علی نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ امریکہ کے تمام مسلمان سیاہ فام نسل سے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ بہت حد تک تاریخی حیثیت سے صداقت کے قریب بھی ہے۔ کیونکہ ۱۵۳۰ء میں دس ملین افریقی غلام بنا کر لائے گئے تھے، جن میں

تیس ۳۰ فی صد مسلمان تھے۔ جبکہ ۱۹۳۴ء میں علی جاہ پول محمد (Elijah Poole Muhammed) نے ڈیٹرائٹ مِشی گن (Detriot Michigan) میں نیشن آف اسلام (Nation of Islam) کی بنیاد ڈالی، جو بہت مقبول ہوئی۔ مگر علی جاہ کے نظریات اسلامی حقائق سے بالکل ہی بعید تھے۔ ان کی عبادات کا طریقہ بھی مختلف تھا۔ بلکہ انھوں نے خود کو نبی ہونے کا دعوے دار ظاہر کیا۔ الاسلام اِن امریکہ (Al-Islam in America) کے حوالے سے مذکور ہے:

"Elijah Poole, also like Mirza Ghulam Ahmad of the Qadianis, claimed to be an inspired Prophet and messenger."

(Alislam in America, p.47, Chapter 5)

ترجمہ: علی جاہ پولی بھی قادیان کے مرزا غلام احمد کی طرح ہے جس نے دعویٰ کیا کہ وہ ایک الہامی (جس پر وحی آتی ہے) نبی ورسول ہے۔'' (نعوذ باللہ)

پھر اس تنظیم کو ۶۵۔۱۹۶۰ء میں میلکم ایکس (Malcom X) کی وجہ سے کافی شہرت ملی۔ مگر کچھ اختلافات کی وجہ سے میلکم ۱۹۶۴ء میں اس تنظیم سے علیحدہ ہوکر مسلم موسک (Muslim Mosque) کے نام سے الگ تنظیم بنا ڈالی۔ نیشن آف اسلام کو عالمی طور پر متعارف کرانے میں محمد علی کلے باکسر کا زیادہ ہاتھ ہے۔ چونکہ محمد علی کلے اِسی تنظیم سے وابستہ تھے۔ اس لیے عالمی شہرت کے ساتھ ساتھ اس تنظیم کا بھی فروغ ہوتا رہا۔

۱۹۷۷ء میں رابطہ عالمِ اسلام کے زیر اہتمام نیوارک (NewArk) اور نیو جرسی (New Jersey) میں ایک اسلامی کانفرنس ہوئی، جس میں امریکہ سے ۱۴۵ اور کینیڈا سے ۲۴، کُل ۱۶۹ رتنظیموں نے شرکت کی۔ جس میں شرکا کی تعداد تقریباً پانچ سو ۵۰۰ تھی۔ ظاہر سی بات ہے اس کانفرنس میں جس نقطۂ نظر سے بحث کی گئی وہ قدیم اسلام کے نظریاتی اصولوں سے کچھ مختلف ہی رہا ہوگا۔

علامہ قمرالزماں اعظمی امریکہ میں: آپ ۱۷/ اگست ۱۹۷۴ء کو ورلڈ اسلامک مشن

(World Islamic Mission) کی دعوت پر برطانیہ تشریف لائے۔ یہ آپ کا وہ دورہ تھا جس میں آپ کی مقبولیت عروج پر تھی اور پورا ہندوستان آپ کی سحر البیانی سے مسخّر تھا۔ مگر مشیتِ الٰہی کو آپ سے دیارِ غیر میں بڑا کام لینا تھا۔ اس لیے قدرت نے آپ کے لیے ایک اجنبی زمین کا انتخاب کیا۔ مگر آپ کا وہ مقام یورپ ہی نہیں بلکہ اس سے بھی آگے:

تو ابھی رہ گذر میں ہے قید مقام سے گذر
مصر و حجاز سے گذر پارس و شام سے گذر (اقبالؔ)

چنانچہ اقصائے مغرب کی زمین پر کلمۂ توحید و رسالت کی بازگشت گونجنی تھی اس لیے قدرت نے امریکہ کو بھی فیض یاب فرمایا۔ چنانچہ بارہ ۱۲ سال کے سخت تجربات، اجنبی زمین میں کام کرنے کا ڈھنگ، رابطہ بین الناس کے اصول سے آپ مزین ہو چکنے کے بعد ۱۹۸۶ء میں پہلی بار شمالی امریکہ کے مشہور شہر ہیوسٹن (Houston) میں تشریف لائے۔ یہاں کا ماحول انتہائی پراگندہ تھا، جیسا کہ مَیں نے پہلے بیان کیا ہے۔

ہیوسٹن کا ماحول اور دعوتی کردار: اوپر یہ بات گذر چکی ہے کہ امریکہ میں جو اسلام متعاف تھا وہ حسن البنّا، سید قطب اور مودودی کا اسلام تھا۔ جس اسلام میں اسلاف کی قدریں فرسودہ، پائمال اور ناقابلِ عمل ہیں۔ یہ اسلام مغرب کے گمراہ کن جدید نظریات کا ایک معجونِ مرکب ہے، جہاں صحابہ کرام حتیٰ کہ انبیا و مرسلین تک کو ایک عمومی فرد اور عامی نظر کا متحمل قرار دے کر دین کی اساس کو متزلزل کیا جاتا ہے۔ توحید کے نام پر خود توحید کی مسخ صورت پیش کی جاتی ہے۔ ایسے ماحول میں اگر کبھی قدیم اسلام، اسلافِ کبار کا اسلام یا اولیاے کاملین و علماے اُمّت کا اسلام پیش کیا جائے تو کیا نتیجہ نکلے گا؟ آپ خود سوچ سکتے ہیں۔ ایک موقع پر مولانا شاہد رضا نعیمی صاحب نے فرمایا تھا، جب ہم لوگ لیبیا میں تھے:

"مَیں امریکہ کے ایک شہر گیا جہاں اپنے مسلک کا اظہار کرنا دشوار تھا۔ مَیں نے اہلِ سُنّت کے عقائد و معمولات پر تقریر کیا تو اعتراضات کا یہ حال تھا کہ جیسے شہد کی مکھی کے چھتّے میں ہاتھ ڈال دیا گیا ہو۔"

وہ شہر ہیوسٹن تھا، جہاں یہ ماحول تھا۔ اور یہ ماحول نہ صرف ہیوسٹن کا بلکہ پورے شمالی امریکہ اور کینیڈا کا تھا۔ اہلِ سُنّت کے افراد تو تھے مگر ان کا اجتماعی شعور یا پلیٹ فارم نہ تھا، جہاں سے وہ اپنے مسلک کی ترجمانی کر سکتے۔

شہر میں ایک جگہ تھی، سبھی لوگ مل کر نماز پڑھ لیتے اور باہمی رواداری کا مظاہرہ ہو جاتا۔ مگر مشیت کو جب کام لینا ہوتا ہے تو اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہوا یوں کہ نبیرۂ امامِ اہلِ سُنّت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں علیہ الرحمۃ ہیوسٹن تشریف لائے۔ ایک جمعہ کو اُن کا بیان ہونا تھا اور انھیں کو نماز پڑھانا تھا۔ مگر جب خاص وقت آیا تو اُن کو روک دیا گیا۔ یہ دراصل بیداری کے لیے قدرت کی پہلی مہمیز تھی۔ پھر اسی طرح کا واقعہ قائدِ اہلِ سُنّت علامہ شاہ احمد نورانی میاں علیہ الرحمہ کے ساتھ بھی ہوا۔ اب سُنّیوں کی آنکھیں کھلیں۔ پھر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موقع آیا تو میلاد پر پابندی لگا دی گئی۔ بمشکل میلاد کی اجازت تو مل گئی، صلوٰۃ وسلام پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اس طرح محاذ آرائی جاری تھی۔ ایک مرتبہ ایک خوش عقیدہ سُنّی مسلمان کے گھر نعت خوانی کی بزم سجائی گئی تو اُس بزمِ نعت کو جن قبیح الفاظ سے یاد کیا گیا وہ برداشت سے باہر تھا۔ پھر کچھ غیرت مند افراد اُٹھے اور انھوں نے اہلِ سُنّت کی قدروں کو محفوظ کرنے کے لیے عزم کیا۔ اُن سعادت مندوں میں سے اب بھی کچھ لوگ حیات ہیں۔

محمد امین معرفانی، نصرت حیات، زکریا میمن، عبدالرحمٰن خواجہ، افتخار احمد خان، سعید بیگ وغیرہ نے عرق ریزی کی اور اتحاد کا عملی مظاہرہ کیا۔ ۱۹۸۴ء میں ایک نعت کا پروگرام ہوا جس میں زبیر مکّی کراچی نے شرکت کی۔ محفلِ میلاد النبی پروگرام کے لیے کسی مقرر کی تلاش تھی۔ زبیر مکّی صاحب نے مولانا شاہد رضا نعیمی صاحب کو بلانے کا مشورہ دیا۔ وہ آئے اور اوپر جو حوالہ ذکر کیا گیا وہ وہی تجربہ تھا۔ چنانچہ اگلے پروگرام کے لیے ۱۹۸۶ء میں علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کو مدعو کیا گیا، جن کی نشان دہی مولانا شاہد رضا صاحب نے فرمائی تھی۔ یہی وہ پہلا دورہ تھا جس نے اس شہر کو اہلِ سُنّت کا مرکزی اِدارہ دیا۔ آپ تشریف لائے۔ میلادِ پاک کا بہت بڑے پیمانے پر اہتمام کیا گیا۔ شاہدین کا خیال ہے کہ کوئی پندرہ سو

(۱۵۰۰) افراد نے شرکت کی۔ یہ تعداد بہت بڑی تعداد تھی۔اس کامیابی پر علامہ کی سحر بیانی، شخصیت کی جاذبیت، علمی طنطنہ نے لوگوں کو گرویدہ کرلیا۔

آپ نے یہاں آکر محسوس کیا کہ برطانیہ اور امریکہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جن حالات سے وہاں نمٹنا پڑتا ہے بعینہ وہی حالات یہاں بھی ہیں۔آپ نے وہ سب کچھ محسوس کرلیا جس کی اس زمین کو ضرورت تھی۔ جبکہ دوسری طرف ریشہ دوانیاں اور تیز ہوگئیں۔ کیونکہ اہلِ سُنّت و جماعت کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ سے وہ کب مطمئن ہوتے جن کا مقصد ہی اہلِ سُنّت کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا ہے۔مگر آپ نے لوگوں کو سمجھایا، اُن کی ذہن سازی کی کہ اپنے معمولات اور قدروں کے تحفظ کے لیے آپ کا اپنا اِدارہ ہونا چاہیے۔آخر آپ لوگ کب تک ان کے دست نگر رہیں گے۔ جب تک اپنا اِدارہ خود نہیں قائم کریں گے انھیں مسائل سے ہمیشہ گذرنا پڑے گا۔آپ برطانیہ واپس چلے گئے مگر جو نقش آپ نے چھوڑا تھا وہ ''برآب'' نہیں ثابت ہوا بلکہ ''کالحجر'' بن گیا۔

امریکہ میں اہلِ سُنّت کا مرکزی اِدارہ:

یقیں افراد کا سرمایہ تعمیر ملّت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گر تقدیر ملّت ہے (اقبال)

عزم وحوصلہ اور یقینِ محکم کے ساتھ غیور سُنّی مسلمانوں نے قدم آگے بڑھایا اور ایک اِدارہ کی بنیاد ڈالی۔ ''النور سوسائٹی آف گریٹر ہیوسٹن'' (Al-Noor Society of Greater Houston) ایک شاپنگ سینٹر میں کرائے کا کمرہ لے کر النور مسجد کے نام سے کام شروع کردیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۹۸۷ء کا ہے۔ حضرت علامہ کو واپس ہوئے ابھی سال گذرا تھا کہ اُن کی دُعا قبولِ بارگاہِ الٰہی ہوگئی۔ایک تاجر جن کا نام عبدالستار ڈاڈا تھا، انھوں نے کرائے پر کمرہ لیا اور اہلِ سُنّت کا کام شروع ہوگیا۔مگر مخالفین کی نظر میں یہ کام کانٹا بن کر چبھنے لگا۔ چنانچہ بعض سیاہ دِلوں نے اس کو ''مسجدِ ضرار'' کہنا شروع کردیا۔ایک بدبخت نے یہاں تک کہا کہ ''اگر میرا بس چلے تو اس کو ڈھادوں'' اب اربابِ عشق ومحبت رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم اپنے تمام اُمور یہیں انجام دیتے۔ میلادِ پاک، گیارھویں شریف، شب معراج، شبِ قدر، عاشورہ محرم، شبِ برأت، قرآن خوانی، ایصالِ ثواب وغیرہ وغیرہ اور دیکھتے دیکھتے اہلِ سُنّت و جماعت میں بیداری کی لہر دوڑ گئی۔ شہر کا ہر سُنّی مسلمان یہیں آتا۔ جمعہ وعیدین، مبارک راتیں، مخصوص ایّام میں اژدحام دیدنی ہوتا۔

جب تک اہلِ سُنّت کا کوئی اِدارہ نہیں تھا اُس وقت تک مخالفین کا طرزِ عمل باغیانہ ضرور تھا مگر اُس میں تیزی نہیں تھی۔ اِدھر اس کی بنیاد کیا رکھی گئی، معمولاتِ اہلِ سُنّت پر مخالفانہ فتوؤں کی یلغار کردی گئی۔ جیسے برصغیر ہند و پاک میں ہوتا ہے۔ وہ کوئی سا عملِ مستحب نہیں جس پر اِن حواس باختہ لوگوں نے شرک وکفر اور بدعت کا فتویٰ نہ صادر کیا ہو۔ عجیب بیداری کی لہر تھی۔ چنانچہ پانچ سال کے اندر موجودہ جگہ تنگ ہونے لگی تو ۱۹۹۲ء میں ایک بڑی جگہ کا سودا کیا گیا اور یہ جگہ باقاعدہ خرید لی گئی۔ جس میں نماز کی جگہ کے علاوہ پارکنگ کا بڑا حصّہ تھا، جہاں کوئی تین سو کاریں کھڑی ہوسکتی ہیں۔ اور تمام مذہبی اُمور بحسن وخوبی انجام دیئے جاتے رہیں۔ بچّوں کی سنڈے کلاسز، یومیہ شام کی کلاسز، حفظ کلاسز وغیرہ کا اہتمام کیا گیا۔

اِس دوران علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب بار بار تشریف لائے اور جب آئے کسی نئی فکر کو اُجاگر فرمایا۔ ایک بار کا ذکر ہے مسجد میں جلوہ بار تھے، فرمانے لگے:

> ''ایک عظیم الشان مسجد کو زمین سے اُٹھا کر معیاری بلڈنگ کے ساتھ تعمیر کیا جائے۔ تاکہ وہ بچّے جو یہاں چرچ وغیرہ کو دیکھتے ہیں جس سے ان کے اندر ایک احساسِ کم تری پیدا ہوتا ہے، وہ ختم ہو۔ جب ایک عظیم الشان تعمیر کے ساتھ کوئی مسجد کھڑی ہوگی تو لوگ دور دور سے اس کی طرف آئیں گے۔ اور اس زمین پر اس سے ان نوجوانوں کی ذہن سازی ہوگی۔ وہ احساسِ کم تری کا شکار نہیں ہوں گے۔ وغیرہ۔''

پھر اس سفر کے بعد جب بھی آئے مسجد کی نئی تعمیر کے حوالے سے زور دیتے رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ آرزو بھی قبول فرمائی۔ اور ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ/ یکم

دسمبر ۲۰۰۲ء اتوار لیلۃ القدر کی مبارک ساعت میں راقم الحروف نے ختم قرآن مقدس کے موقع پر لوگوں کو نئے منصوبے سے آگاہ کیا اور اُسی وقت اس کا آغاز بھی ہوگیا۔ پھر اگلے سال شبِ معراج کی عظیم برکت والی رات کو ۲۷؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ/ ۲۳؍دسمبر ۲۰۰۳ء بروز منگل ۳۰۔۹ بجے رات میں علامہ اعظمی کے ہاتھوں نئی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھ دیا گیا۔ راقم الحروف بھی ساتھ تھا۔ اس وقت لوگوں میں ایک ہیجانی کیفیت تھی۔ اور پھر کام شروع کر دیا گیا۔ جس کی تکمیل میں خاصا وقت لگا۔ چنانچہ ۲۰۱۰ء میں وہ عظیم الشان مسجد مکمل ہوگئی اور آٹھ سال کے اس عرصے میں ذمے دارانِ مسجد محمد امین معرفانی، افتخار احمد خاں، ڈاکٹر سلیم گوپلانی، سعید بیگ مرحوم، ظفر ہاشمی، اختر عبداللہ، عماد گیرے وغیرہ نے بڑی تندہی سے حصّہ لیا۔ یہاں تک کہ تین ملین ڈالر اس پر خرچ ہوا۔ جبکہ یہ مسجد پورے امریکہ میں اہلِ سُنّت و جماعت کی سب سے بڑی اور خوب صورت مسجد ہے۔ جس کا حجم یہ ہے کہ بیک وقت تین ہزار افراد اس میں نماز ادا کر سکتے ہیں۔ پھر اس کی تکمیل کے وقت علامہ اعظمی صاحب ہی کو آواز دی گئی۔ حالانکہ ان کی صحت اس بات کی اجازت نہیں دے رہی تھی کہ وہ برطانیہ سے اتنا لمبا سفر کریں۔ مگر ہیوسٹن اور النور سے ان کا قلبی لگاؤ اتنا گہرا ہے کہ اس کی افتتاحی تقریب میں وہ اپنے صاحب زادے ڈاکٹر وقار اعظمی کو لے کر تشریف لائے۔

مورخہ ۲۴۔۲۵؍شعبان ۱۴۳۲ھ/ ۶۔۷؍اگست ۲۰۱۰ء جمعہ و سنیچر مسجد کی افتتاحی تقاریب ہوئیں جو علامہ اعظمی اور مفتی منیب الرحمٰن پاکستان کے ہاتھوں انجام پذیر ہوئیں۔ آج یہ مسجد پورے امریکہ میں اپنی نوعیت کی منفرد مسجد ہے۔ جس کا حُسن دیکھنے کے لیے لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ گویا ۲۳؍سال کے عرصے میں ایک انقلاب بپا ہوگیا۔ جس زمین پر اہلِ سُنّت کے معمولات انجام دینا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا اسی زمین پر اب اہلِ سُنّت و جماعت کا مرکزی عمل جاری ہے۔ چنانچہ النور کی برکتوں سے اس شہر میں اب اہلِ سُنّت کی تقریباً ۱۲؍مسجدیں ہیں۔ جن میں سے تین خاص النور کی برانچیں ہیں۔ بقیہ ساری مساجد النور ہی سے علیحدہ ہو کر وجود میں آگئی ہیں۔

دیگر اُمور: ایک طرف تو اِن بنیادی اُمور پر توجہ مرکوز رہی، دوسری طرف وہ دیگر اُمور بھی پیشِ نظر رہے، جن سے مسلک کا امتیاز نمایاں ہوتا ہے۔ انھیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رمضان وعیدین کے حوالے سے چاند کا مسئلہ بڑا آزمائشی ہوتا تھا۔ یہ بہت بڑی آزمائش تھی کہ اس کو کس طرح سے حل کیا جائے؟ کیونکہ دیگر مسلک کے اِدارے بے بنیاد خبروں پر اعتماد کر کے رمضان وعیدین کی تقاریب منعقد کر لیا کرتے۔ اُن کے نزدیک ثبوتِ شرعیہ کوئی معنیٰ نہیں رکھتے تھے۔ عوام سہل پسندی کی وجہ سے اُن کی آواز پر لبیک کہتے اور ایک ہنگامی صورتِ حال پیدا ہو جاتی۔ طرح طرح کے مسائل اور نظریات جنم لیتے۔ خود میرے ساتھ ہر سال اس طرح کے حادثات رونما ہونا معمول بن گیا تھا۔ فون، انٹرنیٹ، الیکٹرانک ذرائع کی فراوانی کے سبب بات منٹوں میں پورے ملک کے گوشے گوشے میں پھیل جاتی۔ اور جب تحقیق کی جاتی تو اس کے ڈھانٹے جا کر سعودیہ کے اعلان سے ملتے۔ کبھی کبھار تو جھوٹی خبریں اُڑادی جاتیں اور تحقیق کرنے پر غلط ثابت ہوتیں۔ مگر لوگوں کا ایسا برین واش (Brain Wash) ہوتا کہ بجائے اس کے کہ وہ اس کو سنجیدگی سے سوچتے اُلٹے اعتراض کرنا شروع کر دیتے۔ چنانچہ النور بڑا اِدارہ تھا اور اس کی ذمے داریاں راقم الحروف کے سر تھیں۔ اس لیے اس سے مجھ کو ہی نمٹنا پڑتا۔

عظمتِ مصطفیٰ کانفرنس اور رویت ہلال کمیٹی کا اعلان:

۳۔۴؍ جولائی ۱۹۹۹ء کو النور کے پلیٹ فارم پر دو روزہ عظمتِ مصطفیٰ کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا ازہری خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی، محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اور مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی خاں صاحب نے خصوصی شرکت کی۔ دورانِ کانفرنس ٹیکساس (Texas) کے علما نے حضرت ازہری میاں صاحب کے سامنے ایک مسوّدہ پیش کیا کہ

> ''ہم لوگ چاہتے ہیں کہ مولانا محمد قمر الحسن قادری صاحب کو چیف قاضی بنا دیا جائے تا کہ اُمورِ شرعیہ ان کی نگرانی میں حل کیے جائیں۔ خصوصاً

رویت ہلال کا اہم مسئلہ حل ہو جائے۔‘‘

کوئی ایک درجن علما نے جب اس معروضے کو پیش کیا تو علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب قبلہ نے کھڑے ہو کر پہلے اس پر روشنی ڈالی اور سب سے پہلے اس کی توثیق فرمائی اور اسی وقت اجازت نامہ حضرت ازہری میاں صاحب اور علامہ اعظمی کی دستخطوں سے جاری کر دیا گیا۔ جس میں راقم کو چیف قاضی اور مفتی احمد القادری کو نائب قاضی مقرر کر دیا گیا۔ الحمدللہ اس وقت سے یہ کمیٹی کام کر رہی ہے اور پورے امریکہ میں اہلِ سُنّت اس کو قبول کرتے ہیں اور جگہ جگہ اس کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ یہ بھی دراصل علامہ اعظمی کا وہ تجربہ تھا جو برطانیہ میں کر چکے تھے۔ کیونکہ برطانیہ میں اس طرح کے مسائل آئے دن پیش ہوتے رہتے ہیں۔ اسی لیے جبکہ توثیق کی بات آئی تھی تو علامہ نے شرحِ صدر سے اس کو قبول فرما کر مسرّت کا اظہار فرمایا تھا۔ اب یہ کمیٹی بڑے اہتمام کے ساتھ چاند دیکھنے اور اعلان کرنے کا انتظام کرتی ہے۔ اس کی ویب سائٹ: www.moonhotline.com اور اس کا ٹول فری نمبر 1-800-314-2140 مستقل کام کر رہا ہوتا ہے۔

بزمِ حسّان انٹرنیشنل نعت اکیڈمی: آپ مسلکِ اہلِ سُنّت و جماعت کی ترویج کا کوئی بھی ذریعہ ضائع نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ اس زمین پر بسنے والے خوش عقیدہ مسلمان برصغیر سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ مشرقِ وسطیٰ سے بھی اور اِن سب میں جو چیز قدرِ مشترک ہے وہ حبّ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے اور برصغیر میں نعت خوانی سے دِلوں کو مسخر کیا جاتا رہا ہے۔ اس لیے ۱۹۹۶ء کے ایک دورے میں تشریف لائے۔ ایک روز میرے ایک قریبی دوست کے یہاں جا رہے تھے۔ راستے میں فرمانے لگے:

’’مولانا! نعت کی ایک محفل قائم کیجیے۔ دین کی خدمات اور مسلکی ترجیحات کا یہ ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اس سے بھی دین کی خدمت ہوگی۔ کیونکہ جو لوگ اس سے وابستہ ہوں گے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے حوالے سے ہی وابستہ ہوں گے۔ اور عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر دِلوں میں

راسخ ہوگیا تو آپ نے بڑی کامیابی حاصل کرلی۔ بزم کا نام سیدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پہ رکھیے۔''

بات آئی گئی ختم ہوگئی۔ آپ برطانیہ تشریف لے گئے۔ راقم الحروف اس پر سنجیدگی سے غور کرتا رہا۔ بالآخر ۱۳ر ستمبر ۱۹۹۷ء / ۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ سنیچر کو اس کی پہلی نشست قائم کی اور ''بزمِ حسّان انٹرنیشنل نعت اکیڈمی'' اس کا نام منتخب ہوگیا۔ یہ بزم ہر ماہ کے پہلے سنیچر کو مسجد النور مرکز میں تب سے قائم ہو رہی ہے۔ اب تک اس کی تقریباً ایک سو پینتالیس ۱۴۵ نشستیں ہوچکی ہیں۔ جبکہ اس کی گولڈن جوبلی ۲۰ر اگست ۲۰۰۰ء اتوار کو بڑے اہتمام سے منائی گئی، جس کی سرپرستی علامہ صاحب نے ہی کی۔ اس کے علاوہ کئی ایک بڑے پروگرام اور نعتیہ مقابلے (Naat Competition) ہوچکے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ چھوٹے بچّوں میں نعت پڑھنے کا شعور بیدار ہوا اور ننھے ننھے بچّے نعت پاک کی آگہی سے سرشار ہوگئے۔ جبکہ اس بزم میں امریکہ، کینیڈا، انڈیا، پاکستان، برطانیہ اور ہالینڈ وغیرہ کے شعرا و نعت خواں شرکت کرچکے ہیں۔ علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب ہی اس کے بنیادی سرپرست ہیں۔

ایک اور آرزو: ہیوسٹن کی دینی سرگرمیوں میں اُن کی فکر کا لہو دوڑ رہا ہے۔ وہ اوّل سے اب تک اس زمین کو اپنا فکری لہو پلا رہے ہیں، جس سے یہ شجر تناور درخت بن کر ثمردار ہوگیا ہے۔ اور امریکہ کی انتہائی خوب صورت مسجد انتہائی موزوں محلِ وقوع پر کھڑی لوگوں کو دعوتِ نظارہ دے رہی ہے۔ علمی اور فکری رسوخ میں بھی اپنی مرکزیت کا اعتبار قائم کرچکی ہے۔ تمام امورِ دینی کو بحسن وخوبی انجام دیا جارہا ہے۔ مگر ایک بار فون پر گفتگو کے دوران فرمانے لگے:

''مولانا! اب مسجد بن گئی آپ کے پاس جگہ کی کمی نہیں، میری خواہش ہے کہ وہاں ایک دار العلوم قائم ہوجائے جو آپ کی نگرانی میں چلے اور اس میں درسِ نظامیہ جاری ہوتا کہ مسلک کا کام بحسن وخوبی انجام پاسکے۔''

یہ اُن کی آرزو ہے۔ حالانکہ حفظ کلاس چل رہی ہے۔ کتنے حفّاظ یہاں سے تکمیلِ قرآن کریم کرچکے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دن بھی

آئے گا جب اُن کی یہ آرزو بھی پوری ہوگی اور ایک دار العلوم کا قیام عمل میں آئے گا۔ یوں تو کام سارے ہورہے ہیں مگر یہاں کی نئی نسل کو دین کا صحیح شعور بخشنے کے لیے ایک مدرسہ کی ضرورت کا احساس مجھ کو بھی ہے اور اراکین کو بھی۔

دار الافتاء: یوں تو النور میں دار الافتاء اُس وقت سے کام کر رہا ہے جب سے راقم الحروف یہاں آیا ہے۔ مگر اس کا باضابطہ اعلان نئی مسجد کی تکمیل کے بعد ہوا۔ الحمد للہ! فقیر کا مجموعۂ فتاویٰ ''فتاویٰ امریکہ جلد اوّل'' جلد ہی منظرِ عام پر آنے والا ہے۔ اس کی بھی نشان دہی اور توثیق علامہ اعظمی ہی نے کی تھی۔

امریکہ کے دیگر شہروں میں علامہ اعظمی کے دَورے:

(۱) یوں تو ہیوسٹن آپ کی توجہ کا مرکز رہا مگر اس کے علاوہ جب بھی کہیں سے دین اور مسلک کے حوالے سے اُن کو آواز دی گئی تو انھوں نے اس کو قبول کیا اور تشریف لا کر مسلکی تحفّظات کا فریضہ انجام دیا۔ اس سلسلے میں آپ امریکہ کے جنوب مشرقی صوبہ فلوریڈا (Florida) میں پہلی بار ۱۹۹۱ء یا ۱۹۹۲ء میں تشریف لے گئے۔ اہلِ سُنّت فاؤنڈیشن، فلوریڈا نے آپ کو مدعو کیا تھا۔ جناب ڈاکٹر سلیم صاحب، ابراہیم الدین اور ظفیر صدیقی اس کے محرّک تھے۔ پروگرام ہوا۔ وہی فضا جو پورے ملک میں بندھی ہوئی تھی، وہاں بھی پیش آئی۔ ہر عملِ خیر کو خلافِ شرع تصور کرنا، معمولاتِ اہلِ سُنّت کو بدعت و کفر و شرک جیسے الفاظ سے مسموم کرنا، عظمتِ رسول و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گھٹانا وغیرہ۔ علامہ نے وہاں بھی اپنی سحر بیانی اور علمی وجاہت کے ساتھ حکمتِ عملی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ دوبارہ آپ ۱۹۹۴ء میں پھر فلوریڈا تشریف لے گئے۔ اس بات آپ کے ساتھ آپ کے صاحب زادے ڈاکٹر وقار اعظمی بھی تھے۔ انھوں نے بھی خطاب کیا۔ علامہ نے اچھا اثر چھوڑا۔ دینی تحریک کو منظّم کر کے آگے بڑھانے کے لیے آپ نے لوگوں کو متوجہ کیا۔ مگر بعض وجوہات سے وہاں کوئی اِدارہ تو قائم نہیں ہوسکا مگر اہلِ سُنّت کا تشخّص نمایاں ضرور ہوگیا۔ چنانچہ دو تین بار پر ابھی دورہ ہوا اور مسلکی ترجیحات نگاہوں کے سامنے آئیں۔

ایک خاص بات یورپ اور امریکہ کے ممالک میں یہ ہے کہ وہابیت کے زہریلے جراثیم عام لوگوں کے دل و دماغ پر اس قدر چھائے ہوئے ہوتے ہیں کہ جہاں بھی جائے بحث و مباحثہ اور مناظرہ کا انداز ہوتا ہے۔ خود ہیوسٹن میں ایک بار ایک پروگرام کے بعد ایک سلفی غیر مقلد وہابی نے بڑی بحث کی اور اس کا بہت موثر اور تشفی بخش جواب آپ نے اس کو دیا۔ یہی صورتِ حال یہاں کے ہر شہر میں ملے گی۔ فلوریڈا میں بھی یہی رہا۔ آج بھی وہاں اہلِ سُنّت کے مزاج کے مطابق میلادِ پاک کا پروگرام بہت اہتمام سے کیا جاتا ہے۔

(۲) اسی طرح سے کوئی ۱۹۹۱ء یا ۱۹۹۲ء میں پہلا دورہ آپ نے شکاگو (Chicago) کا کیا۔ اس پروگرام میں انڈیا سے شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اور برطانیہ سے مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں تشریف لائے تھے۔ ہیوسٹن کے بعد جس شہر میں اخذ کی صلاحیت زیادہ تھی، وہ شکاگو تھا۔ اس شہر میں بھی کچھ زندہ دل حضرات موجود تھے۔ سید فضل الرحمٰن صاحب مرحوم، سید غوث صاحب اور مظہر قریشی وغیرہ۔ ان حضرات کو مسلک کے تحفظ کے حوالے سے بہت فکر تھی۔ سید فضل الرحمٰن اس سلسلے میں بہت متحرک تھے۔ چنانچہ مدنی میاں اور علامہ اعظمی کے مشترکہ نظری تعاون سے وہاں بھی کام شروع ہوگیا اور شکاگو سُنّی مسلم سوسائٹی (Chicago Sunni Muslim Society) کا عمل جاری ہوا اور ایک جگہ پر شکاگو سُنّی مسلم سوسائٹی کے زیر انتظام مسجد قائم کردی گئی۔

۱۹۹۷ء میں آپ پھر شکاگو تشریف لائے۔ اس وقت مفتی احمد القادری وہیں تھے۔ امریکہ میں جہتِ قبلہ کے تعین پر بڑی گرما گرم بحثیں ہورہی تھیں۔ مفتی احمد القادری نے علمِ ہیئات کی روشنی میں اس مسئلے کو حل کیا۔ علامہ اعظمی اس پر اتنا مسرور ہوئے کہ جب بھی ہیوسٹن آتے اس مسئلے کا تذکرہ ضرور فرماتے۔ اس طرح ان علما کے ذریعے دینی اور مسلکی کام پر بھرپور توجہ مرتکز رہی۔ ۱۹۹۹ء میں مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن کو انڈیا سے بلا کر دینی ذمے داری سونپی گئی، جس کو مولانا نے بحسن وخوبی انجام دیا۔ علامہ اعظمی نے وہاں کا کئی دورہ کیا۔

علامہ اعظمی اپنے حسنِ اخلاق سے لوگوں کو بہت جلد اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ اور لوگ

اُن کے قریب جب آتے ہیں تو پھر ہمیشہ کے لیے مدّاح ہو جاتے ہیں۔ جناب خلیل الزماں صاحب جو علامہ کے خاص ارادت مندوں میں ہیں، ہر سال گیارھویں شریف کا پروگرام بڑے اہتمام سے کرتے ہیں اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ اس میں خطاب کے لیے علامہ اعظمی ہی تشریف لائیں۔ ڈاکٹر توفیق انصاری ایک صاحبِ علم ہیں جو علامہ اعظمی کی شخصیت سے بے حد متاثر ہیں۔ یہ سب لوگ اہلِ سُنّت کا تشخص قائم رکھنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ حضرت مدنی میاں اور علامہ اعظمی نے شکاگو میں ایک ماحول سازگار کیا۔ راقم الحروف کا دو ایک دورہ ہوا۔ وہاں کے احباب میں جذبۂ دینی دیکھ کر مسرّت ہوئی۔ ...... مگر ...... سید فضل الرحمٰن کا کوئی ۲۰۰۹ء میں انتقال ہو گیا تو تحریک متاثر ہو گئی۔ ۲۰۰۵ء میں علامہ اعظمی نے وہ دورہ کیا تھا جو فضل الرحمٰن صاحب کے عہد کا آخری دورہ تھا۔ ادارے کی نشو ونما، جدو جد زمین کے حصول کے لیے تگ و دو جاری تھی۔ علامہ اعظمی کی خواہش تھی کہ شکاگو چونکہ مرکزی امریکہ میں واقع ہے۔ مسلم آبادی وہاں بہت ہے۔ اس لیے ایک معیاری ادارہ قائم ہو جائے۔

۲۰۰۹ء میں جب ہیوسٹن آئے تو شکاگو سُنّی تحریک کی کیفیت کا ذکر سنا تو بہت دکھی ہوئے اور فرمانے لگے، اگر صحت ٹھیک رہی اور وقت ملا تو شکاگو میں خود جاؤں گا اور معاملات کو حل کر کے تحریک کو آگے بڑھاؤں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ...... ظاہر سی بات ہے جس ماحول کو آپ نے اتنی محنتوں سے تیار کیا ہو، اگر وہ منتشر ہوگا تو آپ کو تکلیف ہونا ایک فطری عمل ہے۔ حالانکہ شکاگو میں مسلکی اعتبار سے کام کے مواقع بہ نسبت ہیوسٹن کے زیادہ تھے۔ اور لوگ بھی حوصلہ مند تھے، مگر سید فضل الرحمٰن صاحب کے ارتحال سے ایسا خلا پیدا ہوا جو پُر نہ ہو سکا۔ اور اِدھر ۱۱/ ۹ کے بعد علامہ کی آمد و رفت بھی کم ہو گئی۔ تاہم

نہ ہو مایوس اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

(۳) امریکہ کا مشہور ترین صوبہ کیلی فورنیا (California) جو امریکہ کے بالکل مغرب میں بحر الکاہل (Pacific Ocean) پر واقع ہے، اس کے مشہور شہر سان فرانسسکو (San

(Francisco) کے قریب مضافات میں واقع اسٹاک ٹن (Stockton) جو کہ سان فرانسسکو سے تقریباً ۴۰ رمیل دور ہے۔ علامہ پہلی بار ۱۹۹۸ء میں گئے۔ آپ نے وہاں لوگوں کو بیدار کیا۔ اہلِ سُنّت و جماعت کے افکار و نظریات کو واضح فرمایا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ پھر ۱۹۹۹ء میں بھی آپ دوبارہ تشریف لائے۔ جماعتِ اہلِ سُنّت کے زیر اہتمام جلسے جلوس کا ماحول پیدا ہوا۔ قاری محمد بشیر سیالوی اور یوبا سٹی (Yuba City) کے چودھری عبدالحمید خاں نے میزبانی کا فریضہ انجام دیا۔ اسی طرح سے سکرامنٹو (Sacramento) اور ووڈ لینڈ (Woodland) میں بھی خطابات ہوئے۔ یہ سب قریب قریب کے شہر ہیں، جہاں علامہ نے خطابات کیے۔ اور اب وہاں مسلکی بیداری کی فضا ہموار ہے۔ جلوس بھی نکلتے ہیں۔ تیسری بار آپ کا سفر اس دیار میں تقریباً ۲۰۰۲ء میں ہوا۔ جس وقت وہاں مولانا سید اولادِ رسول قدسی مدینہ اسلامک سینٹر سکرامنٹو میں امامت کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ علامہ کی ہمہ گیر بلند شخصیت نے کردار و عمل اور علمی وجاہت کے ساتھ اہلِ سُنّت کو مستحکم کیا۔ چنانچہ اِدھر کئی اور نئے اِدارے اس اطراف میں وجود میں آئے ہیں۔

(۴) وِرجینیا (Virginia) جو واشنگ ٹن ڈی سی (Washington DC) سے بالکل ملا ہوا ہے۔ مولانا محمد عثمان نوری اور حافظ محمد یوسف کی دعوت پر نارتھ امریکن اسلامک فاؤنڈیشن (North American Islamic Foundation) کانفرنس میں ۲۰۰۳ء میں تشریف لائے۔ اس وقت یہ اِدارہ اپنے ابتدائی مراحل سے گذر رہا تھا۔ کرائے کی جگہ پر کام ہو رہا تھا۔ آپ نے اپنی جگہ کی خریداری اور اس پر ادارے کی منتقلی پر زور دیا۔ چنانچہ اِدارے کے ذمے دار حضرات نے علامہ اعظمی اور اس کے بعد قائدِ اہلِ سُنّت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کے فرمودات پر عمل کرتے ہوئے جگہ کا سودا کرلیا۔ مگر کچھ ایسے مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑا جس سے کامیابی تا حال نہیں مل سکی ہے۔ اُمید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں یہ اِدارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے گا۔

یہ بات سوچنے کی ہے کہ وِرجینیا ریاست' انڈیانا (Indiana) سے بہت قریب ہے

اور انڈیانا شمالی امریکہ کا وہ صوبہ ہے جو اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ (ISNA) کا مرکز ہے۔ جہاں سے وہابی ازم کو پورے ملک میں پھیلایا جاتا ہے۔ اور اسلاف کی قدروں کو سبوتاژ کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود وِرجینیا میں ایک اور اِدارہ اسلامک فاؤنڈیشن آف نارتھ امریکہ کام کر رہا ہے۔

میرے ایک سفر کے وقت مولانا عثمان نوری نے بتایا کہ علامہ قمر الزماں اعظمی اور پھر قائدِ اہلِ سُنّت نے ہم کو یہ بات بتائی تھی کہ:

”آپ لوگ اگر اسی طرح سے سرمایہ کو کرائے کی نذر کرتے رہو گے، تو اس میں سوائے نقصان کے آپ کو کیا ملے گا؟ اگر اپنی زمین پر ادارہ قائم ہوگا تو اس کے استحکام میں آپ کو مدد بھی ملے گی اور سرمایہ کے ضیاع سے بھی آپ بچ جائیں گے۔“

علامہ نے بہت مثبت اور سنجیدہ ذہن دے کر لوگوں کو احساس دلا دیا۔ اور اب وہاں بھی کام چل رہا ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ اُمید ہے کہ کامیابی ضرور ملے گی۔

(۵) اگست ۲۰۰۷ء کے ایک دورے میں جو کہ کافی طویل عرصے کے بعد ہوا تھا ٹیکساس (Texas) صوبے کے کئی شہروں کا دورہ فرمایا۔ ہیوسٹن (Houston) آمد ہوئی۔ ۱۰/اگست بروز جمعہ النور میں شبِ معراج پر خطاب ہوا۔ پھر صوبہ ٹیکساس کا مرکزی مقام (Capital) آسٹن (Austin) میں ۱۱/اگست بروز سنیچر کو پروگرام ہوا۔ آسٹن، ہیوسٹن سے ایک سو باسٹھ ۱۶۲ میل کی دوری پر ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت موصوف کی تشریف آوری وہاں ہوئی۔ حالانکہ ہیوسٹن میں بار بار تشریف لا چکے تھے۔ مگر ہوا یہ کہ افتخار احمد خاں کے بڑے سالے مسعود خاں یہ آسٹن میں رہتے ہیں، وہاں وہابیت کا زور ہے۔ بعض مسائل ایسے اُبھرے کہ علامہ اعظمی کو جانا پڑا۔ افتخار خاں صاحب نے پروگرام ترتیب دے دیا۔

واقعہ یہ تھا کہ مسعود خاں اور ان کے بعض احباب نے ایک دو بار راقم الحروف کو بلایا اور بیانات ہوئے۔ پھر علامہ اعظمی آئے تو ان کا خطاب وہاں ہونا طے ہوا۔ مگر بعد میں وہابیوں

نے شرپسندی کی اور پروگرام کو منع کر دیا۔ تو ایک ہال میں یہ پروگرام ہوا۔ شرکا کی اچھی تعداد رہی۔ علامہ نے اپنے مخصوص لب و لہجے اور علمی فہمائش سے خطاب کیا۔ سوال و جواب ہوئے۔ خوش گوار اثر رہا۔ مگر حریف جماعت میں ایک بے چینی سی پھیل گئی۔ پھر ان لوگوں نے انتہائی غیر مہذب رویّہ اختیار کیا۔ علامہ اعظمی نے جو پیغام دینا تھا، لوگوں تک پہنچایا۔ بعد میں لوگوں نے مسرّتوں کا اظہار کیا۔ ایک مختصر وقت کے لیے یہاں تشریف لائے تھے، پھر یہیں سے ان کو رات میں ڈیلاس (Dallas) صوبہ ٹیکساس (Texas) کا ایک بڑا شہر ہے، جو ہیوسٹن سے شمال مغرب میں ۲۳۸ رمیل پر واقع ہے۔ یہاں حضرت علامہ اعظمی کا ورود پہلی بار ۱۹۹۹ء میں ہوا تھا۔ بلانے والے مولانا بابر رحمانی تھے۔ وہابیوں کی چیرہ دستی کے سبب مولانا موصوف ایک مسجد سے دست کش ہو گئے تھے۔ (جس کی تفصیل ہماری کتاب ''افضلیتِ مصطفٰے'' میں ملاحظہ فرمائیں) مولانا بڑے متحرک فرد ہیں۔ انھوں نے عزم کر لیا کہ مَیں مسجد بناؤں گا۔ چنانچہ علامہ اعظمی صاحب کو انھوں نے مدعو کیا۔ حضرت تشریف لائے اور مدینہ مسجد، ڈیلاس کی فنڈ ریزنگ (Fund Raising) ہوئی۔ ۱۰ر ستمبر ۱۹۹۹ء کو نہایت کامیاب پروگرام ہوا۔ پھر زمین خریدی گئی اور ۲۰۰۱ء میں علامہ شاہ احمد نورانی میاں علیہ الرحمہ کے ہاتھوں اس کا سنگِ بنیاد رکھ دیا گیا۔ اور انتہائی تیز رفتاری سے یہ مسجد دو سال میں مکمل ہو گئی اور ۲۰۰۳ء میں اس کا افتتاح ہو گیا۔

۱۱ر ستمبر ۱۹۹۹ء یکم جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ مفتی احمد القادری نے ڈیلاس سے ملا ہوا شہر پلانو (Plano) میں اپنے اِدارے دار العلوم عزیزیہ میں حضور حافظِ ملّت علیہ الرحمۃ والرضوان کا عرس کیا تھا۔ حضرت نے اس میں بڑا اہم اور جذباتی خطاب فرمایا۔ حافظِ ملّت سے شرفِ تلمذ کا روحانی اثر ان کے لفظ لفظ سے پھوٹ رہا تھا۔ یہ دو اہم مگر بڑے کام کر کے آپ تشریف لے گئے۔ اور ایک ایسا ماحول چھوڑ گئے جس میں مسلکِ حق کی کسک مزید تیز ہو گئی۔ تحریکیں کام کرتی رہیں اور ڈیلاس و قرب و جوار میں بڑا واضح اثر ہوا۔ علمائے اہلِ سُنّت نے مسلکی فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ڈیلاس جہاں نوّے کی دہائی میں صرف ایک اِدارہ تھا،

دیکھتے دیکھتے اس وقت تقریباً ۴؍ بڑے اِدارے کام کررہے ہیں اوراس میں وسعت ہورہی ہے۔

پھر دوسری بار ۱۲؍اگست ۲۰۰۷ء/ ۲۸؍رجب ۱۴۲۸ھ بروز اتوار آسٹن (Austin) سے آپ براہِ راست ڈیلاس تشریف لے گئے تھے۔ مفتی احمد القادری نے دارالعلوم عزیزیہ کی نئی عمارت کے افتتاح اور بخاری شریف کی ابتدا کے لیے مدعو کیا تھا۔ حضرت موصوف نے بخاری شریف طلبہ کو شروع کرایا۔ شب میں خطاب ہوا اور لوگوں کی توجہ ادارے کی طرف مبذول کرائی کہ اس زمین پر ایسے اِداروں کی کتنی ضرورت ہے۔ اوراس کو بچاکر بحفاظت قائم رکھنا یہ مسلمانوں کی ذمے داری ہے۔ چنانچہ دوسرے دن پھر مدینہ مسجد میں آپ کا خطاب ہوا۔

چونکہ ٹیکساس میں مسلکی ترجیحات اور تحفّظات کا کام بہت اعلیٰ پیمانے پر ہورہا ہے۔ اس لیے حضرت علامہ کو بڑی مسرّت رہی اور علماے کرام جو یہاں مصروفِ کار ہیں، ان کو خصوصاً نوازتے رہے۔ بار بار اس کا تذکرہ اپنی نشستوں میں بھی فرمایا۔

(۷) نیو یارک (New York) اور نیو جرسی (New Jersey) دونوں بالکل مشرق میں بحرِ اوقیانوس (Atlantic Ocean) پر واقع ہیں۔ دونوں جڑواں شہر ہیں۔ اور کثیر آبادی والے شہر ہیں۔ یہاں اہلِ سُنّت کی کئی تنظیمیں کام کررہی ہیں۔ ڈاکٹر رفیق چودھری بڑے متحرک وفعّال ہیں۔ انھوں نے اپنی مسجد ’’سُنّی رضوی جامع مسجد، نیو جرسی‘‘ میں ۵ و ۴ رجولائی ۲۰۰۹ء/ ۱۰، ۱۱؍رجب ۱۴۳۰ھ بروز سنیچر واتوار دوروزی تربیتی اجتماع کیا، جو کہ وہ کرتے رہتے ہیں۔ اِمسال انھوں نے علامہ قمر الزماں صاحب کو بھی مدعو کیا۔ اور شاید یہ نیو یارک اور نیو جرسی کا پہلا خطاب تھا۔ راقم بھی اس میں حاضر ہوا۔ علامہ موصوف نے شدید علالت کے باوجود اس اجتماع سے خطاب کیا اور دونوں روز بھرپور خطاب ہوا۔ مفید مشورے، مغربی ممالک میں اسلامی دعوت کے اسلوب اور طریقۂ کار پر تفصیلی بیان ہوا۔ علما کا خصوصی اجتماع تھا۔ کام کرنے کے مناہج اور اہلِ سُنّت کو کس اسلوب پر کام کرنا چاہیے۔ آپ نے اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں واضح فرمایا۔

مذکورہ بالا شہروں کے علاوہ بھی آپ کے دورے ہوئے ہیں، مگر اُن کا کوئی ریکارڈ راقم الحروف کے پاس محفوظ نہیں اور نہ ہی کوئی رابطہ۔ مگر بایں ہمہ آپ کی توجہ کا خصوصی شہر ہیوسٹن رہا ہے۔ جہاں آپ نے سب سے زیادہ قیام کیا، اور سب سے زیادہ اس شہر کا سفر کیا۔ اور آ کی عظیم کاوش رنگ لائی کہ اہلِ سُنّت کا عظیم مرکزی اِدارہ وجود میں آیا اور مسلکی ترجیحات کے اعتبار سے اس کو نمائندی حاصل ہوئی۔

آپ کے طرزِ تکلّم، اخلاقی اطوار، قرآن وحدیث پر گہری نظر کے ساتھ جدید مسائل کا استحضار لوگوں کو آپ کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ مغربی دنیا میں اسلام کے ساتھ جدید فکر ونظر کے اِدراکات بھی ضروری ہیں۔ تاکہ تقابلِ ادیان اور عصری تقابل کے تناظر میں سامع کو مطمئن کیا جا سکے۔ مجھے یاد ہے ایک بار ایک نشستی مجلس میں اس پر بحث چل پڑی کہ ''موت کس کو کہتے ہیں۔ دل کی حرکت کے بند ہونے کو یا دماغ کی صلاحیتیں ختم ہونے کو؟'' آپ نے بالکل نئے اسلوب پر تحقیقاتی بحث کی اور دیر تک کلام فرمایا۔ جس میں شریعت بھی ملحوظ رہی اور جدید میڈیکل سائنس پر نظر بھی کام کرتی رہی۔ مگر ان تمام جدید اور عصری تقاضوں کے پیش نظر اسلامی روحانیت کی قدروں کو ترجیحات دیتے ہیں۔ ایک بار ایک خطاب میں فرمایا:

''انسان نے کوئی ترقی نہیں کی بلکہ انسان سانس سانس انحطاط پذیر ہے۔
ہاں انسان نے جس چیز کو چھوڑ دیا وہ ضرور ترقی کر گئی۔''

پھر مثالوں سے اس کو واضح فرمایا۔

ایک مرتبہ جدیدیت پسند لوگوں کو فرمایا:

''تم یورپ اور امریکہ میں ذہن کا سودا کرتے ہو، تمہاری کون سنے گا۔ یہ تو ذہن اور عقل کی زمین ہے۔ یہاں تو روح کی بات سُنی جائے گی۔ دل خالی ہیں، روحیں بے نور ہیں۔ ان کو عقل کی بات نہ سناؤ۔ ان کو روح کی بات سناؤ۔ اگر تم کو اِن سے محبت ہے۔''

بہرحال آپ نے امریکہ میں اہلِ سُنّت کے خدوخال کو نمایاں کیا۔ اور اسلاف

کبار کے اُن معمولات ونظریات کی آئینہ بندی کی جس کی ایک پژمردہ قوم کو ضرورت ہوتی ہے۔

آپ متعدد اِداروں کے سرپرست اور ٹرسٹی بھی ہیں۔ النور مسجد کے آپ بڑے موٴقر اور محترم ٹرسٹی ہیں۔ مکّہ مسجد (مولانا غلام زرقانی) کے بورڈ آف ٹرسٹ میں ہیں۔ مولانا مسعود رضا کے ادارہ ''مسجد فلاح'' کے بھی ٹرسٹ میں ہیں۔ مدینہ مسجد ڈیلاس کے بھی بورڈ آف ٹرسٹ میں ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بعض ادارے ہیں۔

خود رویت ہلال کمیٹی آف نارتھ امریکہ کے بنیادی سرپرست آپ ہیں اور اسی طرح سے بزمِ حسّان انٹرنیشنل نعت اکیڈمی کے بھی بنیادی سرپرست ہیں۔ وہ قدیم اور جدید فکر کے سنگم ہیں۔ جہاں اسلامیات کو جدید فکر میں ڈھالنے کا عمل بڑی سبک رفتاری سے ہوتا ہے۔ وہ اہلِ سُنّت کا سرمایہ ہیں اور خصوصاً امریکہ و یورپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ ربّ کریم ان کو دیر تک عالمِ اسلام پر صحت کے ساتھ سایہ فگن رکھے۔ آمین۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گذرے اُدھر سے روشنی ہوتی گئی

☆......☆......☆

عالمی اُفق پر علامہ قمرالزماں اعظمی کی دینی خدمات

علامہ محمد فروغ القادری (ایم اے)
ورلڈ اسلامک مشن، برطانیہ
ای میل: mfquadri@hotmail.co.uk

مغرب سے اسلام کا تعلق ظہورِ اسلام کے ابتدائی دَور سے چلا آرہا ہے۔ دوسری صدی ہجری کے اوائل ہی میں اسپین (Spain) مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کا عظیم مرکز بن چکا تھا۔ مسلمان ۷۰۰ (سات سو) سال تک اسپین اور ۴۰۰ (چار سو سال) تک سِسلی میں حکمراں رہے۔ جدید یورپ کی دانش گاہوں اور سائنسی تحقیقاتی مراکز کی تشکیل میں اسپین کے مسلم مفکرین کی ذہنی درّاکی اور عملی کاوشوں کا بڑا دخل ہے۔ اس میں قطعی دورائے نہیں کہ آج بھی برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک کے غیر مسلم محققین اور ماہرینِ فن الجبرا (Algebra)، جیومیٹری (Geomentry)، حساب اور علمِ فلکیات (Astrophysics) کے بنیادی اُصول وضوابط میں اسپین کے مسلم سائنس دانوں اور ماہرین کے مرہونِ منّت ہیں۔ جس کا اعتراف انھوں نے بارہا کیا ہے۔ جبکہ دوسری جانب مشرقی یورپ کا ایک بہت بڑا حصّہ سلطنتِ عثمانیہ ترکی کے زیرنگیں رہا اور مسلمان وِیانا کے دروازے تک پہنچ گئے تھے۔ تاہم یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ یورپ کے علم، ثقافت، فنِ تعمیر اور زبان پر حد درجہ اثر انداز ہونے کے باوجود، مسلمان یورپ کے کسی حصّے کو باضابطہ اسلام کے لیے مسخر نہ کر سکے۔ گرچہ انھیں ایک ہزار سال تک دینی، علمی، سیاسی اور عسکری اعتبار سے پورے یورپ کی قیادت و امامت کا شرف حاصل رہا۔ مگر افسوس کہ اس عرصے میں مسلم قوتیں درونِ خانہ آپسی انتشار کے نتیجے میں شکست وریخت سے دوچار ہوتی چلی گئیں اور تدبّر کے فقدان نے انھیں عالمی قیادت کے منظرنامے سے ہٹا دیا۔ عالمِ اسلام کے لیے یہ ایک بہت بڑی ہزیمت تھی جس

کے اثرات آج بھی موجود ہیں۔ مسلمانوں کے اس تاریخی زوال کے بعد یورپ میں ایک نئی تہذیب کے احیا کی لہر اُٹھی اور پوری دنیا کو از سرِ نو مہذّب اور متمدّن بنانے کے لیے ایک نئے نصب العین کو مادّی طاقت کی وساطت سے پیش کیا گیا۔ اس طرح مغربی استعمار نے اقوامِ عالم کی حریتِ فکر کو سلب کر کے انھیں ہمیشہ کے لیے ذہنی غلام بنانے کی سازش شروع کردی۔ اکیسویں صدی عیسویں میں سارے مسلم ممالک یکے بعد دیگرے یورپ کے زیرِ نگیں آگئے۔ ۱۹۲۰ء کے جغرافیائی نقشے پر اگر نظر دوڑائی جائے تو سعودی عرب (حجازِ مقدس)، افغانستان، ترکی اور یمن کے علاوہ کوئی اسلامی ملک ایسا نظر نہیں آئے گا جو براہِ راست یورپ خصوصاً برطانیہ کے تسلّط میں نہ ہو۔

مادّی طاقت کا یہی وہ اُٹھتا ہوا طوفان تھا جسے بعد میں نیو ورلڈ آرڈر (New World Order) کے نام سے متعارف کروایا گیا۔ پھر اسی کش مکشِ حیات کے نتیجے میں دنیا کو دو عظیم خونیں اور ہلاکت خیز جنگ کے شعلوں میں جھونک دیا گیا۔ دوسری جنگِ عظیم ۱۹۳۹۔ ۱۹۴۵ء کے بعد جب مسلم ممالک نے مغربی استعمار سے بظاہر آزادی حاصل کرلی۔ اس وقت جب کہ پچاس سے زائد مسلم ممالک دنیا کے نقشے پر موجود ہیں، تاہم ان میں ایک بھی ملک ایسا نہیں جو مغرب کے سیاسی، معاشی اور ثقافتی غلبے سے آزاد ہو۔ یہ کہنا قطعی غلط ہوگا کہ جو یورپ ہزار ہا سال تک اسلام کی ناقابلِ تسخیر قوتوں سے لرزہ براندام تھا اور جس نے پورے عالمِ اسلام کو زیرِ نگیں کرلیا تھا، وہ آج اپنے عزائم سے دست بردار ہوگیا ہے۔ یہ مفروضہ بلاشبہہ غلط ہوگا، عالمِ اسلام کے حوالے سے اس کے عزائم جو کل تھے وہ آج بھی ہیں۔ مغرب عالمِ اسلام میں اپنا سیاسی، معاشی اور تہذیبی غلبہ قائم رکھنے کے لیے ہر لحہ کوشاں ہے۔ خواہ اس اثر و نفوذ کے لوازمات اور طریقۂ کار کچھ بھی ہوں۔

دوسری جنگِ عظیم ۱۹۳۹۔ ۱۹۴۵ء کی ستم ظریفیوں میں جہاں لوگوں نے دوسرے سرمایہ دار اور پیشہ ور ممالک کی جانب مہاجرت اختیار کی، وہیں لوگ دولتِ متحدہ برطانیہ بھی آئے۔ جنگی تباہ کاریوں سے دوچار برطانیا کو بھی محنت کش مزدوروں کی شدید ضرورت تھی۔

لہٰذا یہاں برِّصغیر ہند و پاک اور افریقی ممالک سے آنے والے تارکینِ وطن مزدوروں کا پُرتپاک استقبال کیا گیا اور یہاں مستقل قیام کے لیے ویزے کی فراہمی کا درجہ آسان بنایا گیا۔

یہ ہماری تاریخ رہی ہے کہ مسلمان جہاں بھی گیا دعوتِ دین کا فریضہ اپنے ساتھ لے کر گیا ہے۔ مغرب میں آباد مسلمانوں پر بھی یہ اہم ذمّے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس دعوتی فریضے کی انجام دہی میں اپنے بے پایاں اخلاصِ عمل کو بروے کار لائیں۔ ہم اگر اب تک مغرب کو اسلام کے آفاقی نظامِ حیات سے روشناس کرانے میں کامیاب نہ ہو سکے تو اس میں یقینی طور پر ہماری اپنی کوتاہیوں اور تغافلِ عمل کا براہِ راست دخل ہے۔ جہاں یہ حد درجہ ضروری ہے کہ ہم یورپ کے سیاسی عزائم سے باخبر رہیں، وہیں ہم مغرب میں آباد غیر مسلم سفید فام اکثریت کو اسلام کا حتمی دشمن سمجھ کر اپنی دعوت پالیسی کو ہرگز ترک نہ کریں۔ اسلامی دعوت جو ترک اور منگول جیسے دشمنوں کو اسلام کے لیے مسخر کر سکتی تھی، اور جس نے اسلام کی آمد کے ایک ہزار سال بعد بھی انڈونیشیا اور ملائشیا جیسے ملکوں کو مسلمان کر دیا۔ کوئی وجہ نہیں کہ وہ آج بھی دَیر و کلیسا سے حرم کے پاسبان تلاش نہ کر سکے۔

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہاے دریا ہی سے ہے گوہر کی بے تابی

بلاشبہ مغرب کی وادیوں میں دعوتِ دین اور اشاعتِ اسلام کا جذبۂ صادقہ لے کر اہلِ سُنّت و جماعت کے اکابر اور مایہ ناز شخصیات نے ۱۹۷۳ء میں ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ (The World Islamic Mission, UK) کی بنیاد رکھی تاکہ مغرب میں پروان چڑھتی ہوئی مسلمانوں کی نئی نسلوں کو یہاں کی غالب تہذیب اور فکری بے راہ روی کی یلغار سے بچایا جا سکے۔ مغربی افکار و نظریات اسلام کے تعلیمی و تہذیبی تصورات سے متصادم ہیں۔ گذشتہ پانچ سو سالوں کے دوران یورپ کے تمام علم و فکر کا ارتقا اسی بنیاد پر ہوا ہے کہ علم کا ذریعہ صرف انسان کے حواس ہیں اور ماوراے انسان کوئی ذریعۂ علم نہیں۔ یہ کائنات مادّی قوانین پر مشتمل ہے۔ مادّہ کے علاوہ کوئی شَے حقیقی نہیں ہے۔ انسان خود ہی اپنا مقصود و مطلوب ہے۔ اور یہی

دنیوی زندگی سب کچھ ہے، روحانی اقدار نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ گویا کہ مغرب کا تصورِ علم، تصورِ کائنات اور تصورِ انسان اسلام کے اپنے عقائد وتصورات سے بالکلیہ متضاد ہے۔ جب کہ اسلام کا تصورِ حیات وکائنات وحیِ الٰہی سے مستفاد ہے، جو غیر متبدل ہے۔ اور اپنے اثر و نفوذ کے لحاظ سے ازل سے لے کر ابد تک کائناتِ زمان ومکان پر حاوی ہے۔

قائدِ اہلِ سُنّت مبلغِ اسلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہدِ دوراں علامہ عبدالستار خان نیازی، رئیس القلم فاتح ایشیا ویورپ حضرت علامہ ارشد القادری (نوراللہ مرقدہم) کی شب وروز کی تحریکی وتنظیمی جادہ پیمائیوں کے نتیجے میں ''ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ'' معرضِ وجود میں آیا۔ اس کے قیام کا مقصد ہی یہی تھا کہ مغرب میں آباد مسلمانوں کی عملی وفکری قیادت کی جائے۔ مغربی دانش گاہوں کے زیر اثر پروان چڑھتی ہوئی مسلم نسلوں کو اسلام کے بنیادی مسائل سے متعارف کروا کر ان میں دینی شعور اس حد تک بیدار کر دیا جائے کہ وہ اپنے ہم سبق اور معاصر غیر مسلم طلبا کو مؤثر انداز میں اسلام کی دعوت پیش کر سکیں۔

اس وقت یورپی ممالک میں مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت فاتح کی حیثیت سے نہیں بلکہ شہری کی حیثیت سے آباد ہو چکی ہے۔ خصوصاً برطانیا، فرانس اور جرمنی میں تقریباً ۳۰ رلاکھ مسلمان آباد ہیں۔ ان ممالک میں اسلام دوسرا سب سے بڑا مذہب بن چکا ہے۔ بعض ممالک اس بات پر غور بھی کر رہے ہیں کہ وہ اب اسلام کو حکومتی سطح پر اپنے ملک کے مذہب کے طور پر تسلیم کریں اور اگر ایسا ہو گیا تو یورپی مسلمان عالمِ اسلام کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہوں گے۔ بشرطیکہ مسلمانوں کو اپنی مذہبی وسیاسی ترجیحات اور درپیش چیلنج اور امکانات کا صحیح اندازہ ہو اور وہ اس سے نبرد آزما ہونے کے لیے اپنی اجتماعی قوتوں کو بروے کار لاتے ہوئے اپنی تحریکی، تنظیمی اور تبلیغی جدوجہد جاری رکھیں۔ ان حقائق کی روشنی میں یہاں برطانیہ اور یورپ میں آباد مسلمانوں کا پہلا کام تو یہی تھا کہ وہ اہلِ مغرب کے سامنے اسلام کی سچّی اور عملی نمائندگی کریں اور تمام تر مثبت صلاحیتوں اور قوتِ فاعلہ کو اُمّتِ مسلمہ کے سیاسی اور عالمی مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کریں۔ دراصل یہی وہ بنیادی تجزیے اور مقاصد

(Objective) ہیں جن کو سامنے رکھ کر ''ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ'' کا قیام عمل میں آیا۔

اس میں قطعی دو رائے نہیں کہ مشن کی تشکیل کا مقصد و محور برطانیہ میں موجود مسلمانوں کی دینی و علمی رہنمائی تھی۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ مشن کے قیام کے چند سالوں بعد ہی اسلامک مشنری کالج بریڈفورڈ کی وسیع و عریض عمارت خریدی گئی۔ جہاں سے عوامی بیداری پیدا کرنے کے لیے ملک کے اہم شہروں میں اسلامی کانفرنسیز اور سیمی نارس کروائے گئے۔ مغرب میں اسلام کے تشخص کو نمایاں کرنے کے لیے لٹریچر (Literature) کی فراہمی اور مقامی اخبارات و رسائل سے روابط بڑھائے گئے۔ اربابِ کلیسا تک اپنی دعوت پہنچانے کے لیے بین المذاہبی اجلاس (Interfaith Meetings) ہوتی رہیں۔ عالمی سطح پر مشن سے عوامی وابستگی میں رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری کی انتہائی مؤثر تحریر نے نہایت اہم رول ادا کیا۔ جس کے لیے ہندو پاک کے مجلات آج بھی گواہ ہیں۔ دراصل برطانیہ میں مشن کا قیام بھی علامہ ارشد القادری کی حد درجہ کوششوں اور ان کے بے پایاں اخلاص و ایثار کا ثمرہ تھا۔

۱۹۶۰ء اور ۷۰ء کی دہائیوں میں علامہ کی مصروفیت ہندوستان میں کس نوعیت کی تھی، اربابِ علم و دانش اسے خوب جانتے ہیں۔ اس زمانے میں ہندوستان کے طول و عرض میں شاید ہی کوئی ایسا اہلِ سُنّت کا اِدارہ رہا ہو جسے علامہ کی سرپرستی حاصل نہ رہی ہو۔ کلکتہ سے لے کر بمبئی تک اہلِ سُنّت کے تعمیری موضوعات پر ہونے والی اہم ترین کانفرنسوں اور جلسوں کو بنفسِ نفیس علامہ کی قیادت کا شرف حاصل رہا ہے۔ ایسے عالم میں علامہ کا ہندوستان میں اپنی تمام تر مصروفیاتِ عمل چھوڑ کر برطانیا میں اسلام کی تنظیمی و تحریکی نظریات کی تشکیل کے لیے بغیر کسی ظاہری مفاد کے ایک طویل عرصے تک قیام، ان کے جذبۂ دل اور دین و سُنّیت کی راہوں میں ان کی وفا کیشیوں کا پتہ دیتا ہے۔ خدا گواہ ہے کہ آج بھی اسلامک مشنری کالج بریڈفورڈ (انگلینڈ) کے دیوار و در علامہ کے اخلاصِ عمل، جہدِ مسلسل اور شب کی تنہائیوں میں ان کی برستی ہوئی آنکھوں کے آبشار پر گواہ ہیں۔ کفر کے اندھیروں میں علامہ ارشد القادری نے اپنے خونِ جگر سے جو شمع روشن کی تھی، اس کی روشنی آج بھی جادۂ حق کے مسافروں کو

منزل کا پتہ دے رہی ہے۔آج بھی برطانیہ اور یورپ میں دینی تحریکات سے وابستہ ہزاروں علمائے اہلِ سُنّت کو علامہ ارشد القادری کی روحانی اور معنوی قیادت حاصل ہے، اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ قیامت کی صبح تک جاری رہے گا۔

ابرِ رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے

۱۹۷۳ء میں یہاں ورلڈ اسلامک مشن کے قیام کے بعد اس بات کی شدّت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ مشن کے ہمہ جہت مقاصد کے لیے کسی ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے جو تحریر و تقریر اور جدید وقدیم علوم کے جواہر سے مرصّع اور یورپ میں آباد نوجوانوں کی ذہنی وفکری تربیت کے لیے پُر تاثیر جاہ وجلال کا حامل ہو۔اس کے لیے نبّاضِ وقت رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی جوہر شناس نظر مفکرِ اسلام لسان العصر سماحۃ الاستاذ سیّدی علامہ قمر الزماں اعظمی مدظلہ العالی پر گئی اور علامہ اعظمی ۱۷ اراگست ۱۹۷۴ء کو ورلڈ اسلامک مشن کی دعوت پر برطانیہ تشریف لائے اور بریڈفورڈ کی سرزمین سے اپنے کام کا آغاز کیا۔

یہ اُس دَور کی بات ہے جب علامہ اعظمی کی شوکتِ خطابت کا سورج ہندوستان کے اُفق پر اپنی جلوہ سامانیاں بکھیر رہا تھا۔برِّصغیر ہند کا شاید ہی ایسا کوئی گوشہ رہا ہو جہاں ان کی فکر انگیز خطابت کا جادو سرچڑھ کر نہ بول رہا ہو۔یونی ورسٹی سے لے کر عربی جامعات کے فاضل مدرّسین تک ان کے سحر طراز اندازِ خطابت پر جان و دل سے فریفتہ تھے۔کشورِ دل کو مسخر کرلینے والی ان کی آواز کا طنطنہ پورے ملک کے طول وعرض میں پھیلا ہوا تھا۔۱۹۷۴ء میں علامہ اعظمی مشن کے جوائنٹ سیکریٹری کی حیثیت سے جیسے ہی برطانیا تشریف لائے دینی وملّی اور مسلکی حوالے سے فتوحات کے ایک نئے سلسلے کا آغاز ہوگیا۔

چونکہ علامہ اعظمی جہاں ایک بلاخیز خطیب اور شعلہ بار مقرر تھے، وہیں اُن میں تدریسی اور تحریکی صلاحیتیں بھی بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ساتھ ہی ان کے پُرکشش قد وقامت کا داخلی حُسن بھی انگلستان کی نوجوان نسلوں پر اپنے گہرے اور دور رس نتائج واثرات مرتّب کرنے میں حد درجہ معاون ثابت ہوئے۔بہت ہی مختصر سے عرصے میں آپ کو برطانیا اور یورپ کے

علمی حلقوں میں پذیرائی حاصل ہوئی اور مغربی ممالک میں آپ کے خطبات کا ایک وسیع و عریض سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور پھر ورلڈ اسلامک مشن کے اغراض و مقاصد کو عملی جامہ پہنانے میں علامہ اعظمی کے تقریری و تبلیغی دَوروں نے عوام و خواص میں زندگی کی ایک نئی روح پھونک دی۔ ؎

دی اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

حضور رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کو مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی کی خداداد تحریکی، تنظیمی اور تقریری صلاحیتوں پر اس قدر اعتماد و بھروسہ تھا کہ وہ انھیں یہاں اپنی نیابت میں چھوڑ کر اپنے دیگر اہم منصوبے جات کی تعمیر و تشکیل کے لیے تقریباً ۱۸؍ ماہ برطانیہ میں گذار کر واپس ہندوستان چلے آئے۔ بقول حضور رئیس القلم کے ''کہ مَیں بعض ناگزیر حالات کے پیش نظر برطانیہ سے ہندوستان واپس چلا آیا۔ چونکہ یہاں بھی بہت سارے اُمور ابھی زیر تکمیل تھے، مگر میری ہندوستان واپسی کے بعد علامہ قمر الزماں اعظمی نے جس جرأت و ہمت، جذب و ایثار اور کمالِ اخلاص کے ساتھ ''ورلڈ اسلامک مشن'' کے کام کو پورے مغربی ممالک میں پھیلایا اس کے لیے وہ ہم سب کی دُعاؤں کے مستحق ہیں۔ انھوں نے ان راہوں میں اُٹھنے والے تمام طوفانوں کا بے حد صبر و ضبط کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور بدعقیدہ اربابِ ستم پیشہ کو ہر محاذ پر کھل کر مقابلے کی دعوت دی۔''

اس کے ساتھ ہی حضور قایدِ اہلِ سُنّت، ماہرِ لسانیات، مبلغِ اسلام علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت و نوازشات بھی مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی پر ورلڈ اسلامک مشن کے ابتدائی دَور سے لے کر قایدِ اہلِ سُنّت کے وصال تک جس درجہ رہیں، وہ سب پر واضح ہے۔ علامہ اعظمی نے بھی ایک وفا کیش ساتھی کی طرح قایدِ اہلِ سُنّت کا ہر محاذ پر کھل کر ساتھ دیا اور ان کی عظیم ترین قیادت میں فرانس، جرمنی، ہالینڈ، ناروے، یورپ و امریکہ کے مختلف ممالک میں آباد مسلمانوں میں دینی و مذہبی بیداری پیدا کی، اور عراق،

ایران، لیبیا، ڈنمارک میں انعقاد پذیر درجنوں اسلامی کانفرنسوں میں حضور قائدِ اہلِ سُنّت حضرت علامہ نورانی میاں قبلہ کی سر پرستی میں شرکت کی اور عالمِ اسلام کو ''ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ'' کی تحریکی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔

ان تمام کانفرنسوں کی تفصیلات کے لیے ایک طویل دستاویزی کتاب چاہیے۔ تاہم چند اہم کانفرنسوں کا تذکرہ اگلے صفحات میں ضرور آئے گا۔

۱۹۷۳ء میں جب ''ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ'' کا قیام عمل میں آیا اور پھر ۱۹۷۵ء میں حضور قائدِ اہلِ سُنّت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری کی بے پناہ جدو جہد اور دن رات کی ان تھک محنتوں کے نتیجے میں ''اسلامک مشنری کالج بریڈفورڈ انگلینڈ'' کی عمارت ایک کثیر رقم کی لاگت سے خریدی گئی تو اس وقت برطانیہ کے چند اہم شہروں میں دینی مراکز اور مسجدیں موجود تھیں۔ قارئین کو جان کر حیرت ہوگی کہ ان مساجد کو تعمیر کرنے والے سُنّی صحیح العقیدہ افراد تھے، تاہم ان پر قبضہ اور معنوی تسلّط تبلیغی جماعت سے وابستہ ائمہ کا تھا۔ یہ ائمہ حد درجہ خاموشی کے ساتھ اپنا کام کرتے رہے اور لوگوں میں اپنی جماعت کے معمولات کو عام کرنے کے لیے ہر ممکن موقع کے متلاشی رہے۔ مشن سے وابستہ علمائے اہلِ سُنّت نے جب وہابیت و دیوبندیت کے مکروہ چہرے کو بے نقاب کیا تو وہابیوں نے مشن کے خلاف زہر افشانیاں شروع کر دیں اور علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ ارشد القادری اور علامہ قمر الزماں اعظمی کے خلاف قلمی جنگ کا آغاز کر دیا۔ روزنامہ جنگ لندن اور دیگر اخبارات و جرائد میں علامہ ارشد القادری اور علامہ اعظمی کو بھارت کا ایجنٹ کہا گیا اور برطانیہ میں موجود پاکستانی اکثریت کو متنفر اور گم راہ کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔

''عدو شرے برانگیزد کہ خیرے مادریں آید'' کے مصداق اسی اثنا میں حسین احمد مدنی کے شاگرد اور خلیفہ ڈاکٹر خالد محمود نے اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لیے ایک تحریک چلائی اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدّد دین سیّدی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے خلاف جلسوں کا آغاز کیا۔ ایسے پوسٹر شائع کیے گئے کہ ان میں ان کی ذات کے حوالے سے

انتہائی ناپسندیدہ الزامات عائد کیے گئے تھے۔ نتیجتاً عوام میں یہ مطالبہ شروع ہوگیا کہ علماے اہلِ سُنّت اس کا جواب دیں۔ لہٰذا مانچسٹر، برمنگھم، بریڈفورڈ، لندن اور برطانیا کے دیگر شہروں میں درجنوں جلسے کیے گئے اور دیوبندیوں، وہابیوں کے سوالات والزامات کے جوابات دیئے گئے۔ اور جواب آں غزل کے طور پر ان کا چہرہ بھی بے نقاب کیا گیا۔ چونکہ عوام سُنّی صحیح العقیدہ تھی اور دیوبندیوں نے غاصبانہ مسجدوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ حقائق کے انکشاف کے بعد عوام میں ان سے شدید نفرت کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ یہاں کے مختلف مرکزی شہروں میں عوامی ردعمل اتنا بڑھ گیا کہ وہ مساجد چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ اور اس طرح اہلِ سُنّت و جماعت کی بے شمار مسجدیں بن گئیں اور ان تمام جگہوں پر ''ورلڈ اسلامک مشن'' کے زیر اہتمام ازسرِ نو کام کا آغاز کیا گیا۔

اس میدان میں شکست کھانے کے بعد دیوبندیوں نے علماے اہلِ سُنّت (علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ ارشد القادری، علامہ عبدالوہاب صدیقی، علامہ قمرالزماں اعظمی کو مناظرے کے میدان میں چیلنج کرنے لگے۔ ڈیوزبری (Dewsbury)، بولٹن (Bolton) وغیرہ میں مناظرے ہوئے۔ مگر ہمیشہ کی طرح بیش تر جگہوں پر وہ آئے نہیں اور اگر آئے بھی تو انھیں شدید رُسوائیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

ان تمام تحریکی و تنظیمی سرگرمیوں میں مفکرِ اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی ورلڈ اسلامک مشن کے سکریٹری جنرل کی حیثیت سے پیش پیش رہے اور متحرک قائدانہ صلاحیتوں کے ساتھ ہر محاذ پر باطل قوتوں کے مدمقابل سینہ سپر ہوکر ان کا مقابلہ کیا۔ علامہ اعظمی صاحب قبلہ نے ایک نشست میں تذکرۃً مجھ سے کہا کہ ''ہم نے یہاں برطانیا میں بدعقیدہ جماعتوں کا جواب جلسوں اور کانفرنسوں کے ذریعے ضرور دیا مگر ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام ہونے والی کانفرنسوں کو ان مسائل میں اُلجھانے سے گریز کیا۔ ان کانفرنسوں میں ان اہم مسائل کو موضوعِ سُخن بنایا گیا جن سے مغرب میں آباد مسلمان برسرِ پیکار تھے۔ مثلاً تعلیم (Education)

۱۔ نوجوان بچے اور بچیوں کے لیے ''اسلامک اسکول'' کا اہتمام۔

۲۔ ہاسپٹل میں مسلم مریضوں کے لیے حلال کھانوں کی فراہمی۔
۳۔گورنمنٹ کے اسکولوں میں مسلم طالبات کے مذہب اوراسلامی لباس کے پہننے پرزور۔
۴۔مسلمانوں کے عائلی اورنجی (Domestic) مسائل کومسلم پرسنل لاء کے مطابق حل کرنے کی ضرورت۔
۵۔ ایک ایسے نصابِ تعلیم کی تشکیل جومغرب میں اسلام کی مثبت تعلیمات کا آئینہ دارہو۔ ساتھ ہی مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات،مثلاً......
۱۔ اسلام اپنی حقانیت کی بنیاد پرنہیں بلکہ تلوار کی زور سے پھیلا ہے۔
۲۔ اسلام میں عورتوں کے حقوق۔
۳۔ جائیداد میں عورتوں کی وراثت کی تقسیم، حصص کا مسئلہ۔
۴۔ اسلام نے عورتوں کوحجاب میں غلامانہ زندگی پر مجبور کیا ہے اوران کی صلاحیتوں کوکچل دیا ہے۔
۵۔ اسلام میں چارشادیوں کی اجازت اورعورتوں پرظلم۔
۶۔ جب تک قرآن عظیم موجودرہے گا دنیا میں کبھی امن نہیں ہوگا۔(معاذ اللہ)
۷۔ پیغمبراسلام کی متعدد شادیاں ایک ناپسندیدہ عمل تھا۔(معاذ اللہ)
۸۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پرنزولِ وحی کی کیفیت کوناشائستہ زبان میں بیان کیا گیا۔
۹۔ مسلمان کسی مذہبی لباس کے ساتھ سوسائٹی میں رہنے کے قابل نہیں ہیں۔

علاوہ ازیں بہت سارے عصری مسائل اور Current Issues تھے جو"ورلڈ اسلامک مشن" کی کانفرنسوں میں بیان (Discuss) کیے جاتے تھے۔اس طرح کے سوالات کے تشفی بخش اورمؤثر ترین جوابات کے سلسلے میں صرف برطانیہ ہی نہیں بلکہ پوری مغربی دنیامیں مفکرِ اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی کا بڑانمایاں کردار رہے جواَب تک جاری ہے۔
عراق ایران جنگ میں ثالثی: "ورلڈ اسلامک مشن" نے صرف برطانیہ ہی نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام میں جہاں کہیں بھی کوئی فتنہ اُبھرایا جنگ کا ماحول پیدا ہوا، وہاں اپنے وفد بھیج کر

اس بات کی پیہم کوشش کی کہ مسلمانوں آپسی جنگ جلد ختم ہوجائے۔ چنانچہ ۱۹۸۳ء میں ایران عراق جنگ اپنے شباب پر تھی اور دونوں طرف سے لاکھوں افراد موت کے گھاٹ اُتر چکے تھے، تو علامہ اعظمی، علامہ ارشد القادری، علامہ ظفر محمود فراشوی اور قاری اسمٰعیل مصباحی نے ایران کا دس روزہ دورہ کیا۔ جس کی دعوت خود ایرانی حکومت نے دی تھی۔ ماحول ایسا تھا کہ ''ایران کانفرنس'' میں غیر سُنّی مکاتبِ فکر کے لوگ مثلاً دیوبندی، وہابی، غیر مقلدین اور جماعت اسلامی کے ارباب کے بست وکشاد خمینی کے قصیدے پڑھ رہے تھے۔ عراق کو حملہ آور، غاصب اور ظالم قرار دے کر جنگ کے شعلوں کو مزید بھڑکانے کی کوشش کی جارہی تھی۔ اور دراصل ان حالات میں سیاسی طور پر ایران چاہتا بھی یہی تھا۔ چنانچہ یہ جماعت اپنے ذاتی مفادات کے حصول کی کوشش میں لگی تھی۔ ایسے عالم میں حضرت علامہ ارشد القادری اور علامہ اعظمی کی تجاویز نہایت ہی مؤثر تھیں۔ علامہ اعظمی نے ''ایران کانفرنس'' سے فرمایا جس کا ترجمہ دنیا بھر کے اہم اخبارات نے شائع بھی کیا۔ علامہ اعظمی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ...... ''جنگ آج ہی بند ہونی چاہیے۔ مسلمانوں کی آپسی جنگ مسائل کا حل نہیں بلکہ المیہ ہے۔''

یقیناً اربابِ اقتدار کو علامہ کی یہ بات ہرگز پسند نہیں آئی ہوگی۔ لیکن ایوان کے سیکڑوں مندوبین نے تعریفی کلمات کہے کہ ''علامہ اعظمی نے خطاب کا حق ادا کردیا ہے۔'' واضح رہے کہ کانفرنس کی ایک نشست کا نائب صدر علامہ اعظمی کو بنایا گیا تھا۔ اہلِ سُنّت و جماعت کے کسی داعی کا شیعہ غالب ملک میں عالمی کانفرنس کا نائب صدر منتخب کیا جانا بلاشبہ یہ ایک بڑی اہم اور حیرت انگیز بات تھی۔ علامہ اعظمی نے ''ایران عراق جنگ'' کے خاتمے کے مطالبے کے ساتھ ساتھ ایران کے اہلِ سُنّت و جماعت کے حقوق پر کھل کر گفتگو فرمائی۔ قارئین کو شاید اس بات کا پتہ نہ ہو کہ ایران میں تقریباً ۳۰ رفی صد سنّیوں کی آبادی ہے، خاص کر زاہدان کے علاقے میں۔ مگر شاہ کے زمانے میں بلکہ اس کے بہت پہلے سے ہی سُنّی اقلیت ایرانی اربابِ اقتدار کے ظلم و جبر کا شکار رہی ہے۔ شاہ کے خلاف جب آواز اُٹھی اور ملک گیر تحریک کا آغاز

ہوا تو ان سے یہ وعدہ کیا گیا کہ آپ ہمارا ساتھ دیں۔ آزادی کے بعد آپ کے حقوق آپ کو واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔ مگر انقلاب کے بعد سنّیوں پر جبر اور بڑھ گیا۔ آزادی ہوٹل، تہران یہ ۵/اسٹار ہوٹل جو ہمیشہ مغربی سفات کاروں کا مرکز رہا ہے، کانفرنس کے ایام میں علامہ اعظمی کا قیام یہیں تھا۔ کم وبیش ۲۵/سُنّی ایرانی علما نے ان سے خفیہ ملاقات کی اور دو اہم باتوں کی درخواست کی، جس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

''**مطالبہ نمبر ۱**: آپ ان کے پیچھے (یعنی شیعہ علما کے پیچھے) نماز ہرگز نہ پڑھیں، ورنہ اس سے ہمارا مطالبہ کمزور پڑ جائے گا۔''

اتفاق سے صبح کو جمعہ تھا اور تہران یونی ورسٹی کے وسیع وعریض گراؤنڈ میں نمازِ جمعہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جماعتِ اسلامی، دیوبندی اور غیر مقلد علما کو علامہ قمر الزماں اعظمی نے رات میں جمع کیا اور ان سب سے وعدہ لیا کہ ہم کل نمازِ جمعہ ان (شیعہ) کے پیچھے نہیں پڑھیں گے۔ لیکن جب پاسدارانِ انقلاب صبح کو مسلّح ہو کر انھیں ہوٹل میں لینے آئے تو سب چلے گئے۔ سوائے علامہ ارشد القادری، علامہ اعظمی، علامہ ظفر محمود فراشوی اور علامہ قاری محمد اسمٰعیل مصباحی کے۔ علامہ اعظمی نے دورانِ گفتگو مجھے بتایا کہ پھر ''یہ لوگ'' نمازِ جمعہ کے مجمع سے بار بار نمایاں ترین انداز میں ٹی وی پر دکھائے جاتے رہے۔ غالباً یہ ان کی مصلحت بینی تھی یا پھر پاسدارانِ انقلاب کا خوف تھا۔ میرا اپنا خیال ہے کہ یہ اگر نماز شیعہ امام کے پیچھے نہ پڑھتے تو ہمیشہ کے لیے ایرانی مفادات سے محروم ہو جاتے۔ وہابیت کی تاریخ ہر دَور میں جلبِ منفعت کی بنیاد پر رکھی گئی ہے۔

انھیں حالات میں علامہ قمر الزماں اعظمی نے ایران کا دستور بہت مشکل سے حاصل کیا، جس میں لکھا تھا کہ ایران کا قانون فقۂ جعفری کے مطابق (غیر متبدل) ہوا، اور دوسری مذہبی اقلیتوں کو بھی اپنے اپنے مسلک (متبدل) کے مطابق اجازت ہوگی، مگر چند شرائط کے ساتھ۔ چنانچہ علامہ اعظمی نے اپنی تقریر میں وہاں آواز اُٹھائی کہ ''ایسا نہ ہو کہ اہلِ سُنّت کو مسلکِ متبدل کہہ کر ایرانی حکومت کُل اقلیتوں پر فقۂ جعفری مسلّط کر دے، جس کے امکان

بہت واضح ہیں۔''

''**مطالبہ نمبر ۲** :تہران میں کئی لاکھ سُنّی آباد ہیں، لیکن ان کے لیے باضابطہ کوئی مسجد نہیں ہے۔آپ نے انقلاب سے پہلے وعدہ کیا تھا کہ سنّیوں کو مسجد بنانے کی اجازت دی جائے گی، لیکن تاہنوز سنّیوں کو مسجد بنانے کی اجازت نہیں ملی ہے۔ پہلے یہ سفارت خانہ پاکستان کے دالان میں نمازِ جمعہ ادا کرتے رہے ہیں۔اور اب پاسدارانِ انقلاب تہران یونی ورسٹی میں انھیں نمازِ جمعہ کے لیے مجبور کررہے ہیں۔''

اس پر علماے خمینی نے یہ بیان دیا کہ ہم نے اتحادِ اُمّت کے پیشِ نظر یہ کہا کہ جہاں سُنّی اکثریت نہیں ہے وہاں شیعہ اُن کی اقتدا کریں اور جہاں شیعہ اکثریت ہو وہاں سُنّی ان کی اقتدا کرلیں۔اس لیے یہاں ایران میں گو کہ شیعہ اکثریت میں ہیں تاہم پوری دنیا میں سُنّی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

اس پر علامہ اعظمی نے علماے خمینی سے کہا کہ آپ کو یہ کس نے حق دیا کہ آپ ہماری جانب سے فتویٰ دیں۔اتحاد جبرِ مسلسل کے ذریعے نہیں ہوتا بلکہ یہ اقلیتوں کے تحفظ میں ہے۔

''تہران ریڈیو'' کی اردو نشریات کو انٹرویو دیتے ہوئے علامہ اعظمی نے کہا تھا کہ ''ایران عراق جنگ'' کے باب میں، جنگ کے آغاز کا جرم یقیناً عراق نے کیا ہے لیکن طوالت کا جرم ایران نے کیا ہے۔عراق صلح کرنا چاہتا ہے مگر آپ اس پر آمادہ نہیں ہیں۔جس قدر جلد ممکن ہوسکے جنگ بند کردی جائے اور متنازع مسائل پر بیٹھ کر بات کی جائے۔''

ایک طرف تو حضور سیدی مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی کی حقیقت پسندانہ گفتگو جو اتحادِ اُمّت کا کرب لیے ہوئی تھی، جب کہ دوسری طرف بعد میں جانے والے نام نہاد مفکرین (So Called Scholars) نے خوشامد کی حد کردی۔ جیسا کہ ایک صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ ''امام خمینی حضرت علی کی طرح زندہ رہے اور حضرت حسین کی طرح شہید ہوئے۔''

ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ (The World Islamic Mission UK) کے وفد میں شامل علما کے نظریات جب عالمی پریس میں آئے تو اس کی صداے بازگشت پڑوسی

ملک عراق میں بھی سنی گئی۔ چنانچہ ۱۹۸۳ء ہی میں حکومت عراق کی جانب سے ''ورلڈ اسلامک مشن'' کو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ قائدِ اہلِ سُنّت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری کے زیرِ قیادت مشن کا ۲۰/ رکنی وفد عراق پہنچا اور ''الرشید ہوٹل'' میں قیام پذیر ہوا۔ عراق کانفرنس کی ہر نشست میں یہ قائدین بے حد نمایاں رہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے متعدد بار کانفرنس کی صدارت کی۔ جبکہ علامہ ارشد القادری نائب صدر کی حیثیت سے مشن کی نمائندگی کرتے رہے۔ اہلِ سُنّت کی اس نمائندگی کو دیکھ کر کانفرنس میں شریک ہندو پاک کا دیوبندی طبقہ بھی اپنی نمائندگی کا مطالبہ شروع کر دیا۔

چنانچہ ایک نشست (Session) کی نائب صدارت ''اسعد مدنی'' کو دی گئی۔ مگر بدقسمتی سے وہ چند کلماتِ صدارت جو انھیں لکھ کر دیئے گئے تھے، وہ بھی نہ پڑھ سکے۔ کانفرنس کے اختتام پر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اپنے مخصوص انداز میں دیوبندی قائد اسعد مدنی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ''آپ اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تحریر تک نہ پڑھ سکے۔ آپ کو صدارت کے لیے کس نے کہا تھا؟'' ...... علامہ ارشد القادری کے مزاج سے جو لوگ واقف ہیں وہ اس جملے کی معنویت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی اور حضرت علامہ ارشد القادری کے ایثار پیشہ کردار اور پُر اثر گفتگو نے عراق کے اربابِ حکومت پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے۔ علامہ ارشد القادری نے عراق کے وزیر اوقاف عبداللہ الفاضل سے نہایت ہی دردمندانہ انداز میں کہا کہ آپ ہمارا قدیم عراق ہمیں واپس کر دیجیے جو صدیوں سے ہماری تہذیب، صوفیاے کرام کے طریقۂ تصوف اور ان کی پاکیزہ زندگیوں کا مرکز رہا ہے۔ امام غزالی کی قبر شکستہ ہے، بنوا دیجیے۔ چنانچہ ان حضرات نے عراق کے اربابِ اقتدار پر اپنے کردار و عمل اور قائدانہ صلاحیتوں کے اتنے گہرے نقوش ثبت کیے کہ ۸۳ء، ۸۵ء، ۸۷ء، ۸۸ء سے لے کر ۱۹۹۰ء تک ورلڈ اسلامک مشن کا وفد عراق کانفرنس میں شریک ہوتا رہا۔ واضح رہے کہ ان تمام کانفرنسوں میں عصرِ حاضر خصوصاً عالمِ اسلام کے حسّاس مسائل پر مؤثر تجاویز پیش کرنے میں

مفکرِ اسلام سیدی علامہ قمرالزماں اعظمی کا بہت نمایاں کردار رہا، جو کانفرنس کا موضوع بنا رہا۔ علامہ اعظمی کی خداداد صلاحیت، مخصوص طرزِ خطاب اور پُرکشش لب و لہجے کے طمطراق سے پورا کانفرنس ہال گونج اُٹھا تھا۔ مذکورہ تمام کانفرنسوں میں برطانیا عظمیٰ کے وفد کے طور پر علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ ارشد القادری، علامہ غلام جیلانی صدیقی، علامہ شاہد رضا نعیمی، علامہ قمرالزماں اعظمی اور محمد حسین بھائی لیسٹر شریک رہے۔

عراق و ایران صلح کے سلسلے میں جو میٹنگیں ہوئیں ان میں اکثر کی صدارت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ نے فرمائی۔ جس میں عالمِ عرب کے مشاہیرِ فن، اربابِ علم و دانش، جامعۃ الازہر الشریف کے شیوخ المعارف ابوالفتاح ابوغدہ جیسی عظیم شخصیات موجود تھیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی کی تجویز کے مطابق ایک اہم وفد (Delegation) تشکیل دیا گیا جس نے امریکہ میں اقوام متحدہ (United Nation) کا دورہ کیا۔ جس کی صدارت علامہ نورانی نے فرمائی اور اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل اور دوسرے ارکان سے مل کر ایران عراق جنگ بندی کی تجاویز پیش کیں۔ جس کے نتیجے میں ایران عراق جنگ بند ہوگئی۔ ان تمام اسفار کی تفصیلات کے لیے ہزاروں صفحات کی ضرورت درکار ہے۔ ع سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے ...... البتہ مفکرِ اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی مدظلہ العالی نے ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ کی جانب سے بحیثیت سیکریٹری جنرل عراق کانفرنس میں ایران عراق جنگ بندی کے تعلق سے جو تجاویز پیش کی تھیں اس کا عربی متن باذوق قارئین کے لیے حاضرِ خدمت ہے، ملاحظہ فرمائیں:

الدعوة الاسلامية العالمية

The World Islamic Mission

(An International Religious Organisation)

Central Office: 201/207, SHOREDITCH HIGH STREET, LONDON E. 1.

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله و کفی وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ.

ایها السادة!

انــه لـمـن الـمـحـزن ان نـری جیشیـن مـن اقوی الجیوش الاسلامیة تتـطـاحـن فـی حـرب ضروس بالرغم من توافر کا المعطیات لاتحادها ضد عـدوهـا الـمشتـرک، مـن الـمـحزن ان نری الا مکانیات الضخمة لا یران ولـلـعراق تهد ر بطریقة تدفعنا للتخوف علی اقتصاد البلدین وازدها رهما، مـن الـمـحـزن ان نـری جثت السلمین تملا الحدود بین البلدین، وانه لمن الـمـحزن اکثر ان نسمع الخمینی یدعوا ذلک جهادا فی سبیل الله، کیف یکون جهادا فی سبیل الله قتل المسلم للمسلم.

لـقـد تزاید التذمر بین عامة المسلمین اعتراضا علی اصرار الخمینی علی اعطاء الخمینی حربه هذه صفة الجهاد.

ادعـاء ات الخمینی هذه اعطت انطباعا عالمیا سیئا جدا عن الجهاد، حتی انسه اصبح یقترن بالارهاب والاعتداء بالمجازر البسریة.

انـنـی اود ان الفت انتباه الخمینی الی ان هذه الحرب حرب حدود و مشاکل جوار بین ایران والعراق ما ظلت هذه الحرب علی الحدود، ولکن اصـرار الـخمینی علی نقلها الی بغداد والبصرة سیغیر من طبیعتها ویجعلها حـرب ایـران و اشـقـائهـا العرب، حیث ان الامة الاسلامیة العربیة لن تقف مـکـتـوفة الا یـدی وبـغدادی تحتا، وقد ظهر ذلک جلیا لکل ذو بصر عند زیـارـة مـلـک الاردن و رئـیـس مـصـر الـخـاطـفة لبـغداد بمجرد تعرضها لـلـقـصـف، فهـل یرغب الخمینی فی اثارة حرب عنصریة لن تکون نتائجها حمیدة علی الامة الاسلامیة جمعا.

وهـل قـام الـخـمینی بثورته لیعز الاسلام ام لیثیر حرب بین الشعوب

الاسلامية كلها تصرفها عن اعدائها الحقيقيين و تهدر امكانياتها.

ان العـراق اعـلن عدة مرات فى مناسبات مختلفة عن رغبته فى انهاء هذه الحرب وقبول مبداء المفاوضة ولكن اصرار الخمينى على استمرارها بـل وتـصعيدها ووضع شروط غير منطقية لأنهائها يجعلنى اقترح على هذا المؤتمر ان يذكره بالاية الكريمة التى تقوا "وان جنحوا للسلم فأجنح لها" وهذا فى حق العدو الكافر فما بالك بأحياء المسلم.

انـنـى اقتـرح عـلى مؤتمر كم الموقر ان يتقدم للخمينى بطلب ايقاف الحرب بدون قيد او شرط قبل حلول شهر رمضان المبارك والجلوس مع اشقائه العراقيين للتغاوض بالخصوص.

اذا لم يتجاوب الخمينى مع مؤتمرنا هذا فأننى اقترح ان يعود كا وفد الـى بـلاده طـالبـا مـن حكومتها العمل على تأسيس قوة الاسلامية مشتركة تـقف عـلـى الـحدود بين البلدين لمنع اعتناء احداهما على الاخرى، ايران على العراق.

اذا لـم تتمكن القوات الاسلامية المشتركة من ايقاف الحرب فعليها التـدخـل ضـد الـمعتدى انطلاقا من قول الله تعالىٰ فى الاية الكريمة "فأن بـغت احداهما على اخرى فقاتلوا التى تبغى حتى تغى الى امر الله." صدق الله العظيم.

فقكم الله ايها السادة لما فيه الخير
والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته
قمر الزمان الاعظمى
سكريتر العام للدعوة الاسلامية العالمية
انجلترا

حجاز کانفرنس لندن ۱۹۸۵ء: ۱۹۸۳ء میں امامِ اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت سیدی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے عظیم ترجمۂ قرآن پر متحدہ عرب امارات کی وزارتِ قانون اُمورِ اسلامیہ اور اوقاف کی جانب سے ائمۂ مساجد اور واعظین کو ایک گشتی مراسلہ (Circular) نیز رابطۂ عالمِ اسلامی مکۃ المکرّمہ کے سیکریٹریٹ (Secretariat) کی طرف سے یہ فتویٰ جاری کیا گیا کہ ''کنزالایمان ترجمۂ قرآن'' جہاں بھی ملے اسے جلا دیا جائے۔ اعلیٰ حضرت کی ذاتِ گرامی اور کنزالایمان پر جھوٹے الزامات تراشے گئے۔ چنانچہ اس کے ردِّ عمل کے نتیجے میں ''ورلڈ اسلامک مشن'' اور دنیا بھر کے علمائے اہلِ سُنّت کے تئیں شدید غم وغصہ پایا گیا۔ چنانچہ ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ کے قائدین نے ۲۴؍فروری ۸۳ء، ۲۵؍مارچ ۸۳ء، ۱۲؍اپریل ۸۳ء اور پھر ۱۳؍مئی ۸۳ء کو خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کے نام بتوسط سفیرِ سعودیہ عربیہ متعینہ لندن کو خطوط روانہ کیے۔ ان خطوط میں اس بات پر توجہ دلائی گئی تھی کہ علمائے نجد کے فتوے سے عالمِ اسلام خصوصاً ہند و پاک کے مسلمانوں میں حد درجہ اضطراب اور بے چینی پائی جارہی ہے۔ لہٰذا اس فتوے کو فوری طور پر واپس لیا جائے اور برصغیر ہندو پاک کے مسلمانوں سے باضابطہ معذرت کی جائے۔ لیکن جب شاہ فہد کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا تو ''حجاز کانفرنس'' کے نام سے ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ کے زیر اہتمام ایک بین الاقوامی کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا گیا۔

یہ عظیم الشان اجتماع مورخہ ۵؍مئی ۱۹۸۵ء ویمبلے سینٹر (Wemley Centre) لندن میں منعقد ہوا۔ جس کے دو طویل اجلاس مجموعی طور پر دس گھنٹے تک جاری رہے۔ جس میں سے ایک کی صدارت نقیب الاشراف شہزادۂ شہنشاہِ بغداد حضرت سیدنا طاہر علاء الدین گیلانی نے کی، جبکہ دوسرے اجلاس کی صدارت دیوان سید آلِ مجتبیٰ صاحب سجادہ نشین دیوان عالم پناہ اجمیر مقدس نے فرمائی تھی۔

اس کانفرنس کا مقصد اُمّتِ محمدیہ میں عالمی پیمانے پر وحدتِ فکر وعمل کے ذریعے اتحادِ عالم اسلام قائم کرنا تھا۔ اس کانفرنس میں جو قراردادیں پاس ہوئیں اس کے مطالعے سے یہ

امر واضح ہو جائے گا کہ ''ورلڈ اسلامک مشن'' کا مقصدِ اعلیٰ غلط فہمیاں دور کر کے مسلمانوں کو قریب لانا تھا۔ اس تاریخ ساز کانفرنس کے اسٹیج سیکریٹری ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ کے سیکریٹری جنرل حضور مفکرِ اسلام سیدی علامہ قمرالزماں اعظمی تھے۔ بلاشبہ حجاز کانفرنس لندن کی کامیابی میں علامہ اعظمی کی شب و روز کی محنتیں اور دقت طراز کوششوں کا بڑا دخل ہے۔

اب ذیل میں حجاز کانفرنس کی تفصیلی قرارداد سے چند اہم اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔ جسے رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری نائب صدر ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ نے مرتب فرمایا تھا۔ ظاہر ہے کہ زیرِ نظر مضمون کی طوالت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ قرارداد کی مکمل کاپی یہاں شائع کی جائے۔ واضح رہے کہ حجاز کانفرنس لندن کی قرارداد تقریباً سات ۷/صفحات پر مشتمل ہے جو کہ راقم الحروف کے پاس (قلمی نسخہ) خود علامہ کی تحریر میں موجود ہے۔ ان شاءاللہ پھر کسی موقع سے اس کی اشاعت منظر عام پر لائی جائے گی۔

''حجاز کانفرنس لندن'' کے بعد بھی خادم الحرمین شاہ فہد سے ملاقات کی پیہم کوشش کی گئی مگر جب کامیابی نہیں ہوئی تو مایوسی کی اس فضا میں ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ نے اپنے مرکزی قائدین کے مشورے سے یہ فیصلہ کیا کہ مارچ ۱۹۸۷ء میں جب شاہ فہد لندن کے دورے پر آئیں تو حکومت سعودیہ اور علمائے نجد کے اس طرزِ عمل کے خلاف ''محضر نامے'' پیش کیے جائیں گے اور ان کی جانب سے مجرمانہ تغافل کے خلاف لندن کی شاہراہِ عام پر مظاہرہ کیا جائے گا۔ جس کا اعلان برطانیا کے تمام قومی (National) اور بین الاقوامی (International) اخبارات میں کیا گیا۔ اور ایک کتاب مفتوح (Open Letter) شاہ فہد کے نام سے شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کتاب مفتوح کا انگریزی متن حاضرِ خدمت ہے، ملاحظہ فرمائیں:

A Memorandum To
Khadim-ul-Harmain
Fahd Bin Abdul Aziz

Presented by the delegation of

The World Islamic Mission (UK Branch)

201/207 Shoreditch High Street, London E1 6PH

World Islamic Mission

President: Maulana Shah Ahmed Noorani

Vice President: Maulana Abdul Sattar Khan Niazi

General Secretary: Allama Qamar-uz-Zaman Azmi

An open letter to His Majesty, King Fahd of Saudi Arabia upon his visit to the United Kingdom from 24th March to 26th March.

We wish to welcome Your Majesty to this country and express our appreciation of the improvement of some of the premises and facilities for pilgrims in the Holy Places of Mecca and Medina.

We strongly regret, however, that we have no alternative but use the columns of this newspaper in order to convey our grievances to you, as all previous efforts through the channels have failed to evoke any response.

The mainstream of muslims (Ahli Sunna Wal-jama), who make up about 90% of the total muslim population, have been subjected to continual harassment by Wahabi ulema (the religious leader of the Wahabi sect) since Your Majesty's family came to power. With the advent of the pro-dollar, this harassment, coupled with intimidation and oppression, increased to an intolerable level.

It is common occurence that people are arrested, manhandled and beaten, while a lucky few are deported, all because they pray in a fashion not approved of by the narrow-minded Wahabi ulama of your kingdom. You will be aware that the religious leadership and scholarship throughout the ages has come from areas such as Egypt and North Africa, Syria, Iraq, Turkey, Central Asia and the Indian Subcontinent, in spite of the location of Mecca and Medina in Saudi Arabia.

When our repeated petitions were ignored, a number of conferences were held, notably the internationally acclaimed "Hejaz

Conference" in London on 5th May 1985 and the "Kanzul Iman Conference" in Birmingham. It was agreed that a delegation be sent to Your Majesty's London Embassy on 7th 1985 to discuss the matter.

The delegation was given firm assurance that Your Majesty would look into the matter and that a platform for discussion with Wahabi ulama would be set up as well as a private audience with this assurance, and as a token of this faith, we went along with the Embassy's request to refrain from further public debate. Yet to this day, no action has been taken further to this assurance.

The delegation also presented the Embassy's with a copy of "Resolutions Passed at the Hejaz Conference", a brief summary of which is given below:

1. The pilgrimage tax which is expressly forbidden by the Quran should abolished.

2. Wahabi ulama should not impose their beliefs and teachings on 99% of the muslims (this includes Shiats as well as Sunnis), and, therefore, pilgrims should be allowed to carry copies of the Quran which contain translations and commentary by prominent non-Wahabi muslims (e.g. Maulana Ahmad Riza Khan).

3. Muslims should be free to celebrate the Prophet's Birthday in Saudi Arabia, as they are in every other Muslims country, since this celebration is in accordance with the Quran (Surah Ahzab, 56). Intimidation and harassment of those active in organising this celebration should be stopped at once while basic human and religious rights should be restored.

4. All religious and historical sites should be preserved, restored and protected according to the teachings of the Qu'ran.

5. Excessive house rent during pilgrimage to Mecca and Medina should be held in check, while other muslim governments should be invited to co-operate on the improvements of facilities for pilgrims.

6. We reiterate very strongly that we bear no personal grudge against the Saudi Royal family, yet we feel that Your Majesty should provide an opportunity for our ulama to present and explain their point of view concerning the Quran and Sunna. It would then

become clear how the Wahabi ulama have misguided the Saudi Government and have directly affected its prestige and honour.

7. The mainstream muslims shoud be given proportional representation in the World Muslim League if it is to claim its international character.

Your Majesty will note that these resolutions are based on the Quran and Sunna and that our grievances are very genuine and very pressing.

In the interest of all Muslims, and of Islam in general, we hope that Your Majesty will give consideration to these grievances, which might well pave the way for improving the situations in many other areas, too. Furthermore, it would call a halt to the public debate which is very harmful to all of us.

May Allah guide Your Majesty and give you foresight and make you an instrument of unification.

اسی اثنا میں ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ کے نمائندگان کی شہزادہ سلطان ترکی بن عبدالعزیز (شاہ فہد کے برادرِ حقیقی) سے یہاں لندن میں ملاقات ہوگئی اور اہلِ سُنّت و جماعت کی ناراضگی اور احتجاج کے جذبات سے انھیں آگاہ کیا گیا۔ شہزادہ مذکور نے جواب دیا کہ ان کی نوٹس میں نہ حجاز کانفرنس کی قراردادیں لائی گئیں اور نہ ہی مذاکرات کے سلسلے میں شاہ فہد بن عبدالعزیز خادم الحرمین شریفین کی صدارت میں علماے نجد سے مذاکرات کی پیش کش کا کوئی ذکر ہوا ہے۔ بہر حال شہزادہ ترکی نے یقین دلایا کہ شاہ فہد سے ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ کے علما کی ملاقات کا ہم جلد ہی اہتمام کریں گے۔

چنانچہ مارچ ۸۷ء کی آخری تاریخوں میں خادم الحرمین شریفین شاہ فہد نے مشن کے علما سے یہاں لندن میں ملاقات کی اور پُر امن طریقے سے اختلافات کو دور کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ساتھ ہی شاہ فہد نے مشن کے نمائندوں کو یقین دلایا کہ ''حجاز کانفرنس لندن'' کے مطالبات کے سلسلے میں ضروری اقدامات کریں گے۔ اور ان شاء اللہ عالمِ اسلام سے جو سُنّی حجاج زائرین سعودی عرب آتے ہیں ان کی دشواریوں کے ازالے کی پوری کوشش کی جائے گی۔

خادم الحرمین شریفین شاہ فہد کی ملاقات کی تفصیلات بتانے کے لیے ورلڈ اسلامک مشن

نے لندن میں ایک پریس کانفرنس کا انعقاد کیا۔اس کانفرنس میں شاہ فہد کے بھائی شہزادہ ترکی کی ملاقات کی تفصیل مشن (WIM) کے سرپرست خواجہ سید غلام السیّدین اور مجلس الائمہ والمساجد کے چیئرمین ڈاکٹر محمد ذکی بداوی اور مشن کے ترجمان علامہ شاہ احمد نورانی کے برادر بزرگ علامہ شاہ محمد جیلانی صدیقی نے بیان پڑھ کر کی، جس کی رپورٹ روزنامہ جنگ لندن ۱۳/اپریل ۱۹۸۷ء، یومیۃ العرب العالمیۃ، لندن ۷/اپریل ۸۷ء، Daily Times, London ۷/اپریل ۸۷ء، The Nation, Lahore، روزنامہ نوائے وقت لاہور، Dawn, Karachi نے نمایاں طور پر شائع کی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں جنگ لندن کی رپورٹ:

سوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت سے وابستہ مسلم نمائندے خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز سے یہاں لندن میں ملاقات کر کے سُنّی مسلمانوں کی متعدد شکایات اور مطالبات ان تک پہنچانے کی کئی سالوں سے کوشش کر رہے تھے۔ شاہ فہد کے بھائی شہزادہ ترکی کی کوششوں سے ورلڈ اسلامک مشن (یوکے) برطانیا کا ایک وفد شاہ کے حالیہ دورۂ برطانیا کے دوران ان سے ملا۔ مشن کے وفد کی شاہ فہد سے ملاقات تقریباً ۴۵/منٹ جاری رہی۔ اس دوران شاہ نے تمام شکایات کو توجہ کے ساتھ سُنا اور اسباب و وجوہات پر بھی گفتگو کی۔ آخر میں شاہ فہد نے وعدہ کیا کہ وہ ان تمام شکایات کی پوری تحقیق کریں گے، اور ان کے ازالے کی پوری کوشش کی جائے گی۔ علامہ شاہ غلام جیلانی صدیقی کے تحریری بیان کے بعد پرنس ترکی نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شاہ فہد کو ''حجاز کانفرنس'' کے مطالبات اور سنّیوں کی شکایات کا علم نہ تھا۔ ورنہ اس کے ازالے کے لیے اس سے قبل ہی اقدامات کیے جاتے۔ اب ان تمام باتوں کا علم ہونے کے بعد شاہ فہد نے اوّلین فرصت میں ورلڈ اسلامک مشن کے وفد سے خصوصی ملاقات کی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ تمام مطالبات پر ہمدردی سے غور کیا جائے گا۔ نیز شاہ فہد نے پیغام دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے اختلافات کو ختم کرنا چاہتے ہیں، اور لوگوں کے مذہبی اُمور میں مداخلت کو پسند نہیں کرتے۔ قرآن پاک کے

ترجمہ کنزالایمان اور تفسیر خزائن العرفان پر پابندی کا انھیں کوئی علم نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ پابندی ان کے حکم سے لگائی گئی ہے۔ وہ تحقیقات کے بعد اس کا ضرور ازالہ کریں گے۔

پرنس ترکی نے میلاد شریف کے انعقاد کے بارے میں کہا کہ ہمارے یہاں میلاد پر ہرگز پابندی نہیں ہے۔ سعودی حکومت خود میلاد کا اہتمام کرتی ہے۔ لیکن اپنا اپنا طریقہ ہے۔ ہم میلاد کی محفل کے لیے کسی مخصوص انداز کو کسی پر مسلّط نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ دائرۂ شریعت میں رہ کر مختلف جداگانہ طریقوں سے محفلِ میلاد شریف کے اہتمام کی آزادی ہوگی۔

(مطبوعہ رپورٹ روزنامہ جنگ، لندن ۱۳؍اپریل ۱۹۸۷ء)

’’حجاز کانفرنس‘‘ لندن ۵؍مئی ۱۹۸۵ء کی قراردادیں

THE RESOLUTIONS OF HIJAZ CONFERENCE LONDON

پہلی قرارداد: سورۂ حج کی آیت نمبر ۲۵ اور سورۂ بقرہ کی آیت ۱۱۴ کی روشنی میں پیش کی گئی، جہاں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ’’اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے روکے۔ اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔‘‘

اس تناظر میں سعودی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ حاجیوں سے داخلے کا ٹیکس یا رہائش گاہ کا کرایہ وصول نہ کیا جائے۔

دوسری قرارداد: کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن اور دلائل الخیرات اور دیگر کتبِ وظائف سے پابندی فوری طور پر ختم کی جائے۔

تیسری قرارداد: محفلِ میلادالنبی اور محافلِ صلوٰۃ وسلام کی ضرورت کو سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۶ سے ثابت کرتے ہوئے حکومتِ سعودیہ عربیہ سے مطالبہ کیا گیا کہ ان محافل پر کسی قسم کی پابندی عائد نہ کی جائے۔ جن مسلمانوں کو اس قسم کی محافل ومجالس کے انعقاد کے جرم میں قید و بند کی تکالیف دی گئیں، جلاوطن کیا گیا، ان کے کاروبار تباہ کیے گئے، ان کے مکانات

انھیں واپس کیے جائیں اور کاروبار و تجارت کو بحال کیا جائے۔
چوتھی قرارداد: سورۂ حج کی آیت نمبر ۳۲ ترجمہ ''اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دِلوں کی پرہیزگاری سے ہے'' کے تحت شعائر اللہ اور اسلامی تاریخی یادگاروں کے تحفظ و احترام کا اہتمام کیا جائے۔ جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کے تقدس کو بحال کیا جائے۔
پانچویں قرارداد: موسم حج کے دوران حرمین شریفین کے رہائشی مکانات اور ہوٹلوں کے کرایوں میں یک لخت ہوش رُبا اضافے کی روک تھام کی جائے، اور حکومت سعودیہ ممالکِ اسلامیہ کے تعاون سے حاجیوں کے لیے رہائش گاہیں تعمیر کرائے۔
چھٹی قرارداد: حکومت سعودی عرب سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ دینی معاملات میں صرف نجدی علما کے فتاوے کو زبردستی نافذ کرنے کے بجائے، اختلافی مسائل میں علمائے اہلِ سُنّت و جماعت کے نقطۂ نگاہ کو پیش کرنے کا موقع دیا جائے اور اس مقصد کے لیے حکومت سعودی علمائے اہلِ سُنّت کے ایک نمائندہ وفد کے موقف کی وضاحت اور اشاعت کے مواقع فراہم کرے۔
ساتویں اور آخری قرارداد: حکومت سعودیہ عربیہ کو متوجہ کیا جاتا ہے کہ وہ ''رابطہ عالم اسلامی'' کی افتراق انگیز سرگرمیوں پر قدغن لگائے۔ اور اسی طرح سعودی نواز دیگر اسلامی تنظیموں کو بھی متعصّبانہ، فرقہ پرستانہ ریشہ دوانیوں سے حکماً روک دے۔

بہر کیف پرنس ترکی اور شاہ فہد اپنے وعدوں کے بعد واپس چلے گئے اور انھوں نے ورلڈ اسلامک مشن کے قائدین کے ساتھ علمائے نجد کی ملاقات کا جو وعدہ کیا تھا اس سلسلے میں سفیر سعودی عرب لندن کو بارہا یاد دہانی کرائی گئی مگر ابتداء ٹال مٹول کے تاخیری حربے استعمال کیے گئے۔ پھر بعد میں یہ کہا گیا کہ آپ اپنے ان علما کے نام دیجیے جو علمائے نجد سے گفتگو کریں گے۔ چنانچہ حضور تاج الشریعۃ علامہ اختر رضا خان صاحب قبلہ الازہری، رئیس القلم علامہ ارشد القادری، مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی اور ڈاکٹر شجاعت علی قادری کے اسمائے گرامی سعودی سفیر لندن کو بھیجے گئے، لیکن اس کا کوئی مثبت جواب تادمِ تحریر موصول نہیں ہوا۔ ایسا لگتا ہے کہ کتاب مفتوح (Open Letter) کے مضر اثرات سے بچنے کے لیے ایسا

وعدہ کرلیا گیا تھا۔ ہاں! اس کے بعد اتنا ضرور ہوا کہ وہ تشدد، سختیاں اور علمائے اہلِ سُنّت کو گرفتار کر کے واپس بھیجنے کی روایت ختم ہوگئی۔ مگر ابھی بہت سارا کام اس ضمن میں باقی ہے جو علمائے اہلِ سُنّت کو انجام دینا ہے۔

حجاز کانفرنس ہو یا عراق/ ایران کانفرنس ہو یا امریکہ و یورپ میں قوم وملّت کی ماضیِ قریب میں جتنی بھی اہم تحریکیں اُٹھی ہیں، علامہ قمر الزماں اعظمی نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُرسوز کے حامل بن کر نمایاں کردار و عمل کے ساتھ سامنے نظر آئے ہیں اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ مغرب میں علامہ اعظمی کے بے پایاں اخلاص و ایثار اور جذبۂ عمل کی ناقابلِ تسخیر صلاحیتوں کے حوالے سے ذیل میں رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا ایک یادگار مکتوب بنام علامہ اعظمی ملاحظہ فرمائیے:

پیکرِ اخلاص ومحبت، مجسمۂ خیر وسعادت، حضرت علامہ اعظمی مذہباً مشرباً و مولداً

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ثم السلام علیکم

مزاجِ ہمایوں نصیب!

جمشید پور، پٹنہ اور اپنے وطن بلیا کے طویل سفر سے واپسی پر نامۂ گرامی کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ کے خط کے ذریعے یہ معلوم کر کے بے پایاں مسرت ہوئی کہ آپ نے خموشی کے ساتھ علم وادب کی جو کاشت کی ہے، اب اس کی پہلی فصل تیار ہے۔ یہ آپ کا عظیم الشان علمی کارنامہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ''قمر'' کے گرد کواکب کا اجتماع جتنا خوش نظر ہوگا، اس کی تعبیر کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

یقیناً یہ موقع اس قابل ہے کہ اخلاص پیشہ اہلِ نظر کو آپ دعوتِ نظارہ دیں۔ اس خبر پر سب سے زیادہ خوشی مجھے اس بات پر ہے کہ جزیرۂ برطانیا میں اہلِ سُنّت کی ایک بلند پایہ درس گاہ کے قیام کا منصوبہ تنہا اپنی ذات سے کسی رسمی اعلان کے بغیر آپ نے پورا کر دیا۔ **فجزاک اللہ مولیٰ تعالیٰ۔**

اب ضرب المثل کے طور پر یہ بات علی رؤس الاشہاد کہی جا سکتی ہے کہ لوگ عمارت

بنانے کے بعد علما کی پیداوار شروع کرتے ہیں اور آپ علما پیدا کرنے کے بعد عمارت کا آغاز کریں گے۔ اپنے اقران و معاصرین میں جس طرح آپ بے مثال ہیں، آپ کا یہ کارنامہ بھی بے مثال ہے۔

میں صمیمِ قلب کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ آپ کی قوتِ ارادی اور علم و فضل کا شباب کبھی زوال پذیر نہ ہو۔ اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے ہماری تمناؤں کو بار بار فائز المرام کریں۔

اپنے متعلقین کو سلام کہہ دیں۔ اور احبابِ اہلِ سُنّت کو بھی سلام۔ باقی عند الملاقات۔

والسلام...... خیر اندیش...... آپ کا مخلص

ارشد القادری

جامعہ حضرت نظام الدین اولیا۔ ذاکر نگر، نئی دہلی

۷؍دسمبر ۱۹۹۷ء

قارئین نے حضور رئیس القلم سیدی علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کی عقابی نظروں میں حضرت مفکر اسلام علامہ قمر الزماں سیکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ کی خدمت و وقعت کس درجہ اہمیت خیز تھی اس کا اندازہ قارئین نے حضور رئیس القلم کے مکتوب نامے سے لگایا ہوگا۔

علامہ اعظمی کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ انھوں نے اختلافی مسائل میں اکیڈمک اپروچ (Academic Approach) یا علمی طریقۂ اظہار کو اختیار کیا ہے۔ اور شدید جذباتی ماحول میں بھی وہ منطقی اور علمی استدلال سے گریز نہیں کرتے۔ دلائل اور جذبات کا اتنا حسین امتزاج بہت کم دیکھا گیا ہے۔ مفکرِ اسلام علامہ اعظمی خطاب برائے خطاب کے نہیں بلکہ خطاب برائے تعمیر کے قائل ہیں۔ چنانچہ ان کے خطبات ہوا کے دوش پر اُڑ نہیں گئے بلکہ وہ ہندوستان اور یورپ و امریکہ میں پھیلے ہوئے درجنوں اِداروں اور اسلامی مراکز کی شکل میں موجود ہیں۔ عصرِ حاضر میں علامہ اعظمی ان عبقری شخصیات میں سے ہیں جو گذشتہ چار دہائیوں سے اپنی بلند قامتی، سحر انگیزی اور متنوع جذبۂ اخلاص کے باعث شرق و

غرب میں اہلِ سنّت کی آواز بنے ہوئے ہیں۔ ان کی ذاتِ گرامی میں شرافت، دیانت، مروّت، فتح مندی، شب بیداری، عبادت گذاری اور قوتِ برداشت کا وہ عظیم تسلسل موجود ہے جس سے موت کو حیات میں بدلنے کا راز آشکار ہوتا ہے۔ ربّ قدیر اہلِ سنّت کے اس محسن کو ہم میں بہت دیر تک باقی رکھے۔ اور ان کا سایۂ عاطفت اربابِ علم و دانش کے سروں پر طویل عرصے تک سلامت رہے...... آمین یارب العالمین۔ سماحۃ الاستاذ سیدی علامہ اعظمی کے کردار و عمل کی عظمت کا پورا احاطہ میرے فکر کی دسترس سے باہر ہے۔ تاہم میرے یہ شکستہ حروف ان کی حریم فکر و فن کی نذر ہیں، جہاں بیٹھ کر میں نے زندگی کی قدریں سیکھی ہیں اور مستقبل کی راہوں میں صحرا نوردی کا حوصلہ پایا ہے۔

مت سہل ہمیں جانو! پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

☆......☆......☆

علامہ اعظمی کے چند خطوط

علامہ بدر القادری
اسلامک اکیڈمی، ہالینڈ

خطوط و مکاتیب کو انسانی مزاج کا آئینہ کہا گیا ہے۔ ایک دوسرے سے رابطے کے سلسلے میں صفحۂ قرطاس پر لکھی جانے والی تحریر عام طور پر برملا اور بے تکلفانہ ہوتی ہیں۔ جن کے ذریعے شخصیت کے خدوخال پر بلاواسطہ روشنی پڑتی ہے۔ بُرا ہو ٹیلی فون اور ان جیسی ایجادات کا جنھوں نے خط و کتابت کے موضوع ہی کو گویا نسیاً منسیاً کر دیا۔ ۱۹۷۸ء میں جس وقت میں نے یورپ میں قدم رکھا اُس وقت تک ابھی خط لکھنے لکھانے کا کچھ رواج باقی تھا۔ اس طور پر متعدد اکابر اور احباب کی تحریریں خط کی شکل میں راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں علامہ قمر الزماں اعظمی قبلہ کے بھی کئی مکتوبات ہیں۔ ایک خط نہایت ہی اہم اور حضرت کی شخصیت کا عکّاس ہے۔

واضح رہے کہ حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی کا یہ مجھ پر احسانِ عظیم ہے کہ انھوں نے مجھے ہالینڈ میں بلا کر یہاں کی تنظیم نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی (NIS) کی خدمات پر مامور فرمایا۔ مکمل تفصیلِ سفر فقیر کی کتاب ''جادہ و منزل'' میں آچکی ہے۔ یہاں حضرت علامہ اعظمی قبلہ سے متعلق ان کی شخصیت اور کارناموں کے بارے میں کچھ لکھنا ہے۔ اس لیے جن باتوں سے ان کے کسی سوانحی گوشے پر روشنی پڑے گی انھی کو زیرِ قلم لانے کی کوشش کروں گا۔

نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی کے ارکان و اعوان کو راقم الحروف کے بارے میں معلومات فراہم ہونے کے بعد سید وزیر الدین انور صدر جماعت نے مجھے یہاں سے دعوت نامہ بھیجا۔ حضور حافظِ ملت رحمۃ اللہ علیہ میرے آقائے نعمت دنیا سے پردہ فرما چکے تھے۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے شعبۂ نشر و اشاعت کی ذمے داریاں میرے سر پر تھیں۔ ماہ نامہ ''اشرفیہ'' جاری

ہو چکا تھا، جس کی ادارت، ترتیب، طباعت سے لے کر ترسیل و ممبر سازی سب کا بوجھ میرے کاندھوں پر تھا۔ "حافظِ ملت نمبر" پر کام ہو رہا تھا۔ الجامعہ کے اربابِ حل وعقد کی طرف سے میرے خلاف یہ بگل بج چکا تھا کہ جن لوگوں کا تکیہ حضور حافظِ ملت پہ تھا انھیں چاہیے کہ اپنا بستر گول کریں۔ اس کے باوجود میں چاہتا تھا کہ "حافظِ ملت نمبر" کسی طرح چھپوانے کے بعد ہی رختِ سفر باندھوں۔ ادھر گھر پر والد محترم متواتر علیل چل رہے تھے۔ جن کے علاج معالجے کی فکر بھی مجھ پر تھی۔ ان وجوہات کی بنیاد پر ہالینڈ کے لوگوں کی دعوت ملنے کے ایک سال بعد مَیں سفرِ ہالینڈ کے لیے آمادہ ہو سکا۔ علامہ اعظمی ہی چونکہ مجھے ہالینڈ بلوانے کے محرّک تھے، اس لیے اس عبوری عرصے میں ان کی ذمّے داری اور میرے پہنچنے میں تاخیر کی وجہ سے حضرت کی بے قراری ان کے مکتوب سے واضح ہے جو انھوں نے ۹؍جنوری ۱۹۸۷ء کو اسلامک مشنری کالج کے لیٹر پیڈ پر تحریر فرمایا۔ لکھتے ہیں:

عزیز گرامی قدر سلام ورحمت

مزاجِ ہمایوں؟

بہت دنوں سے کوئی عریضہ حاضرِ خدمت نہ کر سکا۔ وجہ یہ ہے کہ تقریباً ایک ماہ تک حجازِ مقدس میں حاضر رہا۔ حج پاک کی سعادت کے بعد دو ہفتے کے لیے ہالینڈ چلا گیا۔ کل واپس آیا ہوں۔ کل ہالینڈ والوں سے تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ انھوں نے معاہدہ فارم روانہ کر دیا ہے۔ اور غالباً آپ نے جواب بھی مرحمت فرمایا ہے۔ مگر ہنوز انھیں آپ کی جانب سے یہ اطلاع نہ مل سکی کہ آپ کب تک قدم رنجہ فرما رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ربیع النور شریف تک اگر آپ ہالینڈ پہنچ جائیں تو یہ ان کی خوش قسمتی ہوگی۔

ہالینڈ یہاں سے ایک گھنٹے کے ہوائی سفر کے فاصلے پر ہے۔ ڈچ حکومت ہے۔ عوام و خواص کی زبان ڈچ ہے۔ لیکن زیادہ مسلمان ۱۸۶۱ء میں ایک معاہدہ کے تحت بحیثیت مزدور ہندوستان کے پوربی علاقوں مثلاً بلیا، گورکھ پور، بہار اور کلکتہ وغیرہ سے سُری نام، جنوبی امریکہ گئے تھے۔ اب سُری نام آزاد ہو گیا ہے تو وہ لوگ ہالینڈ واپس آ گئے ہیں۔ اس لیے کہ

سُری نام ہالینڈ کی کالونی تھا۔ اس لیے ان کی زبان پوربی ہے اور لباس وغیرہ کچھ قدیم کچھ جدید ہے۔ چونکہ سو سال تک مذہب سے دور رہے ہیں۔ اس لیے دینی اعتبار سے بہت پس ماندہ ہیں۔ چند رسوم و رواج کے علاوہ دین کے بارے میں ان کو معلوم نہیں۔ غیر ترقی یافتہ ہیں۔ اس لیے اختلافات بھی بہت ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی برکت سے سارے اختلافات دور ہو جائیں گے۔ علما اگر بے غرض ہو کر کام کریں تو ان سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ جو تنظیم آپ کو مدعو کر رہی ہے اس کے فرد سید صاحب سُنّی العقیدہ ہیں مگر مودودیت سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھ نرم روی اختیار کرنی مناسب ہوگی۔

ہالینڈ سے جرمنی، فرانس، بیلجیم، اسپین، ڈنمارک جملہ ممالکِ یورپ بہت قریب ہیں۔ اور بذریعہ ٹرین آمد و رفت ہے۔ ہالینڈ میں اگر اہلِ سُنّت کا ایک بڑا مرکز قائم ہو جاتا ہے تو پورے یورپ پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔ ہالینڈ کا دوسرا نام نیدر لینڈ (Nederland) بھی ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی عدالت جو بین الاقوامی قوانین کو مرتب کرتی ہے، اور بین الاقوامی مسائل پر فیصلہ کرتی ہے وہ ہالینڈ ہی میں ہے۔ پوربی مسلمانوں کے علاوہ ٹرکی، انڈونیشی اور مراکشی مسلمان ہیں۔ سُنّیت عام ہے۔ جب تک آپ عازمِ سفر نہیں ہوتے اس وقت تک عربی زبان بولنے کی مشق جاری رکھیں۔ اس لیے کہ وہاں پادریوں کے اصول کے مطابق کبھی کبھی مسلم رہنما کو اسپتالوں میں مریضوں کو دُعا کے لیے اور مزاج پُرسی کے لیے جانا پڑتا ہے۔ تھوڑی بہت انگلش آجائے تو بہت بہتر ہے۔ سید صاحب ورلڈ اسلامک مشن کے کنوینر بھی ہیں۔ مشن سے دوری کی وجہ سے وہاں بہت زیادہ کام نہ ہو سکا۔ ان شاء اللہ آپ کے آنے کے بعد کام کو تیز کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ آپ کے علاوہ جو علما اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ بین الاقوامی سطح پر دین کا کام کرنے کا پُر خلوص جذبہ رکھتے ہوں، ان کے نام روانہ کریں تاکہ بوقتِ ضرورت ان کے نام اسپانسر فارم وغیرہ روانہ کیا جا سکے۔ اور اگر کسی طرح سے وہ لوگ پاسپورٹ بنوالیں تو یہ بہت زیادہ بہتر ہوگا۔ اس لیے کہ کسی بھی وقت ضرورت پیش آسکتی ہے۔

آپ کے آنے کے بعد ہی یہ کوشش کی جائے گی کہ آپ کے بچے وغیرہ کس طرح آسکتے ہیں۔ اگر وہ وہاں رہنا پسند کریں تو آپ کو معقول چھٹی ملتی رہے گی۔ ان شاءاللہ تنخواہ معقول ہے ان شاء اللہ معاشی پریشانی نہ ہوگی۔ سامانِ سفر میں دو گرم شیروانی اور تبلیغی خطابوں میں معاونت کرنے والی کتب اپنے ساتھ ضرور لائیں۔

اپنے بعد اشرفیہ کی اِدارت کس کے سپرد کریں گے، یہ ایک خلش ہے دور فرمائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جامعہ کو نقصان پہنچے۔ جامعہ کے جملہ اساتذہ کی خدمتوں میں سلام پیش فرما دیں۔ والسلام

خادم

قمرالزماں اعظمی

9/1/78

علامہ اعظمی کا میرے نام یہ نہایت مفصل اور طویل ترین مکتوب گرامی ہے، جس میں ان کی شخصیت، ان کی فکر، جذبۂ اشاعت و تبلیغِ اسلام، ان کی دور اندیشی، آفاقی اور بلند سوچ، تاریخ دانی، مدعو قوم کے عادات وخصائل اور اس کی خوبیوں اور خامیوں پر گہری نظر، اخلاص و للّٰہیت کی وقعت، انکساری، خرد نوازی پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ ایشیا کی اپنی مرکزی عظیم درس گاہ مادرِ علمی الجامعۃ الاشرفیہ کی فکر اور زمین کے کس خطے کو مرکزِ دعوت و تبلیغ بنا کر کام کیا جائے تو اس کے اثرات کہاں تک ہو سکتے ہیں؟ ان دور اندیشانہ تفکّرات پر اس خط میں وافر ثبوت موجود ہیں۔ ہندوستان سے ہالینڈ کا سفر درپیش ہوا تو مَیں نے پاسپورٹ کی درخواست دی۔ پاسپورٹ میں تاخیر کی اطلاع مَیں نے علامہ اعظمی قبلہ کو دی، اس پر حضرت کا گرامی نامہ آیا۔

باسمہٖ تعالیٰ

عزیز گرامی قدر سلام ورحمت

گرامی نامہ ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ خدا کرے آپ کا پاسپورٹ جلد بن جائے اور جلد از جلد برطانیہ (ہالینڈ) تشریف لاسکیں۔

مَیں آج ہی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مجوزہ پروگرام کے پیش نظر ہالینڈ جا رہا

ہوں۔ وہاں سے واپسی کے بعد آپ کو خط لکھوں گا۔ یہاں اور سب حالات لائقِ شکر ہیں۔

والسلام

خادم قمرالزماں اعظمی

18/2/78

نیدر لینڈ اسلامک سوسائٹی ان دِنوں ہالینڈ کی واحد وسیع تنظیم تھی جس کے تحت RAI کے قیمتی ہال میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر شان دار جلسے ہوا کرتے تھے۔ جن میں پانچ پانچ ہزار تک کے اجتماعات ہوتے تھے۔ اور ہالینڈ میں رہنے والے تمام قومیتوں کے مسلمان شریک ہوا کرتے تھے۔ مسلم ممالک کے سفراء اور مندوبین بھی ذوق وشوق سے ان جلسوں اور اجتماعات میں مدعو ہوتے تھے۔ جن کو NIS کے تصویری البم میں اور اہلِ ذوق کے تصویری کلکشنز میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ان اجتماعات اور جلسوں کی جان حضرت علامہ اعظمی ہوا کرتے تھے۔ آگے چل کر آپ ہی کی کوششوں سے ہالینڈ کی سرزمین پر مولانا عبدالوہاب صدیقی، علامہ شاہد رضا نعیمی وغیرہ متعدد علما اور مبلغین تشریف لائے۔

میرے ہالینڈ آنے پر مسرّت: راقم الحروف خدا خدا کر کے اگست ۱۹۷۸ء کو ہالینڈ پہنچا۔ حضرت علامہ اعظمی قبلہ، حضرت علامہ شاہد رضا نعیمی، حضرت مولانا ممتاز احمد اشر القادری، حضرت مولانا قاری محمد اسمٰعیل مصباحی راج ڈیل اور حلقۂ احباب علما اور ہالینڈ کے مسلمانوں نے نہایت خندہ پیشانی اور خلوص ومحبت سے اس عاجز کا استقبال کیا۔ اپنی نیک خواہشات اور دعاؤں سے سرفراز کیا۔ حضرت علامہ اعظمی کا مکتوب گرامی آیا:

باسمہٖ تعالیٰ

محترم المقام مولانا بدر القادری السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاجِ وہّاج...... میں اپنی تمام مصروفیات سے جان چھڑا کر ان شاء اللہ وسطِ ستمبر تک برطانیہ پہنچ رہا ہوں۔ پھر آپ سے ان شاء اللہ اکثر ملاقات رہے گی۔

خدا کرے آپ بڑے مطمئن ہوں۔ اور وہاں ایسے حالات پیدا ہوں جس کی وجہ سے

معقول کام ہو سکے۔ جملہ احباب سے سلام فرمائیں۔ والسلام

خادم قمرالزماں اعظمی

3/8/78

ذمے دارانِ NIS کو مکتوب: ہندوستان سے میری ہالینڈ آمد پر داعی جماعت NIS کے صدر، سیکریٹری اور خزانچی کو بھی آپ نے ایک خط تحریر فرمایا:

باسمہٖ تعالیٰ

عزیزانِ گرامی وزیرالدین سید صاحب و دل محمد صاحب و نواب علی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاجِ اقدس!

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ کی خواہش کے عین مطابق مولانا بدرالقادری صاحب مدظلہ العالی ہالینڈ تشریف لے جارہے ہیں۔ مولانا کے جانے سے ہندوستان کے علمی ماحول میں جو عظیم خلا پیدا ہوگا خدا سے دعا کریں کہ وہ جلد از جلد پُر ہو جائے۔

مجھے اُمید ہے کہ مولانا بدرالقادری آپ حضرات کی توقعات اور خواہشات کے معیار پر پورے اُتریں گے۔ اب آپ حضرات اس عظیم کام کی تکمیل میں جلد از جلد مصروف ہو جائیں جس کے لیے مولانا کو زحمت دی گئی ہے۔ خدا کرے ایمسٹرڈم میں آپ لوگوں کے ہاتھوں اسلام سر بلند ہو سکے۔

افسوس کہ مَیں مولانا کے ساتھ حاضر نہیں ہو پا رہا ہوں۔ اب میں رمضان شریف کے بعد حاضر ہو سکوں گا۔ اس لیے زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ کانفرنس میری واپسی کے بعد رکھی جائے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے پہلے ہی ناگزیر ہو تو مشن میں مولانا ممتاز وغیرہ سے رابطہ قائم کر کے انتظامات کر لیے جائیں اور سب حالات لائق شکر ہیں۔ والسلام

خادم قمرالزماں اعظمی

6/7/78

مولانا عبدالقیوم زمینِ اشرفیہ اور وصالِ مجاہدِ ملت: مَیں ہالینڈ

پہنچا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں کے مسلمانوں میں مسرّت وشادمانی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ایمسٹرڈم، دی ہیگ، روٹرڈم، یوتریخت، اینڈ ہوون، نیتی یغن وغیرہ مسلم آبادی والے تمام شہروں میں جلسوں، میلاد پروگراموں اور اجتماعات اور خصوصیت کے ساتھ NIS کی عمارت میں درس وتدریس، محافلِ نعت، ذکر وفکر کی رونقیں شروع ہوگئیں۔ سُرینام اور پاکستان سے تعلق رکھنے والے طلبہ اور طالبات میں قرآن مجید سیکھنے اور دینیات کا علم حاصل کرنے کا نیا ذوق پیدا ہوا۔ اسی کے ساتھ ساتھ باذوق خانوادوں کے بچوں میں حافظ، عالم اور قاری بننے کا جذبہ بیدار ہوا۔

اسی عرصے میں ڈین ہیگ کے مسلمانوں میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس شہر میں بھی ہندوستان سے ایک عالمِ دین بلایا جائے۔ رائے مشورہ کے بعد اشرفیہ کے ایک فاضل پر نگاہ ٹکی، جو اپنے اندر گوناگوں صلاحیتیں رکھتے تھے۔ اچھے عالم، بہترین قاری، شاندار حافظ، خوش الحان نعت خواں حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب جو اُن دنوں بمبئی کی ایک مسجد کے خطیب تھے۔ حضرت علامہ اعظمی بھی اُن کی خوبیوں کے مدّاح تھے۔ حضرت علامہ ارشد القادری اور علامہ قمر الزماں اعظمی کے مقبولِ نظر تلمیذ جناب حاجی محمد ابراہیم عبدل صاحب (عرف رودی) سے مولانا عبدالقیوم صاحب کو ہالینڈ بلوانے کے سلسلے میں متعدد میٹنگیں ہوئیں۔ اور اخیر میں یہ طے پایا کہ علامہ اعظمی صاحب قبلہ ان دنوں ہندوستان کے دورے پر ہیں۔ حضرت سے گزارش کی جائے کہ وہ بذاتِ خود مولانا موصوف سے گفتگو کرکے انھیں ہالینڈ آنے کے لیے راضی کرلیں۔ اور ان سے معاملات طے فرمالیں۔ اس عریضے کے جواب میں حضرت علامہ اعظمی کا مندرجہ ذیل مکتوب آیا، جس میں موضوعِ بالا کا جواب بھی ہے اور اشرفیہ کے درد کے ساتھ ساتھ سرکار مجاہدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کا غم بھی۔ ملاحظہ ہو:

باسمہ تعالیٰ

مولانائے محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج وہاج؟ آپ کا گرامی نامہ ملا۔عنایات کا شکریہ۔

بھائی عبدل کو اور دیگر احباب کو مطمئن فرما دیں کہ مَیں ۱۱ر تاریخ کو حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب سے ملاقات کرر ہا ہوں۔اور وہ راضی ہوگئے تو فوراً ہی مطلع کروں گا۔ان شاءاللہ۔مَیں اپریل کے دوسرے عشرے میں پہنچ رہا ہوں تا کہ حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کے عرس میں شرکت ہوجائے۔الجامعۃ الاشرفیہ ہندو مسلم فساد کے دہانے پر پہنچ گیا تھا۔بحمدللہ فساد تو ٹل گیا،اب زمین کے سلسلے میں حکام سے گفتگو جاری ہے۔دعا کریں کہ میری واپسی سے قبل کوئی باوقار حل نکل آئے۔

یہ جان کر آپ بے پناہ غم ہوگا کہ حضور مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ر مارچ ۱۹۸۱ء کو بمبئی میں وصال فرماگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لیاقت بھائی اور دیگر احباب کو سلام کہہ دیں۔ والسلام

خادم

قمرالزماں اعظمی

مولانا رضوان احمد اعظمی کی خبر شہادت سُن کر: میرے بڑے بھائی حضرت مولانا رضوان احمد اعظمی مصباحی، حضرت علامہ قمرالزماں اعظمی قبلہ کے ساتھی اور ہم درس تھے۔ان دونوں حضرات نے الجامعۃ الاشرفیہ میں ایک ساتھ ہی تعلیم حاصل کی تھی۔اور ایک ساتھ ہی فارغ ہوئے تھے۔فراغت کے بعد انھوں نے ہندوستان کے کئی مقامات پر تدریس وامامت کی خدمت سرانجام دی تھی۔بھیونڈی میں پارنا کہ مسجد کے خطیب وامام تھے۔جہاں ہندو بلوائیوں نے انھیں فساد کے زمانے میں شہید کردیا۔جس کی خبر ملنے پر حضرت علامہ نے میرے زخمی دل پر مرہم رکھا۔تعزیت نامہ روانہ تحریر فرمایا:

باسمہٖ تعالیٰ

مولانائے محترم سلام ورحمت

مزاج؟

گرامی نامہ ملا۔ برادر گرامی مولانا رضوان احمد الاعظمی کی دردناک شہادت کے بارے میں جان کر بے پناہ غم ہوا۔ مولانا موصوف میرے ہم جماعت تھے۔ خدائے پاک مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت جگہ دے۔ یقین کامل ہے کہ جمعہ کے روز اور مسجد میں غیر مسلموں کے ہاتھ سے شہادت یقیناً انھیں شہید کے مرتبے پر فائز کرے گی۔

خدا آپ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ دو سال کے اندر یہ دوسرا حادثہ ہے جس کے غم سے آپ دوچار ہیں۔ مولانا مرحوم کی شہادت کی اطلاع اسی ہفتے بمبئی کے ایک خط سے مل گئی تھی۔ مگر مجھے معلوم تھا کہ آپ ہندوستان ہیں اسی لیے تعزیتی عریضہ حاضر نہ کرسکا۔ میں ان شاء المولیٰ تعالیٰ ان کی محفلِ ایصالِ ثواب میں شرکت کروں گا اور سب حالات لائق شکر ہیں۔ خدا ظالموں کو سزا دے اور ہندوستان کے مسلمانوں پر رحم فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ والسلام

شریکِ غم
قمر الزماں اعظمی
27/6/84

صرف یہی نہیں بلکہ مولانا رضوان احمد شہید کے عرسِ چہلم کے موقع پر ایمسٹرڈم بیلم میر کے بیلم ہاؤس کے اندر بھی تشریف لائے اور اپنے رفیقِ درس اور میرے برادرِ مکرم کی بے دردانہ شہادت پر اپنے قلبی رنج وغم کا اظہار فرمایا۔ مولانا رضوان احمد شہید کا واقعۂ شہادت چونکہ ایک ہم تاریخی حادثہ تھا۔ اور شرپسندوں ہندوؤں کی ستم رانیوں کا ایک منہ بولتا ثبوت تھا۔ اس لیے راقم الحروف اسے قلم بند کرکے ''تذکرہ مولانا رضوان احمد اعظمی'' کے نام سے شائع کردیا ہے۔ تاکہ یادگار رہے اور خانوادۂ اسحاقی کے آنے والے اخلاف اسے معمولی بات سمجھ کر فراموش نہ کردیں۔ حضرت علامہ اعظمی قبلہ نے عرسِ چہلم کے موقع پر جو کچھ ارشاد فرمایا اس کی تلخیص کتابِ مذکور میں شامل ہے، جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

تلخیص خطاب علامہ اعظمی:

انسان نے زمین پر جو سب سے پہلا پیشہ اختیار کیا ہے...... وہ ہے زراعت۔ عقلِ انسانی بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے۔ کیوں کہ انسان کو شکم کی آگ بجھانے کی فکر نے خوراک فراہم کرنے پر آمادہ کیا ہوگا۔ حضرت ابوالبشر سیّدنا آدم علیہ السلام نے خود زراعت کی ہے۔ زراعت کا پیشہ اتنا قدیم ہے جتنی تاریخ آدمیت اور انسانیت۔

آپ میں سے بہت سے لوگ زمین میں کاشت کرنے والوں سے واقف ہوں گے۔ آپ نے کسان کو دیکھا ہوگا، جو کھیت کی مٹی کو تیار کرنے میں خود کو مٹی کر دیتا ہے۔ ایک ننھا سا دانہ جب کسان کے ہاتھوں آغوشِ زمین رکھا جاتا ہے جس میں زندگی کی رمق نہیں، حیات کے آثار نہیں، بظاہر نمو نہیں، انبساط نہیں، کوئی شگفتگی نہیں، کنکریوں کی طرح یہاں سے وہاں منتقل کیا جاتا ہے۔ لیکن وہی دانہ جب کسان اپنی محنتوں کے بل بوتے پر زمین کے حوالے کرتا ہے، تو پورا نظامِ فطرت اس کی پرورش پر لگ جاتا ہے۔ آپ پھر دیکھتے ہیں کہ وہ دانہ کس قدر ناز پروردہ ہوتا ہے۔ کس قدر اس کی ناز برداری کی جاتی ہے۔ زمین میں رکھ دیا گیا۔ خاک میں ملا دیا گیا ہے۔ مٹی میں چھپا دیا گیا ہے۔ بظاہر مٹی کے نمک کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ زمین کی اس شوریدگی کے حوالے جو بڑے بڑے فراعنہ کے جسموں کو کھا جاتی ہے۔ بڑے بڑے نماردہ کی ہڈیوں کو گلا دیتی ہے۔ وہی زمین ایک چھوٹے سے دانے کو فنا نہیں کرتی۔ اس لیے کہ وہ دانہ اللہ کی رحمت کے سہارے رکھا گیا ہے۔ اللہ کی ربوبیت کے اعتماد پر رکھا گیا ہے۔ ایک عظیم پیغمبر کی ادائے سُنّت کے طور پر رکھا گیا ہے۔ زراعت کے اُصولوں پر رکھا گیا ہے۔ اب یہ عالم ہے کہ زمین اس کی حفاظت کرتی ہے۔ پھر اس کے بعد آپ دیکھتے ہیں کہ زمین کی توانائی سمیٹ کر وہی دانہ ایک نرم و نازک کونپل کی صورت میں ظہور کرتا ہے۔ اتنی نرم و نازک کونپل کہ بارِ شبنم بھی نہ اُٹھا سکے۔ اگر شبنم کا بوجھ پڑے تو اس کی کمر جھک جائے۔ مگر اس کی قوت کا یہ عالم کہ زمین کا سینہ چیر کر سر اُبھارتی ہے۔ نزاکت و طاقت کا اتنا حسین امتزاج کہیں نہیں دیکھا گیا ہوگا۔

عزیزانِ ملتِ اسلامیہ! آپ نے دیکھا کہ شگوفہ اور کونپل کے برآمد ہونے تک اور

اس کے بعد نظامِ قدرت اس کی پرورش پر متوجہ ہے۔ زمین نے اسے شیرِ حیات پلایا۔ سورج نے اسے پروان چڑھایا۔ نسیمِ سحری نے اسے جھولا جھلایا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ ایک تناور درخت بن گیا۔ اتنا تناور کہ لوگ اس کے سائے میں پناہ لے سکیں۔ غور فرمایئے...... دانہ ایک ہے، پانی ایک ہے، مٹی کا رنگ ایک ہے، مگر پھول کھلتے ہیں تو رنگ برنگ کے، پھول برآمد ہورہے ہیں تو مختلف انواع واقسام کے۔ اگر بڑا درخت ہے تو ہزاروں پھل بھی لیجیے۔ اور سائے سے بھی مستفید ہویئے۔ اور اگر ایک گندم کا دانہ ہی ہے تو اس میں ایک یا اس سے زائد سات بالیاں ہوئیں، اور ہر بال میں سینکڑوں دانے پیدا ہوئے۔ مَیں عرض کرنا چاہوں گا کہ جب یہ قانون ہمارے سامنے آگیا کہ اللہ کے سہارے اگر ایک دانہ ہم سُپردِ خاک کریں گے تو وہ سینکڑوں اور ہزاروں دانوں کی شکل میں نمودار ہوگا۔ اور ایک پیسہ ہم راہِ خدا میں خرچ کریں گے تو سینکڑوں پیسوں کا ثواب فراہم ہوگا۔ قرآن فرماتا ہے:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۔ جو ایک نیکی لائے، اس کو اس کا دس گنا اجر ملے گا۔

اب تمہی بتاؤ! کہ تم ایک پیسہ دو تو سینکڑوں پیسوں کا ثواب ملے۔ ایک دانہ زمین میں بوؤ تو ہزار دانوں کی شکل میں نمودار ہو۔ ایک توانائی اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو کثیر توانائیوں کا ثواب لے جاؤ۔ تو جس نے ایک زندگی اللہ کے راستے میں دی ہے تو کیا اسے ہزاروں زندگی نہیں ملے گی۔ شہید اسی لیے نہیں مرتا کہ شہید اگر مرجائے تو شہید کی خود کی ناقدری ہے۔ شہید اگر مرجائے تو اس کے اخلاص کی ناقدری ہے۔ شہید اگر مرجائے تو شہید کے ساتھ انصاف نہیں ہے۔ نظامِ قدرت وفطرت کے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ شہید ہمیشہ زندہ رہے۔ اس نے زندگی دی ہے۔ اب اس کی موت تو مرسکتی ہے۔ مگر زندگی نہیں مرسکتی۔

ایک لمحے کے لیے آئی تھی انہیں بھی موت
پھر ہمیشہ کے لیے ان کی موت مرگئی

قرآن وحدیث تو ہمارے مراکزِ حیات ہیں۔ سرمایۂ زندگی ہے۔ قرآن وحدیث سے

الگ ہوکر بھی نظمِ کائنات شہید کی زندگی کا گواہ ہے۔ ہمارے شہدا جو خاک میں ملائے جاتے ہیں ان سے ایک جہانِ تازہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک انقلابِ نو نمودار ہوتا ہے۔ اور تاریخی لحاظ سے جہاں جہاں بھی ہمارا خون بہا ہے۔ وہاں وہاں انقلاب ضرور آیا ہے۔ وہ ظلم کی زمینیں، وہ سرکشی کی زمینیں گواہ ہیں کہ خونِ مسلم کبھی رائیگاں نہیں ہوا ہے۔ مولانا رضوان! میں آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ نذرِ احترام پیش کرتا ہوں۔ آپ مُردہ نہیں ہیں۔ آپ زندہ ہیں۔ ہماری فکروں میں۔ ہمارے دل میں۔ ہمارے احساسات میں۔ ہماری آرزوؤں میں۔ ہندوستان کی مسلم تحریکوں میں، جہاں اسلام کی عظیم قدروں کی پرورش ہورہی ہے۔ خاک وخون میں مل کر، دریائے لہو میں ڈوب کر ہم نے انقلابِ تازہ کی شمعیں روشن کی ہیں۔ وہ افغانستان کی وادی ہو یا اشبیلیہ وطلیطلہ کی سرزمین، سمرقند کا علاقہ ہو یا اسکندریہ کی زمین، جہاں جہاں ہمارا خون بہا ہے، اسلام کے شجر کی آبیاری ہوئی ہے۔ ہم نے اپنے خون کی بنیاد پر نئے باغ وبہار اُگائے ہیں۔ ہندوستان میں ایک نیا انقلاب کروٹیں لے رہا ہے۔ ایک نئی زندگی انگڑائی لے رہی ہے۔ اسلام دشمن شاید ہماری دینی قدروں اور مسلمانوں کی تاریخ احیا سے واقف نہیں ہے۔ کوئی ایک مسلمان شہید ہوگا، اس سے زندگی کا ایک نیا سرچشمہ برآمد ہوگا، ایک نئی دنیا پیدا ہوگی، پیار ومحبت کی بنیاد پر ممکن ہے کہ تم انہیں بدل سکتے ہو یا انہیں ان کے نظامِ حیات سے ہٹا سکتے ہو۔ مگر نفرتوں اور مظالم کی بنیاد پر نہ کبھی قومِ مسلم کو مٹایا جاسکا ہے، نہ انھیں ان کے نظامِ حیات سے منحرف کیا جاسکا ہے۔

کل کیا جانے کیا بیتے گی شہر کے بنگلے والوں پر
اہلِ نظر کچھ دیکھ رہے ہیں ہاتھ کی چند لکیروں میں

ہندوستان میں اسلام کی بنیاد پر اب مسلمانوں کا خون بہنا شروع ہوچکا ہے اور جب خون بہتا ہے تو خون کا وقار بھی قائم ہوتا ہے۔ خون کا احترام بھی سمجھا جاتا ہے۔ خون نئے آئین کا آہنگ، خون ایک نئے نظام اور نئے اسلوب کے ساتھ آتا ہے۔ اور الحمدللہ! کہ اب خون دینے والوں نے نہایت بے خوفی سے خون دینا شروع کردیا ہے۔ پہلے خون دیتے تھے

مگر ڈرتے تھے۔ پہلے خون دیتے تھے مگر لرزتے تھے۔ اب انہوں نے طے کرلیا ہے کہ اگر ہمیں مرنا ہے تو اسی زمین پر اور زندہ رہنا ہے تو اسی زمین پر، دنیا کی کوئی زمین ہمیں پناہ نہ دے سکے گی۔ اور جب کوئی قوم دنیا کی ہر زمین سے مایوس ہوجاتی ہے تو اپنی ہی زمین پر ایک قلعہ تعمیر کرتی ہے۔ جو زندگی بخش قلعہ ہوتا ہے۔ دنیا کے کسی ملک نے ہندوستان میں مسلمانوں کی نسل کشی کا کوئی نوٹس نہیں دیا۔ کسی ملک نے احتجاج نہیں کیا۔ کسی باضمیر تنظیم نے بھی اس خون کے لیے آنسو نہیں بہایا۔ ہندوستان کا مسلمان جو کبھی لبنان کے لیے روتا ہے۔ کبھی مسجد اقصیٰ کی دیواروں کے پیچھے شہید ہونے والوں کے لیے احتجاج کرتا ہے۔ جو دنیا بھر کے اہلِ اسلام کے لیے اپنے اندر تڑپ رکھتا ہے۔ آج وہی مسلمان ظلم وستم کا شکار ہے۔ مگر کوئی احتجاج کرنے والا نہیں۔ دنیا کی تمام حکومتوں کی اپنی مصلحتیں ہوں گی۔ مگر احکم الحاکمین کا اپنا قانون ہے۔

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝ (سورۃ النمل:۶۲)

بھلا کون قبول کرتا ہے ایک بے قرار کی فریاد جب وہ اسے پکارتا ہے اور (کون) دور کرتا ہے تکلیف کو اور (کس) نے بنایا ہے تمہیں زمین میں خلیفہ کیا کوئی اور خدا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تم بہت کم غور وفکر کرتے ہو۔

آج ہندوستان کا مسلمان اضطراب کے مقام پر کھڑا ہے، جہاں سے خدائے رحمٰن و رحیم کی نصرتیں بہت قریب ہیں۔ مولانا رضوان احمد اعظمی کی شہادت کے بعد کبھی احساس ہوتا کہ میرا رفیقِ درس چھوٹا، میرا ساتھی بچھڑ گیا، کبھی یہ خیال کہ اپنے اس پیارے دوست کو اب کبھی نہ دیکھ سکوں گا جسے ایک درس گاہ میں کئی سال تک متواتر دیکھا ہے۔ مگر اسی کے ساتھ ساتھ یہ خوشی بھی ہے کہ رضوان پھر نظر آئے گا۔ جنت کی بہاروں میں۔ اہلِ جنت کے ہجوم کے ساتھ، شہدا کے ہمراہ۔ اگر وہ رضوان رہتا تو پتہ نہیں کہاں رہتا۔ اور خدا معلوم اس کا کیا انجام ہوتا۔ مگر اب تو اس رضوان کو دیکھنے اور ملنے کا یقین ہو چکا ہے۔ کیوں کہ وہ اللہ کی

رحمتوں میں چلا گیا ہے۔ اللہ کی اس رحمت میں گیا ہے جس کے بعد انسانی زندگی نہ فنا کی جاسکتی ہے، نہ مٹائی جاسکتی ہے۔

ایک انتہائی سلیم الفطرت، ایک انتہائی سادہ طبیعت، ایک انتہائی مؤمنانہ مزاج رکھنے والا انسان، ایک صاحبِ کردار مسلمان، ہم سے رخصت ہوگیا۔ مگر شہادت ہر ایک کے مقدر میں کہاں ہوتی ہے۔ شہادت کے لیے قدرت خود لوگوں کو منتخب فرماتی ہے۔ کاش ہم بھی کسی مسجد میں شہید ہوتے۔ ہم بھی کسی مسجد کی چٹائی میں لپیٹ کر پھونک دیئے جاتے۔ کاش! ہمارا بھی مقدر ہوتا کہ ہم بھی اللہ کے نام پر مارے جاتے...... اور کلمۂ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھنے کی یہ سزا پاتے کہ اللہ کی رحمتوں میں بھیج دیئے جاتے۔ ہم ایسی شہادت کے لیے تیار ہیں۔ ہر لمحہ تیار ہیں، ہر آن تیار ہیں، اور صرف ہم نہیں...... ہندوستان کے کروڑوں مسلمان اپنے سینوں میں یہی جذبہ رکھتے ہیں۔

یاد رکھو! کہ اس طرح مسلم کشی سے اسلام بالکل نہ مٹے گا۔ سُنو! کہ جس دور میں قرطبہ اور اشبیلیہ میں مسلمانوں کا قتلِ عام ہورہا تھا۔ اسی زمانے میں جاوا اور سماترا کے علاقوں میں اسلام پھیل رہا تھا۔ ایک طرف اسپین و اُندلس میں مسلمانوں کو مٹایا جارہا تھا۔ دوسری طرف قسطنطنیہ کی آغوش فرزندانِ اسلام کی پرورش کے لیے تیار ہورہی تھی۔ تم دس بھیونڈی اور پیدا کروگے۔ چند احمد آباد اور بناؤ گے۔ مگر یاد رکھو! تم جتنے جیالوں کو شہید کروگے۔ مسلمان ماؤں کی گودیں اتنے بچے روز پیدا کر کے میدانِ شہادت میں لا کھڑا کریں گی۔ کہاں تک قتل کروگے۔ اور کہاں تک مٹاؤ گے اس قوم کو جو مٹی کے تیل یا گھی سے نہیں، بلکہ اپنا چراغِ زندگی اپنے خون سے روشن کررہی ہے۔

ہم اس عظیم بھائی کو خراجِ احترام پیش کرتے ہیں جو خانۂ خدا کے اندر ظلم کے ہاتھوں شہید ہوا۔ یقیناً یہ سیّدنا عمر فاروق کی سُنّت ہے۔ سیّدنا مولائے کائنات علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہما) کی سُنّت ہے۔ اور ان تمام اکابرینِ ملتِ اسلامیہ کی سُنّت ہے جو مساجد میں شہید کیے گئے۔ مسلمانو! خدارا اب ہوش سنبھالو! اور عیش کوشیاں چھوڑ دو۔ جنازوں پر جنازے اُٹھ

رہے ہیں، اور تم کھیل رہے ہو۔ عزّتیں لٹ رہی ہیں، اور تم کھیل رہے ہو۔ آبروئیں برباد ہورہی ہیں، اور تم کھیل رہے ہو۔ یاد رکھو! ہندوستانی مسلمان اس وقت سخت امتحان کے مراحل میں ہیں۔ تمہیں احساس کرنا ہوگا۔ مَیں دنیا بھر کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ دولتیں اور پیسے جنہیں وہ اپنے شوق اور تفریحات پر خرچ کرتے ہیں، ان کے حق دار اور مصارف عیاشی کے اڈّے اور مراکز نہیں ہیں۔ بلکہ تمہارے وہ مظلوم بھائی، بہنیں اور بچے ہیں جو بے سہارا، بیوہ اور یتیم ہورہے ہیں۔ خدارا احساس کرو۔ یاد رکھو! تمہارے اپنے بھائی سے رشتہ تو خون کی بنیاد پر ہے۔ مگر مسلمان سے رشتہ رسول کی بنیاد پر ہے۔ قرآن کی بنیاد پر ہے۔ اور توحید کی بنیاد پر ہے۔

آتے آتے مَیں نے سوچا کہ مولانا کے لیے کلمۂ تعزیت تلاش کرلوں۔ لیکن زبان و بیان پر قدرت کے باوجود اس لمحۂ موجود درد کے لیے مَیں الفاظ کے انتخاب میں ناکام رہا۔ مولانا جب ہالینڈ آئے تو ان کے والد گرامی رحلت کرگئے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ دوسرے بڑے بھائی کا انتقال ہوا۔ اور یہ حادثہ رونما ہوا۔ اتنے متواتر اور غم واندوہ کے لیے کہاں سے کلماتِ تعزیت تلاش کیے جائیں۔ زبان کا اپنا محدود دامن ہوتا ہے۔ اس کی وسعتِ دامانی پر نظر کی۔ عاجز رہا۔ پھر قرآن عزیز نے بڑھ کر سہارا دیا۔ اور بے ساختہ زبان پر آیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ میاں! کوئی اپنے گھر سے باہر جائے تو غم کی بات ہے۔ باہر سے گھر آنے پر غم نہیں کیا جاتا۔ ہم جہاں سے آئے تھے، وہیں تو جانا ہے۔ مولانا جہاں سے آئے تھے، وہیں تو گئے نا۔ اللہ سے بڑا محبت کرنے والا کون ہوگا۔ اللہ سے زیادہ رحم کرنے والا کون ہوگا۔ اللہ سے زیادہ کرم کرنے والا کون ہوگا۔ وہ آپ کے ساتھ تھے تو آپ کبھی اُن کا ساتھ چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ اب وہ اللہ کی رحمتوں میں چلے گئے ہیں۔ اللہ کی رحمتیں ان کا ساتھ چھوڑ کر کبھی نہیں جائیں گی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ یہی وہ عظیم اعتماد تھا کہ بڑے بڑے صحابۂ کرام اور مجاہدینِ اسلام موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی کا چہرہ دیکھا کرتے تھے۔ مومن موت سے نہیں ڈرتا۔ موت سے وہ ڈرتا ہے، مرنے کے بعد جسے جہنم

کے شعلوں کا خوف ہو۔ موت سے وہ نہیں ڈرتا، مرنے کے بعد جنت کی بہاریں جس کا انتظار کرتی ہوں۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہہ کہہ کر جس کی بارگاہ میں سجودِ نیاز لٹائے۔ سُنا ہے موت کے بعد ہی اس کا دیدار ہوتا ہے۔ موت تو ہمارے لیے نعمت ہے۔ زندگی بھر آہیں بھر بھر کر یہ کہا کیے ؎

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

موت تو مومن کے لیے سامانِ راحت ہے۔ مژدۂ جاں فزا ہے۔ مومن موت سے خائف نہیں ہوتا، بلکہ خدا کی بے پناہ غیبی عنایتوں اور نعمتوں کا دروازہ تصور کرتا ہے۔ مولانا رضوان، شہید گھر پر بھی ہو سکتے تھے۔ مگر یہ شہادت کا کتنا حسین موقع ہے کہ روے زمین کی سب سے بہتر جگہ پر شہید ہوئے۔ خَیْرُ الْبُقَاعِ مَسَاجِدُهَا وَشَرُّ الْبُقَاعِ اَسْوَاقُهَا۔ قدرت نے ان کی شہادت کے لیے مسجد کا انتخاب کیا۔ تا کہ شہید اور بھی معظم ہو جائے۔ سجدہ کر کے آئے ہوں گے یا سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے ہوں گے۔ یہ غم کا مقام نہیں مولانا۔ یہ تو خوشی کا مقام ہے۔ قسم خدا کی ہم دُعا کریں گے کہ خداوند عالم ہر سجدہ کرنے والے کو ایسی ہی موت عطا فرمائے۔ آمین۔ ہم ایسے موقع پر تعزیت نہیں کہیں گے بلکہ شعوری طور پر تہنیت کہیں گے کہ مرنے والا بلا شک اپنے پروردگار کی رحمتوں میں پہنچا ہے۔ (خطبہ علامہ اعظمی)

خصوصی توجہ: نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی (NIS) کے صدر جناب سید وزیر الدین انور صاحب انجینئر اور دیگر ارکانِ جماعت میں اختلافات میری آمد کے پہلے ہی سے چلے آرہے تھے۔ ابھی مجھے یہاں کے حالات اچھی طرح دیکھنے، سمجھنے اور کچھ کرنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا کہ صدر صاحب برطرف ہو گئے۔ اور جماعت کے اندر ایک انتشاری کیفیت پیدا ہو گئی۔ ایسی صورتِ حال میں میرے کچھ خیر خواہوں نے یہ بھی پیش کش کی کہ مَیں ہالینڈ چھوڑ کر سُری نام چلا جاؤں۔ اور وہاں اپنے کام کا آغاز کروں۔ مگر مَیں نے اس کو مسترد کر دیا۔ اور کہا کہ NIS نے دعوت دے کر بلایا ہے۔ اگر چہ وہ قدیم ڈھانچہ قائم نہیں رہا، مگر ہنگامے

کے بعد NIS کی دوسری باڈی منتخب ہو کر آئی ہے، اگر وہ مجھ سے خدمت لینا چاہتی ہے تو مَیں معاہدے کی پابندی کرتے ہوئے اس کے ساتھ کام کرنا اپنا اخلاقی ذمہ سمجھتا ہوں۔

حضرت علامہ اعظمی بھی ان حالات سے بے خبر نہیں تھے۔ آپ ان دنوں وطنِ عزیز خالص پور میں تھے۔ وہاں بھی حضرت کے سر پر کئی الجھنوں کا بوجھ تھا۔ بچے بیمار تھے، چیچک نکلی ہوئی تھی۔ رونا ہی کے جامعہ اسلامیہ میں بھی باہم رسّہ کشی جاری تھی۔ اس کے باوجود حضرت علامہ اعظمی ہالینڈ سے بے توجہ نہیں تھے۔

خالص پور سے ۹ر جولائی ۱۹۷۸ء کو تحریر فرماتے ہیں:

باسمہٖ تعالیٰ

محترم المقام مولانا بدر القادری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاجِ وہاج؟

آپ کے بخیر و عافیت ہالینڈ پہنچ جانے سے بابایاں مسرّت ہوئی۔ خدائے وحدہٗ قدوس آپ کے وہاں کے قیام کو مسلمانانِ نیدرلینڈ کے لیے زیادہ سے زیادہ موجبِ برکت و عزت بنائے۔ مَیں آپ کے جانے کے بعد مسلسل ابتلاؤں کا شکار رہا۔ تین بچوں کو پے در پے چیچک نکلی۔ ایک بھتیجے شبو میاں کا انتقال ہو گیا۔ مدرسہ رونا ہی شدید بحران سے دوچار تھا۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ حالات قابو میں ہیں۔ شوال میں ایک ہنگامی میٹنگ ہے جس میں میری شرکت بے پناہ ضروری ہے۔ ان شاء اللہ اس کے بعد ہی برطانیہ پہنچنے کی کوشش کروں گا۔

مسلمانانِ ہالینڈ کے اختلافات واقعی بہت زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ خدا کرے کہ وہ آپ کے ذریعے متحد و متفق ہو جائیں۔ اگر وہ لوگ متحد ہو جائیں تو یورپ میں ایک عظیم قوت بن سکتے ہیں۔ بواپسی ڈاک اپنی موجودہ مصروفیات سے آگاہ کریں۔

نواب بھائی، عبدل بھائی، سیکریٹری صاحب نیز دیگر احباب کو سلام عرض ہے۔ والسلام

خادم
قمر الزماں اعظمی
9/8/78

ماہ نامہ 'حجاز' لندن: ہالینڈ پہنچنے کے کچھ دنوں بعد NIS سے اردو زبان میں ''ندائے اسلام'' جاری ہوا۔ ڈچ میں Voice of Islam جو میری آمد کے پہلے ہی سے جاری تھا، اُس کے انگلش اور انڈونیشی ایڈیشن کا آغاز ہوا۔ ندائے اسلام کی کتابت مولانا منشا تابش قصوری کے ذریعے لاہور سے ہوتی تھی۔ حضرت علامہ اعظمی کی خواہش ہوئی کہ الدعوۃ الاسلامیہ کی طرح لندن سے ماہ نامہ 'حجاز' جاری ہو۔ جس کی کتابت کا انتظام بھی لاہور میں یا دہلی میں ہو۔ نیز مضامین کی فراہمی کا حکم فرمایا۔ یہ باتیں ۱۹۸۷ء کی ہیں۔ اس سلسلے میں راقم الحروف نے جو کوششیں کیں، حضرت کا یہ خط اس کے بارے میں ہے:

برادرِ عزیز مولانا بدر القادری

تحیہ دائرہ

مزاج؟

آپ کا گرامی نامہ ملا اور مولانا سعادت علی قادری صاحب کے مضامین بھی۔ بہت بہت شکریہ۔

مَیں پاکستان سے اور مولانا یٰسین اختر صاحب کے یہاں سے جوابات کا انتظار کر رہا ہوں تاکہ مضامین برائے کتابت ارسال کرسکوں۔ مولانا منشا صاحب کے یہاں سے مواد موصول ہوگیا ہو تو براہِ کرم مجھے فوراً مطلع کریں اس لیے کہ اب اگر تاخیر ہوئی تو اکتوبر میں پہلا شمارہ نکل سکے گا۔ حضرت مبلغ اسلام کی خدمت میں سلام۔

اور سب حالات بخیر ہیں۔ جواب سے نوازیں۔ والسلام

خادم

قمر الزماں اعظمی

10/8/87

عزیزی وقار اعظمی: حضرت علامہ قمر الزماں کے مکتوباتِ گراں قدر کے ساتھ ہی حضرت کے شہزادے میاں وقار الزماں اعظمی سلمہ کے بھی تین خط راقم الحروف کی فائل میں

محفوظ ہیں۔ جن میں ماہ نامہ 'حجاز' کی اشاعت اور گاہے تعطل کا ذکر ہے۔ حضرت علامہ اعظمی قبلہ کے اسفار کا تذکرہ، مانچسٹر میں حضرت علامہ اعظمی کی نگرانی میں شان دار مسجد اور دار العلوم کی تعمیر پر ۸/ماہ کے اندر ۶/لاکھ پونڈ کی خطیر رقم صرف ہونے کا اندازہ، ماہ نامہ 'حجاز' کے دوبارہ احیا، عاجز کے چند مضامین اور منظوم کتابوں پر اظہارِ مسرّت، شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں قبلہ کے دورۂ برطانیہ و ہالینڈ سے آگاہی، اپنی تعلیمی مصروفیات، لنکا شائر کے اندر پالی ٹکس پڑھنے اور امتحان میں کامیابی کا ذکر ہے۔

مخدوم گرامی حضرت علامہ بدر القادری صاحب قبلہ!

سلام مسنون!

مزاجِ وہاج؟

اُمید ہیکہ حضرت بعافیت ہوں گے۔ آپ کا نوازش نامہ ملا۔ مجھے بے حد شرمندگی ہے کہ روانگی کے وقت آپ کی زیارت سے محروم رہا، جس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

حضرت کی ہمت افزائی کا بے پناہ مشکور ہوں اور رب العزت کی بارگاہ میں عرض کناں ہوں کہ وہ مجھے صراطِ مستقیم پر چلائے۔ آمین

اور سبھی بخیر ہیں۔ احباب وغیر ہم کو سلام۔ والسلام

خاکسار

وقار الزماں اعظمی غفرلہ

نوٹ: نومبر و دسمبر کا شمارہ بھی حاضر خدمت ہے، ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت مخدوم گرامی صاحب قبلہ ادام اللہ ظلکم علینا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے کہ حضرت بعافیت ہوں گے۔ شفقت نامہ ملا۔ اس کے کچھ مہینوں قبل تصحیح نامہ ''تماشائے اہلِ کرم'' بھی موصول ہوا۔ جب سے خط لکھنے کے لیے سوچ رہا ہوں مگر عمل نہ ہوسکا۔ 'حجاز' چند ماہ سے شائع نہیں ہوا ہے۔ مَیں اپنی تعلیمی اور امتحانی تیاریوں میں بے پناہ

مصروف ہوں۔ والد صاحب قبلہ مدظلہ العالی دو ماہ کے لیے ہندوستان گئے تھے۔ جلد ہی واپس آئے تو مسجد اور درس گاہ کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ اس عظیم عمارت کی تعمیر میں ۸/ ماہ میں ۶/ لاکھ پونڈ خرچ ہوں گے۔ فی الحال اس کے چندے وغیرہ میں مصروف ہیں۔

ہم آپ کی یاد آوریوں کے بے پناہ مشکور ہیں۔ آئندہ جواب حاضر کرنے میں تاخیر نہ ہوگی۔ احباب وغیرہم کو سلام

خاکسار

وقار الزماں اعظمی غفرلہ

۱۵/۵/۹۰

محترم المقام حضرت علامہ بدر القادری صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بخیر و عافیت رہ کر طالب خیر ہوں۔ آپ کا خط ملا۔ ابھی چند روز قبل ابا حضور ہندوستان تشریف لے گئے۔ ۱۳/ اکتوبر تک واپسی متوقع ہے۔ ان شاء اللہ

آپ کے پہلے نعتیہ مجموعہ سے میں کافی متاثر ہوا تھا اور اب یہ جان کر کہ دوسرا ابھی شائع ہونے والا ہے خوشی کے ساتھ ساتھ کشش بھی بڑھ رہی ہے۔ آپ کی گوناگوں مصروفیات کا کچھ علم تو مجھے ضرور تھا مگر ان ساری تصنیفات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کی مصروفیات اور دین کی خدمت کا صحیح اندازہ اب کر سکا ہوں۔

ابھی کل ہی شیخ الاسلام حضرت علامہ مدنی میاں قبلہ مدظلہ العالی امریکہ سے لوٹے تو ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ موصوف اگلے ہفتے ہالینڈ کا دورہ فرمانے والے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ سے ملاقات ہوگی۔

پچھلے مہینے میرے امتحانات کے نتائج شائع ہوئے۔ بفضل اللہ کامیابی ہوئی ہے۔ اس وقت لنکا شائر (Lancashire) یونی ورسٹی میں پالی ٹکس پڑھ رہا ہوں۔ دینی تعلیم بھی جاری ہے۔ بقیہ سب خدا کا فضل ہے۔ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ والسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وقارالزماں اعظمی غفرلہ

۱۹۹۰/۱۰/۶

وقار بیٹے!

علامہ قمر اعظمی کے دل کی تو راحت ہے
بن خادمِ سُنّیت بیٹے! یہی عزت ہے
ہو نام ترا روشن تاریخ نگاراں میں
پھولے پھلے یہ گلشن ہر عہدِ بہاراں میں

دُعاگو

بدرالقادری غفرلہ

03-03-11

☆......☆......☆

علامہ قمرالزماں اعظمی.....فکرِ فردا کا امین

مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی قادری، امریکہ

کہتے ہیں ایک خوبی بھی کسی شخصیت کو قیمتی بنا سکتی ہے......پھر اگر ایک نہیں کئی خوبیاں کسی شخصیت میں پورے آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہو جائیں تو...... وہ بلاشبہ یکتائے روزگار ہے......نابغۂ عصر ہے......نادرالوجود ہے......پیکرِ عقل ودانش ہے......ملت کی آبرو ہے......جماعت کی رونق ہے......معمارِ قوم ہے......اور فکرِ فردا کا امین بھی ہے۔

ذرا ایک نظر ڈالیے تو سہی......آپ ایک شفیق استاذ بھی ہیں......بے مثل خطیب بھی ہیں......باکمال منتظم بھی ہیں......کامیاب مصنف بھی ہیں......خوش فکر شاعر بھی ہیں......منصف مزاج ناقد بھی ہیں......بے نظیر محقق بھی ہیں......علم وفن کی جلالت و جبروت کے پاسبان بھی......ذی ہوش مفکر بھی ہیں اور انقلابی ذہنیت کے مالک بھی......جس سمت چلے گئے اسے اپنی تعمیری ذہنیت سے لالہ زار بنا دیا......ویرانے میں ٹھہر گئے تو اسے اپنی جودتِ طبع سے آباد کر دیا......تنہائی میں بیٹھے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا کہ علم وحکمت کی تلاطم خیز موجیں تھم سی گئی ہوں اور کسی مجمع میں ہیں تو خیال گزرتا کہ نپی تلی فکر انگیز گفتگو کی اوٹ سے فکر ودانش کا آبشار ہولے ہولے گر رہا ہو......اپنوں کے درمیان ہوں تو ریشم کی طرح نرم اور گستاخوں سے ہم کلام ہوں تو دہکتا ہوا انگارا......شخصیت ایک ہے اور جلوہ ہزار......جس سمت سے نگاہ ڈالیے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں......حیرت واستعجاب سے......اعترافِ حقیقت سے ......اور تحسین وآفریں کے ملے جلے اثرات سے۔

یہ سچ ہے کہ انسان اپنی ظاہری ہیئت کی بنیاد پر قابل قدر نہیں ہوتا بلکہ صلاحیتیں کسی کو عظیم بناتی ہیں۔ مگر تمام تر وہبی وکسبی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ کسی کو اللہ نے ظاہری شان و شوکت سے بھی نواز دیا ہو تو کیا اسے نورٌ علی نور نہ کہا جائے گا؟ کیا بات ہے ہمارے

ممدوح مکرم کی! اللہ رب العزت نے آپ کو ہر اعتبار سے باکمال بنا دیا ہے۔ علم و عمل، زہد و تقوی، فکر و فن اور راست بازی و خوش گفتاری کے جملہ فضائل و محامد کے ساتھ ساتھ ظاہری محاسن و کمالات کے بھی جامع ہیں۔ وہ نہ صرف باطنی اعتبار سے ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں بلکہ قد و قامت، جسامت اور ڈیل ڈول سے بھی بڑے ہی باوقار لگتے ہیں۔ پہلی نظر ہی میں لوگ شخصیت کی سحر انگیزی سے مرعوب ہو جاتے ہیں اور جب باطنی جواہر و کمالات سے تھوڑی دیر ہی کے لیے سہی جب بھی پردہ اُٹھ جاتا ہے تو اچھے اچھے مبہوت ہو جاتے ہیں۔

بچپنے میں سنا کرتا تھا کہ لوگ حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مدظلہ العالی کو "مفکر ملت" کہتے ہیں۔ چھوٹی سی عمر میں اس کے صحیح مفہوم سے واقفیت نہ تھی مگر جب امریکہ میں انہیں قریب سے دیکھنے اور سننے کا شرف میسر آیا تو روح پکار اُٹھی کہ آپ کے نام کے ساتھ یہ سابقہ بالکل "الہامی" ہے۔

فکری جولانیت کے جلوے:

دین کے خادم کے لیے حالات کے تقاضوں کے مطابق مستقبل کی راہیں متعین کرنا اشد ضروری ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ اہم یہ ہے کہ داعی اسلام اپنی مذہبی روایات کا سر رشتہ کسی بھی لمحے ہاتھ سے چھوٹنے نہ دے۔ اس لیے کہ اگر حالات کے تقاضے ملحوظ نہ رکھے جائیں تو دعوت و تبلیغ کی راہیں غیر ارادی طور پر مسدود ہو جاتی ہیں اور اگر مذہبی شناخت کی پاسداری کا خیال نہ ہو تو تبلیغی میدان میں بعض جزوی کامیابی تو شاید حاصل ہو جائے مگر دین کی اصل روح تک رسائی ممکن نہ ہو سکے گی۔ یہی وہ فلسفہ ہے جہاں پہنچ کر علامہ اعظمی مدظلہ العالی کی عبقریت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ وہ بیک وقت عصری تقاضوں اور دنیا کی علاقائی تہذیب و تمدن کے نشیب و فراز سے بھی واقف ہیں اور اپنے جماعتی تشخص کی جملہ باریکیوں سے بھی آگاہ۔ وہ دنیا کے جس خطے میں چلے جائیں نہ وہاں کے جغرافیائی اور تہذیبی اساس کو نظر انداز کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے جماعتی دائرے سے سر مو انحراف کی نوبت آنے دیتے ہیں۔

میرے حاشیۂ ذہن میں برصغیر کے وفا کیش جانثاروں کی تصویر اب بھی تر وتازہ ہے...... حضرت بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگ ارد گرد دست بوسی کے لیے، پروانہ وار لپک رہے ہیں...... پاسِ ادب اتنا ہے کہ سامنے بے تکلفی کے ساتھ بیٹھنے کی جرأت نہیں کرتے...... دوزانو سر جھکائے ہوئے ارشاداتِ عالیہ بغور سماعت کر رہے ہیں...... گاہے بگاہے کمالِ ادب کے ساتھ آپ کی جناب میں معروضات پیش کیے جا رہے ہیں اور حضرت اپنی فکر انگیز گفتگو سے سبھوں کو محظوظ کر رہے ہیں......... مگر بیرونی دنیا میں شاہانہ سطوت وجلالت کے یہ نمونے کہاں؟...... عصر جدید کی تہذیب دینی شخصیات کے آداب واحترام سے واقف نہیں ...... اس ماحول میں اپنے دعوتی مشن کی خاطر سب کچھ قربان کر دینا آسان نہیں۔

اس حوالے سے یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جب میں پہلی بار ہیوسٹن کی سرزمین پر حضرت علامہ مدظلہ العالی کے استقبال کے لیے ائر پورٹ پہنچا تو دیکھا کہ لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہیں اور دورانِ گفتگو ''اعظمی بھائی'' کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں۔ میں قائد اہلِ سُنّت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی آغوشِ تربیت کا پروردہ حیرت سے منہ تکتا رہ گیا۔ ہم تو اپنے اکابرین کے ساتھ اس قسم کی طرزِ گفتگو کی جرأت تک نہیں کر سکتے۔ بلکہ حدِ ادب اس قدر ملحوظ رہتا ہے کہ انہیں القابات کے سہارے ہی یاد کر لیا کرتے ہیں۔ پروگرام کے بعد جب مجھے تنہائی میں موقع ملا تو ہمت کر کے پوچھ ہی لیا کہ حضرت یہ لوگ آپ سے اس قدر محبت کرتے ہیں لیکن برصغیر کی تہذیبی روایات کے پس منظر میں آدابِ گفتگو کا خیال تک نہیں رکھتے۔ حضرت نے میرے استفسار کا منشا سمجھ لیا اور جو جواب دیا وہ ہم سب داعیانِ اسلام کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ حضرت نے فرمایا: بیرونی دنیا میں خدمتِ دین کے لیے لوگوں سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنی پڑتی ہے۔ اگر میں ان کے درمیان گھل مل کر نہ رہوں تو دعوت واصلاح کے میدان میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کی جا سکتی۔

علامہ اعظمی مدظلہ العالی کی فکری بصیرت کا یہی وہ پہلو ہے جس نے آپ کو قبولیتِ عام کی سند بھی عطا کی اور بیرونی دنیا میں خاطر خواہ کامیابیوں سے ہمکنار بھی کیا۔ صرف یہی نہیں

بلکہ مجھے کئی ذاتی نشستوں میں رفاقت کا موقع بھی ملا۔ میں نے یہ محسوس کیا کہ آپ کو حالات کے صحیح تقاضوں کے ادراک کا وہبی ملکہ حاصل ہے۔ بہت تیزی کے ساتھ مسائل کی تہہ میں پہنچ جاتے ہیں اور ایسی دلائل و براہین سے مزین گفتگو فرماتے ہیں کہ سننے والا یک لخت خاموش ہو جاتا ہے۔

اسے فکر ونظر کی کامیابی نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے کہ وہ تنہا انجمن بھی ہیں اور انجمن گر بھی ......آپ جب تین چار عشرے قبل ہندوستان سے یورپ منتقل ہوئے تو یہی گنتی کے رفقاے کار ساتھ تھے اور اب زمین کی وسعتوں کا سراغ لگایئے تو دس بیس نہیں سینکڑوں کی تعداد میں ایسے علماے کرام خدمتِ دین وسنّیت سے منسلک نظر آئیں گے جو آپ ہی کے فکر رسا ذہن کے رہین منت ہیں۔

مسلم پرسنل لاء کانفرنس کے اسٹیج سے :

ہندوستان کے آئین میں مسلمانوں کے مذہبی نزاعات کو اسلامی قانون کی روشنی میں حل کیے جانے کی واضح نشان دہی کی گئی ہے، جسے ہم اپنے مذہبی تحفظات کی علامت کے طور پر دیکھتے ہیں۔ آئین کی اس شق کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہندوستان کی عدالتیں مسلمانوں کے مابین نزاعی امور کا تصفیہ قرآن وحدیث کے متعین کردہ اصول کے مطابق کرتیں۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا اور گاہے بگاہے چور دروازے سے مسلم پرسنل لاء میں بے جا مداخلتیں کی جاتی رہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح کے ہر فیصلے کے منظر عام پر آنے کے بعد مسلمانوں نے اس کی پرزور مذمت کی۔ مگر یہ اضطراب و بے چینی اس وقت اپنے عروج پر پہنچ گئی جب سپریم کورٹ نے ۱۹۸۵ء میں شاہ بانو کیس کا فیصلہ مسلم پرسنل لاء کو پس پشت ڈالتے ہوئے دفعہ S125 cr Pc کی روشنی میں دے دیا۔ اور اسی کے ساتھ اربابِ حکومت کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی راہ ہموار کریں۔

بلاشبہ یہ دلآزار فیصلہ ہندوستان کے مسلمانوں کے مذہبی تشخص کو مٹا دینے کی ایک سوچی سمجھی سازش کا حصہ تھا۔ لہٰذا پورے ملک کا غیرت مند مسلمان چیخ پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے

جنگل کی آگ کی طرح اضطراب و بے چینی کی لہر کشمیر سے کنیا کماری تک کے وسیع وعریض خطے میں پھیل گئی۔اصحاب قلم نے اخبارات میں اسلامی شریعت کے حوالے سے احتجاجی مضامین لکھے، قائدینِ ملتِ اسلامیہ نے جلسے، جلوس اور مظاہرے کے ذریعے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔اہلِ سُنّت وجماعت کی طرف سے بھی علاقائی سطح پر اظہارِ مذمت کے جلسے منعقد ہوئے۔

ایسے نازک ترین دور میں ضرورت اس بات کی تھی کہ ملک کا سُنّی مسلمان ایک مشترکہ پلیٹ فارم سے اجتماعی شکل میں اپنے دین کے تحفظ کے لیے پرعزم تحریک شروع کرے اور ملک کی سیاسی قیادت کو سرنگوں ہونے پر مجبور کردے۔یہی فکر ۱۹۸۵ء میں ''مسلم پرسنل لاء کانفرنس'' کے انعقاد کا سبب بنی۔حضرت قائد اہلِ سُنّت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اس کانفرنس کے لیے سیوان کی سرزمین منتخب کی۔مہینوں قبل اپنے جانثار رفقا کے ساتھ مدرسہ معینیہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔اطراف وجوانب کی مسلم آبادیوں میں جوں ہی مسلم پرسنل لاء کانفرنس کے انعقاد کی خبر پہنچی لوگ شریعتِ اسلامیہ کے تحفظ کا شوق لیے جوق در جوق قائدِ اہلِ سُنّت کے گرد جمع ہونے لگے۔نونہالانِ ملتِ اسلامیہ کے جذبات کے تلاطم کا عالم قابلِ دید تھا۔عینی شاہدین روایت کرتے ہیں کہ لوگ اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے پو پھٹتے ہی مدرسے کے احاطے میں پہنچ جاتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کانفرنس کے انتظامات کے حوالے سے آج کے مقررہ کاموں کی تقسیم دوسروں میں ہو چکے اور ہم محروم رہ جائیں۔

مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کے حوالے سے یہ مسئلہ کس قدر سنگین صورتِ حال اختیار کر گیا تھا، اسے جاننے کے لیے قائد اہلِ سُنّت علیہ الرحمہ کے صدارتی خطبۂ استقبالیہ کا یہ حصہ خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے، جو انہوں نے کانفرنس میں پڑھا تھا۔

''حضرات! آزادی کے ۳۸ رسال کی طویل مدت میں ہم نے اپنی عزت وآبرو، جان ومال پر ہر حملے کے جواب میں صرف صبر وضبط اور شرافت وسنجیدگی کا مظاہرہ کیا۔دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔لیکن آج کا حملہ براہِ راست اسلام پر ہے جس نے

پورے ملک کے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان بے چینی کے ساتھ یہ محسوس کر رہا ہے کہ ہندوستان سے اگر اسلام ہی مٹ گیا تو ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔

حضرات! اس مقام پر یہ نکتہ خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ مٹانے والے اسلام کو اس طرح نہیں مٹائیں گے کہ اس کا دھماکہ پوری دنیا میں محسوس کیا جائے بلکہ فرقہ پرستوں کے منصوبے کے مطابق اس کے لیے پوری ذہانت کے ساتھ تدریجی عمل کا راستہ اختیار کیا جائے گا۔ سب سے پہلے مسلمانوں میں ایک ایسا فتنہ پیدا کیا جائے گا جو بوقتِ ضرورت قاتلوں کی طرف سے صفائی کا وکیل بن جائے۔ اس کے بعد اسلام کی اصل بنیاد پر حملہ کرنے کے بجائے اس کی کسی شاخ پر تیشہ چلایا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ اس کا مسلمانوں پر ردِ عمل کیا ہوتا ہے۔ بالفرض کسی گوشے سے احتجاج کا شور بلند بھی ہوا تو صفائی کے وکیل یہ کہہ کر چیخنے والوں کا منہ بند کر دیں گے کہ جو شاخ منقطع کی گئی ہے وہ سرے سے اسلام کی شاخ ہی نہیں تھی۔ اس لیے اس کے کٹ جانے سے اسلام کا کوئی نقصان ہی نہیں ہوا۔ قطع و برید کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رکھا جائے گا یہاں تک کہ ایک دن اسلام کی جڑ ہی کاٹ کر رکھ دی جائے گی۔"

(خطباتِ استقبالیہ، ص:۱۳۵)

تاریخ اسلامی کے اس نازک ترین موڑ پر منعقد ہونے والی ہندوستانی مسلمانوں کی نمائندہ کانفرنس سے خطاب کے لیے قائد اہلِ سُنّت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے مفکرِ ملت علامہ قمر الزماں اعظمی مدظلہ العالی کو خصوصی طور پر دعوت دی۔ گو میری عمر اس وقت بہت زیادہ نہیں تھی لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علامہ اعظمی مدظلہ العالی نے موضوع کی مناسبت سے نہایت ہی نفیس گفتگو فرمائی اور دلائل و براہین کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ جب دنیا کے ہر ملک میں آئے دن پارلیمنٹ کے ذریعے قوانین میں ترامیم کا سلسلہ چلتا رہتا ہے تو آخر مسلمانوں کے ضابطۂ حیات میں ترمیم و تنسیخ کی گنجائش کیوں نہیں ہے؟ ایسا کیوں ہے کہ جب بھی کسی چھوٹی سی چھوٹی جزوی ترمیم کے حوالے سے گفتگو کی جاتی ہے تو مسلمانوں کی اضطراب و بے چینی عروج پر پہنچ جاتی ہے؟

اس وقت تو شاید یہ بات میری سمجھ سے باہر تھی کہ ہم مذہب افراد کے درمیان اس قسم کی گفتگو کا حاصل کیا ہے؟ ہماری ناپسندیدگی کے لیے تو صرف یہی کافی ہے کہ بات شریعتِ اسلامیہ سے متصادم ہے۔ لیکن اب محسوس ہوتا ہے کہ حضرت نے یہ بات اس لیے کی تھی تاکہ وہ نام نہاد مسلمان جو عصری تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے مغربی افکار و خیالات سے مانوس ہوگئے ہیں انہیں بھی منطقی دلائل کے ذریعہ اپنا ہم موقف بنالیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ غیر مسلم میڈیا سے جڑے افراد کو بھی بتایا جائے کہ اپنے مذہبی بنیادوں کے تحفظ کے لیے ہماری کوششوں کو ہٹ دھرمی نہ سمجھ لیا جائے بلکہ غیر جانب دار ہوکر یہ دیکھا جائے کہ آیا واقعی شریعت اسلامیہ میں کسی جہت سے بھی ترمیم کی گنجائش ہے؟ اس طرح علامہ عوام کے ہر طبقے کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ کسی تحریک کی کامیابی کے لیے سب سے اہم یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا ہم موقف بنایا جائے۔ اب جیسے جیسے ہم خیال لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا ویسے ویسے غیر مسلح تحریک کی کامیابی کے امکانات روشن ہوتے چلے جائیں گے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ علامہ موصوف نے حالات کے صحیح تقاضوں کا ادراک کرتے ہوئے اپنے موقف کی وضاحت کے لیے ایسی دلیلوں کا سہارا نہیں لیا جو صرف دینی درس گاہوں کے خوشہ چیں ہی سمجھ سکتے ہوں بلکہ ایک عام سی مگر مقصد کے لحاظ سے نہایت ہی باوزن بات کی، جسے ہر خاص و عام نہ صرف یکساں سمجھ سکتے تھے بلکہ زندگی بھر کے لیے اسے محفوظ بھی رکھ سکتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ یورپ و امریکہ کی پارلیمنٹ میں آئے دن ترمیم و تنسیخ کا سلسلہ اس لیے جاری رہتا ہے کہ وہاں کے لوگ مفروضہ امکانی صورتِ حال کے پیش نظر اپنے مستقبل کے لیے ضابطہ بناتے ہیں اور ہر اعتبار سے مستقبل کے تقاضوں سے واقفیت حاصل کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں۔ لہذا جب وہ آنے والے دور میں دیکھتے ہیں کہ ہم نے چند سال قبل جس امکانی صورت حال کے پیش نظر یہ ضابطہ بنایا تھا اب وہ صورتِ حالِ حقیقت میں موجود نہیں، تو انہیں لازمی طور پر اسے بدلنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مگر

ہماری الہامی کتاب اس ذات سے منسوب ہے جس کی نگاہ میں ماضی، حال اور مستقبل کے درمیان کوئی تفریق نہیں۔ خدائے علیم وخبیر ہر زمانے سے باخبر ہے۔ اب اگر اس نے ہمارے مستقبل کے لیے کوئی ضابطہ بنایا ہے تو اسے تبدیل کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ جس نے اسے بنایا ہے وہ ہمارے مستقبل کے تقاضوں سے اچھی طرح باخبر ہے۔

جی تو چاہ رہا تھا کہ علامہ کی فکری بصیرت پر مزید لکھوں لیکن وقت کی تنگ دامانی پیش نظر ہے۔ ایک ہفتے قبل ہی میں ہندوستان، ہالینڈ اور جرمنی کے سفر سے لوٹا ہوں۔ دو چار دن قبل حضرت مولانا فروغ القادری مدظلہ العالی کے فون سے یہ خوش خبری ملی کہ علامہ اعظمی مدظلہ العالی کی ہمہ جہت خدمات کے حوالے سے ایک کتاب شائع ہو رہی ہے اور آپ کو بھی کچھ لکھنا ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنے ٹوٹے پھوٹے لب ولہجے کے ساتھ ہی سہی بارگاہ ناز میں عقیدتوں کا خراج پیش کرنا میرے لیے کسی بڑی سعادت سے کم نہ تھا۔ لہذا بہت عجلت میں یہ چند سطریں لکھ سکا ہوں۔

☆......☆......☆

علامہ اعظمی: حضور مفتی اعظم ہند کی دعاؤں کا محسوس پیکر

مولانا محمد شاکر علی نوری،
امیر سُنّی دعوتِ اسلامی، ممبئی

سرکار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی نظرِ کرم جس پر پڑ گئی اگر وہ ذرّہ تھا تو آفتاب و ماہ تاب بن کر چمکا۔ برصغیر ہند و پاک میں آج جو لوگ عشقِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شمعیں جلا رہے ہیں اُن میں غلامانِ مفتیِ اعظم ہند کا کلیدی رول ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کی نظرِ کرم مبلغِ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر پڑی تو انہوں نے افریقہ، یورپ، امریکہ وغیرہ میں فریضۂ دعوت و تبلیغ بحسن و خوبی انجام دیا اور لاکھوں گم گشتگانِ راہِ ہدایت کو نورِ حق سے منور فرما دیا۔ بالکل اسی طرح آج کے دور میں یورپ، افریقہ اور امریکہ جیسے ممالک میں حضور مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں خان اعظمی مدظلہ العالی دعائے مفتیِ اعظم ہند لے کر عوام و خواص کو اسلامی افکار و تعلیمات اور عشقِ رسولِ ہاشمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گراں مایہ دولت سے مالا مال کر رہے ہیں۔

حضور مفکر اسلام، سرکار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے منظورِ نظر ہیں۔ وہ مفتی اعظم ہند جن کی موجودگی میں خواص علما بھی لب کشائی کے لیے ہزار مرتبہ سوچتے تھے، اس عظیم ذات کی موجودگی میں حضور مفکر اسلام گھنٹوں خطاب فرماتے اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ان کا خطاب سُن کر محظوظ ہوتے اور دعاؤں سے بھی نوازتے۔ آج دنیائے سُنّیت میں ان جیسا خطیب جو عصری تقاضوں سے صرف واقف ہی نہیں بلکہ موجودہ دور کے فتنوں سے بھی مکمل طور پر آگاہ ہو، بہت کم ہے۔ آج کسی جلسے میں ان کی موجودگی جلسے کے حق میں کامیابی کی ضمانت ہی نہیں بلکہ بامقصد اور بامراد ہونے کی بھی ضمانت ہے۔ آج علم و عمل کے کوہِ

گراں بہت سارے حضرات موجود ہیں، ان سب کی صلاحیتوں کا ہم اعتراف کرتے ہیں لیکن حضور مفکرِ اسلام کی شخصیت ان سب میں بہت حد تک جداگانہ ہے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ شہرت کی بلندی پر پہنچنے کے بعد ہم اپنا ماضی، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت جیسے اخلاقِ حسنہ کا مظاہرہ کرنا بھول جاتے ہیں اور خود کو ریزرو کر لیتے ہیں لیکن علامہ قمر الزماں خاں اعظمی نے ہمیشہ خود کو عوام کے درمیان رکھا اور اپنے لیے کسی بھی طرح کا کوئی تام جھام کبھی پسند نہیں فرمایا۔ بڑے اتنے کہ ہر کوئی ان کے سامنے چھوٹا نظر آئے، لیکن سادگی اتنی کہ ہر چھوٹا ان کی دل نشیں مسکراہٹوں اور شرفِ ہم کلامی سے مالا مال ہو جائے۔

تحریک سُنّی دعوت اسلامی کو اس کے قیام سے آج تک حضور مفکرِ اسلام کی سرپرستی اور حمایت حاصل ہے اور ۲۰/ سالہ اس تاریخی دور میں مَیں نے حضور مفکرِ اسلام کو بہت قریب سے دیکھا اور ان کے علوم و افکار سے استفادے کی سعادت بھی حاصل کی۔ مَیں نے آپ کو بے شمار خوبیوں کا مالک پایا لیکن ایک خوبی جس نے علامہ قمر الزماں اعظمی کو خطیبِ اعظم اور مرجعِ خاص و عام بنا دیا وہ ان کا اخلاص اور صاف دلی ہے۔ مَیں نے ایسے واقعات و حالات بھی دیکھے جہاں ان کے ساتھ زیادتیاں ہوئیں لیکن کبھی ان کی زبان سے شکوہ و شکایت یا نازیبا کلمات نہیں سنے، بلکہ وہ ہمیشہ صبر و استقامت کا پیکر نظر آئے اور کیوں نہ ہو کہ آپ محض رسمی مرید نہیں بلکہ مفتیِ اعظم ہند کے سچے اور حقیقی مرید ہیں۔

علامہ اعظمی ہم لوگوں کی طرح نہیں ہیں کہ لوگوں میں اچھا لگنے کے لیے قیمتی لباس، قیمتی جوتے اور ظاہری وضع و قطع سنوار کر رکھتے ہیں بلکہ انہوں نے اُسے بہت صاف ستھرا رکھا ہے جس پر مولیٰ کی نظر ہے اور وہ دل ہے۔ آپ ہر قسم کے حسد، کینہ، بغض و عداوت وغیرہ سے حد درجہ دور اور نفور ہیں اور کیوں نہ ہو کہ آپ کو مفتیِ اعظم ہند کی دعا اور نگاہِ فیض حاصل ہے۔

علامہ کے اخلاص کی برکتیں: علامہ اعظمی صاحب قبلہ نے جن جن اِداروں یا مسجدوں کی بنیادیں رکھی ہیں آج وہ صرف آباد ہی نہیں بلکہ وہ مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔ امریکہ کے ایک شہر ہیوسٹن کی سرزمین پر مسجد النور جس کی بنیاد علامہ نے اپنے ہاتھوں سے رکھی،

آج امریکہ کی بڑی مسجدوں میں اس کا شمار ہوتا ہے اور یہاں سے فروغِ اسلام وسُنّیت کے لیے بھرپور صالح کوششیں آج بھی جاری وساری ہیں اور لوگ عقائد کی اصلاح کے ساتھ علم و عمل کے زیور سے بھی آراستہ ہو رہے ہیں۔ اسی طرح مہاپولی بھیونڈی کی سرزمین پر سُنّی دعوتِ اسلامی کا انگلش میڈیم ہائی اسکول جس کی بنیاد حضور مفکرِ اسلام نے اپنے ہاتھوں سے رکھی، آج وہ بھی علم وعمل کا ایک بہتا سمندر ہے جس سے سیکڑوں طلبہ استفادہ کر رہے ہیں۔ یہ دو مثالیں بطورِ نمونہ ہیں۔ اسی طرح تحریک سُنّی دعوتِ اسلامی کو بھی لے لیجیے، آج عالمی سطح پر تحریک کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے اس میں بہت حد تک حضور مفکرِ اسلام کا درد و سوز، دعائیں اور اخلاص و ایثار شامل ہے۔ آپ کا ہر سال وادیِ نور آزاد میدان ممبئ میں اپنے کرائے سے سُنّی دعوتِ اسلامی کے عالمی سالانہ سُنّی اجتماع میں شریک ہونا آپ کے اخلاص و ایثار اور دینی حمیت کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

علامہ کا حلم: ایک بڑے جلسے میں علامہ صاحب کی تقریر کا اعلان ہو رہا تھا۔ علامہ صاحب وہاں پہنچے تو انھیں تقریر کا موقع دینے کی بجائے چند دل آزار حرکتیں کی گئیں۔ علامہ صبر وتحمل کا پیکر بنے وہاں سے لوٹے اور میزبان کے یہاں پہنچے تو میزبان دل دُکھانے والوں کے خلاف غصے کا اظہار کرنے لگے تو علامہ نے برجستہ ارشاد فرمایا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ مَیں آئندہ آپ کے گھر آؤں تو آئندہ اس قسم کے جملے آپ کی زبان سے نہ سنوں۔ اس حلم و صبر کو دیکھ کر سید محمد امین القادری، نگراں سُنّی دعوتِ اسلامی مالیگاؤں جو حضرت کے ساتھ تھے، نے مجھ سے کہا کہ حضرت اگر داعی بننا ہو تو حضور مفکرِ اسلام کی صحبت ضروری ہے۔ مَیں نے ایسا پیکرِ صبر و رضا کسی کو نہیں دیکھا۔ یقیناً اپنے غصے کو قابو میں رکھنا اور توہین و گستاخی پر حلم اور بردباری کا مظاہرہ کرنا یہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں، یہ وصفِ خاص ہے جو خاص لوگوں کو ہی قدرت کی بارگاہ سے میسر ہوتا ہے۔

علامہ کی سادگی: آج شہرت کی بلندیاں چھو لینے یا ماننے والوں کی تعداد میں اضافے کے بعد آدمی اپنے لیے از خود چند چیزوں کو خاص کر لیتا ہے، جس کے میسر نہ ہونے

پر وہ اپنی توہین سمجھتا ہے۔ مثال کے طور پر اچھی سواری اور اچھی رہائش اور عقیدت مندوں کی ٹولی۔ لیکن علامہ کی سادگی دیکھیں کہ وہ اپنے شیخِ طریقت سرکار حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے نقشِ قدم پر کس طرح چلتے ہیں۔ آپ جب ہندوستان کے دورے پر آتے ہیں تو اکثر راقم السطور کو حضرت کے ساتھ مختلف شہروں کے دورے پر جانے کا موقع میسر آتا ہے۔ جب ہم کسی شہر سے ممبئی واپس آتے ہیں تو علامہ کو ایئر پورٹ سے جوگیشوری جانا ہوتا ہے اور مجھے محمد علی روڈ تو علامہ ایئر پورٹ سے باہر نکل کر ٹیکسی پکڑنے کی بجائے آٹو رکشہ سے جوگیشوری اپنے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔ پہلی بار جب حضرت سے مَیں نے گزارش کی کہ حضرت! مَیں آپ کو جوگیشوری چھوڑ کر اپنے گھر کی طرف نکل جاؤں گا۔ تو حضرت نے فرمایا: میرا گھر یہاں سے قریب ہے، چند منٹوں میں رکشے کے ذریعے مَیں اپنے گھر پہنچ جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ رکشے میں بیٹھتے تو مجھے سرکار حضور مفتی اعظم ہند یاد آجاتے کہ حضرت بھی کبھی قیمتی سواری کی فرمائش نہیں کرتے تھے، بلکہ لوگ جو سواری لے کر آتے اُس میں بیٹھ کر مریدوں کی دستگیری فرماتے یہاں تک کہ سائیکل رکشہ میں بھی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سفر فرماتے تھے۔

علامہ اعظمی کا حسنِ اخلاق: چند سال پہلے کی بات ہے Lilongwe (Malawi, Central Africa) کی سرزمین پر حضور مفکرِ اسلام ایک کانفرنس میں بحیثیت مہمانِ خصوصی شریک تھے۔ اسٹیج پر ہند و پاک کے علما اور مقامی رؤسا بھی تشریف فرما تھے، آپس میں گفتگو چل رہی تھی۔ اسی دوران ایک ذمّے دار نے علامہ کی توجہ سامنے موجود دیوار سے ٹیک لگائے ایک مقامی افریقی عالم دین کی طرف مبذول کرائی اور کہا کہ یہ ملاوی کے اچھے عالموں میں ہیں اور فروغِ اسلام وسُنّیت کے لیے کافی جدوجہد کر رہے ہیں۔ علامہ اپنی کرسی سے اُٹھتے ہیں اور بوسیدہ لباس میں ملبوس اس عالم دین کی طرف بڑھتے ہیں، اُن کو سلام کرتے ہیں، اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھاتے ہیں اور پھر اسٹیج پر لے آتے ہیں۔ مجمع پر سکوت طاری تھا اور وہ عالم دین اپنی قسمت کی معراج پر نازاں وفرحاں تھے۔ بہرکیف! جلسہ جاری رہا، اختتام پر وہ عالم دین علامہ سے عربی زبان میں عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ اجازت دیں

تو آپ نے جس گلاس میں پانی پیا ہے، وہ میں لے لوں۔ آپ نے پوچھا یہ گلاس کیا کرو گے؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا: زندگی بھر اس میں پانی پی کر ان یادگار لمحوں کو زندہ و تابندہ رکھوں گا اور آپ کے کریمانہ اخلاق کو خراج پیش کرتا رہوں گا۔ آج آپ نے جو عزت دی ہے یقیناً اس نے میرے دل میں آپ کی محبت کا چراغ روشن کر دیا ہے اور اس عزت افزائی کو میں کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا۔

محافظِ ناموسِ اعلیٰ حضرت: کم و بیش تین سال پہلے کی بات ہے کہ راقم، علامہ اعظمی صاحب اور مولانا محمد حسین قادری، مبلغ سُنّی دعوتِ اسلامی برطانوی گوا میں منعقدہ سُنّی دعوتِ اسلامی کے سُنّی اجتماع میں شرکت کے لیے ممبئی ایئر پورٹ پہنچے۔ اتفاقاً فلائٹ میں ۲ رگھنٹے کی تاخیر تھی، ہم لوگ لاؤنج میں بیٹھ گئے اور چائے نوشی کرنے لگے۔ اتنے میں دور سے ایک صاحب علامہ کو دیکھ کر ان کی طرف بڑھنے لگے، قریب آکر سلام کیا اور ان سے دریافت کیا: آپ مولانا قمر الزماں اعظمی ہیں؟ حضرت نے فرمایا: جی مَیں قمر الزماں اعظمی ہوں۔ پھر اس شخص نے اپنا تعارف کرایا کہ میں لکھنؤ کے ایک کالج کا ڈین ہوں اور آپ کو QTV پر شوق سے سنتا رہتا ہوں۔ اس طرح گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ پھر اُس نے علامہ سے چند سوالات کیے اور بعد میں گفتگو کرتے کرتے اعلیٰ حضرت پر تنقیدیں شروع کر دیں کہ مولانا احمد رضا خان نے لوگوں کو قبر پرستی کی تعلیم دی اور بدعات و منکرات کا عادی بنایا اور ایک شعر جو اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس نے پڑھا، وہ اعلیٰ حضرت کا نہ تھا۔ اس کی بکواس سُن کر مجھے غصہ آرہا تھا لیکن علامہ پرسکون انداز میں اس کی باتوں کو سن رہے تھے۔ جب اس کی بکواس بند ہوئی تو علامہ نے اعلیٰ حضرت کے چند اشعار اس کو سنائے، یہ بتائے بغیر کہ یہ اعلیٰ حضرت کے ہیں۔ وہ سنتا گیا اور داد و تحسین دیتا گیا۔ جب علامہ نے دیکھا کہ وہ اشعار سے متاثر ہو چکا ہے تو فرمایا: میرے بھائی! یہ اشعار مولانا احمد رضا خاں کے ہیں۔ پھر اعلیٰ حضرت کے بدعات و منکرات کے ردّ میں مثنویات اور فتاویٰ رضویہ کے چند فتاوے اس کو سنائے تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور وہ برجستہ کہہ اُٹھا کہ اللہ مجھے معاف فرمائے،

اتنے بڑے عاشقِ رسول سے متعلق مَیں اتنا بدگمان تھا۔تو علامہ نے اپنا ایک تاریخی جملہ اس کو گوش گزار کرتے ہوئے فرمایا: ''میرے بھائی! کسی بھی شخص کو جاننا ہو تو اس کو پڑھو، نہ کہ کسی کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اس کے متعلق اپنی رائے قائم کرلو۔'' تو اس نے کہا مَیں مولانا احمد رضا خان کو پڑھنا چاہتا ہوں، اُن کی تصنیفات کہاں ملیں گی۔ علامہ نے میری طرف دیکھا۔مَیں نے ان سے کہا آپ اپنا پتہ دے دیں، مَیں آپ تک اعلیٰ حضرت کی کتابیں بھجوادوں گا اور پھر ان تک فتاویٰ رضویہ اور اعلیٰ حضرت کی دیگر کئی کتابیں بھیجی گئیں۔ اس شخص نے علامہ سے جدا ہوتے وقت یہ گزارش کی کہ مولانا! آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی کتابوں کو پڑھ کر میرے سامنے حق آشکار ہو جائے۔

تحریک سُنّی دعوت اسلامی سے محبت: برطانیہ کی سرزمین پر تحریک کے تعارف اور خدمات کو چند ہی سال ہوئے تھے، اسی دوران برطانیہ کے بولٹن شہر میں سُنّی اجتماع غالباً ۱۹۹۸ء میں منعقد ہوا۔ چوں کہ اجتماع ہفتہ اور اتوار دو دنوں کا تھا۔مفکرِ اسلام نے مجھے اپنی مسجد میں جمعہ پڑھانے کو کہا۔شومیِ قسمت کہ نماز کے بعد میرے ساتھ ایک سانحہ پیش آ گیا جس نے حضور مفکرِ اسلام کو تڑپا کر رکھ دیا اور پھر اس کا اِظہار اور تحریک سے اپنے لگاؤ اور درد کو دوسرے روز اجتماع میں اس طرح پیش کیا کہ خاص و عام آبدیدہ ہوگئے اور آج بھی اس تقریر کی گونج پوری دنیا میں تحریک کی محبت اور اس کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے مہمیز کا کام دیتی ہے۔اس تقریر کے چند جملے قارئین کی نذر ہیں:

آپ نے فرمایا: ''جب تک میرے جسم میں خون کا آخری قطرہ باقی ہے، مَیں اس تحریک کا ساتھ دوں گا اور اسے پورے عالم میں پھیلاؤں گا۔''

اس زمانے میں برطانیہ کی سرزمین پر تحریک کے لیے کوئی جائے پناہ موجود نہ تھی اور ہر طرف سے لفظوں کے تیر و نشتر چل رہے تھے، ایسے ماحول میں ایک روحانی شخصیت حضرت سید نورانی بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ایک علمی شخصیت حضور مفکرِ اسلام کا تعاون خصوصی طور پر رہا اور عمومی طور پر مقامی چند علما اور عوام الناس کا بھی تعاون رہا۔ انہیں قربانیوں کے نتیجے میں

برطانیہ کی سرزمین پر آج تحریک اپنے پورے شباب کے ساتھ تشنہ دلوں کو جامِ محبت رسول سے سیراب کر رہی ہے۔ فخر گجرات مولانا محمد یونس مصباحی اپنے علم و عمل کی بنیاد پر آج تحریک کے کارواں کو برطانیہ کے شہروں میں پہنچانے کی جدوجہد کر رہے ہیں اور اب تو الحمدللہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل سُنّی دعوتِ اسلامی کا اپنا ذاتی سینٹر بولٹن، برطانیہ میں قائم ہو چکا ہے۔

تحریک سے محبت سے متعلق ایک اور واقعہ ملاحظہ کرتے چلیں:

یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضور مفکرِ اسلام سخت علالت کی وجہ سے صاحبِ فراش تھے۔ رُو بصحت ہونے کے امکانات نظر نہیں آ رہے تھے کہ اچانک ایک روز صبح چار بجے حضرت کے جانشین صاحبزادہ وقار اعظمی صاحب کا فون آیا اور حضرت کے مرض پر اطبا کی تشویش کے بارے میں مجھے بتایا اور فرمایا کہ کل جمعہ ہے، آپ ہر طرف دعائیں کروائیں تو بہتر ہوگا۔ اسی وقت ممکنہ مقامات پر اطلاعات دی گئیں اور ہندوستان بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں حضرت کے لیے دعاؤں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس وقت یہ محسوس ہوا کہ حضور مفکرِ اسلام ہر خوش عقیدہ مسلمان کے دل کی دھڑکن ہیں اور ہر کوئی نذر و نیاز اور دعاؤں میں مصروف ہو کر ان کی طویل عمر کے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعائیں کرتا رہا۔ اسی علالت کے زمانے کا ایک واقعہ اُن کے صاحبزادے وقار اعظمی نے مدینہ منورہ میں مجھے سنایا کہ مولانا! والد صاحب جب سخت علیل تھے، صحت یاب ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی، اس موقع پر نیم بے ہوشی کے عالم میں حضرت کے ہونٹوں پر کپکپی طاری تھی۔ مَیں نے سوچا کہ حضرت کچھ فرما رہے ہیں، اس لیے مَیں نے اپنے کان اُن کے ہونٹوں سے قریب کر دیے اور جملوں کو سمجھنے کی کوشش کی تو مَیں نے سنا کہ ایسے عالم میں حضرت فرما رہے تھے کہ سُنّی دعوتِ اسلامی کو زندہ رہنا ہے اور پورے عالم میں پھیلنا ہے۔ مَیں نے جب یہ سُنا تو میری آنکھیں نم ہو گئیں اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے علامہ اعظمی صاحب کے لیے دعائیں نکلیں۔ یقیناً حضور مفکرِ اسلام تحریک کے جزوِ لاینفک ہیں اور تحریک کے فروغ میں اپنا کلیدی رول

رکھتے ہیں۔کبھی کوئی ذاتی منفعت یا ذاتی غرض وغایت حضرت کی تحریک سے نہ رہی، بلکہ راقم الحروف اور علامہ اعظمی صاحب مدظلہ العالی کا تعلق اللہ رب العزت اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوش کرنے اور فروغِ اسلام وسُنّیت ہی ہے۔

علامہ اعظمی صاحب کی راقم الحروف سے قلبی محبت: علامہ اعظمی کو سالِ رواں ۱۴۳۲ھ میں حج وزیارت سے مشرف ہونے کے بعد ان کے پیر ومرشد حضور مفتیِ اعظم ہند کے یوم وصال ۱۴ محرم الحرام کے دن کعبہ شریف کے اندر داخل ہونے اور عبادت کرنے کا موقع ملا۔ اس سعادتِ عظمیٰ کے حصول یابی کے بعد جب خانۂ کعبہ سے باہر نکلے تو سب سے پہلے مجھے فون کیا اور ارشاد فرمایا کہ مولانا! تحریک سُنّی دعوتِ اسلامی کے لیے، آپ کے لیے اور آپ کے اہلِ خانہ کے لیے مَیں نے کعبہ کے اندر نام بنام دعائیں کی ہیں۔ اللہ اکبر! کتنا بڑا حضرت کا احسان ہے کہ اس مقامِ مقدس میں تحریک اور اس ناچیز کو فراموش نہیں فرمایا۔ اللہ اپنی شان کے مطابق انہیں اس کا اجر عطا فرمائے۔

بلاشبہ مفکرِ اسلام کی ذاتِ گرامی حضور مفتیِ اعظم ہند قدس سرہ کی محسوس دعاؤں کا پیکر ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ یہ ساری خوبیاں جو حضور مفکرِ اسلام میں پائی جاتی ہیں یہ آپ کے پیر ومرشد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ آپ کی کامیابی میں اس کا بھی بڑا رول رہا ہے کہ آپ جملہ سلاسل کے بزرگانِ دین اور پیرانِ طریقت کی بارگاہوں کے نہایت باادب رہے اور آج بھی ہیں اور اس کے ساتھ ہی بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت ومہربانی کے عمل نے بھی آپ کو ہر دل عزیز بنانے میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ اللہ ربّ العزت حضور مفکرِ اسلام کو صحت وعافیت کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے اور ہم اہلِ سُنّت پر ان کا سایہ تا دیر قائم رکھے۔ آمین

☆......☆......☆

علامہ اعظمی کی خدماتِ دینیہ مانچسٹر میں

ابوزہرہ رضوی
مانچسٹر، برطانیہ

ہندوستان کی سیر حاصل زمین نے ہر دور میں غیر معمولی دل ودماغ اور تخلیقی ذہن وفکر رکھنے والے افراد پیدا کیے ہیں اور اس بات کا ثبوت فراہم کیا ہے کہ اس کی آغوش ہر موسم میں نئے پھول کھلا سکتی ہے اور ایسے افراد تیار کرسکتی ہے جو اپنے جوہرِ ذاتی سے زمانے کو متاثر کرسکیں۔

اسلامی ہند کے مختلف ادوار پر سرسری نظر ڈالیں تو آپ کو فقط کلام اور اسرارِ شریعت میں حضرت مخدوم مہائمی، بحرالعلوم لکھنوی اور شاہ ولی اللہ جیسے یگانہ، ادب ومعانی میں ملک العلما دولت آبادی اور ملاّ محمود جون پوری جیسے فضلا، فلسفہ ومنطق میں ملاّ محبّ اللہ بہاری اور فضلِ حق خیر آبادی جیسے کاملین، شعر وسخن میں مسعود سعد سلمان، خسرو، فیضی، غالب واقبال جیسے مشاق، تاریخ وخبر میں ضیاء برنی اور آزاد بلگرامی جیسے ماہرینِ فن، تجدید واحیائے دین میں شیخ محقق عبدالحق محدث، مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالعزیز محدث جیسے اکابر رجال نظر آئیں گے۔
اسلام کا ابرِ بارندہ ہندستان کی سرزمین پر متواتر ایک ہزار سال برستا رہا اور رنگ رنگ کے پھول کھلتے رہے اور اسلامیانِ ہند کو اپنے اپنے علم وفضل اور فکر وفن سے فیض یاب کرتے رہے۔
۱۸۵۷ء کے خونیں انقلاب کے نتیجے میں جو منظر سامنے آیا وہ بڑا ہولناک تھا۔ مسلمانوں کی سیاسی بساط لپیٹ دی گئی تھی۔ دہلی اور لکھنؤ، خیر آباد اور فرنگی محل، جون پور اور رام پور جہاں سے علوم وفنون کے یہ سرچشمے جاری ہوئے تھے، دفعۃً خشک ہوگئے۔ ان علمی بارگاہوں کے جو افراد بچ رہے تھے، وہ یا تو سولیوں پر لٹکا دیئے گئے یا انہیں کالا پانی بھیج دیا گیا۔ پھر اس قانون کے تحت کہ ہر تباہی اپنی تلافی بھی ساتھ لاتی ہے اور ہر فتنے کے بعد اس کا

جواب بھی فراہم کیا جاتا ہے۔قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا مقصود تھا کہ ۱۸۵۷ء کے اسی خونیں دور میں اسلام کا وہ بطلِ جلیل پیدا ہوا جس کو ان تمام مراکزِ علمیہ کے فیضان کا وارث اوران تمام اکابرینِ اُمّت کے علوم وفنون کا سچّا اور کامل جانشین بننا مقدر ہو چکا تھا، جسے دنیا امامِ علم وفن مجد دِ اُمّت اعلیٰ حضرت بریلوی کے نام سے جانتی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی شخصیت میں ہندستان کے ہزار سالہ علمی دَور کے مشاہیر کی خصوصیات جمع ہوگئی تھیں اور فکر وفن کے سارے دھارے ایک مرکز پر آ کر متصل ہو گئے تھے۔اس کے پیچھے منشاے قدرت یہ تھی کہ مشاہیرِ ہند کے علوم وفنون کا یہ فیض جدید دور میں منتقل ہو اور اعلیٰ حضرت کے واسطے سے دنیا میں عام ہو۔اعلیٰ حضرت کی ذات کو غیر معمولی مقبولیت عطا کی گئی اورانہیں ایک مرکزِ ثقل کا مقام دیا گیا۔جس طرح سورج کے گرد تمام سیارے گھومتے ہیں اور اسی سے اکتسابِ فیض کر کے دنیا کو روشن کرتے ہیں۔اعلیٰ حضرت کی ذات آفتابِ علم وفضل کی طرح مرکزِ ثقل اختیار کرگئی۔ ہر علم وفن کے نابغے آپ کے گرد جمع ہوگئے اور آپ نے ہر ایک کو ان کے ذوق اور مناسبت، قابلیت اور صلاحیت کے موافق کام تجویز کر کے اسی حوالے سے اس کی تربیت کی اور الگ الگ محاذوں پر کام کے لیے ان کو متعین فرمایا۔

کسی کو فقہ کی خدمت کے لیے، کسی کو تفسیر کے لیے، کسی کو حدیث کی ترجمانی کے لیے، کسی کو مناظرہ اور ردِّ بدعات کے لیے، کسی کو تعلیم وتدریس کے لیے، کسی کو تعلیم وتدریس کے لیے، کسی کو سیاست کی زلفِ پریشاں سنوارنے کے لیے، کسی کو جدید علوم کے ذریعے خدمتِ اسلامی کے لیے، کسی کو دعوتِ اسلام اور اصلاحِ احوال کے لیے، کسی کو رشد وہدایت اور باطنی اصلاح کے لیے۔

آپ نے اپنی حیاتِ ظاہری میں رشد وہدایت، علم وفن کی جو خدمات انجام دیں، وہی فیض آپ کے بعد آپ کے تلامذہ، خلفا اور مسترشدین کے ذریعے پورے عالمِ اسلام میں عام ہونا شروع ہوا۔اور اس طرح سے فیضانِ رضوی کا دائرۂ کار پھیلتا اور بڑھتا گیا۔

آج اگر آپ دنیا میں ہونے والے دینی، علمی، تبلیغی، اصلاحی، سیاسی کام پر نظر ڈالیں تو

معلوم ہوگا کہ وہ کون سا شعبہ ہے جس میں اعلیٰ حضرت کے تیار کیے ہوئے افراد اور پھر ان افراد کے تلامذہ، خلفا اور مسترشدین کا رول نہیں ہے۔

نہ صرف برصغیر ہند و پاک بلکہ ممالکِ عربیہ، افریقہ، امریکہ اور یورپ کی زمینوں تک بریلی کی کرنیں دنیا کو روشن کر رہی ہیں۔ یہ حقیقت واقعہ ہے کہ اسلامی دنیا میں مذہبِ حق اور عقائدِ حقہ کے وارث علما جہاں جہاں بھی پائے جاتے ہیں ان کا سلسلہ اعلیٰ حضرت کی ذات سے وابستہ اور منسلک ہے۔

مفکرِ اسلام خطیب اعظم لسان العصر حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی مدظلہ العالی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی اور بزمِ رضوی کی ایک قد آور شخصیت کا نام ہے۔ آپ کو صرف ایک ہی نہیں بلکہ متعدد واسطوں سے اعلیٰ حضرت کے علم و فضل، فہم و بصیرت، فکر و نظر کا فیضان اور ورثہ ملا ہے۔

آپ کی ذات میں بیک وقت ایک مفکر، ایک عظیم عالم، ایک انشا پرداز، شعر و ادب کے اداشناس، ایک مقبولِ عام خطیب و مبلغ حالاتِ حاضرہ پر نظر رکھنے والے ایک مدبّر، ایک ماہرِ تعلیم، عصرِ حاضر کے ایک داعیِ اسلام کی خصوصیات جمع ہو گئی ہیں۔

یوں تو علامہ اعظمی کی متنوع خدمات کا دائرہ اکثر اسلامی ممالک تک پھیلا ہوا ہے مگر ہندستان اور برطانیہ میں قیام کے سبب ان دونوں ممالک کو خصوصی توجہات حاصل ہیں۔ ہندستان میں آپ کی خدمات اتنی نمایاں اور کثیر الجہات ہیں کہ ان کے تذکرے کے لیے مستقل کتاب درکار ہے۔ مَیں یہاں صرف برطانیہ میں آپ کی خدمات کا تذکرہ کروں گا، بلکہ یہ تذکرہ بھی خاصا تفصیل طلب ہے، اس لیے صرف مانچسٹر شہر میں آپ کی خدماتِ دینیہ کی نسبت سے کچھ باتیں پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔

اپنی یادداشتیں اور مشاہدات کو جمع کرنے اور صفحۂ قرطاس پر محفوظ کرنے کے لیے بس چند دنوں ہی کی مہلت ملی ہے اگر پہلے سے اطلاع ہوتی تو میں کوشش کرتا کہ زیادہ سے زیادہ حالات اور کوائف سمیٹے جاسکتے۔ بہر حال مالا یدرک کلہ لا یترک الکل کے مطابق

کچھ باتیں جو ذہن و حافظہ میں محفوظ ہیں ان کو سپردِ قلم کرتا ہوں، اس طرح کے مضامین میں یا تو تاثراتی اور تجزیاتی قسم کی باتیں ہوتی ہیں۔ یا پھر تعمیمی انداز میں مدحت سرائی کردی جاتی ہے۔ سوانحی ادب کی اس صنف سے نہ میں اس قدر واقف ہوں، نہ کتاب المناقب اور مدلل مدّاحی کی ضرورت ہے۔

بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

۸۰ء سے بھی پہلے جب مانچسٹر میں غالباً کوئی سُنّی مسجد نہ تھی، جامع مسجد وکٹوریہ پارک بھی غیروں کے ہاتھوں میں تھی اور وہاں مشہور دیوبندی مناظر ڈاکٹر خالد محمود امام تھا۔ علامہ اعظمی نے بریڈفورڈ کے قیام کے زمانے ہی میں یہاں کے دورے شروع فرما دیئے تھے اور بعض احباب کی کوشش سے مسجد شاہ جلال میں آپ کے درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

علامہ کی ذات میں قدیم و جدید کی واقفیت، علمی تبحر، ادبی ذوق، ایک نقاد اور مؤرخ کی حقیقت پسندی اور سنجیدگی، ادبا و شعرا کی شگفتگی اور حلاوت، فکر و نظر کا تنوع مطالعہ کی وسعت اس طرح جمع ہوگئی ہیں جو شاذ و نادر ہی جمع ہوتی ہیں۔

حضرت کی تقریر و تحریر میں مشرق و مغرب کے بدلے ہوئے حالات پر حکیمانہ نظر نے دینی حقائق کو بیان کرنے میں حکمت و تدریج کا پہلو نمایاں رہتا ہے۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ قلیل عرصے ہی میں مانچسٹر کی فضا بدعقیدگی کے مسموم اثرات سے باہر آنے لگی اور وہابیت کا سرغنہ جو جامع مسجد وکٹوریہ پارک کے مصلّیِ امامت پر قابض تھا اسے فضا تنگ ہوتی محسوس ہوئی اور جلد ہی اس نے مسجد چھوڑ دی اور کچھ عرصے بعد اس نے یہ ملک بھی چھوڑ دیا۔

جیسے جیسے علامہ اعظمی کا مانچسٹر اور اس کے اطراف میں تعارف بڑھتا گیا، عوامِ اہلِ سُنّت نے تقاضہ کیا کہ آپ مستقل طور پر مانچسٹر ہی میں قیام فرمالیں۔ جسے حضرت نے منظور کیا اور چیتھم ہل کے علاقے میں ایک مختصر جگہ خرید کر کام کا آغاز کردیا گیا۔ حضرت کے جمعہ کے خطبات اور ہفتہ واری درسِ قرآن سننے کے لیے دور دور سے اہلِ ذوق جدید تعلیم یافتہ پروفیسرز اور ڈاکٹرز بھی آنے لگے۔ رفتہ رفتہ موجود جگہ ناکافی محسوس ہونے لگی۔ تب آپ نے

عباد الرحمٰن ٹرسٹ کے زیر اہتمام ایک بڑے اسلامی مرکز کے قیام کا پروگرام بنایا۔ حضرت علامہ ہی کی سربراہی میں لاکھوں پاؤنڈز کے عوض ایک وسیع قطعۂ زمین فراہم کیا گیا اور ایک عالی شان مسجد اور اسلامی مرکز کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ چند سالوں کے قلیل عرصے میں ۳۰ر لاکھ پاؤنڈز سے تعمیر کیا گیا۔ یہ مرکز اب جامع مسجد نارتھ مانچسٹر کے نام سے موسوم ہے، جس میں کئی ہزار افراد کی گنجائش ہے۔ اب اسی جگہ حضرت کا درسِ قرآن جو لگ بھگ ۳۵ر سال قبل شروع ہوا تھا، آج بھی اسی شان کے ساتھ جاری ہے۔ اس کے علاوہ آپ ایک درسِ قرآن اور بھی دیتے ہیں جو مانچسٹر کے مختلف علاقوں میں بڑے بڑے مکانات میں رکھا جاتا ہے، جس میں کثیر تعداد سامعین کی حاضر ہو کر استفادہ کرتی ہے۔ یہ سلسلہ بھی سالہا سال سے جاری ہے۔

جامع مسجد کی تعمیر کے بعد آپ نے اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت کے لیے ایک درس گاہ کا بھی افتتاح فرمایا اور خود بھی تدریس کا فریضہ انجام دیا۔

مانچسٹر میں اس حوالے سے جن خوش نصیبوں کو آپ سے نسبتِ تلمذ حاصل ہوا، یوں تو بہت ہیں مگر یہاں پر چند نام ملاحظہ ہوں:

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد ارشد مصباحی، جو اس وقت جامع مسجد وکٹوریہ پارک کے خطیب و امام بھی ہیں اور انگریزی زبان کے بڑے قابل مقرر جانے جاتے ہیں۔ راقم الحروف ابوزہرہ رضوی، مولانا محمد فیصل ازہری وکیل، مولانا وقار الزماں بیرسٹر۔

مانچسٹر جیسے مرکزی شہر میں قیام کے بعد آپ نے برطانیہ بھر کے تبلیغی اور دعوتی دورے فرمائے۔ برطانیہ کا شاید ہی کوئی ایسا مقام ہو جہاں خوش عقیدہ سُنّی مسلمان موجود ہوں اور علامہ کے خطابات وہاں نہ ہوئے ہوں۔ یہاں ہند و پاک سے سیکڑوں علما اور مقررین تشریف لاتے ہیں اور اپنے اپنے حلقے میں دینی خدمات انجام دیتے ہیں مگر علامہ اعظمی کی وہ تنہا ذات ہے جو اہلِ سُنّت کے ہر طبقے میں یکساں مقبول ہے اور ہر حلقے میں اتنے ہی محبوب۔

ایک عالمِ حقّانی کی پہچان یہ بھی ہے کہ اس کی مقبولیت کا گراف مرورِ ایّام کے ساتھ

ساتھ مزید مستحکم اور مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کا سہارا لے کر اور مال وزر کے عوض خریدی ہوئی شہرت کبھی دیرپا نہیں ہوتی۔ جلد یا بدیر اس کا بھرم کھل ہی جاتا ہے۔ شہرت اور مقبولیت ایک خداداد انعام ہے جو صرف مردانِ حق کے نام لکھا جاتا ہے۔ اصل مقبولیت وہ ہے جو طبقۂ خواص میں ہو۔ شہرت کے بھوکے عوام کی واہ واہ پر فریفتہ ہیں مگر جسے طبقۂ علما میں اعتبار حاصل ہو، خواص جس کے قائل ہوں اور عوام بھی اس پر دل و جان سے جاں نثار، اسی کا نام جریدۂ عالم پر ثبت کیا جاتا ہے۔

خداداد شہرت اور چیز ہے اور اشتہار کا دھندا اور چیز۔ کم لوگ ہوتے ہیں جو مشہور اور مشتہر کے فرق کو محسوس کرتے ہوں۔ شہرت ذاتی استحقاق کے بل بوتے پر ملتی ہے اور اشتہار کاروباری اِداروں کا دجل وفریب۔

حضرت علامہ کے علمی مقام اور خطیبانہ حیثیت پر کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ جس کا حال یہ ہو کہ ایک بار مبارک پور اعظم گڑھ کے ایک جلسے میں جب آپ نے نماز کے موضوع پر مسلسل تین گھنٹہ خطاب فرمایا تو وہاں پر موجود سیکڑوں علمائے اشرفیہ ایسی جامع، معلوماتی، برجستہ اور رواں دواں یادگار تقریر کو سُن کر حیران رہ گئے۔ یہاں تک کہ حضور حافظِ ملت جلالۃ العلم شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری بے ساختہ کھڑے ہو گئے اور دورانِ تقریر ہی آپ نے علامہ کو گلے لگالیا اور اہلیانِ مبارک پور سے مخاطب ہو کر پوچھا، لوگو! بتاؤ کیا تم نے آج تک ایسی بھرپور اور پُر جوش تقریر سُنی ہے؟ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ مبارک پور والو! مولانا اعظمی ہماری جماعت کے خطیب اعظم ہیں۔

خطیبِ مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ کے ساتھ صوبہ بہار کے بعض مناظروں میں علامہ نے جو خطاب فرمائے، خطیبِ مشرق نے اپنی بعض کتابوں میں اس کا خصوصی ذکر فرمایا ہے۔ ۵۸ء کے لگ بھگ برمنگھم کے سلطان باہو سینٹر میں پاکستان کے مشہور عالم، مصنف اور دانش ور مولانا کوثر نیازی کو مدعو کیا گیا۔ علامہ اعظمی نے اسلام اور سیاست کے عنوان پر خطاب فرمایا، جسے سُن کر کوثر نیازی کو کہنا پڑا کہ ایسے عظیم خطیب کے بولنے کے بعد

مَیں اس عنوان پر بولنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ پچھلے ۴۰ رسالہ دور میں ہندستان میں جو اکابر اور رجالِ دین ہو گذرے ہیں، حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ جن سے علامہ مرید ہیں اور آپ کو ان سے اجازت بھی حاصل ہے۔ حضور حافظِ ملّت، حضور مجاہدِ ملّت، سید العلما مارہروی جیسے اکابر سے جو براہِ راست فیض یاب ہوا ہو۔ علامہ مشتاق احمد نظامی، مولانا مظفر حسین کچھوچھوی، علامہ ارشد القادری، جیسے خطبا و مفکرین کے ساتھ جس نے ایک طویل عرصہ جو کام کیا ہو۔ علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا عبد الستار نیازی جیسے مدبّر اور دانش ور جس کی رفاقت پر نازاں ہوں، اس کے بعد کسے مجالِ سخن کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

چار دہائیوں سے آپ مسلسل بول رہے ہیں مگر آپ انہیں جب بھی سنیے زبان و بیان کی تازگی، فکر و نظر کی جدّت ہمیشہ اپنی زندگی کا نظارہ کرائے گی۔ اکثر مجھے یہ محسوس ہوا ہے کہ علامہ پہلے سے مضمون تیار کرکے نہیں بولتے۔ جب کھڑے ہوتے ہیں تو دیکھنے والے میں وہ نظر ہے اور سننے والے میں اتنی تمیز ہے کہ وہ آمد اور آورد کا اِدراک کرسکے تو وہ خود یہ محسوس کرسکتا ہے کہ بقول غالبؔ ؏ آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں

اکثر بولنے والے لگے بندھے موضوع اور مضامین پر زبان و بیان کی سجاوٹ کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ مگر خطابت کا وہ مقام جسے تخلیقی اور ذوقی کہا جاسکے وہ صرف خطیب اعظم اعظمی کے انداز اور آہنگ ہی سے خاص ہے۔ یہ محض میری عقیدت کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ چیتھم ہل مانچسٹر میں آنے والے وقت کے مشہور اور نامی گرامی شخصیات سے اس کا اعتراف کرتے دیکھا اور سنا ہے۔ شاعروں کی طرح خطیب بھی قدرت سے انعام لے کر پیدا ہوتا ہے۔ وہ کسی اختیاری سانچے میں نہیں ڈھلتا اس کا ملکہ وہبی ہوتا ہے۔ اس کی دماغی بناوٹ میں خطابت کے جوہر رچ بس جاتے ہیں۔ بہت سے خطبا محض طلاقتِ لسانی میں مشاق ہوتے ہیں۔ بعض میں جوش و جذبہ نمایاں ہوتا ہے۔ بعض صرف علمی رنگ میں بولتے ہیں مگر آپ کی خطابت میں عقل و نقل، جدید و قدیم، فکر و نظر، شعر و ادب، علم و بصیرت، جوش جذبہ، دعوت و

پیغام، وعظ ونصیحت کے سارے رنگ ایک ساتھ جھل ملا رہے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات آپ کومصروفِ خطابت دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ بزبانِ بے زبانی وہ یہ کہہ رہے ہیں ؂

رکھ دو کوئی مضمون کوئی عنواں میرے آگے
پھر دیکھیے اندازِ گل افشانیِ گفتار

فنِ خطابت کی انتہائی بلندیوں پر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک وصف جو حضرت کو معاصر علما میں ممتاز کرتا ہے وہ آپ کی حق گوئی و بے باکی ہے۔ آپ نے کبھی بھی اپنے عقیدے اور مسلک پر سودا نہیں کیا۔ علما کے وقار کو کبھی مجروح نہ ہونے دیا۔ اپنے اساتذہ اور شیخ برحق سے جو عقیدہ ومسلک ملا ہے، اسی پر سختی سے کاربند ہیں۔

یہاں برطانیہ میں رمضان اور عیدین کے موقع پر رویتِ ہلال کا مسئلہ بڑا پیچیدہ بنا ہوا ہے۔ دیابنہ اور غیر مقلدین تو کتاب وسُنّت سے صریح انحراف کرتے ہوئے اپنے سعودی آقاؤں کی اقتدا و پیروی ہی پر مُصر رہتے ہیں۔ بعض اوقات خود اہلِ سُنّت کے بعض طبقے ان کے جھانسے میں آکر اپنی عید اور روزے خراب کرتے ہیں۔ مگر ۳۵ر سال کے اس پورے عرصے میں جس شخص نے پوری جرأت وہمت کے ساتھ احکامِ شرعیہ وفقہیہ پر پورا پورا عمل کیا ہے، وہ علامہ اعظمی کی ذات ہے۔

ایک بار خود آپ ہی کی مسجد کے ایک ذمے دار ڈاکٹر نے ۲۷ر ویں رمضان شبِ قدر ہی کے موقع پر کہا کہ حضرت کل وکٹوریہ پارک میں چاند کے مسئلے پر میٹنگ رکھی گئی ہے۔ کیونکہ وہابیہ کے اتباع میں مساجد کونسل مانچسٹر نے ایک روز پہلے ہی روزے شروع کروا دیئے تھے۔ آپ نے شخص مذکور کے اثر ورسوخ اور اس کی حیثیت ووقار سے بے پرواہ ہوکر بلا تردّد گرج دار آواز میں اس کی ایسی نکیر فرمائی کہ وہ مبہوت ہوکر رہ گیا اور سیکڑوں افراد یہ منظر دیکھ کر سکتے میں پڑ گئے۔ سچ ہے ؂

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

اسی چیتھم ہل میں ایک بدعقیدہ سیاست داں کا باپ فوت ہوا تو اس کی نمازِ جنازہ میں شرکت کا اعلان ہوا۔ حضرت علامہ نے بغیر کسی رورعایت کے صرف حرفِ حق کو علی الاعلان ظاہر فرمایا کہ کسی صورت بدعقیدہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور اس باب میں ہمارا عقیدہ یہ ہے۔

اولڈھم کے کاپس کمیونٹی سینٹر میں احبابِ اہلِ سُنّت نے یوکے اسلامک مشن کے ساتھ نوجوانوں کا ایک پروگرام رکھا۔ اس میں ایک اپ ٹو ڈیٹ بزعمِ خود ماڈرن صاحب تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور بار بار کہتے رہے کہ برطانیہ میں علما کچھ نہیں کررہے ہیں۔ وہ بہت آرام طلب ہوگئے ہیں۔ آج کی ضرورتوں کا انہیں صحیح ادراک نہیں ہے۔ وہ یہ ہیں۔ وہ وہ ہیں۔ چند بار اس نے یہی باتیں دہرائیں اور وہ یہ بھول گیا کہ اسٹیج پر کون بیٹھا ہے۔ ادھر علامہ کی آواز اور للکار بلند ہوئی۔ فرمایا خاموش کیا بکتا ہے۔ یہ انہی علما کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ اس ملک میں ایک ہزار کے قریب مساجد، درجنوں مدارس، تعلیمی اور دعوتی ادارے کام کر رہے ہیں۔ اور آج بھی بیس ۲۰/ لاکھ سے زیادہ مہاجرین جو یہاں پر آکر بسے ہیں، اُن کا رشتہ اسلام سے ٹوٹا نہیں ہے۔

اوّلیات

حضرت علامہ کو برطانیہ میں کئی جہتوں سے اوّلیت اور اولویّت کا درجہ حاصل ہے۔

آپ برصغیر کے وہ پہلے عالمی سطح کے خطیب و داعی ہیں جو ہندستان و پاکستان کے علاوہ ممالکِ عربیہ عراق، ایران، مصر، لیبیا، افریقہ، ریاستہائے متحدہ امریکہ، کینیڈا کے دور دراز شہروں میں، یورپ کے ہر گوشے میں، برطانیہ کے ہر شہر میں، ہر طبقے اور ہر اسٹیج پر مسلسل ۴۰/ سال سے اسلام وسُنّیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

عصرِ حاضر میں اہلِ سُنّت کی پہلی اور باقاعدہ بین الاقوامی تنظیم ورلڈ اسلامک مشن کے آپ آج بھی سربراہ ہیں۔

مشن کے تحت لندن ہائیڈ پارک سے ۱۹۸۴ء میں میلاد النبی ﷺ کا پہلا عالمی جلوس

میلاد نکالا گیا۔ جس کی دھمک پوری دنیا میں محسوس کی گئی اور جس کا پوری دنیا میں اخبارات اور ٹی وی کے ذریعے کوریج کیا گیا۔

آپ کی اور مشن کے رفقا برطانیہ کی کوششوں سے ۱۹۸۵ء میں انٹرنیشنل حجاز کانفرنس منعقد کروائی۔ اس سطح اور معیار کی کانفرنس پھر شاید اور کہیں نہ ہو سکی۔ جو مسلک کے دفاع میں منعقد ہوئی ہو۔ جس میں برصغیر ہند و پاک کے علاوہ یورپ، امریکہ، افریقہ، عرب ممالک سے اہلِ سُنّت کے تمام طبقات کے نمائندے اور بڑی شخصیات موجود تھیں۔

برطانیہ میں اہلِ سُنّت کا پہلا دعوتی مجلّہ ''الدعوۃ الاسلامیہ'' اردو کا اجرا فرمایا۔ پھر اس کے بعد مانچسٹر سے حجاز کے نام سے ایک ماہ نامہ کا اجرا فرمایا۔

علامہ اعظمی جیسی عظیم اور نابغہ شخصیت اور ان کے کثیر الجہات کارناموں کو محفوظ کرنا بہت ضروری ہے۔ بالخصوص آپ کے حالات و کوائف، علمی معرکے، فکری فتوحات، ادبی نکتہ سنجیاں، آپ کے ملفوظات جو علوم و معارف کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ ان کو مدوّن کیا جائے۔ آپ کے خطبات کی تدوین بھی بڑی اہم ہے۔

☆......☆......☆

ابوالاخلاص متکلّمِ اسلام خطیبِ اعظم حضرت قمر الملّت والدّین الاعظمی مدظلہ العالی: حیات اور کارنامے

از: مولانا عبدالمنّان جامعی،
سابق خطیب جامع مسجد، روٹرڈم، ہالینڈ

ایک تحریک ایک شخصیت ایک زندگی جوجہدِ مسلسل اور سعیِ پیہم کی جیتی جاگتی خاموش تصویر اور علم وفضل، حکمت ودانائی اور شعور واحساس کا خوب صورت پیکر ہے۔

غبارِ راہ ہوکر چشمِ ممدوح میں محل پایا
نہالِ خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا

ناسخ مرحوم

برّصغیر کی تمدّنی، ثقافتی اور علمی تاریخ میں علما ومشائخ کا ہمیشہ سے اہم کردار رہا ہے۔ روحانی تربیت اور علوم ومعرفت کے امین یہی حضرات رہے ہیں اور تہذیب وتمدّن کے مؤرّخین بھی انھیں اسلامی معاشرے کا معمار تسلیم کرتے رہے ہیں۔ ہند، پاکستان اور بنگلہ دیش میں اسلامی سلطنت مضبوط کرنے والے فاتحین اور حکمراں بھی اوّلاً دعوت وارشاد اور پند ووعظ میں پیش پیش رہے۔ لیکن بعد میں بوجوہ ان کے نزدیک دعوت وتبلیغ کی ثانوی حیثیت ہوگئی۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ معاشرے کے سربرآوردہ حضرات بھی دعوت کے کام میں پیچھے رہ گئے۔ اس طرح دینی معاملات نظمِ حکومت سے علیحدہ کردیا گیا اور سیاست و مذہب میں تفریق کردی گئی۔

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

کا نظریہ پسِ پشت ڈال دیا گیا۔ ان حالات میں مذہبی رہنماؤں کے دونوں طبقے (علما ومشائخ) نے ''شریعت وطریقت'' کہ دونوں میں سرِموفرق نہیں کے ذریعے جسم وروح کی

تطہیر اور اسلامی تمدّن کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔ یہ حضرات غافلوں کو بیدار اور دنیا داروں کو دین دار بناتے رہے۔ غرض یہ کہ مسلمانوں کی روحانی اور اسلامی تربیت کرنے، اسلامی معاشرے کی بنیادیں مستحکم کرنے اور ہر دَور میں ہر طرح سے مسلم پرسنل لا کی حفاظت کرنے میں ان کا بڑا کردار ہے۔ انھوں نے اپنے اخلاق و تعلیم، تمدّن و تہذیب اور حسین کردار سے غیر مسلموں تک کو متاثر اور اسلام کی طرف راغب کیا اور بہتوں کو اسلام کے پاک صاف دامن سے وابستہ کر کے نجاتِ اُخروی کا سامان فراہم کیا۔ اشاعتِ اسلام کی خاطر ہر ہر میدان میں ایثار و قربانی، صبر و شکر اور سادگی و خاموشی کا عملی نمونہ پیش کرتے رہے۔

مذاہبِ باطلہ کے مبلّغین سے موعظتِ حسنہ کے ذریعے مکالمہ و مناظرہ کر کے ان کی تبلیغات کو بے اثر کرتے رہے۔ اگر ان بزرگوں کی نسلاً بعد نسلٍ دینی خدمات نہ ہوتیں تو آج برِّ صغیر کی تاریخ کا رنگ کچھ اور ہوتا۔ لیکن مساجد، مدارس، خانقاہیں، بزرگوں کے بارونق قبّہ جات اور مسلم آبادی کی کثرت اس بات پر غمّاز ہے کہ ان بوریا نشینوں نے اپنے جوہری کردار سے اسلام کو روشن اور مسلمانوں کو دوسری قوموں سے ممتاز رکھا۔

بعض عناصر علما و مشائخ اور شریعت و طریقت کے درمیان فرق قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تہذیبِ نفس کے لیے نیت کی درستگی ضروری ہے۔ تصحیح نیت کا بہترین ذریعہ اسلام ہے۔ پھر شریعت ظاہری اعمال کے ذریعے اور طریقت باطنی احساسات کو صحیح کر کے نیت کو درست، دل کو پاک اور روح کو بالیدگی عطا کرتی ہے۔ واضح رہے کہ اسلام کی تعلیم کا واحد ذریعہ قرآن حکیم ہے اور اس کی تفسیر رسولِ کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اِن دونوں کی روشنی میں اپنی زندگیاں بسر کیں۔ نہایت خلوص سے ان پر عمل کیا اور رُخِ ''والضحیٰ'' کے انوار سے قلوب و اذہان روشن کیے۔ ان اوصاف کے باعث اُمّت کے بہترین افراد کہلائے۔ تابعین، تبع تابعین اور ائمۂ مجتہدین رضی اللہ عنہم علم و فضل، ذکاوت و ذہانت، شعر و حکمت میں ممتاز اور فائق ہونے کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور جود و سخاوت میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ رہے

مجتہدین کبار کے فروعی مسائل میں اختلافات تو وہ سحابِ رحمت ہے۔

مشہور ہے کہ جب خلیفۂ وقت نے حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کی مشہور تصنیف ''موطا'' کو خانۂ کعبہ میں رکھنے اور مختلف صوبوں میں اس کی اشاعت کرنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے فروعی مسائل میں اختلاف کیا ہے جو دنیا میں مشہور ہو چکے ہیں اور ہر ایک کے پاس اس کے متعلق سنّتِ رسول کا ذخیرہ موجود ہے۔ لہٰذا ان کو چھوڑ دو کہ وہ اپنی اپنی پسند کے مطابق عمل کریں۔''

صوفیہ کے مختلف سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، رفاعیہ اور شاذلیہ وغیرہ کے وظائف واحوال میں فرق بھی خیر و برکت ہے۔ ان سلسلوں کے مشائخ نے اسلامی مراکز قائم کرائے اور ان مراکز کو لائق فائق مبلّغین فراہم کیے۔ اسلامی سلطنتوں کے زوال کے بعد جب سوسائٹی میں بدنظمی اور ابتری پیدا ہو گئی تھی تو اس وقت یہی حضرات، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبد العزیز، حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں، مشائخ مارہرہ اور علمائے بریلی و بدایوں رحمہم اللہ وغیرہم اپنے کردار و عمل کا چراغ روشن کیے ہوئے تھے۔

پھر جب انیسویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور علمی انحطاط انتہا کو پہنچ گئی تھی اور مغربی تعلیم کے لرزہ خیز اثرات سے مذہبِ حقّہ پر کاری ضرب لگائی جا رہی تھی۔ اس وقت بھی اس طبقے کے متأخرین حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی، وارثِ پاک اور ان کے ہم عصر علما و مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ دعوت وارشاد کے سلسلے میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

اس بیسویں صدی کے وسط و آخر کا معاملہ صاف ظاہر ہے۔ مذہب سے دوری، مسلمانوں میں اتحاد کا فقدان، شیرازۂ ملّت منتشر اور اخلاص و روحانیت عنقا ہو کر رہ گئی ہے۔ لیکن اس ناگفتہ بہ اور پُر آشوب دَور میں بھی ایسے حضرات موجود ہیں۔ جو تمام تر قلّتِ وسائل اور حالات کی ناموانست کے باوجود امیدوں کی کرن بلکہ مہر و ماہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

انھیں میں سے ایک استاذی المشفق نابغۂ عصرِ حاضر حضرت علامہ مولانا الحاج محمد قمر الزماں خاں الاعظمی مدظلہ العالی بھی ہیں۔ آپ کی پیدائش، نشو ونما، تعلیم وتربیت ہندوستان کے اس خطے میں ہوئی، جس کا قریہ قریہ کبھی بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ جہاں کبھی علم وفضل اور شعر و ادب کے بکثرت چرچے تھے۔ جہاں سے علوم وفنون کے چشمے پھوٹے، جہاں معارف و ادب کے چمن میں ہر طرف بہار نظر آتی اور سارا خطہ صاحبانِ علم وفضل سے بھرا ہوتا تھا۔ میری مراد مشرق کے اس علاقے سے ہے جس کے متعلق باذوق علم دوست اور ہنر پسند اور تعمیری ذہن رکھنے والا مشہور بادشاہ محمد شاہ جہاں مرحوم ومغفور، فخریہ کہا کرتا تھا ''پورب شیرازِ ما است'' مشرق کا خطہ ہمارے لیے شیراز کی حیثیت رکھتا ہے لکھنؤ، الہٰ آباد، جون پور اور بنارس وغیرہ جیسے مرکزی شہروں کے علاوہ سندیلہ، چریا کوٹ، مارہرہ، کاکوری، کچھوچھہ اور خیر آباد وغیرہ جیسے مواضعات تک علوم وفنون کا سرچشمہ، شریعت وطریقت کا سنگم اور دین ودانش کا ترجمان تھے۔ مشرق کے انھیں مقامات میں سے اُتر پردیش کا مشہور شہر اور ضلع بھی ہے، جس کی مسلم آبادی کا تناسب ۱۵ رفی صد ہے۔ دین ودانش لوح وقلم کے متعدد مشہور، اِدارے، انجمنیں اور اسلامی مدارس کے لیے اس کی زمین بڑی زرخیز رہی ہے۔ اس کی خاکِ مردُم خیز نے بے شمار افاضلِ روزگار کو پیدا کیا۔ اس میں علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے گنج ہائے گراں مایہ پوشیدہ ہیں۔ دسویں صدی کے عظیم ترین روحانی پیشوا حضرت میر عاشقان اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ جو جامع السّلاسل اور نہایت خدارسیدہ بزرگ تھے۔ بڑے ہی وجد وحال اور کیف ومستی والے بزرگ تھے۔ 'اخبار الاخیار'، 'خلاصۃ الاثر' اور 'کراماتِ اولیا' وغیرہ جیسی اہم کتابوں میں آپ کا شاندار ذکر موجود ہے۔ حضرتِ میر رحمہ اللہ کے فیوض وبرکات کا اثر اسلامی قدروں کی شکل میں آج بھی اس علاقے میں نمایاں ہے۔ یہ ضلع آج بھی علمی اور دینی خدمات کے لحاظ سے مؤثر کردار ادا کررہا ہے۔ کسی نے کیا خوب کیا ہے۔

اس خطۂ اعظم گڈھ پہ مگر فیضان تجلّی ہے یکسر
جو ذرّہ یہاں سے اُٹھتا ہے وہ نیّرِ اعظم ہوتا ہے

حضرت خطیب اعظم صاحب قبلہ مدظلہ کی ولادت اسی ضلع کے ایک موضع خالص پور میں ہوئی۔ اس موضع کی شہرت آپ کے علاوہ مفکرِ ملّت حضرت مولانا محمد عبدالجبار خاں رہبر اعظمی مدظلہ العالی اور خطیب شہیر نبّاضِ عصر حضرت مولانا عبیداللہ خاں اعظمی زید فضلہٗ ایم پی کی شخصیت بھی ہے۔ اوّل الذکر علم وفضل اور شعر و ادب میں ہر طرح سے ممتاز ہیں۔ ''المیزان'' کے مدیر حضرت مولانا سید جیلانی محامد کے بقول ''حضرت رہبر اعظمی آسمانِ علم و ادب کے ایک درخشندہ ستارے کا نام ہے۔'' قاری، دہلی کے مدیر قاری محمد میاں مظہری کی فرمائش پر حضرت سیدنا امام احمد رضا قدس سرّہٗ کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت کے طور پر آپ نے سہ لسانی (عربی، فارسی، اردو) میں جو ایک لمبی منقبت تحریر کی، وہ بجائے خود آپ کی صلاحیتوں کی آئینہ دار ہے۔

مشہور مصنف اور بے عدیل شاعر ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی ڈین ہیگ، ہالینڈ نے صحیح کہا: ''یورپین ممالک بالخصوص برطانیہ میں اسلام کی نمایاں خدمات انجام دینے والے مخلص ترین فاضل کا نام حضرت علامہ محمد قمرالزماں قبلہ اعظمی ہے۔''

لکھنؤ کے مشہور نعت گو شاعر صاحب زادہ مولوی سید محمد فاروق قیصر وارثی زید عظمتہ نے مسلم پرسنل لا کانفرنس، منعقدہ لکھنؤ کی نظامت کے فرائض انجام دیتے وقت حضرت کا اعلان کیا۔ ''اب آپ حضرات عالم اسلام کی ممتاز دینی اور علمی شخصیت اور ورلڈ اسلامک مشن کے جنرل سیکریٹری کا بہترین خطاب سننے کے لیے تیار ہوجائے۔ ورلڈ اسلامک مشن کی چوتھی عالمی کانفرنس جو طیبہ مسجد (ایمسٹرڈم کی بنیادی مسجد، جس کی بنیاد حضور قائدِ اہلِ سُنّت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی دامت برکاتہم القدسیہ نے رکھی۔ اور جو مسلمانانِ سرینام، جنوبی امریکہ کے ایثار وقربانی کا بہترین مظہر ہے۔ اس کے موجودہ امام حضرت العلام مولانا محمد شفیق الرحمٰن صاحب فاضل اشرفیہ عربک یونی ورسٹی نوجوان مگر نہایت لائق فائق فاضل ہیں۔ افریقہ میں بھی اپنی کامیاب اور سنجیدہ شخصیت سے عوامِ اہلِ سُنّت کو بڑا فیض پہنچایا) کے زیر اہتمام منعقد ہوئی، اس کے بیشتر اجلاس کی عربی اور اردو میں نظامت کا کامیاب فریضہ آپ

نے انجام دیا۔ ناروے کی کانفرنس جو پاکستان کے مشہور اور باصلاحیت عالمِ دین کے زیر انتظام منعقد ہوئی۔ اس میں ''ختمِ نبوّت'' کے عنوان پر ایک مبرہن و مدلّل خطاب کی روشنی میں اسلام کی حقّانیت اور مرزائیت کا بطلان ثابت کیا۔ سچ کہا مولانا بدرالقادری صاحب نے ؂

نہیں برِّصغیر ہند بلکہ اہلِ یورپ کو　　عطا کی چاندنی اسلام کی قمر الزماں بن کر

یقیناً دشمنانِ اہلِ ایمان کانپ جاتے ہیں　　نکل جاتا ہے جس سمت بھی شیرِ زیاں بن کر

۱۹/ مارچ ۱۹۹۰ء میں گج پور گرانٹ گونڈہ انھیں کے مشہور دارالعلوم کے ایک استاذ نے حضرت کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ؂

مرحبا صد مرحبا علماے ملّت زندہ آباد

عاشقانِ جانِ ایماں اہلِ سُنّت زندہ آباد

حضرتِ قمر الزماں خاں دہر میں ہیں جلوہ بار

ہو رہی ہے دینِ فطرت کی اشاعت زندہ آباد

اگر یہ سچ ہے کہ اچھے ناموں کے گہرے اثرات مرتّب ہوتے ہیں تو اس حقیقت کو تسلیم کر لیجیے کہ اس موضع کی خالص دینی ماحول اور عشقِ رسول سے معمور معاشرے کی گہری چھاپ حضرتِ اعظمی صاحب کی زندگی پر یوں پڑی کہ اسلام و سُنّیت کی نمایاں خدمات اور محامد و اخلاق کی بنا پر ہندوستان سے یورپ تک علما انھیں ابوالاخلاص کی کنّیت سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کے جوش و جذبہ اور دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے الفاظ سے عامی سے عالم تک اور شاعر سے فلسفی تک یکساں متاثر ہوتا ہے۔ میرے انتہائی محترم اور قادرالکلام ذی علم شاعر حضرتِ حیرتؔ زید حبہ مقیم بلجیم نے ایک بار راقمِ سطور سے کہا کہ ''حضرت اعظمی صاحب جب خطاب کرتے ہیں تو سامعین ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ گھنٹوں ان کا خطاب سننے کے بعد بھی تشنگی باقی رہتی ہے۔''

برطانیا کے مشہور شہر بریڈفورڈ میں منعقد ہونے والی ''نظامِ مصطفیٰ کانفرنس'' میں آپ نے جو تقریر کی اس کے ان چند جملوں سے آپ کے جوش و جذبہ، تجزیہ نگاری اور تخیّل کی بلندی

کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے: ''آج اسلام ایک عظیم طاقت کی حیثیت سے اُبھر چکا ہے۔ مگر مسلمانانِ عالم کماحقہٗ نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ میں تاحال قاصر ہیں۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والوں کو بنیاد پرست اور جنونی قرار دے کر بدنام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ مگر یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ آج کمیونزم، سوشلزم اور دیگر سرمایہ دارانہ نظام دَم توڑ چکے ہیں اور انسانیت کے مسائل حل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ مسلمانو! یادرکھو امنِ عالم کا راز نظامِ مصطفیٰ ﷺ میں پوشیدہ ہے۔'' (بحوالہ ماہ نامہ ''ماہِ طیبہ'' سیال کوٹ، پاکستان، مارچ ۱۹۹۵ء)

علامہ اعظمی کے شان دار کارنامے

الجامعۃ الاسلامیۃ: الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی، فیض آباد، الہند کے وجود سے علم و نور کا جو فیضان جاری ہے، اس سے اب تک ایک زمانہ فیض یاب ہوتا رہا ہے۔ اس عظیم الشان تعلیمی ادارہ کے بانیوں میں سے ڈاکٹر سید محفوظ الرحمٰن مرحوم و مغفور کے بعد آپ ہی کا نام اور کام ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا اخلاقی تعاون، عالی جناب سید محمد الیاس صاحب مرحوم و مغفور کا اس میدان میں گہرا تجربہ اور حضرتِ اعظمی صاحب کے جوہرِ خطابت نے اسے ملک گیر اور پھر تنہا حضرت موصوف کی عالمی شخصیت نے اسے عالمی شہرت دے دی۔ اگر چشمِ بینا برملا آپ کا فیض دیکھنا چاہتی ہے تو فیض آباد کے چھوٹے اور گمنام قصبے رونا ہی کے اس ادارہ کو دیکھ لے۔ جو ایک تیرہ و تاریک مقام تھا۔ اب دارالعلم اور دارالحکمت ہے۔ جس نے نہ معلوم کتنے تشنگانِ علوم کو سیراب کیا۔ سیکڑوں طلبہ کے سروں پر دستارِ فضیلت باندھ کر انھیں سیکڑوں علما کی موجودگی میں فراغت کی سند عطا کی۔ ہزاروں خالی سینوں میں قرآن حکیم محفوظ کیے۔ بے زبانوں کو گویائی بخشی، خطبا کی فصاحت و بلاغت عطا کی۔ ناتراشیدہ ذہنوں کو فکرِ سلیم کا مالک بنایا۔ غرضیکہ ابنِ آدم (انسانوں) کو انسانیت کے کمال و شرف کے حصول میں اس دینی اور سُنّی درس گاہ نے جو مدد دی ہے وہ عیاں راچہ بیاں کے مصداق ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: تعارفِ جامعہ، مرتبہ حضرت قاری جلال الدین گونڈوی، مہتمم ادارہ ہٰذا)

حقیقت یہ ہے کہ ہند و پاک و بنگلہ دیش میں دینی مدارس کا جو آغاز سلطان غازی محمد محمود غزنوی مرحوم کے زمانے سے ہوا تھا، اس کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری رہے گا۔ رپورٹ جامعہ کا یہ جملہ فسق و فجور کے ماروں کے لیے تازیانۂ عبرت ہے:

''آج اگر دِلوں میں ایمان اور سروں میں مذہب کا سودا موجود ہے تو یہ انھیں اسلامی درس گاہوں کا صدقہ ہے جو غربائے اُمّت کے دم سے قائم ہیں۔ عربی اور دینی مدارس کا ہندوستان کے گوشے گوشے میں ایک طویل سلسلہ ہے۔ مرکزی دارالعلوم بریلی شریف، الجامعۃ الاشرفیہ عربک یونی ورسٹی اعظم گڑھ، منظرِ حق ٹانڈہ، جامعہ عربیہ سلطان پور، فیض الرسول، انوارالعلوم تیغیہ گونڈہ، احسن المدارس قدیم و جدید کان پور، دارالعلوم محمدیہ ممبئ وغیرہ وغیرہ سب ہی علم و حکمت کے اپنی جگہ منارے ہیں۔ سب کی خدمات تسلیم شدہ ہے۔ لیکن جامعہ رونا ہی فیض آباد نے اپنی مختصر عمر میں قابلِ قدر خدمات انجام دینے کے اعتبار سے ممتاز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے کارناموں کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

ورلڈ اسلامک مشن: ورلڈ اسلامک مشن (جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ العالمیہ) کی تاسیس مکّہ مکرمہ میں ہوئی۔ جس کے اوّل انتخاب میں حضور قائدِ اہلِ سُنّت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی قبلہ اور معمارِ قوم وملّت حضرت رئیس التحریر علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ مرکزی سیکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن کی چوتھی کانفرنس ۱۹۸۴ء منعقدہ ایمسٹرڈم، ہالینڈ کے موقع پر حضرت الاستاذ علامہ اعظمی مدظلہ کو مرکزی سیکریٹری جنرل منتخب کیا گیا اور علامہ قادری صاحب قبلہ مشن کے مرکزی نائب صدر ہوئے۔ ۱۹۷۶ء میں حضرت الاستاذ کی برطانیا آمد ہوئی۔ مشن کی سرپرستی میں بریڈفورڈ (یو.کے) میں مشنری کالج کا قیام عمل میں آیا۔ اس ادارہ نے تدریسی، تحریری اور تبلیغی دینی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع کر دیا کہ نہ صرف انگلینڈ بلکہ یورپ کے دیگر ملکوں کے صاحبانِ ذوق نے اپنی علمی تشنگی بجھائی اور اپنی زندگی میں نمایاں تبدیلی پیدا کی۔ راقمِ سطور کے کئی ایک دوست جو مقیم بریڈفورڈ ہیں، ان حقائق کا نہ صرف ذکر کیا بلکہ حضرت الاستاذ کی قوتِ عمل و مقامِ علم کی شہادت دی۔ مشن کے زیرِ اہتمام تربیتی کیمپ کا انتظام

کیا گیا۔ ''الدعوۃ'' نام سے رسالے کا اجرا ہوا۔ نصاب کی تدوین ہوئی اور برطانیہ کے مختلف شہروں میں علما کی ضرورت کا احساس دلایا گیا۔ ان سب کے لیے حضرت الاعظمی صاحب نے اپنا خونِ جگر فراہم کیا۔ مشن کے زیر اہتمام متعدد بین الاقوامی کانفرنسوں کا انعقاد، جس میں آپ کی حیثیت ہر لحاظ سے ممتاز ہوتی تھی۔ چوتھی کانفرنس کے موقع پر ''سیکریٹری رپورٹ'' میں آپ نے مشن کے اغراض ومقاصد کی یوں وضاحت فرمائی۔

(۱) اسلامی تعلیمات کو دنیا کے تمام ملکوں میں پہنچانے کے لیے مبلّغین کی فراہمی۔

(۲) اسلامک مشنری کالج کی فل ٹائم کلاسوں کا اجرا۔

(۳) مستشرقین کی اسلام دشمن تحریروں کا جواب دینے کے لیے علما اور محققین پر مشتمل ایک بورڈ۔

(۴) برطانیہ کے مسلم عوام کے لیے برطانوی عدالتوں میں مسلم پرسنل لا کے نفاذ کا مطالبہ۔

(۵) مغربی ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کی درپیش معاشرتی مشکلات کا حل۔

(۶) وِم (WIM) پبلی کیشنز کے تحت دنیا کی مشہور زبانوں میں اسلامی لٹریچر کی اشاعت۔

(۷) دنیا کے مسلم ممالک کے مسلمانوں کے درمیان اخوتِ اسلامی کے رشتے کی ہمواری۔

جامع مسجد چیتھم ہل مانچسٹر: عباد الرحمٰن ٹرسٹ مانچسٹر کے تحت مسجد کا قیام۔ یہ مسجد تقریباً ۲۵ / لاکھ پاؤنڈز کی لاگت سے مکمل ہوئی۔ فنڈز کی فراہمی حضرت الاستاذ کی اپیل پر ہوئی۔ جس میں مسلمانوں نے دل کھول کر حصّہ لیا۔ مسجد میں دار العلوم کا قیام، تعلیم وتربیت بقول خطیب شہیر حضرت العلام مولانا علامہ شاہد رضا نعیمی زید فضلہٗ: ''حضرت کا بڑا کارنامہ مانچسٹر میں آپ کا درسِ قرآن ہے، جو اس مسجد میں بعد نمازِ عصر یا مغرب ہوتا ہے۔

یہ درس پہلے مسجد شاہ جلال، مانچسٹر میں ہوتا تھا۔ جہاں شہر کے سارے سُنّی جمع ہوتے تھے۔ ایک عرصے تک یہ درس سُنّیت کا واحد پلیٹ فارم رہا۔ اسی درس کے باعث مانچسٹر کے سُنّی مسلمان بیدار ہوئی۔

☆......☆......☆

مفکرِ اسلام کی دس سالہ رفاقت کے چند مشاہدات

(مولانا قاری) جلال الدین قادری
ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ، قصبہ روناہی ضلع فیض آباد، یوپی

اس جہانِ رنگ و بو میں یوں تو بہت سے لوگ آئے مگر کچھ ہی لوگ ایسے ہوئے جو اپنے کردار و عمل کے ذریعے انسانی اذہان اور تاریخ کے اوراق پر لائقِ صد رشک نقوش چھوڑے ہیں۔ جنہوں نے قوم و ملت کے لیے اپنی زندگی کی ہر سانس کو وقف کر دیا، جو اُمتِ مسلمہ کی قیادت و رہنمائی کا اہم فریضہ انجام دے کر دلوں پر حکمرانی کرنے لگے ہیں۔ جن کی بے لوث خدمات کا اعتراف برملا کیا جاتا ہو۔ انہیں چنیدہ اشخاص میں سے مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب قبلہ بانی و سربراہ الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی ضلع فیض آباد یوپی ہیں۔ جن کی خدماتِ دینیہ کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ جو پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اسی کی ایک کڑی الجامعۃ الاسلامیہ روناہی بھی ہے۔

حضرت مفکرِ اسلام کی آمد سے قبل قصبہ روناہی میں کوئی بھی دینی ادارہ نہ تھا کہ جہاں فرزندانِ توحید اسلامی تعلیمات سے آراستہ ہوتے اور اسلامی آداب و اخلاق سے مزین ہو کر اپنے سفرِ حیات کو طے کرتے۔ اس لیے قصبے کے ہمدردانِ ملت اور علم دوست حضرات نے اجتماعی جد و جہد کی اور نونہالانِ اسلام کو اسلامی تعلیم اور تہذیب و ثقافت سے آشنا کرنے کے لیے ایک دینی مدرسے کا قیام ناگزیر تصور کرتے ہوئے ڈاکٹر سید محفوظ الرحمٰن صاحب کی نگرانی اور حاجی سید محمد الیاس صاحب اور قصبے کے چند سربرآوردہ حضرات کی کوششوں سے حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب کا انتخاب عمل میں آیا۔

حضرت علامہ روناہی تشریف لائے اور تعلیم کا آغاز کرنا چاہا تو بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کیوں کہ یہاں پر نہ تو کوئی دینی ادارہ تھا اور نہ ہی پرائمری تعلیم سے آگے کسی ادارہ کا تصور

تھا۔اس آبادی میں کام کرنے کے لیے بظاہر کوئی جگہ نہ تھی مگراس کے باوجود حضرت علامہ کے عزم وحوصلے میں کوئی کمی نہ آئی، بلکہ عزم محکم اور عمل پیہم کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سید محفوظ الرحمٰن صاحب کے دواخانہ کے قریب ہی ایک درخت تھا جس کے سائے میں بیٹھ کر تعلیم کا آغاز کر دیا اور محلّہ وار میٹنگ کر کے اہلِ آبادی کے دل و دماغ میں اسلامی روح پھونک دی اور علم دین کے حصول کی ایسی ترغیب دی کہ چند ہی ایام میں طلبہ کی تعداد جم غفیر کی شکل اختیار کر گئی۔ حضرت علامہ نے ان کو منظم کر کے درجہ بندی کر دی اور اوّل تا پنجم شعبہ پرائمری کا باضابطہ آغاز کیا،مگر ضرورت تھی ایک ایسے شخص کی جو آپ کے عزائم اور منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتا۔ چنانچہ علامہ کی دوررس نگاہوں نے مجھ راقم الحروف کا انتخاب کیا۔مَیں موصوف کی آمد کے ٹھیک ایک سال کے بعد ۱۹۶۵ء میں حاضر ہو گیا اور آپ کے ہمراہ آپ کے عزائم کو عملی شکل دینے کے لیے سرگرم عمل ہو گیا اور تقریباً دس سال مجھے آپ کی معیت و رفاقت میسر آئی اور آپ کے شب و روز کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔اس طویل مدت کے چند مشاہدات ہدیۂ قارئین ہیں۔

ابتدائی تعلیم کا سلسلہ کھلی فضا میں جاری رہا کبھی موسم سرما کی برفیلی ہواؤں کا سامنا کرنا پڑا تو کبھی موسم گرما کی حدّت و تمازت سے لبریز جھونکوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ان سب کو حضرت علامہ بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔اس جذبۂ اخلاص کی خوش بو قرب و جوار میں بھی پھیل گئی اور ہر طرف سے نونہالانِ اسلام کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔طلبہ کی روز بروز بڑھتی تعداد کے پیش نظر ایک ایسی زمین کا حصول ناگزیر ہو گیا کہ جہاں پر طلبہ بیٹھ کر اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں۔ چنانچہ موقع کے پردھان سے ایک زمین کے لیے گزارش کی گئی تو انہوں نے آبادی کے اندر ایک ناہموار زمین جس میں بڑے بڑے گڑھے تھے اور جس کو اہلِ آبادی نے ناکارہ سمجھ کر توجہ نہ دی تھی، اسے مدرسہ کے قیام کے لیے دے دیا۔ جب حضرت مفکرِ اسلام نے اس کا معاینہ فرمایا تو بلا پس و پیش اسے قبول کر لیا اور قصبہ کی جامعہ مسجد میں جمعہ کے روز اس زمین کو ہموار کرنے کا اعلان فرمایا۔اس اعلان میں اتنا سوز و درد تھا کہ آبادی کا ہر خاص و

عام متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اپنے ہاتھ میں پھاوڑا وٹوکری لے کر چل پڑا۔ چنانچہ ایک بھیڑ اکٹھا ہوگئی اور نعرۂ تکبیر ورسالت کی روح پرور صداؤں کے سائے میں اس ناہموار زمین کو مسطح کرنے کا کام شروع کردیا گیا۔ اس عمل میں جہاں آبادی کے امیر وغریب اور خاص و عام ہر طبقے کے افراد شریک تھے، وہیں مفکرِ اسلام بھی بہ نفس نفیس پیش پیش تھے۔ آپ کے اس عمل سے اہلِ آبادی کے دلوں میں مزید جذبہ وشوق اور ولولہ پیدا ہوتا رہا اور مختصر ایام میں یہ زمین ہموار ہوگئی اور ساتھ ہی ساتھ ملتِ اسلامیہ کے قلوب واذہان بھی علمِ دین کے فروغ وارتقا کے لیے استوار ہوگئے اور دردمندانِ قوم وملت کے تعاون سے ایک کمرے کی بنیاد ڈال دی گئی۔ مگر سرمائے کی کمی کے باعث صرف دیوار ہی کھڑی ہو پائی اور چھت کی جگہ ایک چھپر رکھ دیا گیا اور کئی برس تک اسی میں تعلیم ہوتی رہی۔ متعدد بار ایسا ہوا کہ موسمِ گرما کی تیز وتند ہوائیں چلیں اور اپنے ساتھ اس چھپر کو بھی اڑا لے گئیں۔ مگر حضرت علامہ کی پیشانی پر کبھی بل نہیں آیا۔ کبھی کبیدہ خاطر نہ ہوئے، کبھی قلق واضطراب نہ محسوس کیا۔ اپنے قول وفعل اور عمل و کردار سے یہ احساس تک نہ ہونے دیا کہ آپ کے حوصلے پست ہوگئے ہیں یا آپ کسی دقّت و پریشانی کا سامنا کررہے ہیں بلکہ موصوف خندہ لبوں سے اپنے رفقائے کار اور خشتِ اوّل کے بانیوں کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے چھپر اٹھاتے اور دوبارہ رکھ کر تعلیم کا آغاز کردیتے۔

حضرت مفکرِ اسلام صاحب مذہبِ اسلام کے لیے بڑا دردمند دل رکھتے ہیں۔ ان کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسلامی تعلیمات سے آراستہ ہوں اور اسلامی اخلاق وآداب سے مزین ہوں اور جو لوگ اسلام کے بارے میں غلط نظریات رکھتے ہیں اُن کی اصلاح ہو یا جو لوگ شکوک وشبہات کے شکار ہیں ان کے شک وارتیاب کا ازالہ ہوتا کہ اسلام کی آفاقیت وہمہ گیری روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجائے۔ اسی مقصدِ اصلی کے پیشِ نظر آپ نے تبلیغی اسفار کا آغاز فرمایا اور قصبہ روناہی کے مضافات اور دور دراز علاقوں کا سفر آپ نے پیدل، سائیکل، بیل گاڑی اور تانگہ وغیرہ سے کیا اور کبھی ایک روپے کا مطالبہ کرنا تو بہت دور کی بات، اس کی خواہش بھی نہیں کی۔ بلکہ کئی بار ایسا بھی اتفاق ہوا کہ آپ نے نذرانہ اور

کرایہ بھی قبول کرنے سے انکار کردیا۔ چنانچہ ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور حضرت علامہ کی بلند شخصیت کا اندازہ لگائیں۔

قصبہ رونا ہی سے تقریباً ۲۵ رکلومیٹر دور ردولی شریف ہے جہاں مسلمانوں کی کثرت ہے۔آپ نے وہاں ایک پروگرام میں شرکت کی اور صبح نمازِ فجر ادا کرنے کے لیے جامع مسجد گئے تو وہاں پر انہوں نے دیکھا کہ اتنی بڑی آبادی سے صرف دو نمازی مسجد میں آئے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ کو بڑا قلق ہوا۔آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور نماز کی اہمیت وفضیلت پر بڑے ہی درد وکرب بھرے لہجے میں تقریر کی۔ سامعین میں خصوصیت کے ساتھ جناب حاجی اصغر علی صاحب قابلِ ذکر ہیں، جنہوں نے چند حضرات کے ساتھ حضرت علامہ سے درخواست کی کہ حضور ہم لوگ جمعہ کا اہتمام کرتے ہیں، مگر ہمیں کوئی امام نہیں ملتا ہے۔ اگر آپ جمعہ کی امامت قبول فرمالیتے تو بڑا اکرم ہوتا۔آپ نے بڑی وسعتِ قلبی کے ساتھ اس درخواست کو قبول کرلیا اور مکمل دو برس تک اپنی جیبِ خاص سے کرایہ خرچ کر کے نمازِ جمعہ کے لیے ردولی شریف جاتے رہے، مگر تبلیغی اسفار کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور ہر ہر جمعہ میں پہنچنا مشکل ہوگیا۔ اس لیے آپ نے اپنے شاگردِ رشید جناب حافظ محمد سلیمان صاحب شہزورہ بڑا گاؤں ضلع فیض آباد کو اپنا نائب مقرر کردیا۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مفکرِ اسلام قوم وملت کے کتنے بڑے ہمدرد و بہی خواہ ہیں اور اُمتِ مسلمہ کی صلاح وفلاح کے لیے کیا کچھ کرگزرنا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ ایفاے عہد کا بھرپور التزام فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ برسات کا زمانہ تھا قصبہ رونا ہی سے تقریباً ۵ رکلومیٹر کی دوری پر واقع سچّا گنج کے ایک خوش عقیدہ مسلمان نے آپ کو میلاد شریف کے لیے مدعو کیا۔آپ نے اس کی دعوت قبول کرلی لیکن متعینہ تاریخ میں بڑی موسلا دھار بارش ہوئی اور اسی عالم میں رات کی سیاہ زلفیں دراز ہوگئیں۔آپ نے پروگرام میں شرکت کا ارادہ ظاہر کیا تو کچھ احباب نے مشورہ دیا کہ دن بھر اتنی شدید بارش ہوئی ہے اور ابھی بھی ہلکی بارش کا سلسلہ جاری ہے۔ ایسے

ماحول میں پروگرام ملتوی ہوگیا ہوگا۔ علاوہ ازیں رات بھی تاریک ہے اور برسات کے موسم میں قسم قسم کے موذی جانور اور کیڑے نکل پڑتے ہیں، اس لیے آپ اپنا ارادہ ترک فرمادیں۔ مگر آپ نے فرمایا کہ مَیں نے اس غریب سے وعدہ کرلیا ہے، اگر مَیں نہ جاؤں گا تو اس کا آبگینۂ دل پاش پاش ہوجائے گا۔ چنانچہ آپ نے ایک ٹارچ اور چھڑی لی اور قصبے کے محبوب نامی ایک شخص کو لے کر پیدل چل پڑے اور جب اس مسلمان کے مکان پر پہنچے تو اس کی مسرّتوں کی انتہا نہ رہی اور ساتھ ہی وہ کچھ نادم و شرمسار بھی ہوا، کیونکہ بارش کی وجہ سے پروگرام کرنا ممکن نہ تھا۔

اس واقعے سے سمجھا جاسکتا ہے کہ علامہ موصوف ایفائے عہد وخدمتِ دین کا کتنا عظیم جذبہ رکھتے ہیں اور الجامعۃ الاسلامیہ کی تعمیر وترقی کے لیے کتنی مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ نیز ایک غریب مسلمان کے لیے کتنی بڑی قربانی دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ غربا پروری آپ کے خصائلِ حمیدہ سے ہے۔ آپ نے کبھی سائل کو ٹھکرایا نہیں، جب بھی آپ کے پاس کوئی فلاکت زدہ، پریشاں حال اور گردشِ زمانہ کا ستایا ہوا انسان آیا تو آپ نے حسبِ استطاعت اس کی مدد کی۔ چنانچہ سخت ٹھنڈک کا زمانہ تھا، شام ہوچکی تھی بلکہ سورج اپنی کرنوں کو سمیٹ کر روپوش ہوگیا تھا کہ ایک آسیبِ روزگار کا شکار حضرت علامہ کے پاس پہنچا جو ٹھنڈی کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔ جب موصوف نے اسے دیکھا تو انسانی ہمدردی کا جذبہ اُبال کھا گیا۔ آپ نے اپنا لحاف اُٹھا کر اس مصیبت زدہ انسان کو دے دیا اور خود ایک چادر اوڑھ کر پوری رات گزار دی۔ یہ دیکھ کر مجھے آپ کی ذاتِ گرامی پر بڑا رشک آیا۔ حضرت علامہ مختصر تنخواہ کے باوجود غریب ونادار طلبہ کو کاپی، قلم، کتاب اور حسبِ ضرورت لباس فراہم کیا کرتے تھے اور آبادی کے بہت سے غریبوں کی کفالت بھی فرماتے تھے اور آج بھی میرے علم میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جنہیں حضرت علامہ بڑی فراخ دلی سے نواز رہے ہیں اور ان کی ضروریات کی تکمیل میں مصروف ہیں۔

حضرت مفکرِ اسلام اخلاق وآداب کے پیکرِ جمیل ہیں۔ مَیں انے اپنی نگاہوں سے

دیکھا کہ اکابر علما ومشائخ کی بارگاہ میں بہت مودب دوزانو بیٹھا کرتے ہیں اور گفتگو میں ایسا انداز اختیار کرتے ہیں کہ کہیں سے کسی تفوق و برتری کی بو تک نہیں آتی ہے اور اصاغر پر حد درجہ شفیق ومہربان ہوا کرتے ہیں۔ ان سے ایسا مشفقانہ کلام کرتے ہیں کہ وہ آپ کے نیاز مند وعقیدت کیش ہو جاتے ہیں اور آپ کو اپنا بہت بڑا خیر خواہ و ہمدرد یقین کرنے لگتے ہیں اور رہے آپ کے معاصرین وہم عمر حضرات تو وہ تو آپ کی خوش طبعی اور حلاوتِ گفتار سے اس قدر محظوظ ہوتے ہیں کہ معاصرت کے باعث زندگی میں جو نشیب وفراز آتے ہیں یا نوک جھونک کا جو ماحول پیدا ہوتا ہے وہ سب کالعدم قرار پاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی مصیبت زدہ بھیگی پلکوں کے ساتھ آپ کے پاس آتا ہے اور اپنی پریشانی اور رودادِ غم سناتا ہے تو آپ اس سے ایسا کریمانہ گفتگو کرتے ہیں اور اس کے مسائل ومشاکل کا ایسا حل تلاش کرتے ہیں کہ وہ اپنے غم والم کو بھول جاتا ہے اور تھوڑی دیر پہلے جن آنکھوں میں حزن غم اور مصیبت والم کے آنسو تھے اب انہیں آنکھوں میں مسرت وشادمانی کے اشک جھلملانے لگتے ہیں۔ افسردہ خاطر اور پژمردہ چہرے کے ساتھ آیا تھا اور جب واپس ہو رہا ہے تو شگفتہ خاطر اور مسکراتے لبوں کے ساتھ جا رہا ہے۔ یہ حضرت علامہ کی شیریں کلامی، نرم گفتاری اور اخوت و بھائی چارگی کی کرشمہ سازیاں ہیں جنہوں نے مضمحل کلیوں کو تبسم ریز ہونے کا حوصلہ دے دیا۔ شاید یہی اوصافِ جمیلہ وخصائلِ حمیدہ ہیں کہ آپ قرب وجوار ملک وبیرون ملک ہر جگہ ہر دل عزیز ہوئے اور آپ کی عظمت و برتری وشہرت ناموری کا نیّرِ تاباں نصف النہار پر ہوا۔

حضرت مفکرِ اسلام آج پوری دنیا کا دورہ کر رہے ہیں اور مذہب حق اہلِ سُنّت و جماعت کا نقیب وترجمان بن کر اس کی ترویج واشاعت میں سرگرم عمل ہیں اور جہاں بھی جاتے ہیں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے روحانی فیوض و برکات کے سائے میں مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے مشن اور ان کے پیغام کو عام کرتے ہیں۔ وہ جہاں دشمنانِ اسلام کو بے نقاب کرتے ہیں، وہیں گستاخانِ رسالت کو بھی زیر وزبر کرتے ہیں۔ آپ کی تقریر وتحریر دونوں سے آپ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق نمایاں ہوتا

ہے اور بزرگانِ دین سے سچی عقیدت عیاں ہوتی ہے۔ یہ سب تاجدارِ اہلِ سُنّت حضور مفتی اعظم ہند اور حضور حافظ ملت علیہما الرحمہ کے فیضانِ کرم کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔

حضرت مفکرِ اسلام اور آپ کے رفقائے کار کی جہدِ مسلسل اور سعیِ پیہم سے چند ہی برسوں میں مدرسہ الجامعۃ الاسلامیہ نے حیرت انگیز ترقی کی اور حفاظِ قرآن کریم کی ایک جماعت دستار حاصل کرنے کی اہل ہوگئی۔ چنانچہ علامہ موصوف نے ایک شاندار جلسے کا اہتمام فرمایا۔ جس کی سرپرستی تاجدارِ اہلِ سُنّت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند بریلوی علیہ الرحمہ اور صدارت استاذ العلماء جلالت العلم حضور حافظ ملت محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے فرمائی۔ چونکہ جامعہ کی یہ پہلی فصل بہار تھی اس لیے قرب وجوار اور دور دراز علاقوں سے چل کر کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ اس موقع پر ان دونوں بابرکت ہستیوں نے ادارہ کی تعمیر وترقی اور اس کے عروج وارتقا کے لیے بڑی رقت انگیز دعا کی۔ میرا اپنا ماننا ہے کہ ان بزرگوں کی دعاؤں کا اثر اور حضرت علامہ کا جذبۂ اخلاص، ان کی جانفشانی و عرق ریزی اور محنتِ شاقہ کا نتیجہ ہے کہ یہ ادارہ بڑی تیزی سے شاہ راہِ ترقی پر گامزن ہوگیا اور دیکھتے دیکھتے بین الاقوامی شہرت کا حامل ہوگیا۔

حضرت مفکرِ اسلام اپنے حسنِ اخلاق، پاکیزہ کردار اور دینی خدمات کے باعث مشہورِ زمانہ ہوگئے اور جامعہ میں باضابطہ درجات حفظ وقرأت اور درس نظامی کی تعلیم ہونے لگی۔ اسی عرصہ میں ''ورلڈ اسلامک مشن'' کی دعوت پر آپ نے انگلینڈ کا سفر کیا اور وہاں پر اپنی علمی صلاحیتوں، فکری توانائیوں اور ایسے اخلاق وکردار کا مظاہرہ فرمایا کہ بڑے بڑے دانش وروں، قد آور مفکروں اور عالمی سطح کے قائدین کی نگاہ میں محبوب ہوگئے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو ورلڈ اسلامک مشن کے تحت کام کرنے کی نہ صرف پیش کش کی بلکہ اس میں شدید اصرار بھی شامل کردیا۔ اس لیے آپ نے ان کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے ۱۹۷۴ء میں انگلینڈ کا سفر کیا اور جامعہ کے اس بارِ عظیم کو راقم الحروف کے ناتواں کندھوں پر ڈال دیا۔ ابتدا میں اگرچہ بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا، بڑے نازک موڑ سے گزرنا پڑا مگر حضرت علامہ ہمیشہ

ہمارے حوصلوں کو مہمیز دیتے رہے۔ الحمد للہ آج یہ ادارہ ملک کی عظیم دینی درس گاہ کے طور پر تشنگانِ علم کو سیراب کررہا ہے۔ اس کے فارغین نہ صرف ہندستان کے اطراف واکناف میں خدمتِ دین میں مصروف ہیں بلکہ بیرونِ ہند مختلف ممالک میں تبلیغ دین کا اہم فریضہ بڑی سلیقہ مندی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ بلاشبہ جامعہ کے ارتقائی منازل طے کرنے میں حضرت مفکرِ اسلام کی کدو کاوش کا بڑا دخل ہے۔ کیونکہ وہ اسے بہت اونچے مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ اس میں ایسے منہج تعلیم کے نفاذ کے خواہاں رہتے ہیں جو عالمی سطح پر تبلیغ اسلام کے لیے ممد ومعاون ثابت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ رونا ہی تشریف لاتے ہیں تو اساتذہ کی ایک میٹنگ لے کر تعلیمی امور کا جائزہ لیتے ہیں اور اس میں مزید نکھار لانے کے لیے اپنے گراں قدر تجربات ومشوروں سے سرفراز کرتے ہیں۔

حضرت مفکرِ اسلام کی شخصیت گوناگوں اوصاف وصفات کی حامل ہے۔ تقویٰ وپرہیز گاری، فروتنی وعاجزی، تواضع وانکساری، حلم وبردباری، غربا پروری وخوردہ نوازی، بے سہارا اور یتیموں کی خبر گیری، قوم وملت سے ہمدردی وبہی خواہی اور اخلاصِ عمل یہ آپ کے ایسے اوصاف ہیں جن پر سیکڑوں صفحات سیاہ کیے جاسکتے ہیں مگر ہجومِ کار اس کی اجازت نہیں دیتے۔ میں دل کی بے پناہ گہرائیوں کے ساتھ ''مفتی اعظم ہند ایوارڈ'' دیئے جانے پر آپ کو اور رضا اکیڈمی ممبئی کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

دعا ہے کہ مولائے قدیر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل آپ کو صحت وسلامتی سے نوازے اور آپ کے سایۂ کرم کو اُمتِ مسلمہ اور جامعہ پر تادیر قائم ودائم رکھے اور آپ کو دارین کی سعادتوں، کرامتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خان اعظمی اور دینی خدمات

تاج محمد خان ازہری، دہلی

مفکرِ قوم وملّت، داعیِ اسلام، خطیبِ ایشیا و یورپ حضرت علامہ قمر الزماں خان اعظمی حماہ اللّٰہ تعالیٰ و رعاہ کا نام اور کام نہ صرف برّصغیر ہند و پاک اور انگلینڈ میں بلکہ پورے یورپ، امریکہ اور افریقہ میں محتاجِ تعارف نہیں۔ وہ ورلڈ اسلامک مشن، لندن کے روحِ رواں، سلف صالحین کی یادگار اور اہلِ سُنّت و جماعت کی شناخت ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی خدمتِ اسلام کے لیے وقف کر دی ہے۔ ان کے بدست الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد، کلیۃ المدارس الاسلامیہ انگلینڈ، جامع مسجد مانچسٹر، مسجد طیبہ ایمسٹرڈم، جامعہ مدینۃ الاسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے آپ کے چھوٹے بڑے بے شمار کارنامے ہیں، جنھیں احاطۂ تحریر میں لانا مستحیل تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔

کچھ عرصے قبل حضرت علامہ کی شخصیت اور خدمات کے تعلق سے مصر کے ہفت روزہ عربی اخبار ''صوت الأزہر'' نے اپنے خاص شمارہ میں ایک تفصیلی اور تحقیقی مضمون شائع کیا ہے، جس میں آپ کے ان تمام کارناموں کی تفصیل ہے جو کہ آپ نے اشاعتِ اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و کامرانی کے لیے سرانجام دیئے ہیں۔ مشہور صحافی و ناول نگار جناب خالد اطہر صاحب آپ کی اسلامی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''علم و حلم، بصیرت و دانائی، جہدِ مسلسل، قوتِ عمل کی صلاحیتوں سے مرصّع اور عالم و فاضل حضرت علامہ قمر الزماں خان اعظمی کا نام اور کام نہ صرف برصغیر پاک و ہند اور برطانیہ میں بلکہ یورپ، امریکہ اور افریقہ میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ کے روحِ رواں اور قائدِ اہلِ سُنّت علامہ شاہ احمد نورانی کے دستِ راست ہیں۔ ان کا مشن دینِ اسلام کی تبلیغ و

ترویج اور ترقی ہے۔ اور انھوں نے اپنی زندگی اس کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ متحرک، فعّال اور ولولہ انگیز شخصیت کے مالک ہیں۔ قائدانہ صلاحیتوں سے مالا مال ہیں۔ تدبّر، اخلاق اور عجز و انکساری ان کی ذات کا خاصہ ہیں۔''

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم آنے والی سطروں میں حضرت علامہ کا خاندانی و تعلیمی پسِ منظر، دینی و سماجی خدمات اور تحریکی، تبلیغی، تصنیفی اور تقریری سرگرمیاں قارئین کی خدمت میں اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں:

آپ کا خاندانی نام محمد قمر الزماں خان اعظمی ہے۔ ۲۳؍ مارچ ۱۹۴۶ء (آزادیِ ہند سے ایک سال قبل) کو ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں خالص پور میں ایک مہذب و مشفق، تعلیم یافتہ، مذہبی، روحانی اور زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ محترم کا نام جناب عبدالحمید خان اور جدِ امجد کا نام جناب منشی عبدالصمد خان تھا۔ تغمدھما اللّٰہ تعالیٰ بغفرانہ۔ آپ نے اردو اور فارسی کا ابتدائی علم اپنے والد بزرگوار جناب عبدالحمید خان اور دادا محترم جناب منشی عبدالصمد خان سے حاصل کیا۔ جبکہ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے متصلہ قصبہ کے دارالعلوم انوارالعلوم میں حاصل کی۔ بعد ازاں ہندوستان کی مرکزی درس گاہ دبستانِ علم و حکمت الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ میں داخل ہوئے۔ الجامعۃ الاشرفیہ میں سندِ فضیلت حاصل کرنے سے قبل ہی آپ دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ چلے گئے اور وہاں سے عالمیت کی سند حاصل کرنے کے بعد پھر الجامعۃ الاشرفیہ واپس آگئے۔ اور یہاں سے آپ نے بانیِ اشرفیہ حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی معروف بہ حافظِ ملّت کے مبارک ہاتھوں سے دستار اور سندِ فضیلت حاصل کی۔

تکمیلِ تعلیم کے بعد آپ استاذ مکرم حضرت علامہ عبدالعزیز صاحب محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے آپ کو درس و تدریس کے لیے اودھ کے مشہور شہر فیض آباد کے مضافاتی قصبے روناہی بھیج دیا اور وہاں آپ نے ۱۹۷۶ء میں الجامعۃ الاسلامیہ کے نام سے ایک درس گاہ قائم کی۔ جس کا شمار اس وقت ہندوستان کی چند مشہور

بڑی درس گاہوں میں ہوتا ہے۔ اس میں چالیس اساتذہ کرام فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور بارہ سو کے قریب طلبا زیر تعلیم ہیں۔ جبکہ وہاں کے فارغ التحصیل طلبا پورے ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ وترویج میں شب وروز مصروف ہیں۔

الجامعۃ الاسلامیہ روناہی میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ دینی اور تبلیغی دورے بھی کرتے رہے۔ ان دَوروں میں آپ نے ہندوستان کے ہر اُس علاقے میں پہنچنے کی کوشش کی، جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ آپ نے اپنی تقاریر میں دینی موضوعات کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی حالتِ زار کا بھی تذکرہ کیا۔ مسلمانوں کے حالاتِ حاضرہ (Current Issues) پر بولنے کی وجہ سے ہی لوگ آپ کو پسند کرتے تھے۔ بفضلہٖ تعالیٰ آج بھی آپ کی وہی مقبولیت عوام کے مابین قائم ودائم ہے۔ سرِ دست اس جانب بھی اشارہ کردینا برمحل ہوگا کہ آپ کی تمام تقریروں کی سی ڈیز Cds اور کیسٹس میں ریکارڈ کر کے ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں مخیّر قوم جناب فاروق سوداگر صاحب قبلہ کی جانب سے پوری دنیا میں تقسیم کی جارہی ہیں۔ نیز حضرت علامہ کے خطبات کو کیسٹوں سے نقل کر کے کتابی شکل میں عوام کے سامنے پیش کرنے کا عمل جاری ہے۔ آپ کی تقریروں کا مجموعہ بنام ''خطباتِ اعظمی'' شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے۔

گزشتہ صدی کے سبعینیات کے نصف تک آپ پورے ہندوستان کا دورہ کرتے رہے۔ ۱۹۷۴ء میں جب مکہ مکرمہ میں ورلڈ اسلامک مشن کا قیام عمل میں آیا تو ضرورت محسوس ہوئی ایسے شخص کی جو مختلف زبانوں پر عبور رکھنے کے علاوہ نئے مسائل سے بھی واقف ہو۔ دینی علوم میں مہارت کے ساتھ ساتھ عصری علوم سے بھی آشنا ہو۔ کافی تلاش وجستجو کے بعد مطلوبہ تمام محاسن اور خوبیوں سے آراستہ حضرت علامہ کی عظیم شخصیت ہی اس کارِاہم کے لیے موزوں نظر آئی۔ ۱۷/اگست ۱۹۷۴ء کو ورلڈ اسلامک مشن کی دعوت پر جوائنٹ سیکریٹری کی حیثیت سے آپ انگلینڈ پہنچے۔ کام کا آغاز آپ نے بریڈفورڈ سے کیا۔ سب سے پہلے یہاں آپ نے ورلڈ اسلامک مشن کا ہیڈ آفس قائم کیا پھر ۱۹۷۵ء میں ایک اسلامک مشنری کالج کا

سنگِ بنیاد رکھا، جس کو حکومتِ برطانیا نے مسلمانوں کے پہلے تعلیمی ادارے کی حیثیت سے منظور کیا۔ ایک عالمی دارالافتاء بھی قائم کیا اور ورلڈ اسلامک پبلی کیشنز کا کام بھی شروع کر دیا۔ نوجوانوں کے لیے الفلاح تنظیم تشکیل دی، جو برطانیا میں مسلم نوجوانوں کی پہلی فلاحی، رفاہی تنظیم تھی اور الدعوۃ الاسلامیہ کے نام سے اپنی ہی اِدارت میں ایک ماہ نامے کا اجرا کیا۔ ایک سال کے مختصر عرصے میں مذکورہ تمام کارکردگیوں کو دیکھ کر ورلڈ اسلامک مشن کے دیگر ارکان محوِ حیرت رہ گئے اور ۱۹۷۵ء میں آپ کو ورلڈ اسلامک مشن کا سیکریٹری جنرل بنا دیا گیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک آپ ورلڈ اسلامک مشن کے سیکریٹری جنرل ہیں۔

مشن کے تحت آج پوری دنیا میں تبلیغی کام ہو رہا ہے۔ آپ کے زیرِ اہتمام ورلڈ اسلامک مشن کا جو اِدارہ مانچسٹر میں قائم کیا گیا ہے کافی بڑا ہے۔ اس کا شمار یورپ کے عظیم اِداروں میں ہوتا ہے۔ ادارے کے تحت تبلیغی سرگرمی کے علاوہ آپ نے کانفرنسوں کا بھی اہتمام کیا۔ پورے برطانیا میں ایسی کانفرنسیں منعقد کی ہیں جن کے عالمی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ مثلاً بریڈفورڈ کی ورلڈ اسلامک کانفرنس جو ۱۹۷۴ء میں منعقد کی۔ پھر ۱۹۷۸ء میں سینٹ جارج کالج ہال میں کانفرنس منعقد کی۔ اس کے بعد ۱۹۸۰ء اور ۱۹۸۵ء میں ہالینڈ اور افریقہ کے مختلف ممالک میں کانفرنسیں منعقد کیں۔ ان کانفرنسوں میں ہمیشہ آپ نے مسلمانوں کو درپیش مسائل اور مقامی مسائل (Issues) کو اُٹھانے کی کوشش کی۔ مثال کے طور پر جب آپ انگلینڈ تشریف لائے تو اس وقت تک وہاں کے لوگوں کو اپنی ضروریات کا بھی صحیح ادراک نہ تھا، اس زمانے میں آپ نے کوشش کر کے وہاں مسجدیں قائم کیں تاکہ مسلمانوں کا تشخص برقرار رہے۔ ورلڈ اسلامک مشن نے حضرت علامہ کی قیادت میں اس ضمن میں عام بیداری پیدا کی۔ علما کرام کی برطانیہ آمد اور مساجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا۔ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اگر مشن اور کانفرنسوں کے ذریعے آپ نے برطانوی مسلم عوام میں بیداری پیدا نہ کی ہوتی تو جو دین آج وہاں دیکھا جا رہا ہے، شاید اتنا نہ ہوتا۔ بچوں کے مسائل کا حل، مسلمانوں کے لیے علیحدہ قبرستان کی گنجائش اور اسپتالوں میں حلال کھانے کا بندوبست ...... ان تمام

کامیابیوں کا سہرا آپ ہی کے سر جاتا ہے۔ تاہم مسلم پرسنل لا (Muslim Personal Law) کی روشنی میں مسلمانوں کے مسائل کا فیصلہ کیے جانے میں آپ کو تاہنوز کامیابی نہ مل سکی۔ چونکہ برطانوی حکومت حضرت علامہ کی چنداں کوشش کے باوجود مسلسل معذرت کر رہی ہے۔ اس کا موقف یہ ہے کہ یہاں بہت سی قومیں آباد ہیں۔ ہم سب کے لیے علیحدہ قانون نہیں بنا سکتے۔ پھر ہمارے قانون کا کیا ہوگا؟ لیکن اتنا ضرور ہے کہ نکاح وطلاق اور دیگر اسلامی معاملات کے بارے میں جو فیصلہ آپ کے اِدارے سے کردیا جاتا ہے برطانوی عدالت اسے اپنے فیصلے میں ملحوظ رکھتی ہے۔ یہ بھی ایک عظیم کامیابی ہے۔

یوں تو حضرت علامہ کی ہر ملک میں پرچمِ حق بلند کرنے کی کوشش رہی، لیکن ہالینڈ کے حصے میں آپ کی عنایتوں کا حصہ کچھ زیادہ ہی آیا اور ضرورت بھی اسی بات کی تھی۔ چونکہ وہاں سُرینام کے بہت زیادہ لوگ آباد ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ۱۸۶۲ء میں ہندوستان چھوڑ کر جنوبی امریکہ کے جزیرہ سُرینام میں آباد ہو گئے تھے۔ جب سُرینام آزاد ہوا تو حکومت ہالینڈ نے انھیں ہالینڈ میں آباد ہونے کی اجازت دے دی۔ جس کے نتیجے میں تقریباً نصف سُرینامی ہالینڈ منتقل ہو گئے۔ چونکہ ان کے ساتھ ہندوؤں کی اکثریت تھی، اس لیے ان پر ہندوانہ تہذیب غالب آگئی تھی۔ وہ نام بھی ہندوانہ رکھنے لگے تھے۔ ان لوگوں سے جو نئی نسل پروان چڑھی، سابقین سے کہیں زیادہ ہندو ثقافت وتہذیب سے متاثر رہی۔ حضرت علامہ نے اِن لوگوں میں ملّی بیداری پیدا کی اور ان کو علیحدہ تشخص بخشا۔ اس کے لیے آپ نے کانفرنسیں منعقد کیں، مساجد تعمیر کیں۔ ایمسٹرڈم میں مسجد طیبہ، اندھوفن اور زوئلے کی مساجد اس کی روشن مثال ہیں۔ ہالینڈ کا سب سے پہلا اسلامی اِدارہ جامعہ مدینۃ الاسلام آپ ہی کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ سیکڑوں علما یہاں سے فارغ ہو کر یورپ کے مختلف ممالک میں کام کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ پندرہ سال سے جاری ہے۔ اس کے اثرات یہ ہیں کہ وہاں کے بچے دین سے مکمل آگہی رکھتے ہیں۔ اب وہاں آپ نے اقرا فاؤنڈیشن کے تحت الصفقہ کے نام سے بعض اِدارے قائم کیے ہیں۔ مشن کے زیر اہتمام چھ سے گیارہ اور گیارہ سے سولہ

سال کے بچوں کو پورے مضامین کے ساتھ دینیات پڑھائی جاتی ہے۔ تاکہ وہ دین سے دور نہ ہوسکیں۔ اس کے علاوہ ناروے (Norway) کی سرزمین پر سب سے پہلی مسجد تعمیر کرنے کا اعزاز بھی حضرت علامہ ہی کو حاصل ہے۔

تبلیغی دوروں میں موجودہ دنیا کا کوئی برّ اعظم ایسا نہیں ہے جہاں آپ تشریف نہ لے گئے ہوں۔ ہالینڈ، فرانس، جرمنی، بلجیم، ڈنمارک، ناروے اور کینیڈا مذکورہ ممالک سرِ فہرست ہیں۔ جہاں آپ کی آمد و رفت بکثرت رہی اور ہے بھی۔ حضرت علامہ کا حالیہ منصوبہ یہ ہے کہ آئندہ چند برس میں امریکہ کی مختلف ریاستوں میں بھی اسلامی اِدارے قائم کیے جائیں تاکہ امریکہ کے پراگندہ معاشرے میں پلے بڑھے مسلم نوجوانوں کو اسلامی تہذیب و تمدّن سے روشناس کیا جاسکے۔

حضرت علامہ کی مثال ایک چراغ کی ہے، جہاں رہے، جدھر گئے نورِ اسلام سے گرد و پیش روشن کرتے رہے۔

جہاں رہے گا وہاں روشنی ہی بخشے گا
کسی چراغ کا اپنا مکان نہیں ہوتا

مدتِ مدید تک بریڈفورڈ میں قیام رہا۔ پھر جب ۱۹۷۹ء میں مانچسٹر منتقل ہوئے تو وہاں بھی جامع مسجد مانچسٹر شمالی کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس مسجد میں ڈھائی ہزار سے زائد نمازیوں کی گنجائش ہے۔ مسجد ہی سے متصل کلیۃ المدرسۃ الاسلامیہ کی تعمیر بھی جاری ہے، جس پر اب تک پندرہ لاکھ پاؤنڈز خرچ ہوچکے ہیں۔ پورا منصوبہ تقریباً دو ملین پاؤنڈ کا ہے۔ تعمیر کے ساتھ ساتھ طلبا کی جز وقتی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔ کام کی تکمیل ہوتے ہی کُل وقتی تدریس کا سلسلہ بھی شروع ہوجائے گا۔

حضرت علامہ کی عظیم شخصیت جہاں دینی اور عصری علوم کا ملتقی ہے وہیں شریعت و طریقت کا سنگم بھی۔ آپ جگر گوشۂ اعلیٰ حضرت صاحبِ فضائل الجمعۃ، خاتمۃ علماء الامۃ مفتیِ اعظم ہند حضرت مصطفیٰ رضا خان رحمہ اللہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ بایں طور آپ سلسلۂ قادریہ

سے وابستہ ہیں۔

تحریکی، تبلیغی اور تدریسی سرگرمیاں حاجز بنتی رہیں لیکن ان کے باوجود آپ میدانِ تصنیف وتالیف میں ڈٹے رہے۔ ہندو پاک کے جرائد واخبارات میں اب تک آپ کے دو سو کے قریب مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ان متفرق مضامین کو یکجا کر کے کتابی شکل میں عوام کے سامنے پیش کرنے کا عمل جاری ہے۔ جبکہ آپ کی تصنیف ''جمالِ مصطفیٰ'' ہندوستان سے شائع ہو چکی ہے۔ ایک اور عربی تصنیف بنام ''الاسلام والمسیحیۃ'' مرحلۂ طباعت کے قریب ہے۔ حالیہ ایام میں نئے لب و لہجے میں قرآن مجید کی تفسیر آپ کے زیرِ قلم ہے۔ سورۂ بقرہ اور آلِ عمران دو سورتوں کی مدلل ومفصّل تفسیر مکمل ہو چکی ہے۔

اخیراً جناب باری تعالیٰ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم کارِ علمی کو سہولت و یُسر کے ساتھ تکمیل کو پہنچائے اور خاتمہ مِسک ہو۔ ساتھ ہی حضرت علامہ کو بھی صحت وتوانائی اور عمرِ نوح علیہ السلام عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

مفکرِ اسلام حضرت علامہ اعظمی صاحب کا سوزِ دروں

مولانا محمد سلمان رضا قادری ازہری
استاذ الجامعۃ الاسلامیہ، وایڈیٹر ماہنامہ ''الجامعہ'' روناہی فیض آباد، یوپی

مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خاں اعظمی صاحب قبلہ مدظلہ العالی اہلِ سُنّت و جماعت کے بالغ نظر، ژرف نگاہ، دیدہ وراور قد آور مبلغ ومفکر ہیں، جوتقویٰ وطہارت، طاعت وعبادت، تواضع وانکساری، فروتنی وعاجزی، حلم وبردباری اور شفقت ورافت جیسے دیگر اوصافِ حمیدہ سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ علوم اسلامیہ کے بحرنا پیدا کنار کے غوّاص بھی ہیں۔ جنہوں نے علوم مشرقیہ کا بڑی باریک بینی، عرق ریزی اور جاں فشانی کے ساتھ مطالعہ کر کے اس میں ایسا رسوخ وتبحر حاصل کیا کہ حق و باطل، کفر واسلام کے مابین ایسا نشانِ امتیاز کھینچ سکیں کہ قلیل البضاعت افراد بھی اس سے رہنمائی حاصل کرلیں، اور نور وظلمت میں فرق محسوس کرسکیں۔ آپ نے ادیان وملل اور اقوام وامم کی تاریخوں کا بہ نظر غائر تجزیہ کیا اوران کے حسن وقبح کونصف النہار کی طرح آشکار کیا تاکہ جو حضرات اوہام وخرافات کی وادیِ تیہ میں سرگرداں اور حیران وپریشان ہیں وہ شکوک وشبہات کے دلدل سے رہائی حاصل کریں اوران پر دینِ حق کوقبول کرنے کے دروازے واہوجائیں۔ آپ کی تحریروں کودیکھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ اسلام اور مسلمانوں کے سچے قائد ورہنما اور ہمدرد وخیر خواہ ہیں۔ کیونکہ آپ جہاں اسلام کی آفاقیت کواغیار کے سامنے روزِ روشن کی طرح عیاں کرنے کے لیے اس کے بلند وبالا عقائد ونظریات، عبادات ومعاملات اوراخلاقیات کو اپنے سحر انگیز، مسحور کن اور ناقابلِ تردید وانکار لب ولہجہ میں بیان کرتے ہیں وہیں مسلمانوں کی سیاسی، ثقافتی، معاشرتی، اقتصادی، تعلیمی اور تجرباتی پسماندگی پر بھی اپنے درد وکرب کا اظہار کر کے اس کے اسباب وعلل کوتلاش کرتے ہیں اوران کا علاج بھی بتاتے ہیں۔ آپ کی دلی خواہش یہ ہے کہ

مسلمانوں نے جس طرح ماضی میں دنیا کے لیے اقتصادیات کی نئی نئی راہیں کھولی تھیں اور صدیوں تک خوش حال اور پر سکون زندگی گزاری تھی اور تحقیقات وانکشافات اور تجربات کے میدان میں پیش قدمی کی تھی ایسے ہی عصرِ جدید میں بھی علم و تحقیق اور تہذیب و تمدن کی بلندیوں پر کمندیں ڈالیں، اور اپنی عظمتِ رفتہ کو حاصل کر کے پس ماندگی ومحکومی کے بھیانک غار سے باہر نکل کر اقوام وملل کی قیادت کی باگ ڈور سنبھالیں۔ چنانچہ حضرت علامہ مدظلہ العالی قومِ مسلم کو ''یقینِ محکم اور عملِ پیہم کی ضرورت'' کا احساس دلاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ دنیا میں طاقت کا جواب طاقت سے اور علم کا جواب علم سے دیا جا سکتا ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ کوئی قوم مادّی قوتوں سے مسلح اور تمام علمی اسلحوں سے آراستہ ہو اور اس کے مقابلے میں ایک بیمار، پست ہمت، حالات سے نا آشنا، غیر مسلح، جاہل اور پس ماندہ قوم ہو تو کامیابی موخر الذکر قوم کو ملے۔ اگر حالات سے بے نیاز ہو کر اسباب و وسائل سے کنارہ کش ہو کر محض دعاؤں کے ذریعے سارے مسائل حل ہو جاتے تو قرآن عظیم بار بار حریف کے مقابلے کے لیے ہر طرح کی تیاری کا حکم نہ دیتا اور خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر وحنین، خیبر و اُحد کے بجائے کعبۃ اللہ کے نیچے صرف تمنا فرماتے اور تمام قومیں ان کے قدموں میں جھک جاتیں۔ حالانکہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ تمناؤں میں یہ اثر تھا کہ کونین کو ان کے قدموں میں جھکا دیا جاتا۔ اس لیے کہ جس کی محض ایک نظر اُٹھ جانے سے قبلہ بدل جائے، اگر وہ لبِ اعجاز کھولتے تو کائنات کی تقدیر کیوں نہ بدل جاتی؟ لیکن اگر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرماتے تو ان کے معجزات میں ایک معجزے کا اضافہ ہو جاتا لیکن ان کے دین کی بقا وتحفظ کے لیے اُمتِ مسلمہ کو جہاد فی سبیل اللہ کا عظیم قانون نہ ملتا۔ اس لیے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنانِ دین کے لیے ہر طرح کی تیاریوں کا حکم دیا۔''

(مقالہ: یقینِ محکم اور عملِ پیہم کی ضرورت)

حضرت علامہ کی مذکورہ بالا تحریر میں ایسا سوزِ دروں ہے جس میں مسلمانوں کی ترقی کا راز پنہاں ہے۔ وہ ہے قوتِ عمل، یقینِ محکم اور عملِ پیہم کی ضرورت۔ اگر قوم مسلم اپنے آپ

کو ہر طرح کے اسباب و وسائل سے آراستہ کر لے اور دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنے کے لیے ان ہی کے جیسے اسلحوں سے لیس ہو جائے تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ کسی میدان میں متخلف ہو کر زندگی گزارے، ذلت و رسوائی کا سامنا کرے اور یارانِ تیز گام کی رفعتوں کو حسرت و یاس بھری نگاہوں سے دیکھ کر کفِ افسوس ملے۔ ہمارے ممدوح گرامی موجودہ زمانے میں اسلام اور مسلمانوں پر کس کس طرح کے حملے ہو رہے ہیں اور اسلام و مسلمان کو بدنام کرنے کے کیا کیا حربے اور ہتھکنڈے استعمال کیے جا رہے ہیں اور ان کے اثرات و نتائج کیا برآمد ہو سکتے ہیں۔ انہیں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

’’آج ایک طرف تو مستشرقینِ یورپ اپنے پُر فریب لٹریچر سے اسلام اور بانیِ اسلام کے خلاف ہزاروں غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں۔ دوسری طرف کمیونزم اور سوشلزم جیسی تحریکوں نے اسلام کے متعلق ہزاروں شکوک و شبہات کھڑے کر دیئے ہیں، تیسری طرف الحاد و نیچریت دماغوں کو مذہب کی گرفت سے آزاد کرنے کے لیے ہر ممکن کوششیں کر رہے ہیں، چوتھی طرف مغربی تہذیب' اسلامی تہذیب پر مسلسل ضربِ کاری لگا رہی ہے۔ ان حالات میں ایسے مصلحین کی ضرورت تھی جو اسلام کو اس طور پر دنیا کے سامنے پیش کرتے کہ دنیا کا ہر صاحبِ ہوش اس کی معقولیت کا قائل ہو جاتا، شکوک و اوہام کے بادل چھٹتے اور لوگ اسلام کی حقیقی عظمتوں سے آشنا ہو سکتے۔ کسل و گوشہ نشینی کے بجائے اس ہوش مندانہ اور جرأت مندانہ تبلیغ کی ضرورت ہے جس میں عصرِ حاضر کے تمام حملوں کا جواب دیا جا سکے، خواہ وہ حملے کسی طرح کے ہوں۔ جب ہماری سرحدوں پر کفر توپوں اور ٹینکوں کی گھن گرج کے ساتھ حملہ آور ہو تو ہمیں انہیں اسلحوں سے دشمن کا دفاع کرنا ہوگا۔ لیکن آج باطل مادّی اسلحوں کے ساتھ نہیں بلکہ علم و تحقیق کے نام پر ہماری نسلِ جدید کو گمراہ کر رہا ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ علم و تحقیق کے مقابلے میں علم و تحقیق پیش کیا جائے.... آج اگر فلسفۂ جدید حملہ آور ہے تو مسلمانوں کے ہوش مند طبقے کو انتہائی بصیرت کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنا ہوگا اور انتہائی جرأت و استقلال اور کمالِ پامردی کے ساتھ ان کا دفاع کرنا ہوگا۔‘‘ (مقالہ: یقینِ محکم اور

عملِ پیہم کی ضرورت)

اس تحریر دلگیر سے واضح ہوتا ہے کہ دشمنانِ اسلام مختلف لباسوں میں ملبوس ہو کر اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کر کے اس کے صاف و شفاف دامن کو داغدار کرنے کی لا حاصل کوششیں کر رہے ہیں، اسلام کی ہمہ گیریت پر سوالیہ نشان لگا رہے ہیں اور علم و تحقیق کے پس پردہ اسلام کے خلاف یاوہ گوئی و ہرزہ سرائی کر کے نوجوان نسلوں کے قلوب و اذہان سے عظمتِ اسلام نکالنے کی ناپاک جد و جہد کر رہے ہیں۔ ایسے سوہانِ روح ماحول اور پُر فتن دور میں ضرورت ہے ایسے دور رس نگاہ رکھنے والے قائدین کی جو دشمن کی نقل و حرکت پر کڑی نگاہ رکھیں تا کہ اُمتِ مسلمہ کو ان کی دسیسہ کاریوں سے بروقت آگاہ کر سکیں۔ نیز مدارسِ اسلامیہ کے ذمّے داران حسبِ استطاعت ایسے شعبے قائم کریں جن میں طالبانِ علومِ نبوت کو دشمنانِ دین کے حقیقی خد و خال اور ان کے مسموم اہداف و اغراض سے روشناس کرایا جائے۔ اور انہیں اسلام دشمن عناصر کے رد و ابطال کے ایسے اسالیب و طرق سے آشنا کرایا جائے جسے ذہنِ انسانی بہ آسانی قبول کرے اور مجالِ انکار نہ رہے۔ چنانچہ حضرت مفکر اسلام مدظلہ العالی نے الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی ضلع فیض آباد یو پی (جس کی آبیاری آپ نے اپنے خونِ جگر سے کی ہے اور جس کے عروج و ارتقا کے لیے بے پناہ مشقتیں برداشت کی ہیں) میں تقریباً تین سال قبل تقابلِ ادیان کا شعبہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور کتابوں کی فراہمی کے لیے ایک صاحبِ خیر کے پاس اپنا مکتوب گرامی بھی ارسال فرمایا۔ مگر چند وجوہ کی بنیاد پر اس جانب کوئی قابلِ ذکر پیش رفت نہ ہو سکی۔ ان شاء اللہ مستقبل قریب میں ان مخلصوں کی جد و جہد رنگ لائے گی اور یہ شعبہ اپنی آب و تاب کے ساتھ جاری و ساری ہوگا۔

حضرت مفکرِ اسلام مدظلہ العالی کا نظریہ یہ ہے کہ اس سائنس اور ٹکنالوجی کے دور میں جب کہ دنیا کی وسعتیں سمٹ کر ایک گاؤں کی شکل اختیار کر گئی ہیں اور انسان اپنی عقل و فکر کو دلیلِ راہ تصور کرتا ہے، جو اس کی عقل و دانش اور فکر و آگہی کی گرفت میں آ جائے اسے قبول کرنے میں لیت و لعل سے کام نہیں لیتا ہے بلکہ برملا اسے اپنے سینے سے لگا لیتا ہے اور اس کی

حقانیت وصداقت کا معترف ہو جاتا ہے۔ اس لیے عصرِ جدید میں اسلام کو اس انداز اور اسلوب میں پیش کیا جائے کہ عقل کے پرستار اس کی معقولیت کا نہ صرف اعتراف کریں بلکہ اس کے گرویدہ اور عاشق زار بن جائیں۔ چنانچہ جب ہم حضرتِ مفکرِ اسلام کے اسلوبِ دعوت وتبلیغ، خطابت کے لب ولہجہ اور اندازِ بیان نیز طرزِ نگارش کا جائزہ لیتے ہیں تو مذکورہ وصف آپ کی بلند وبالا شخصیت میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔ آپ اسلام کے نظام عقائد، نظام عبادت اور نظام اخلاق کو اتنے پرکشش اور موثر طریقے سے پیش کرتے ہیں کہ ادنیٰ فہم و بصیرت رکھنے والا انسان بھی دو دو چار کی طرح اس کو سمجھ لیتا ہے اور وہ یہ باور کرنے لگتا ہے کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو انسان کو باوقار زندگی عطا کرتا ہے، پستی سے نکال کر حیاتِ انسانی کی رفعتوں سے ہمکنار کرتا ہے اور پیدائش سے لے کر موت تک کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جس کے رہنما اصول اسلام کے دامن میں نہ ہوں۔ ممدوح گرامی کا یہ وصف اس وقت اور قابلِ دید ہو جاتا ہے جب آپ ادیان ومذاہب کا تقابلی مطالعہ پیش کرتے ہوئے حق و باطل کے مابین خطِ امتیاز کھینچتے ہیں اور صاحبانِ فکر و دانش کو تفکر و تدبر کی دعوت پیش کرتے ہیں اور انہیں اپنی فکری صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے برانگیختہ کرتے ہیں۔ کیوں کہ طرزِ استدلال اتنا واضح ہوتا ہے کہ نتیجے کا انکار چلچلاتی دھوپ میں وجودِ شمس کے انکار کے مترادف ہوتا ہے۔ اگر ہمارے قارئین کے قلب نازک پر گراں نہ گزرے تو ایک نمونہ پیش کرنے کی جسارت کروں تاکہ ہمارا دعویٰ بے دلیل ہو کر اپنی اہمیت کھو نہ بیٹھے، اس لیے ملاحظہ فرمائیے ایک جھلک۔

حضرت مفکرِ اسلام مسیحیت کے موجودہ تصور الٰہ کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ہم یقیناً اس اسلام کے اوپر ایمان لائے ہیں جسے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلوہ گر ہوئے تھے، جس کے متعلق نجاشی شہنشاہ حبشہ نے کہا تھا کہ یہ دونوں مذاہب تو ایک ہی نور مطلق کے دو جلوے ہیں۔ لیکن مسیحیت کا موجودہ تصورِ الٰہ کس قدر لرزا دینے والا، کس قدر غیر معقول اور ناقابلِ یقین ہے وہ اس عقیدے کی مشہور اصطلاح التثلیث فی الوحدة و

الوحدۃ فی التثلیث سے ظاہر ہے....''

عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بندوں کے گناہوں کی جزا کے طور پر سولی دے دی گئی تاکہ وہ خود سولی پر چڑھ کر اپنے اُمتیوں کے لیے کفارہ بن جائیں۔

اوّل تو یہ بات کس قدر عجیب سی لگتی ہے کہ گناہ امتی کر رہے ہیں اور کفارہ کے طور پر سولی رسول کو دی جا رہی ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اللہ تھے تو پھر کیوں کر وہی منتقم ہوئے اور وہی منتقم بن گئے؟ انہیں کے حکم پر سولی لٹکائی گئی اور خود ہی اپنی مرضی پر قربان ہو گئے! اور پھر جو سولی پر چڑھ جائے اور تختۂ دار پر انتہائی اضطراب کے عالم میں دم توڑ دے کیا وہ خدا ہو سکتا ہے؟ پھر عبرانی کے تمام نوشتوں میں یہ بات متفق علیہ طور پر درج ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وقتِ صلیب یہ ارشاد فرمایا تھا ''اے میرے خدا! اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا'' اگر وہ خدا تھے تو کس خدا کو آواز دے رہے تھے؟ الوہیت کی جو صفت ان کی ذات کا لازمہ تھی وہ ان سے جدا کیوں کر ہو گئی؟ دراصل اسلام کے علاوہ تمام مذاہب عالم میں شرک فی الالوہیت ہی ایک مشترک جرم ہے جو ناقابلِ معافی ہے۔'' (مقالہ: اسلام اور دیگر مذاہب عالم)

مذکورہ اقتباس سے آشکار ہوتا ہے کہ حضرت مفکرِ اسلام صاحب قبلہ مدظلہ العالیٰ ان اوصاف وصفات سے متصف ہیں جن سے ایک مبلغ اسلام کا آراستہ ہونا لازمی ہے۔ آپ کی شخصیت میں وہ صلاحیت واستعداد بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے کہ آپ قوم مسلم کی ہر گام پر بحسن و خوبی قیادت ورہنمائی کر سکیں اور دشمنوں کے مکر وفریب اور دجل وغدر سے متنبہ کر کے اس سے بچنے کی تدبیریں پیش کر سکیں۔

قلتِ وقت دامن گیر ہے ورنہ آپ کے وہ مقالات ومضامین جن کے پڑھنے کی سعادت راقم الحروف کو حاصل ہوئی، اُن کی روشنی میں آپ کی پُرکشش شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر خامہ فرسائی کر کے آپ کی عالی مرتبت بارگاہ میں نظرِ عقیدت پیش کرتا، لیکن اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور آپ کی خدمات پر آپ کو ''مفتی اعظم ہند ایوارڈ'' سے سرفراز کیے جانے پر

صمیم قلب سے ہدیۂ تبریک وتہنیت پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی ''رضا اکیڈمی ممبئی'' کو بھی اس لائقِ صد تحسین وآفرین عمل پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند قدوس اپنے پیارے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل آپ کی خدمات کو شرفِ قبول عطا کر کے آپ کو دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے اور آپ کے فیضانِ علمی سے اس بے مایہ راقم الحروف کو نوازے۔ آمین

☆......☆......☆

مفکرِ اسلام کی فکری بصیرت

مولانا محمد جنید نعیم بستوی
استاذ ادب الجامعۃ الاسلامیہ، قصبہ رونا ہی ضلع فیض آباد یوپی

مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خاں صاحب قبلہ اعظمی کی شخصیت عظمی اب محتاج بیان نہیں رہ گئی ہے۔ آپ کا نام وکام ہندو بیرونِ ہند ہر چہار جانب روشن وتابندہ ہے۔ آپ اپنی حیاتِ مبارکہ کے زیادہ تر اوقات "ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة" کی عملی تفسیر بن کر گزار رہے ہیں اور اپنے نہاں خانۂ دل میں نہ صرف اسلام کے فروغ اور اس کی ترقی کے لیے بے پناہ درد رکھتے ہیں بلکہ سنّیت ومسلکِ اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت میں سعیِ پیہم وجہدِ مسلسل کرتے رہتے ہیں۔ اسی لیے آپ پورے سال کے بیشتر ایام بڑے بڑے دینی جلسوں، سیمناروں اور کانفرنسوں میں شمولیت کی نذر کر دیتے ہیں اور دینی پروگراموں میں شرکت کرنے کی آپ سے اتنی زیادہ گزارش ہوتی ہے کہ سال کے تین سو پینسٹھ دن میں شاید کوئی دن بچتا ہو جس میں آپ مدعو نہ ہوتے ہوں۔ کیوں کہ آپ کی زبان و بیان میں اتنی سلاست وروانی ہوتی ہے کہ آپ کا خطاب علما وطلبا، عوام وخواص ہر طبقے کے لوگوں میں مقبول ومحبوب ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں وعظ ونصیحت اور بیان وخطابت میں دینی و اسلامی موضوع کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی حالت زار پر بھرپور روشنی ڈالتے ہیں اور خاص طور سے جب مسلمانانِ ہند کی خستہ حالی وبدحالی کا تجزیہ پیش کرتے ہیں تو سامعین کی آنکھیں اشک بار ہوئے بغیر نہیں رہ پاتیں۔ جس سے ان کو اپنی حقیقت وحیثیت دونوں کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علامہ صاحب قبلہ دعوت وتبلیغ کے میدان میں بہت آگے نکل چکے ہیں۔ یہ جہاں سیکڑوں مدارس ومساجد کے بانی مبانی ہیں وہیں سیکڑوں

مقالات حالات کے تقاضے کے مطابق آپ کے رشحاتِ قلم فیض رقم سے حیطۂ تحریر میں آکر مختلف جرائد واخبار اور مجلّات و ماہ نامے میں چھپ کران کواوجِ ثریا کا مقام عطا کر چکے ہیں۔ اس ناحیہ سے حضرت علامہ صاحب قبلہ کواسلام کا مبلغ عظیم اور داعیِ جلیل کہا جائے تو یقیناً بے جانہ ہوگا۔آپ نے یورپ وایشیا میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان کو دیکھنے اور سننے کے بعد ہر بالغ نظر وذی شعور شخص یہ کہنے پرضرور مجبور ہوگا کہ صحیح معنوں میں اسلام وسنّیت کی نشرو اشاعت میں اللہ جل مجدہ کا فضلِ خاص ان کے شاملِ حال ہے۔ دوراندیشی و دانش وری کا جوہران کے اندراس قدر پایا جاتا ہے کہ بڑے بڑے دانش وران ومفکرین اور قدآور شخصیات ان سے اپنے خیالات کا اظہار کر کے صحیح ومثبت رائے لے کرفخر محسوس کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ آپ اپنے ناخنِ تدبیر سے دینی ،ملّی ،مسلکی اور سماجی مسائل ومشاکل کی زلفوں کوسنوارنے اوران کی گتھیوں کوسلجھانے میں مہارتِ تامہ رکھتے ہیں۔ اس کا اندازہ ذیل کے پیراگراف سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

۱۹۷۴ء میں جب مکّہ مکرمہ میں ورلڈ اسلامک مشن کا قیام عمل میں آیا تو اس وقت ایک ایسی شخصیت کی شدید ضرورت تھی جو علم وحلم ،بصیرت ودانائی ، جہدِ مسلسل ،عمل پیہم اور قائدانہ وخطیبانہ صلاحیتوں سے مرصّع ہونے کے ساتھ ساتھ درپیش جدید مسائل سے بھی آگہی رکھتی ہو۔ ہر چہار سمت بسیار تلاش وجستجو کے بعد آخر کارنظرِ انتخاب والتفات حضرت علامہ صاحب قبلہ پر جا کر مرکوز ہوئی کیونکہ اس وقت اس قسم کے تمام محاسن اور خوبیوں سے آراستہ اور جمال وکمال سے مزین حضرت علامہ صاحب قبلہ کی ذاتِ بابرکات ہی تھی جو اس قیمتی اوراہم کام کے لیے موزوں ومناسب تھی ۔ چنانچہ آپ ۱۹۷۴ء میں ورلڈ اسلامک مشن کی دعوت قبول فرما کر انگلینڈ پہنچے۔ وہاں پہنچنے کے بعد ایک سال کے مختصر عرصے میں اتنی زیادہ دینی ، دعوتی ،ملّی ، سماجی اورفلاحی خدمات انجام دے ڈالی کہ ان تمام کاموں کو دیکھتے ہوئے ورلڈ اسلامک مشن کے ارکان وممبران محوِ حیرت رہ گئے اور ۱۹۷۵ء میں آپ کو ورلڈ اسلامک مشن کا جنرل سکریٹری منتخب کردیا گیا۔ اس وقت سے لے کرآج تک آپ اس مشن کے

کلیدی عہدے پر فائز ہیں۔

اسی کے پیش نظر آپ جب کبھی الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ رونا ہی میں تشریف لاتے ہیں تو تعلیم و تعلّم کے عروج اور تعمیراتی کاموں کی ترقی کے تعلق سے یہاں کے اساتذۂ کرام اور ناظم اعلیٰ حضرت قاری جلال الدین صاحب قبلہ حماہ اللہ تعالیٰ و رعاہ کی ایک دو میٹنگ ضرور آپ کی صدارت میں منعقد ہوتی ہے۔ اس قسم کی نشست میں شمولیت کا شرف مجھ ناچیز کو بھی تین یا چار مرتبہ حاصل ہوا اور پورے انہماک اور کامل توجہ کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو کر حضرت علامہ صاحب قبلہ کی باتوں کو سننے کا موقع نصیب ہوا ہے۔ ان کی زبانِ فیض ترجمان سے نکلے ہوئے کلمات سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ حضرت علامہ صاحب قبلہ کی یہ شدید خواہش ہے کہ حالاتِ حاضرہ کے چیلنجز کے مطابق نصابِ تعلیم و نظامِ تعلیم میں ترقی لائی جائے۔ کیوں کہ آپ پوری دنیا کے اندر دینی و تبلیغی کاموں کے سلسلے میں دورہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے آپ فروغِ اسلام کے تئیں کافی حسّاس نظر آتے ہیں اور آپ اسلام اور بانیِ اسلام کے متعلق درپیش مسائل کے حل کے لیے مدارس و جامعات کے فارغین کو ایسی استعداد و صلاحیت کا مالک بن کر نکلتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں کہ مستشرقین کی طرف سے عصرِ حاضر میں جو چیلنجز ہیں ان کا تشفی بخش جواب اردو، فارسی، ہندی، گجراتی، مراٹھی اور دیگر زبانوں کے علاوہ بین الاقوامی زبان عربی و انگریزی ڈچ اور فرنچ میں بھی دینے کی صلاحیت خوب اچھی طرح سے پائی جائے اور ان کا اسلوبِ تحریر و اندازِ بیان بہت ہی اچھا و پیارا ہو اور ان کے اندر نہایت ہی سلیقہ مندی کے ساتھ اپنی بات اسلام دشمن عناصر یہود و نصاریٰ بالخصوص مستشرقین تک پہنچانے کا ہنر موجود ہو۔ کیونکہ حضرت علامہ صاحب قبلہ مستشرقین کی دسیسہ کاریوں و عیاریوں سے بخوبی واقف ہیں۔ جو رات و دن اور صبح و شام اسلام کے خلاف اپنی فکری و عملی، قولی و فعلی، ذہنی و قلبی صلاحیتوں کو بروے کار لا کر اس کے قصرِ عظیم کی عمارتوں کو ڈھانے اور نیست و نابود کرنے کی جد و جہد میں لگے ہوئے ہیں۔ جو چیز اسلام کے لیے جس قدر اہم و قیمتی ہوتی ہے یہ مستشرقین اسی اعتبار سے شدّت کے ساتھ اس کو اپنی فتنہ انگیزیوں کا

نشانہ بناتے ہیں۔ وہ اسلام کا بول بالا ہونے اور اس کا پرچم حق بلند ہونے سے لے کر آج تک قرآنِ حکیم اور احادیثِ طیبہ کے خلاف دل کھول کر اپنا زورِ قلم استعمال کر رہے ہیں اور تاریخِ اسلام کی تابناکیوں کو شکوک وشبہات کے غبار سے آلودہ کر کے عوام الناس تک پہنچانے کی ناپاک کوششیں کر رہے ہیں اور تعلیماتِ اسلام کو جس نے دنیا کی تہذیب وثقافت سے عاری اُجڈ ترین قوم کو لوگوں کا امام وپیشوا بنا دیا اس کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جو بھی انہیں دیکھے اور پڑھے وہ کراہت محسوس کیے بغیر نہ رہ پائے۔ جیسا کہ حضرت العلام پیر کرم شاہ ازہری اپنی گراں قدر تصنیف ''ضیاء النبی'' جلد ہفتم میں رقم طراز ہیں: ''مستشرقین تعددِ ازواج کے مسئلہ پر تین پہلوؤں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے دین پر حملہ کرتے ہیں۔ اولاً ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت کو خواہش پرستانہ تعلیم قرار دے کر اسلام پر حملہ کرتے ہیں۔ ثانیاً وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ اپنی اُمت کے مردوں کے لیے بیویوں کی جو حد مقرر کی آپ نے خود اس پر عمل نہیں کیا اور اپنے لیے بیویوں کی تعداد کی کسی حد کو قبول نہیں کیا۔ ثالثاً وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کو ایک افسانۂ محبت بنا کر پیش کرتے ہیں اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) بندۂ خواہشات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔''

اسلام اور بانیِ اسلام پیغمبر آخر الزماں حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف اس قسم کے بہت سے غلط پروپیگنڈے ان مستشرقین کی جانب سے کیے جا رہے ہیں اور ان کے صاف وشفاف دامن کو داغدار کرنے کی کوششیں مسلسل کی جا رہی ہیں۔ اس لیے حضرت علامہ صاحب قبلہ مروّجہ نصابِ تعلیم کو باقی رکھتے ہوئے اس قسم کا اضافہ ضرور دیکھنا چاہتے ہیں کہ تہذیب وتمدن اور اخلاق وآداب کے پرکیف وخوش گوار ماحول میں از ابتدا تا فراغت لازماً ایسی تعلیم ہو کہ فارغین کی جماعت کو جہاں فنِ تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ اور دیگر علوم وفنون میں مہارتِ تامہ حاصل ہو، وہیں پر عربی وانگریزی ڈچ وفرنچ زبان وادب میں لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہوتا کہ یہ حضرات ملک وبیرونِ ملک

میں قیام پذیر ہو کر موجودہ دور کے چیلنجز کو قبول کر کے اسلام و بانیِ اسلام کے معترضین کو مسکت ومثبت جواب بآسانی دے سکیں۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اس عظیم علمی شخصیت مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خاں صاحب قبلہ اعظمی بانی وسربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی کو صحت و توانائی کے ساتھ رکھ کر عمر نوح علیہ السلام عطا فرمائے۔آمین و ایاك نستعین



مفکرِ اسلام: حرکت وعمل کا کوہِ ہمالہ

مولانا محمد توفیق احسنؔ برکاتی مصباحی
جامعہ غوثیہ نجم العلوم ممبئی ۳

شخصیتیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ کچھ وہ ہوتی ہیں جو اپنی علمیت و قابلیت، وقعت و شان کے اظہار کے لیے ظاہری آرائش، نام ونمود اور تعارفی اشتہارات کا سہارا لیتی ہیں اور پھر زمانے کے نقشے پر ان کی رعب دار شخصیت نمودار ہوتی ہے اور ان کے کارنامے دنیا میں ایک شناخت کے طور پر ابھرتے ہیں۔ دوسری قسم ان افراد کی ہے جو اپنی ذات میں انجمن ہوتے ہیں۔ ان کے کارنامے، ان کی خدمات خود تعارف ہوتی ہیں۔ انہیں اپنی علمی وفنی برتری کے اظہار کے لیے کرائے کے ناقدین یا اشتہار بازوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ان کا علمی وفکری تعمق وترفع اس قدر ممتاز ہوتا ہے کہ دنیا خود ان کے آگے سر جھکتی ہوئی دکھائی پڑتی ہے۔ آج کی اس نشست میں ہم جس عظیم المرتبت اور عالمی شہرت یافتہ ذات کے ہمہ جہت پہلوؤں کی نشاندہی کے لیے خود کو تیار کر رہے ہیں اس کا تعلق اسی مؤخر الذکر قسم سے ہے اور جو اپنا تعارف آپ مانی جاتی ہے، اس کی حیات کی جہات اس قدر متنوع ہیں کہ اس مختصر مقالے میں ان سب پر کما حقہ پوری تفصیل کے ساتھ روشنی نہیں ڈالی جاسکتی، تاہم ہم کوشش کریں گے کہ آپ کی زندگی کی چند ممتاز ترین جہتوں کا تعین کرسکیں اور ان پر گفتگو کے ساتھ سیر حاصل تجزیہ بھی بحث میں شامل رہے۔ اس شخصیت کا نام ہے ''علامہ قمر الزماں اعظمی''، لقب ہے ''مفکر اسلام'' اور مشغلہ ہے تبلیغِ اسلام وترویجِ سنّیت۔

علامہ قمر الزماں اعظمی کا سراپا: مناسب قد وقامت درمیانی سے اعلیٰ، بھرا بھرا جسم، گٹھیل بدن، مضبوط کلائیاں، ستواں ناک، کشادہ پیشانی، کھلتا ہوا گندمی رنگ، دونوں رخسار بھرے بھرے، بھوئیں اُبھری ہوئیں ہالہ لیے ہوئے، آنکھیں روشن نور نور جن میں گہرے تفکر کی جھلک ہمیشہ

نظر آتی ہے، دندان خوب صورت چمک دار، داڑھی کے بال سفید بزرگی کا اعلان کرتے، ہونٹ لفظ و معنی کا اظہاریہ، مسکراتا، تبسم بکھیرتا چہرہ، رعب اور علم کا نمائندہ، روحانیت کی آماج گاہ، پاکیزہ اخلاق وکردار کا اعلامیہ، اندازِ گفتگو انتہائی سنجیدہ علمیت لیے ہوئے، تاریخی شعور انتہائی پختہ، عالمانہ وقار، مفکرانہ ذہن، مدبرانہ فکر اور وضع دار شخصیت کے مالک۔ یہ ہیں دنیائے اسلام کے عالمی شہرت یافتہ اسلامی نمائندہ علامہ قمر الزماں خاں اعظمی الملقب ب ''مفکر اسلام''

خاندانی پس منظر اور ولادت: کسی بھی شخصیت کے بنیادی خدوخال اس وقت نمایاں ہوتے ہیں اور اس کی زندگی اور ذات کی جہات کا تعین اس وقت سہل ہو جاتا ہے جب اس کے خاندانی پس منظر، تہذیبی ولسانی صورت حال کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے۔ اس تناظر میں جب علامہ قمر الزماں خاں اعظمی کے خاندانی حالات اور اس عہد کے ثقافتی ارتقا اور اقتصادی عروج پر غور کرتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آپ کا خمیر جس مٹی سے تیار ہوا ہے اس میں علم و عمل، تہذیب دینی، اتحاد ویگانگت، تصلب فی الدین اور مذہبی تشخصات کی سوندھی سوندھی خوشبو صاف طور پر محسوس کی جاسکتی ہے اور افرادِ قوم میں رواداری، امدادِ باہمی، امن وآشتی اور بھائی چارگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی سب لوگ اپنے اپنے دھرم پر قائم رہتے ہوئے اپنی اقتصادی حالت میں سدھار کے لیے کوشاں تھے اور قرب وجوار میں مشرقی تہذیب کا بول بالا تھا۔ ہندو مسلم عورتوں میں بلا امتیاز پردے کا رواج تھا اور شادی بیاہ میں سادگی و کفایت شعاری کو ایک خاص امتیاز مانا جاتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ظالم انگریزوں کا ستارۂ تسلط غروب ہو رہا تھا وہ اپنی بساط سیاست سمیٹنے پر مجبور ہو رہے تھے۔ ابھی آزادی کا سورج طلوع نہیں ہوا تھا لیکن ہندوستانیوں کے دل میں یقین کا چراغ جلنا شروع ہو گیا تھا کہ عن قریب وہ آزاد ہندوستان میں سانس لیتے نظر آئیں گے۔ اگرچہ انگریزوں نے اپنی فرنگی خیالات کی تشہیری مہم زوروں سے جاری رکھی تھی اور مغربی تہذیب وثقافت کی بدلیاں ہندوستان کی فضا میں ظلمت وجبر کا ماحول بنائے ہوئے تھیں۔ چونکہ انہیں حکومت کرتے اور مشرقی تمدن کا گلا گھونٹتے ایک لمبا زمانہ گزر چکا تھا اور وہ ہندوستان کے سیاہ وسفید کے مالک بن کر شفاف

ثقافت اور پاکیزہ رسوم کے حلقوم میں زہر انڈیل رہے تھے، تاہم کچھ علاقے ایسے تھے جہاں ان کے اثرات کم تھے اور مشرقی تہذیب نے اپنی رمق باقی رکھی تھی۔ صوبۂ اتر پردیش کا ضلع اعظم گڈھ جو ایک زمانے میں ریاست جون پور میں آتا تھا، ان تمام فتنہ سامانیوں کے حوالے سے ایک محفوظ علاقہ مانا گیا۔ جہاں کی تہذیبی ولسانی صورت اطمینان بخش کہی جاتی ہے۔ اسی علاقے کا ایک مردم خیز قصبہ خالص پور ہے جو موجود ضلع اعظم گڈھ کا ایک گاؤں ہے جہاں ۲۳؍ مارچ ۱۹۴۶ء کو علامہ قمرالزماں اعظمی کی پیدائش ہوئی۔

گھر کا ماحول خالص اسلام کے رنگ میں رنگا ہوا تھا، ہر طرف مذہب کا چرچا اور دین کا چوکھا رنگ نظر آتا تھا۔ والد ماجد جناب عبدالحمید خان ناتواںؔ علاقے کے مہذب ترین اور زبان وادب سے سچی دل چسپی رکھنے والے شعائر مذہبی کے پابند تھے۔ صوم وصلوٰۃ واوراد ووظائف میں انتہائی مشہور وضع دار شخصیت کے مالک تھے جن کی حد درجہ شفقت وعنایت اور دینی تعلیم وتربیت کی پابندی اور فکروفہم نے علامہ پر خاص اثر ڈالا۔ بھرپور توجہ کے ساتھ بذات خود تعلیم دی، علم سکھایا، زبان وادب سے آشنا کیا، آپ کے دادا مرحوم بھی پابندِ صوم وصلوٰۃ تھے، زبان وبیان کے ماہر، حافظہ بڑا مضبوط تھا، فارسی کا علم رکھتے تھے۔ علامہ کی تربیت میں والد محترم اور دادا مرحوم دونوں کا خاص دخل تھا اور یہ سب کچھ اسی خاندانی علمی ماحول کی وجہ سے ممکن ہو سکا۔ آپ نے ایک بار دوران گفتگو اس بات کا اظہار فرمایا کہ ’’ہمارے دادا مرحوم فارسی کا علم رکھتے تھے۔ بہت سے فارسی ضرب الامثال، محاورات ان کے زبانِ زد تھے۔ غالباً اس خاندان کی خاندانی روایت میں کبھی اس طرح کی بات رہی ہوگی اور فارسی زبان کا رواج ہوگا اس لیے میں نے آٹھ نو سال کی عمر میں بہت سے فارسی مقولے اور اشعار یاد کر لیے تھے‘‘۔ مزید فرمایا کہ ’’الحمد للہ دادا مرحوم اور والد محترم دونوں کی تربیت نے میری زندگی میں بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔‘‘

تحصیل علم: انسان کی تعلیم وتربیت میں اس کا خاندانی اور گھریلو ماحول کافی اثر انداز ہوتا ہے اب ماحول کی نوعیت جیسی ہو انسان اسی طرح کے علوم کی تحصیل کا ذہن بناتا ہے اور گھر کے

افراد کا ذہن جیسا ہوتا ہے وہ اپنے ہونے والی اولاد کو ویسی تعلیم دلانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔گزشتہ سطور میں گزرا کہ علامہ موصوف کی گھریلو فضا خالص مذہبی تھی افراد خاندان خالص تہذیبی ولسانی شعور کے دلدادہ تھے۔آپ نے والد محترم کی خواہش کے مطابق ابتدائی تعلیم قرآن مجید اور اردو زبان کی ابتدائی کتابوں کی تحصیل خود والد ماجد سے کی۔گھر ہی پر رہ کر شعور وعلم کی منزل تدریجاً طے کرنا شروع کی۔جب شعور وآگہی میں پختگی آئی تو گاؤں کے قریب چند کلومیٹر کی دوری پر واقع جین پور کے مدرسہ انوار العلوم میں داخلہ لیا، یہ ۱۹۵۶ء کا زمانہ تھا، وہاں رہ کر ماہر اساتذہ کی نگرانی میں عربی اور فارسی سیکھی۔آپ کے اساتذہ میں خود والد محترم جناب عبدالحمید خاں صاحب مرحوم، مولانا عبدالجبار رہبر اعظمی (ان سے ملاقات کا شرف خالص پور میں ہی راقم الحروف کو بھی حاصل ہو چکا ہے)، مفتی جہانگیر صاحب، مولانا خلیل کچھوچھوی اور مولانا اختر رضا لقمان صدیقی بنارسی کا نام آتا ہے جن میں حضرت مولانا عبدالجبار رہبر اعظمی صاحب قبلہ کی شخصیت وکردار اور ان کی بے پناہ شفقت ومحبت اور تربیت خاص نے آپ کے علم وعمل، تاریخی شعور، زبان وادب کی مہارت میں بہت زیادہ اثر ڈالا اور آپ نے بھی بھرپور لگن وجذبے کے ساتھ مدرسے کے فاضل اوقات میں بھی ان کے گھر جا کر جو آپ کے گاؤں ہی کے تھے، طلب علم کی جدوجہد کی۔رہبر اعظمی صاحب نہ صرف ایک ماہر علم وادب ہیں بلکہ حد درجہ خلیق، ملن سار، مشفق، کرم فرما اور نیک نیت انسان تھے اور شعر وادب میں گہرا ادرک رکھتے ہیں۔مختلف موضوعات پر گھنٹوں گفتگو کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، تاریخ وادب کی کئی اصناف پر بھرپور دست رس رکھتے ہیں اور ان سب کے علاوہ مذہبی تعلیمات کے حوالے سے ان کا مطالعہ انتہائی گہرا اور مستحکم ہے۔ان سب کا علامہ موصوف کی زندگی پر گہرا اثر پڑا۔سن ۱۹۵۸ء میں الہ آباد عربی فارسی بورڈ کا ابتدائی امتحان دیا اسی سال جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور مکمل تین سال تک یعنی ۵۸ء سے لے کر ۶۰ء تک الجامعۃ الاشرفیہ میں زیر تعلیم رہے۔اساتذۂ اشرفیہ میں حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرآدبادی قدس سرہ، بحر العلوم علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی، حافظ

مولانا عبد الرؤف صاحب قبلہ بلیاوی، حضرت مولانا قاری عیاض صاحب قبلہ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قبلہ، مولانا شمس الحق صاحب قبلہ، مولوی اسلم ظفر صاحب، قاری یحییٰ صاحب قبلہ وغیرہم کا نام پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان ناموں کی نشاندہی خود علامہ موصوف نے کی ہے اور ان کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر بھی پیش کیا ہے۔ جامعہ اشرفیہ میں تین سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد سن ۶۰ ء کے اخیر میں ندوہ تشریف لے گئے اور وہاں ۱۹۶۳ء تک زیر تعلیم رہ کر عالمیت کا کورس مکمل کیا اور فراغت کے بعد گاؤں واپس آگئے۔ اس وقت دار العلوم ندوہ کے ناظم اعلیٰ علی میاں ندوی تھے جب کہ ابو العرفان ندوی انتظام و انصرام میں ان کے شریک کار تھے۔

علوم وفنون: مروّجہ درس نظامی کے فنون میں فقہ، اصولِ فقہ، کلام وعقائد، حدیث و اصولِ حدیث، تفسیر، علم الفرائض، تجوید، اسماء الرجال، منطق وفلسفہ، نحو وصرف، بلاغت، بیان و بدیع، عروض، انشا و ادب، تاریخ، سیرت، مناظرہ وغیرہا علوم میں تبحر کے علاوہ آپ کو سائنس، طب، علم الادویہ، حساب، جیومیٹری وغیرہ فنون سے بھی قدرے واقفیت ہے اور موضوعاتِ اسلامی بشمول تاریخ وسیر، عقائد وکلام اور تقابل ادیان پر گھنٹوں بلکہ کئی شب وروز بے تکان گفتگو کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے عالمی مسائل، عصری کرب، بین الاقوامی صورت حال پر بلا مبالغہ کئی کئی گھنٹے تقریر کرتے رہتے ہیں اور مواد باقی رہتا ہے۔

تقریر وخطابت کا مشغلہ موجودہ دور میں ایک فیشن یا پیشے کی شکل اختیار کر چکا ہے، اس لیے اس میدان میں اترنے والے عالم یا مفتی کو یوں ہی بس ہلکا پھلکا جانکار مان لیا جاتا ہے اور کسی خطیب یا مقرر کے وصال کے بعد اس کے نام وکام کو سرد خانے میں ڈالنے کا رواج بھی ہم سنتے اور پڑھتے ہیں، حالانکہ خطابت تبلیغ وارسال کا ایک اہم شعبہ ہے اور فروغ دین اور سچے افکار وحقائق کے ابلاغ میں اس کی اہمیت وضرورت سے قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا۔ خطابت کے لیے علوم وفنون میں کمال، تبحر علمی اور زبان وبیان پر قدرتِ کاملہ اور خلوص وجذبۂ اندروں انتہائی لازمی ہیں۔ ان کے بغیر درست خطابت کا فریضہ انجام نہیں دیا جاسکتا ورنہ اسے خطابت نہ کہہ کر اداکاری یا فیشن کے اظہار کا نام دیا جاسکتا ہے۔ علامہ موصوف کی تقریر و

خطابت مروّجہ خطابت سے کوسوں دور ہے۔ رٹے رٹائے موضوعات، مخصوص جملے، رطب و یابس سے پُر مضامین اداکاری سے سجی تقریر اور پیشہ ورانہ انداز بیان، لبھانے کا جدید آہنگ و ترنگ ان کے یہاں نظر نہیں آتا بلکہ جن علوم وفنون کو ہم نے گنانے کی کوشش کی ہے ان کی جھلکیاں صاف طور پر ان کی تقریروں میں دکھائی پڑتی ہیں اور جا بجا ان کے حوالے ہمیں مل جاتے ہیں بالخصوص دوران خطابت علامہ موصوف کا تاریخی شعور کھل کر سامنے آتا ہے۔ ان کو تاریخ اسلام کے واقعات، فتوحاتِ اسلامی، دشمنانِ اسلام کے یلغار کے واقعات، قوموں کے عروج وارتقا کی تاریخیں زبان زد رہتی ہیں اور پوری سلاست روی کے ساتھ دل نشیں انداز میں بوقت ضرورت دورانِ خطابت ان کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ بات بھی ہمارے مشاہدے میں ہے کہ جو کتابیں ابتدائی زمانے میں آپ کے ددوران درس رہ چکی ہیں تقریر میں ضرورت پڑنے پر ان کی اصل عبارت بھی اس روانی کے ساتھ پیش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ اللہ عزوجل کا دیا ہوا خاص عطیہ قوت حافظہ اور پختہ شعور فللّٰہ الحمد۔

اور جب قوموں کی تہذیب وثقافت اور ادیان و مذہب کے تقابلی مطالعے پر مشتمل مضامین پیش کرتے ہیں تو سننے والے کو یہ نتیجہ اخذ کرنے میں دیر نہیں لگتی کہ علامہ گویا کوئی تاریخی کتاب پڑھ کر سنا رہے ہیں جس کا ایک ایک ورق نگاہوں میں رہتا ہے اور وہ بھی تاریخی ادوار کے تعین کے ساتھ حادثات و واقعات کا تجزیہ بھی کرتے ہیں اور سبق آموزی کے حقائق نمایاں کرتے ہیں۔

عادات واطوار: یہ ایسا موضوع ہے جس پر قارئین کو بہت سارے تاثرات پڑھنے کو مل سکتے ہیں لیکن ہم اپنے مشاہدے کی روشنی میں قدرے اجمال کے ساتھ گفتگو کی جسارت کر رہے ہیں۔ مذہبی تعلیمات میں انسان کے اخلاق و کردار کو ایک عمدہ حوالے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور سماج اور دنیاوی زندگی میں کامیاب اور باعزت شہری وہ شخص مانا جاتا ہے جو اپنی عمدہ عادت واطوار اور کردار وعمل کی بنیاد پر لوگوں سے معاملات کرتا ہے اور اپنی زندگی کے شب وروز کو اس طرح بنا لیتا ہے کہ اس کا کسی سے جھگڑا نہ ہو، چپقلش نہ ہو، کسی کا دل نہ دکھایا ہو، کسی کا حق نہ مارا ہو۔ اگر

اس کے برخلاف وہ کوئی کام کرتا ہے تو مذہب وسماج کی نگاہ میں وہ اپنی وقعت کھو بیٹھتا ہے اور دنیا اسے عزت واحترام کی نگاہ سے نہیں دیکھتی اور اس کا وقار سب کی نظر میں مجروح ہو جاتا ہے۔ اچھے اخلاق وعمدہ کردار اگر کسی بڑے انسان کی زندگی میں نہ دکھائی دیں تو حیرت بالائے حیرت ہوتی ہے خاص کر جب وہ انہیں عمدہ اور پاکیزہ کردار وعمل کی باتیں سماج یا معاشرے میں کرتا ہو یا ان کے حوالے پیش کرتا ہو یا ان کو اپنانے کی تلقین کرتا ہو۔ اس تناظر میں جب ہم علامہ موصوف کی زندگی ملاحظہ کرتے ہیں تو آپ ایک باعزت شہری، پاکیزہ اخلاق کے مالک، انتہائی وضع دار متین، خلیق، ملنسار، ہنس مکھ اور سچے کردار کے حامل نظر آتے ہیں۔ یہ صرف کہنے اور لکھنے کی بات نہیں بلکہ ان سے ملاقاتیوں کے تاثرات اس دعوے کی تصدیق کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ایک بڑا انسان جب تک شان بے نیازی اور تواضع کے ساتھ قوم کے سامنے نہیں آتا، ایک لمبے زمانے تک قوموں کے دل ودماغ میں اس کی شخصیت کے اثرات باقی نہیں رہتے۔ یہ اسی وقت ہوتا ہے جب وہ بڑا انسان جھک کر چھوٹوں کر گلے لگاتا ہے، ان کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے، ان کے حالاتِ ناگفتہ بہ سے آگاہی حاصل کرتا ہے اور ان کے روحانی کرب کے ازالے کی کوشش کرتا ہے۔ علامہ موصوف کی شخصیت بلاشبہ ایک رعب دار اور بھاری بھرکم مانی جاتی ہے اور ہے بھی لیکن وہ اپنے ہر ملاقاتی اور شناسا وغیر شناسا سے بڑے موزوں انداز سے بات چیت کرتے ہیں۔ ہمارے ایک رفیق جامعہ نجم العلوم سنی دعوت اسلامی ممبئی کے مؤقر استاذ مولانا عبدالرب حشمتی مصباحی ایک مرتبہ بتانے لگے کہ میں نے علامہ کو ایک دیہاتی سے یوں گفتگو کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ نے اس کسان سے دریافت کیا کیسے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ بتانے پر مزید پوچھا آپ کے کھیت میں فصل کیسی ہے، کیا کیا بوتے ہیں، بچے اسکول جاتے ہیں یا نہیں وغیرہ وغیرہ اور بالکل اسی دیہاتی گاؤں والے انداز میں یہ نہیں کہ میں برطانیہ میں رہتا ہوں اور وہاں کا اندازِ گفتگو لازم کرلوں۔

ابھی ۲۰۱۰ء کے ہندوستان دورے کے موقع پر مغل ہوٹل کھڑک ممبئی میں خود میں نے اس طرح کا منظر دیکھا، ہوا یوں کہ استاد گرامی محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین رضوی اور

رئیس التحریر علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحبان اسی ہوٹل کے ایک ہی کمرے میں مقیم تھے۔ میں مفتی نظام الدین صاحب سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے ایک مقالہ جو عصری موضوع پر مشتمل تھا، مجھے دیا اور فرمایا کہ فلاں منزل پر علامہ مفکر اسلام ٹھہرے ہوئے ہیں آپ جائیں ان سے میرا اسلام کہیں اور گزارش کریں کہ وہ یہ مقالہ سماعت کرلیں اور جہاں حذف واضافے کی ضرورت ہونشان دہی فرما کردے دیں اور آپ وہ فوراً ترمیمات لکھ لیں۔ مَیں گیا اور مفکرِ اسلام کے گوش گزار کی، فرمایا! مَیں بھی پڑھنا جانتا ہوں، اچھا میں پڑھتا جاتا ہوں آپ اصلاح فرمائیں، آپ کیوں پڑھنے کی زحمت کریں گے۔ یہ بات حضرت نے ازراہِ مزاح کہی تھی اور پھر تیار ہوکر ساتھ ہی میں نکل کر اپنا روم بند کیا اور کہا کہ چلو انہیں کے روم میں چل کر پڑھیں گے، سنیں گے۔ پھر وہ خود مفتی صاحب کے روم میں پہنچے اور مقالہ بغور پڑھا، اصلاح کی اور پھر دنیا جہاں کی باتیں شروع ہوگئیں۔ کبھی فروغِ سنّیت پر بات جاتی ہے، تو کبھی عالمی مسائل پر گفتگو کا رُخ مڑ جاتا ہے اور کبھی مسلمانوں کی علمی واقتصادی صورتِ حال پر افسوس کیا جاتا ہے۔ مقالہ پڑھنے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''مفتی صاحب صرف ایک مفتی ہی نہیں بلکہ عالمی مسائل اور سیاسی حالات اور سماجی صورت حال پر بھی ان کی گہری نگاہ ہے۔''

خدمات واثرات: ابتدائی دور میں آپ نے مدرسے میں تدریس وتعلیم کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۹۶۳ء میں مفتی نانپارہ علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کی خواہش پر بہرائچ شریف ان کے مدرسے میں چھ مہینے تک ان کے طلبہ کو تعلیم دی۔ اس کے بعد شعبان میں گھر آئے تو دوبارہ نہیں گئے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی ایما پر ۱۹۶۴ء میں آپ قصبہ رونا ہی فیض آباد تشریف لے گئے اور باقاعدہ ایک مدرسے کی بنیاد ڈالی جو اس وقت الجامعۃ الاسلامیہ کے نام سے ہندوستان کے اہلِ سُنّت وجماعت کے اداروں میں ایک ممتاز ادارہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ ادارہ علامہ کا ہی قائم کیا ہوا ہے اور آج بھی آپ اس جامعہ کے سرپرست اعلیٰ ہیں اور باقاعدہ سرپرستی فرماتے ہیں۔ علامہ کی طلب علم سے فراغت کے بعد کا وہ دور جو ہندوستان میں گزرا وہ ۶۳ء یا ۶۴ء سے لے کر ۷۴ء تک کا ہے۔ اس کے بعد برطانیہ آپ کی روانگی ہوئی۔ میدانِ عمل میں اترنے کے

بعد ہندوستان میں قیام کا دس سالہ دور بڑا مصروف ترین رہا۔ نانپارہ میں تھے تب بھی اور رونا ہی گئے تب بھی۔ آپ نے خود بیان کیا کہ ''۶۳ء یا ۶۴ء سے لے کر ۷۴ء تک ہندوستان میں مستقل قیام کی مدت میں پورے ملک کا دورہ کیا۔ شاید کوئی قصبہ یا کوئی شہر ایسا ہوگا جہاں میں نے تقریر نہیں کی ہو، شاید کوئی کانفرنس جو اس زمانے میں ہوئی ہو اور میں شریک نہ ہوا ہوں شہید اعظم کانفرنس سے کر سیوان کانفرنس تک''۔ یہ سب کچھ دین کے فروغ اور مذہبی تعلیمات کی ترویج واشاعت کے لیے تھا تاکہ جامعہ کا چرچا ہو، مسلمانوں کو مذہبی تعلیم کی اہمیت معلوم ہو، ان کے بچے مدرسے میں داخلہ لے کر دینی تعلیم سے آراستہ ہوں، ان کے اندر مذہبی تصلب قائم ہو۔

۱۹۷۴ء میں مکۂ مکرمہ میں اہل سنت وجماعت کی انٹرنیشنل نمائندہ تنظیم ورلڈ اسلامک مشن کا قیام عمل میں آیا۔ بانیان میں قائد اہلِ سُنّت علامہ شاہ احمد نورانی اور رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہما الرحمہ کا نام آتا ہے۔ اسی سال اس تنظیم کے تحت چند ماہ کے دورے پر آپ کو بلایا گیا تو آپ نے وہاں دورانِ قیام لوگوں کے دلوں پر وہ تاثر چھوڑا کہ وہ کسی بھی طرح آپ کو واپس بھیجنے پر راضی نہ ہوئے، بالآخر آپ کو اقامت پذیر ہو جانا پڑا۔ ۱۹۷۴ء سے تاحال برطانیہ میں مقیم ہیں اور دین وسنّیت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس وقت آپ ورلڈ اسلامک مشن کے جنرل سکریٹری ہیں۔ اس تنظیم کے تحت بے شمار ملکوں میں کئی مساجد اور اداروں کا قیام آپ کی کاوشوں سے عمل میں آیا۔ ناروے، روس، بوسنیا، ہالینڈ، امریکہ، کینیڈا، فلسطین، برطانیہ، ایران، جرمنی، عراق، لیبیا وغیرہا ممالک ایشیا ویورپ تک آپ کی دینی وملّی خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ کہیں مساجد قائم کیں، کہیں ادارے کی بنیاد رکھی، کہیں کوئی تنظیم قائم کی۔ بریڈ فورڈ امریکہ میں نوجوانوں کے لیے ایک ادارہ ''الفلاح'' نام سے قائم کیا۔ یہ یورپ میں نوجوانوں کی پہلی تنظیم ہے آپ اس کے بانی اور سرپرست ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اداروں اور تنظیموں کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک میں منعقدہ عالمی کانفرنسوں میں بھی آپ کو بطور خاص مدعو کیا جاتا ہے۔ پہلی بار سن ۱۹۸۳ء انقلابِ ایران کے بعد ایران کی کانفرنس میں شرکت کی اور تقریباً دو ہفتے کا دورہ مکمل کر کے واپس ہوئے اور اچھا اثر چھوڑ کر آئے۔ سن

۸۳ء، ۸۵ء، ۸۷ء، ۸۸ء اور ۹۰ء میں عراق کی حکومت نے اپنی کانفرنسوں میں مدعو کے۔ سن ۸۵ء سے لے کر کئی بار لیبیا کی کانفرنسوں میں شرکت کی یہ سلسلہ ۹۵ء تک جاری رہا۔ ۱۷ رسالوں سے برابر ہندوستان ممبئی میں منعقدہ سُنّی دعوتِ اسلامی کے اجتماع میں شرکت کرتے ہیں۔ یہ تبلیغی دورے اس لیے نہیں ہوتے تھے کہ حکومتوں کی دعوت پر تشریف لے جائیں، تقریر کریں اور سیر وتفریح کے بعد نذرانہ لے کر واپس لوٹ آئیں۔ بلکہ جہاں جہاں گئے کچھ اپنے جائز مطالبات کی فہرست پیش کی، اپنی مذہبی شناخت کو باقی رکھتے ہوئے مسلکی امتیاز کے تحفظ کے ساتھ ان سے باتیں کیں۔ کانفرنسوں میں ملک کے دانش وروں اور علما و مشائخ اور حکومتی ذمے داران کے سامنے اپنی باتیں رکھیں اور کہیں بھی اپنے مذہب اور مسلک اہلِ سُنّت و جماعت کی بنیادی تعلیمات سے سمجھوتہ نہ کیا۔ ورنہ اچھے اچھے ڈالر وریال کے لالچ میں بکتے اور اپنا نظریہ بدلتے نظر آتے ہیں اور حکومتی اہل کاروں کی ہاں میں ہاں ملاتے رہتے ہیں۔ انہیں دین ومسلک سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔ ابھی دورۂ ہند کے موقع پر ایک نجی محفل میں آپ نے اس بات کا اظہار فرمایا کہ برطانیہ میں ہماری تحریک پر اہلِ سُنّت و جماعت کے تین ٹی وی چینل شروع ہوئے اور باقاعدگی کے ساتھ فروغِ سنّیت میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر ہندوستان میں سنیوں کا کوئی ٹی وی چینل نہیں شروع کیا جاتا تو کم از کم کسی چینل کا روز کا دو گھنٹہ خرید کر اس پر اپنے دینی و مذہبی پروگرامات نشر کر سکتے ہیں۔ کاش کوئی ہمدرد اور مضبوط قوتِ ارادی کا مالک سُنّی اُٹھ کھڑا ہو اور یہ کام کر گزرے۔ علامہ موصوف نے سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے تقویٰ و پرہیزگاری، غیرتِ دینی، اتباعِ سُنّت، حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کی ٹھوس و مضبوط و مستحکم قوتِ ارادی اور جذبۂ دینی، بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی کے علمی تبحر و کمال اور علامہ شاہ احمد نورانی اور علامہ ارشد القادری علیہما الرحمہ والرضوان کی دردمندی اور حرکت و عمل کی بے پناہ کوششوں اور خدمات سے کافی کچھ حاصل کیا اور ان سب کی جھلکیاں آپ کی زندگی میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ علامہ کا علم و عمل، اخلاق و کردار انہیں شخصیات کے نقوش قدم کا پرتو نظر آتا ہے۔ فروغِ سنّیت کا جو سچا جذبہ، اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا جو کرب اور اظہارِ حق کی جو جرأتِ

رندانہ مذکورہ اشخاص کے دلوں میں موجود تھی۔ علامہ قمر الزماں اعظمی دام ظلہ کا دل بھی انہیں درد انگیز کیفیات سے متاثر رہے۔ مولانا غلام آسی علیہ الرحمہ کی روحانیت سے آپ کافی متاثر تھے، علامہ عبدالجبار رہبر اعظمی کی تربیت خاص نے کافی اچھا اثر ڈالا۔ یہ مذکورہ شخصیات وہ ہیں جن کی اخلاقی قدروں، ایماندارانہ رویوں اور تقویٰ وایثار نے علامہ موصوف کی ذہنی وفکری نشو نما میں اچھا رول ادا کیا اور علامہ نے ان سے بھر پور استفادہ کیا اور عملاً ان سے متاثر ہیں۔ آپ کو شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے بیعت واجازت وخلافت حاصل ہے۔

علامہ کے فکر وفن کے حوالے سے ایک آخری بات عرض کر دوں کہ آپ نہ صرف ایک بین الاقوامی شہرت یافتہ عالم دین، مبلغ سُنّت اور خطیب اعظم ہیں بلکہ کردار وعمل، علم ویقین، متانت وسادگی کی پختگی کے ساتھ دل میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درست ادراک بھی رکھتے ہیں۔ خیال میں ندرت، فکر میں وسعت اور اظہارِ بیان پر کامل قدرت رکھتے ہیں۔ جب وہ پختہ جذبۂ عقیدت دردِ دل بن کر عشقِ رسول کا مضبوط حوالہ ہو کر صفحۂ قرطاس پر نمودار ہوتا ہے اور اشعار کے قالب میں ڈھل کر ظہور پذیر ہوتا ہے تو نعتیہ شاعری وجود میں آتی ہے اور جب یہ سرمایۂ آخرت وافر مقدار میں جمع ہو جاتا ہے تو دوسروں تک محبت رسول کا اُجالا پہچانے کی غرض سے ''خیابانِ مدحت'' کے نام سے باقاعدہ مجموعہ کی شکل میں چھپ کر اربابِ فکر ونظر اور اہلِ عشق کو دعوتِ فکر دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ صرف ایک شعر پیش کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں ؎

میرے افکار ہوں محروم ضیا نا ممکن
وہ سکھائیں نہ مجھے طرز ادا نا ممکن

ضرورت ہے کہ ایسی عظیم المرتبت اور عالی شخصیت کی خدمات کا اعتراف کیا جائے اور اس کی ہمہ جہت ذات کو خراج تحسین پیش کیا جائے۔ اس لیے رضا اکیڈمی ممبئ نے ان کی خدمات واثرات پر مشتمل کتاب کی اشاعت اور گولڈ میڈل سے نوازنے کا جو پروگرام بنایا ہے وہ حد درجہ قابل ستائش اور لائق تقلید ہے۔ اللہ عزوجل علامہ موصوف کی عمر میں برکتیں اور رضا اکیڈمی کو مزید ارتقا عطا فرمائے آمین۔

☆......☆......☆

مفکرِ اسلام......ایک تعارف

محمد عرفان ابراہیم نمک والا، ممبئی

قدامت پسندی اور جدّت پسندی کے درمیان ہر دور میں کش مکش ہوتی رہی ہے۔ جدّت پسندوں نے قدامت پسندوں کا ہمیشہ مذاق اُڑایا ہے۔ اس کے باوجود قدامت پسندوں نے اپنی پاکیزہ روایات پر کاربند رہ کر جدّت پسندی کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ اسی طرح ہر زمانے میں ایسی پاکیزہ شخصیتیں پائی جاتی رہیں جو اپنے اعمال و کردار کے اعتبار سے قدامت پسندی اور جدّت پسندی کے درمیان ایک رابطے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جن کے دامن میں قدامت پسندی کا ایسا پاکیزہ نور پلتا ہے جس کی شعاؤں سے جدّت پسندی کی راہیں بھی منوّر ہو جاتی ہیں اور منزل صاف نظر آنے لگتی ہے۔ یہ وہ افراد ہوتے ہیں جو ملّت کو ایک متوازن قالب میں ڈھال کر کامیابیوں سے ہمکنار کرنے کی فکر میں ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں اس طرح کی خوبیوں والی ذات مفکرِ اسلام، داعیِ سُنّتِ خیر الانام حضرت علامہ قمر الزماں خان اعظمی کی ہے۔ جنہوں نے اپنی ایمانی، اسلامی فکر و نظر اور مذہبی اعتبار سے یورپ جیسی خشک زمین پر اسلام و سُنّیت کی ایسی پاکیزہ فضا ہموار کر دی ہے جو لائق تقلید ہے۔

آپ کی شخصیت پر کچھ لکھنا مجھ ہیچ مداں کے لیے سورج کو چراغ دکھانے کے مثل ہوگا۔ تاہم آپ کی حیات و خدمات کا مختصر خاکہ ہدیۂ قارئین کر رہا ہوں۔

ولادت:

صوبہ اُتر پردیش میں اعظم گڑھ کی سرزمین علمی اعتبار سے بڑی زرخیز ہے۔ اس نے ہر زمانے میں دین و ملت کی ناقابلِ فراموش شخصیات کو پروان چڑھایا ہے۔ جن کی حیات و خدمات کے زرّیں اوراق آج بھی تاریخ کی پیشانی کے جھومر بنے ہوئے ہیں۔ انہیں میں

ایک نام علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی کا بھی آتا ہے۔ جو ضلع اعظم گڑھ کے ایک مردُم خیز قصبہ ''خالص پور'' میں ۲۳ / مارچ ۱۹۴۶ء کو اس خاک دانِ گیتی پر جلوہ گر ہوئے اور حصولِ تعلیم کے بعد جب میدانِ دعوت و تبلیغ میں قدم رکھا تو اُن کے علم و فضل کی شعائیں یورپ و ایشیا کی وسعتوں میں پھیل گئیں۔ کسے معلوم تھا کہ یہ بچّہ کل اپنی بے پناہ خوبیوں کے ساتھ ہزاروں گم گشتگانِ راہ کو سمتِ منزل کا پتہ دے گا۔ کفر کی دلدل میں پھنسے ہوئے افراد کو اسلام کے آبِ طہارت سے پاکیزگی بخشے گا۔

والد گرامی:

آپ کے والدِ گرامی کا نام ''عبدالحمید خان'' ہے، جن کا تخلص ناتواںؔ تھا۔ اہلِ خالص پور اور قرب و جوار کے لوگوں کا بیان ہے کہ جناب مولانا عبدالحمید خان مرحوم صوم وصلوٰۃ کے ساتھ تقویٰ و طہارت کے اعتبار سے بھی اپنے علاقے میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ ان کا قلب خشیتِ ربّانی اور حُبِّ محبوبِ الٰہی سے ہر وقت معمور رہتا۔

علامہ قمر الزماں اعظمی کی تربیت سے متعلق ابتدا ہی سے آپ اس بات کا خاصل خیال کرتے کہ میرا بیٹا ہر ممکن طور پر اسلامی رنگ و آہنگ سے آراستہ ہو جائے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ آج علامہ اعظمی اپنے معاصرین میں نمایاں خصوصیات کے حامل شمار کیے جاتے ہیں۔ علامہ قمر الزماں اعظمی بیان فرماتے ہیں کہ آج بھی اپنے ابتدائی دور کا تصور جب ذہن و فکر میں آتا ہے تو وہ ساعتِ سعید بار بار گردش کرنے لگتی ہے۔ جسے یاد کر کے مَیں لذّت محسوس کرتا ہوں کہ جب میرے والد رات کے سنّاٹے میں تہجّد کے لیے مسجد جاتے تو بڑی محبت سے مجھے نیند سے بیدار کرتے اور اپنے ساتھ مسجد لے جاتے۔ اس طرح والد محترم جہاں دن کے اُجالے میں شریعتِ اسلامیہ کے زیور سے سنوارنے کی کوشش کرتے، وہیں رات کی تاریکیوں میں شب بیداری کی مشق بھی کراتے۔

یہ سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے کہ بچپنے میں دینی قدروں کے حاملین کی صحبت حاصل ہوئی ہو اور توحید و رسالت کے پُر کیف نغموں کو بہت قریب سے سننے کے ساتھ

انہیں خوب خوب سمجھنے کا موقع بھی ملا ہو۔ ان ہی سب فیضان کا اثر ہوا کہ علامہ کی زندگی کے معمولات عام بچوں سے مختلف ہوتے چلے گئے اور آج بھی آپ جن راہوں کے مسافر ہیں ان میں منفرد المثال پائے جاتے ہیں۔

آغازِ تعلیم:

جس باپ کے دل میں شریعتِ اسلامیہ کی سچی محبت ہوتی ہے اس کی پہلی تمنا یہ ہوا کرتی ہے کہ میرا بیٹا عالم بن کر دین کی خدمت کا فریضہ انجام دے اور یہ خصوصیت جناب مولانا عبدالحمید خان مرحوم کے اندر پورے طور پر موجود تھی۔ لہٰذا جب ان کا بیٹا شعور و آگہی کے صحن میں قدم رکھا تو ان کے دل میں یہ آرزو تیز تر ہونے لگی۔ پھر ایک ایسی صبح آئی کہ اپنے فرزندِ ارجمند کو لے کر قصبہ جین پور میں واقع اس احاطے میں پہنچے جہاں **قال اللہ وقال الرسول** کی صدائے بازگشت گونج رہی تھی۔ یعنی مدرسہ انوار العلوم میں داخل ہوئے اور اپنے فرزند کو استاد کی خدمت میں بڑے فخر کے ساتھ پیش کر دیا۔ علامہ اعظمی رفتہ رفتہ تعلیم کی راہوں میں آگے بڑھتے گئے۔

اس طرح ابتدائی تعلیم مدرسہ انوار العلوم، جین پور میں حاصل کرنے کے بعد آپ نے اہلِ سُنّت کی عالمی شہرت یافتہ درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کا رُخ کیا۔ چند سال وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد درمیان ہی میں ندوۃ العلما لکھنؤ چلے گئے۔ پھر ندوہ میں آپ نے تین سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب اپنے مربّی استاذ جلالۃ العلم حضور حافظِ ملّت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو حضور حافظِ ملّت علیہ الرحمہ نے الجامعۃ الاشرفیہ میں دوبارہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ پس آپ استاذ کے حکم پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے دوبارہ مبارک پور میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ پھر چند سال کے بعد جلسۂ جشنِ دستار بندی کے موقع پر دیگر علمائے ربّانیین کی موجودگی میں آپ کے سر پر بھی **"العلماء ورثۃ الانبیاء"** کا تاجِ زرّیں رکھا گیا۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں آپ نے جن اساتذۂ کرام سے اکتسابِ فیض کیا وہ علمی، عملی اور فکری اعتبار سے اپنی مثال آپ تھے۔ یہاں تک کہ کسی بھی

فن کا کوئی پیاسا ایسا نہیں جس کی علمی تشنگی باقی رہ گئی ہو۔ ہم ذیل میں ان مقدّس ہستیوں کے صرف نام ذکر کر رہے ہیں۔

(۱) جلالۃ العلم استاذ العلما حضور حافظِ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی، بانی الجامعۃ الاشرفیہ مجوزہ عربی یونی ورسٹی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی۔

(۲) حضرت حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی قدس سرہٗ، نائب شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔

(۳) بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی دامت برکاتہم العالیہ، سابق شیخ الحدیث وصدر مدرّس الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔

(۴) اشرف العلما حضرت علامہ الحاج سید محمد حامد اشرف صاحب مدظلہ العالی، سابق مدرّس جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، بانی ومہتمم دارالعلوم محمدیہ، ممبئی۔

(۵) ماہر معقولات حضرت علامہ ظفرادیبی صاحب قبلہ مبارک پوری، سابق مدرّس جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

(۶) حضرت علامہ محمد شفیع صاحب مبارک پوری، سابق ناظمِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

(۷) حضرت الحاج قاری یحییٰ صاحب مبارک پوری، سابق مدرّس جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

بیعت و خلافت:

بیعت وخلافت شبیہِ غوثِ اعظم، رئیس الاتقیا، حضرت علامہ الحاج محمد مصطفٰے رضا نوری المعروف مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل ہے، مگر خشیتِ الٰہی کا یہ عالم ہے کہ اب تک بیعت وارشاد کا سلسلہ مرشد سے اجازت حاصل نہ ہونے کے باوجود آپ نے شروع نہیں فرمایا ہے۔

دینی وملّی خدمات کے باب میں علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب شروع ہی سے بڑے متحرک وفعال رہے ۱۹۶۴ء میں انہوں نے الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد، یوپی کی بنیاد ڈالی اور آج تک اس کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔ الجامعۃ الاسلامیہ اہلِ سُنّت کا ایسا مثالی اِدارہ ہے جہاں سے ہر سال سیکڑوں کی تعداد میں علما، فضلا، حفّاظ اور قرّا فارغ ہوتے ہیں۔ جامعہ

کے فارغین دنیا کے بیش تر مقامات پر دینی وملّی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جس کی فہرست طویل ہے اور یہاں اختصار مقصود ہے۔

الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی کی تعمیر کے موقع پر آپ نے اپنے خونِ جگر سے شجر کاری کا ایسا فریضہ انجام دیا ہے کہ رہتی دنیا تک اسے یاد کیا جائے گا۔ وہ زمانہ کیا تھا جب فیض آباد کے دیہاتوں میں اپنے وقت کا عظیم مفکر کبھی پیدل اور کبھی سائیکل سے دور دراز علاقوں کا سفر کر کے تعمیر کے اسباب جمع کرتا تھا۔ اور کبھی مزدوروں کے ساتھ اینٹ، سیمنٹ اور ریتی اپنے ہاتھوں سے معمار کو دے کر سُنّتِ رسول کی لذّت سے شاد کام ہو رہا تھا، جو زندگی کی معراج ہے۔

روانگیِ برطانیہ:

۱۹۷۰ء کے اوائل میں ہی علامہ قمر الزماں اعظمی آسمانِ خطابت پر مہرِ درخشاں بن کر ایک عالم کو روشن کر رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ پورے ہندستان میں کوئی بھی بڑا اجلاس ہوتا، اس میں مقررِ خصوصی کی حیثیت سے علامہ کی شرکت ضروری ہوتی۔ چنانچہ آپ کی اعلیٰ فکری صلاحیتوں کی بنیاد پر ۱۹۷۴ء میں ورلڈ اسلامک مشن، لندن کے تحت چند ماہ کے تبلیغی دورے پر آپ کو مدعو کیا گیا۔ لیکن اس مدت میں وہاں کے لوگوں نے آپ کا دینی خلوص اور داعیانہ طرز دیکھ کر وہیں مقیم ہونے پر مجبور کر دیا۔ مزید قائدِ اہلِ سُنّت حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ کے شب و روز کی تبلیغی کاوشوں نے آپ کو وہاں سے آنے کی اجازت نہیں دی۔ پھر آپ ورلڈ اسلامک مشن کے جوائنٹ سیکریٹری منتخب ہو گئے۔ بحیثیت جوائنٹ سیکریٹری آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ لہٰذا اس کامیابی کو دیکھ کر ذمّے دارانِ تنظیم نے ۱۹۸۰ء میں جنرل سیکریٹری کی حیثیت سے آپ کا انتخاب کر لیا۔ پھر آج تک اس ذمے داری کو آپ دین کے ایک مخلص خادم کی حیثیت سے انجام دے رہے ہیں۔

ورلڈ اسلامک مشن:

اہلِ سُنّت و جماعت کی بین الاقوامی نمائندہ تنظیم ہے۔ اس کا قیام ۱۹۷۴ء میں مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین پر دارِ ارقم میں ہوا۔ اس کے بانی کی حیثیت سے دو شخصیتیں نمایاں ہیں۔

(۱) قائدِ اہلِ سُنّت شہزادۂ مبلغِ اسلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان (پاکستان) صدر ورلڈ اسلامک مشن۔

(۲) بانیِ مدارسِ کثیرہ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان (ہندستان) سابق نائب صدر ورلڈ اسلامک مشن۔

ورلڈ اسلامک مشن کے اغراض ومقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) غیر مسلموں کے درمیان اسلام کو موثر انداز میں پیش کرنا۔

(۲) اہلِ سُنّت و جماعت کی فکری، علمی، سیاسی رہنمائی کرنا۔

(۳) علمائے اہلِ سُنّت کا رابطہ علمائے اسلام سے، خصوصاً علمائے عرب سے قائم کرنا۔

(۴) پوری دنیا میں بسنے والے اہلِ سُنّت و جماعت کے درمیان ایک مربوط رشتہ قائم کرنا۔

(۵) نئی زمینیں دریافت کرنا، جہاں اسلام کا آفاقی پیغام نہیں پہنچا ہے۔ پھر وہاں اسلام کا پیغام موثر انداز میں پیش کرنا۔

(۶) پوری دنیا میں مساجد ومدارس قائم کرنا۔

(۷) مسلمانوں کی وہ آبادیاں جہاں کے بسنے والوں کے عقائد واعمال مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ہم آہنگ نہیں ہیں، اُن کے درمیان اعلیٰ حضرت کا واضح تعارف پیش کرنا۔

ورلڈ اسلامک مشن کی خدمات:

اس تنظیم کے ذریعے بہت سارے کارہائے نمایاں انجام پاتے ہیں۔ سیکڑوں مقامات پر مسجدیں تعمیر ہوئی ہیں، بلکہ بعض ممالک تو ایسے ہیں جہاں پر سب سے پہلی مسجد تعمیر کرنے کا شرف ورلڈ اسلامک مشن ہی کو حاصل ہے۔ ناروے جسے دنیا کی چھت کہا جاتا ہے، وہاں بھی سب سے پہلی مسجد تعمیر کرنے کا شرف جسے حاصل ہے وہ ورلڈ اسلامک مشن ہے۔ اس تنظیم کے تحت دنیا بھر میں درجنوں مدارس چل رہے ہیں۔ روس سے آزاد ہونے والے اسلامی ممالک میں سب سے پہلے دینی لٹریچر کی شکل میں دس لاکھ قرآن مقدس کا نسخہ تقسیم کرنے کا شرف اسی تنظیم کو حاصل ہے۔ نئی نئی زمینیں دریافت ہوتی ہیں اور اس کی خدمات پہنچ جاتی

ہیں۔ دنیا میں جہاں مسلمانوں پر ظلم ہوتا ہے، ظالموں کے خلاف احتجاج اور مظلوموں کی حمات میں اُٹھنے والی سب سے قد آور آواز اسی تنظیم کی ہوتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ملت کے ہر کرب ناک موڑ پر تعاون کے لیے تنظیم اپنا ہاتھ بڑھاتی نظر آتی ہے۔

بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کو سب سے زیادہ پناہ دینے والی، بیت المقدس کی بازیابی اور فلسطینی مجاہدین کی حمایت میں سب سے پہلی آواز بلند کرنے والی اور سلمان رشدی کی شیطانیت کے خلاف برطانیہ جیسی سرزمین پر زبردست مظاہرہ کرنے والی یہی تنظیم ہے۔ غرض آج کے پُر آشوب ماحول میں ملتِ اسلامیہ کو درپیش بے شمار مسائل کے حل کا نام ''ورلڈ اسلامک مشن'' ہے۔ اس کے علاوہ علامہ اعظمی صاحب بہت سی تنظیموں سے وابستہ ہیں۔ یوں تو علامہ اپنی ذات میں خود انجمن ہیں لیکن کام کو وسیع پیمانے پر انجام دینے کے لیے افراد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے علامہ موصوف کسی تنظیم کے بانی یا سرپرست کی حیثیت سے ضرور وابستہ ہیں تاکہ دنیا کے مختلف گوشوں سے ہمیشہ رابطہ رکھا جاسکے اور بدلتے ہوئے حالات سے برابر مطلع بھی ہوسکیں۔

مانچسٹر (برطانیہ) کی مرکزی مسجد کے آپ بانی ہونے کے ساتھ ساتھ خطیب و امام بھی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت ساری تنظیموں سے آپ کی وابستگی اس طور پر ہے:

(۱) نائب صدر	جامعہ مدینۃ الاسلام	ہالینڈ
(۲) ٹرسٹی (متولی)	النور سوسائٹی	ہیوسٹن (امریکہ)
(۳) ٹرسٹی (متولی)	ورلڈ اسلامک مشن	کینیڈا
(۴) ٹرسٹی (متولی)	ورلڈ اسلامک مشن	ڈیلاس (امریکہ)
(۵) سرپرست	سُنّی دعوتِ اسلامی	ممبئی، انڈیا
(۶) بانی	الفلاح یوتھ موومینٹ	بریڈفورڈ (امریکہ)

اخلاق و اخلاص:

آج کا دَور ایک تجارتی دور ہے، جہاں ہر بات مفاد کے پیش نظر کی جاتی ہے۔ اسی طرح اخلاقی قدریں جہاں سود و زیاں سے متاثر ہوتی ہیں، وہیں مسکراہٹیں بھی تجارت بن کر

رہ جاتی ہیں۔ آج ساری دنیا میں جو چیز سب سے زیادہ ناپید ہے، وہ ہے اخلاق۔ جب کہ یہ ایسا عظیم سرمایہ ہے کہ جس کو حاصل ہو جائے اس انسان کا مقام آسمان کی بلندی پر ہے۔ اخلاق کے فضائل پر قرآن و حدیث شاہد عدل ہیں کہ اخلاق وہ قوت ہے جس کے ذریعے دلوں پر حکومت کی جاسکتی ہے اور دنیا کو زیر کیا جاسکتا ہے۔ علامہ اعظمی کی شخصیت کا جب آپ مطالعہ کریں گے تو اس بحرِ بیکراں میں اخلاق کا موجیں مارتا ہوا سمندر پائیں گے۔ بلاشبہ علامہ موصوف صرف اخلاق مند نہیں، بلکہ خلوص و اخلاق کے پیکر ہیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے بیرونِ ملک سے آنے والے ایک مقتدر عالم دین نے یہ بات کہی تھی کہ بیرونِ ملک میں لوگ علامہ قمر الزماں اعظمی کو ''ابوالاخلاص'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ یہ صفت تو علامہ موصوف کا علامتی نشان بن گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ادنیٰ سے اعلیٰ ہر کوئی ان کے اخلاق کا تہہ دل سے اعتراف کرتا ہے۔ ان کے خلوص کا یہ عالم ہے کہ اپنے تو اپنے پرائے بھی ان کی اس خداداد صلاحیت کی گواہی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ صرف اپنے اکابر کی بارگاہ میں نہیں جھکتے، بلکہ اپنے سے چھوٹوں کے ساتھ بھی خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ ان کا سرِ افتخار صرف آسمان کی وسعتوں پر ہی نہیں اُٹھتا، بلکہ زمین پر انسانی پستیوں میں بھی جھانک کر دیکھتا ہے۔ بڑوں کا ادب، چھوٹوں سے پیار ان کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کی خاص محفل میں بیٹھنے والا حیرت واستعجاب کے سمندر میں غوطہ زن ہو جاتا ہے کہ اپنے وقت کا اتنا عظیم مفکر اور بہترین خطیب کس قدر تواضع وانکساری کا مالک ہے۔ یہ ربّ قدیر کا احسانِ عظیم ہے، ورنہ بعض ایسے ہیں جن کی خلوتیں، جلوتوں سے جداگانہ نظر آتی ہیں۔ ان کا ظاہر باطن سے مختلف ہوتا ہے۔ لیکن علامہ موصوف تقریباً دس سال سے سُنّی دعوتِ اسلامی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر راقم الحروف ہی کے غریب خانہ پر قیام فرما ہوتے ہیں۔ اس لیے اتنی لمبی مدت میں بہت قریب سے دیکھنے اور پرکھنے کا موقع ملا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ رات میں دیر تک جلسے سے واپسی ہوتی ہے۔ پھر چند ساعت میں اذانِ فجر کی صدا بلند ہوتی اور آپ نماز و وظائف سے فارغ ہونے کے بعد آرام کرنے کا جیسے ہی قصد فرماتے کہ کوئی

ملاقات کی غرض سے دروازے پر دستک دیتا۔ ایسے وقت پر ہم لوگ جواباً کہتے، ابھی حضرت آرام فرما ہیں، بعد میں تشریف لائیں۔ مگر علامہ موصوف آرام پر ملاقات کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے۔ نہیں میاں! انہیں بلاؤ، میں ملاقات کروں گا۔ پھر کبھی کبھی یہ ملاقات اتنی طویل ہوجاتی کہ آرام کا وقت ختم ہونے لگتا۔ اس کے باوجود اس قدر خندہ پیشانی سے محوِ گفتگو رہتے کہ سامنے والے کو احساس تک نہیں ہوتا کہ حضرت رات بھر کے جاگے ہوئے ہیں۔

انہیں خوبیوں کی وجہ سے ماضیِ قریب کے مقتدر علمائے کرام کے آپ نہایت ہی قریب رہے۔

مفکرِ اسلام:

فکر کرنے والے کو مفکر اور اسلامی روایات، تہذیب وتمدن سے متعلق جس کی فکر ہو، اس کو مفکرِ اسلام کہتے ہیں۔ جب یہ بات آپ کی سمجھ میں آگئی تو اب علامہ قمرالزماں اعظمی کی حیات وخدمات کا بغور مشاہدہ کریں تو آپ اس مردِ مجاہد کی ہر تحریک وتقریر، جلوت وخلوت کو اسلام کے ارتقا اور مسلمانوں کی زبوں حالی کے سدّ باب کی فکر میں ہمہ وقت مصروفِ عمل پائیں گے۔ اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ مذہبی اعتبار سے مولوی، مولانا، حافظ وقاری ہوجانا آسان کام ہے، مگر قائدِ مذہب وملت ہوجانا، قائدِ فکر ونظر ہوجانا...... یہ ہر انسان کے بس کی بات نہیں۔ جب انسان ان مراحل سے گزرتا ہے تب دنیا اسے مفکرِ اسلام کہتی ہے۔

مفکرِ اسلام محض ان کا لقب ہی نہیں ہے، بلکہ صحیح معنوں میں یہ اسلام کے عظیم مفکر اور قومِ مسلم کے عظیم مدبّر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی نشست وبرخاست دیکھنے والے ضرور اس بات سے آگاہ ہوں گے کہ ان کی بیدار فکر کا یہ عالم ہے کہ وہ ہر وقت، ہر لمحہ اسلامی فکر پیش کرتے ہیں۔ قومی درد کا یہ عالم ہے کہ کتنی بار ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات موتیوں کی شکل میں ٹپکتے دیکھے گئے ہیں۔ جب بھی دُعا کرتے ہوئے دیکھا گیا تو مسلمانوں کی عزت ووقار اور سربلندی ہی کی دعا کرتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اسلامی فکر کو انہوں نے اپنا اوڑھنا، بچھونا بنالیا ہو۔

''مفکرِ اسلام'' روایتی بنیاد پر دیا گیا لقب نہیں، بلکہ اعتبار سے حقیقت پر مبنی ان کا ایک طرۂ امتیاز اور علامتی نشان ہے۔ جس سے علما و عوام دونوں بالاتفاق آپ کو مفکرِ اسلام کی حیثیت سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔

خطابت:

علامہ قمر الزماں اعظمی کو ربّ تعالیٰ نے بہت سے علوم وفنون سے نوازا ہے مگر جو فن سب پر غالب ہے وہ ہے فنِ خطابت۔ اس سے صرف ہندستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں بالخصوص جہاں اردو داں طبقہ ہے، وہاں علامہ موصوف میدانِ خطابت کے میرِ کارواں کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ گلبر گہ شریف کے کسی جلسے میں آپ کی شرکت ہوئی۔ دورانِ تقریر وہاں کے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے ایک بڑا ہی پیارا جملہ استعمال فرمایا تھا جو وہاں موجود دانش ورانِ ادب کی زبان زد ہو گیا تھا۔ وہ جملہ اس طرح تھا ''اے جوارِ بندہ نواز میں بسنے والو!'' جوارِ بندہ نواز کی یہ فصاحت سے پُر اصطلاح اتنی انوکھی، میٹھی اور نرالی تھی کہ صرف یہ جملہ سُن کر گلبر گہ یونی ورسٹی کے ایک پروفیسر نے کہا تھا: ''جوارِ بندہ نواز کی ترکیب کا استعمال بتا رہا ہے کہ علامہ قمر الزماں صرف زباں داں نہیں بلکہ زبان گو بھی ہیں''۔

اسی طرح ایک مرتبہ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے ایک ہال میں جہاں اردو کے اساتذہ بھی موجود تھے، جب آپ نے خطابِ نایاب فرمایا تو اختتامِ تقریر پر طلبہ نے برجستہ عرض کیا تھا: ''حضرت! آپ کو تو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں اردو کا ہیڈ آف ڈیپارٹ منٹ ہونا چاہیے۔''

آپ کی تقریر میں سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ آغازِ تقریر سے اخیر تک ایک لمحہ بھی دنیاوی لطائف بیان کر کے محفل کو قہقہوں کی نذر نہیں ہونے دیتے۔ بلکہ تاریخ کی روشنی میں اسلامی فکر اور ایمانی اسپرٹ اس طرح لوگوں کے ذہن وفکر میں ڈالتے ہیں کہ ان کی بزم سے اُٹھنے والا ہر شخص ایک نئی فکر اور نیا حوصلہ لے کر اُٹھتا ہے۔ اور ایک کمال یہ بھی ہے کہ وہ اکثر حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کرتے ہیں اور اس انداز میں کرتے ہیں کہ جملوں سے زیادہ دل کی گہرائی سے اپنا کرب اور اضطراب قوم میں منتقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ کی مدبرانہ بصیرت کا یہ عالم ہے کہ بہت ایسی باتیں ہیں جس کی طرف دیگر مدبرین کی نگاہ بعد میں پہنچتی ہے۔ اس سے قبل علامہ موصوف ان باتوں کی طرف اشارہ فرمادیتے ہیں۔ اس کی بہت تازہ مثال ہے کہ گذشتہ ہزارہ (یعنی بیسویں صدی) کے اواخر پر پاٹکر ہال، ممبئی میں آپ نے بڑی فکر انگیز تقریر کی اور دورانِ تقریر بہت سے نکات پر روشنی ڈالتے ہوئے بعض خطرات کی طرف اشارہ بھی فرمایا تھا۔ آج چند برس کے اندر ہی وہ ساری پیش گوئیاں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئیں۔ یہ ساری خوبیاں کیوں آپ میں نہ ہوں؟ جب کہ آپ کی تقریر میں مرشدِ برحق شبیہ غوثِ اعظم حضور مفتیِ اعظم ہند بے پناہ سرور پاتے تھے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ سرزمینِ جبل پور پر حضرت علامہ عبدالسلام جبل پوری علیہ الرحمہ کے عرس میں جہاں حضور مفتیِ اعظم ہند جلوہ افروز تھے، وہیں آپ بھی موجود تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کو اشارہ فرمایا کہ قمرالزماں کو تقریر کا موقع دیا جائے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ کے نام کا اعلان ہوا اور آپ نے تقریر شروع فرمائی۔ عجب اتفاق تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد آپ کو خفّت محسوس ہونے لگی اور آپ تقریر ختم کر کے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے دوبارہ تقریر کرنے کے لیے آپ کو حکم دیا۔ آپ نے دوبارہ جب اپنی تقریر شروع کی تو اس وقت آپ کی اعلیٰ فکر اور عمدہ گفتگو کے ساتھ اندازِ بیان ایسا تھا کہ آپ کے مرشد حضور مفتیِ اعظم ہند اور حضور برہانِ ملت علیہما الرحمۃ والرضوان کے ساتھ ساتھ سارے لوگوں نے اس کو سراہا۔ پھر دونوں بزرگوں نے بے پناہ دعاؤں سے آپ کو نوازا۔ جبل پور کی تاریخ میں علامہ موصوف کے ساتھ ان کی اس تقریر کو بڑی مقبولیت اور اہمیت حاصل ہوئی، جس کی حلاوت اہلِ جبل پور آج تک محسوس کرتے ہیں اور دو عظیم بزرگوں کی موجودگی میں ایسی کامیاب تقریر کرنا، آپ کی اعلیٰ فکر اور بہترین خطیب ہونے کی روشن مثال ہے۔

وسعتِ مطالعہ:

علامہ موصوف کے وسعتِ مطالعہ کا جہاں تک معاملہ ہے تو اس سے ہر وہ شخص واقف

ہوگا جس کو علامہ کی مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہو۔ یہ ان کے وسعتِ مطالعہ ہی کا جلوہ ہے کہ اپنی تقریروں میں نئی نئی تحقیقات اور براہین پیش کرتے ہیں۔ مثال کے لیے چند ایک واقعات ضبطِ تحریر میں لاکر ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں۔

کسی بین الاقوامی کانفرنس میں ایک غیر مقلد نے یہ کہا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو نماز کے متعلق صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ اس پر آپ نے غیر مقلد کی گرفت فرماتے ہوئے چیلنج کیا کہ تم امام اعظم کی بات کرتے ہو، مَیں امامِ اعظم کے غلاموں کا ادنیٰ غلام ہوں اور نماز سے متعلق امام اعظم کے ہزاروں جزئیات میں سے کوئی جزیا مسئلہ بیان کرو۔ میں اس کی تائید میں ضرور حدیث پیش کر دوں گا۔ چنانچہ غیر مقلد نے کچھ جزئیات پیش کیے، اس پر آپ نے برمحل ایسی حدیث پیش فرمائی کہ وہ غیر مقلد حیرت زدہ رہ گیا۔

اس واقعہ سے جہاں علامہ کے وسعتِ مطالعہ کا پتہ چلتا ہے، وہیں علمِ حدیث اور علمِ فقہ کے نکات پر دسترس ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ جب کہ اس دورِ قحط الرجال میں عموماً مقررین جہاں علمِ فقہ سے نابلد ہوتے ہیں، وہیں علمِ حدیث میں بھی کمزور نظر آتے ہیں۔ کیونکہ دونوں کا تعلق جلسہ وجلوس کے اسٹیج سے بہت کم ہوتا ہے۔

اسی طرح وسعتِ مطالعہ پر ایک واقعہ ذہن کے حاشیے پر اُبھر رہا ہے کہ ایک مرتبہ سہار ایئرپورٹ، ممبئی سے بذریعہ ٹیکسی ہم لوگوں کو اپنے مکان پالا گلی، ڈونگری، ممبئی آنا تھا۔ گاڑی پر سوار ہونے کے بعد کسی نے خلیفۂ اعلیٰ حضرت ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری شارح بخاری علیہ الرحمہ کے ذکرِ جمیل پر گفتگو کا آغاز کر دیا۔ پھر کیا تھا علامہ موصوف حضرت ملک العلما علیہ الرحمہ کی دینی وملّی اور سیاسی خدمات پر اتنی عمدہ اور تحقیقی معلومات افزا گفتگو فرمانے لگے کہ مسلسل یہ گفتگو ۴۵ رمنٹ تک ہوتی رہی۔ اور ہم لوگوں کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ شاید علامہ موصوف نے اعلیٰ حضرت کے اس محبوب شاگرد اور خلیفہ پر پی ایچ ڈی (Ph. D.) کی ہو۔ تیرے ہنر کو سب تیرا کمال کہتے ہیں

تقویٰ و پرہیز گاری:

عام طور پر مقررین کے یہاں عمل کا جذبہ بہت زیادہ گرم نہیں ہوتا۔ لیکن علامہ موصوف

ایک بلند پایہ خطیب ہونے کے ساتھ عملی میدان میں بھی صاف وشفاف نظر آتے ہیں اور تقویٰ و پرہیز گاری میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ یہ بات مشاہدات کی روشنی میں سپرد قلم کررہا ہوں کہ فرائض و واجبات کے ساتھ نوافل اور مستحبات کی ادائیگی کا علامہ اس طرح اہتمام فرماتے ہیں کہ مَیں دیکھ کر حیرت زدہ ہوجاتا ہوں۔ روزانہ کے معمولات میں یہ بھی داخل ہے کہ بلاناغہ نمازِ فجر کے بعد کافی دیر تک اوراد و وظائف ادا کرنا اُن کا لازمی مشغلہ ہے۔

طہارت کا اس قدر خیال فرماتے ہیں کہ بیش تر اوقات حالتِ وضو میں رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ کئی بار یہ دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمارہے ہیں۔

یورپ کی سرزمین پر کم وبیش چالیس ۴۰ سال کا عرصہ گزارنے کے باوجود وہاں کی عریانیت سے پُرآب و ہوا کا آپ پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ بلکہ یورپ کی مکدّر فضا میں رہ کر وراثتِ انبیا کا وہ زرّیں نمونہ پیش کررہے ہیں کہ جہاں پڑاؤ ڈالتے جارہے ہیں شمعِ اسلام روشن ہوتی نظر آرہی ہے۔ اور اسلام کا آفاقی پیغام اس طرح اپنے قول وعمل سے پیش کررہے ہیں کہ کثیر تعداد میں غیر مسلم آپ کے دستِ کرم پر توبہ کرکے داخلِ اسلام ہوتے جارہے ہیں۔

علامہ موصوف کی کس کس خصوصیات کا ذکر کیا جائے۔ ربّ قدیر نے آپ کو اپنے بے پناہ فضل وکرم سے نوازا ہے۔ اس کے باوجود نخوت وغرور کا دور دور تک سایہ نظر نہیں آتا۔ یہ بھی خدائے تعالیٰ کا ان پر خاص انعام واکرام ہے، ورنہ اچھے اچھے صاحبِ فضل وکمال کے اندر جب نخوت وغرور کا عکس نظر آنے لگتا ہے تو پھر کلاہِ افتخار کی زینت وہ نہ رہ جاتی ہے جو ہونی چاہیے۔ علامہ موصوف کے روز وشب میری نظروں کے سامنے ہیں۔ مَیں حیرت زدہ رہتا ہوں کہ جس طرح حقوق اللہ کی ادائیگی میں پابند نظر آتے ہیں، وہیں حقوق العباد کو ادا کرنا اپنی زندگی کی معراج سمجھتے ہیں۔ اور جس طرح اکابر کا ادب کرنا اور معاصرین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا اپنے لیے لازم سمجھتے ہیں، وہیں اصاغر (چھوٹوں) پر شفقت ومحبت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے بے پناہ فرحت وسرور محسوس کرتے ہیں۔

☆......☆......☆

علامہ اعظمی ساؤتھ افریقہ میں

سید محمد علیم الدین اصدق اعظمی مصباحی
بانی دار العلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ

نگہ بلند سخن دل نواز جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر امیرِ کارواں کے لیے

کسی شخصیت کے تاریخ ساز ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس نے دعوت و تبلیغ، رشد و ہدایت اور علمی میدان میں گراں قدر اور نمایاں خدمات انجام دی ہوں۔ باطل و طاغوتی قوتوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے عملی جد و جہد کی ہو، اللہ تعالیٰ کے بندوں کی صحیح رہنمائی کی ہو، حق و باطل کے درمیان خطِ امتیاز قائم کرنے کے لیے سعیِ پیہم، جہدِ مسلسل کر کے متلاشیانِ حق کی بروقت رہنمائی کی ہو۔ ان صفات و خوبیوں کی حامل شخصیت کو ہم تاریخ ساز اور عبقری شخصیت قرار دیتے ہیں، جو اپنی بیش بہا خدمات اور روشن کارناموں کی وجہ سے تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ زندہ رہتی ہے اور تاریخ اس کو کبھی فراموش نہیں کر پاتی ہے۔

مذکورہ بالا صفات کے تناظر میں جب ہم خلیفۂ حضور مفتیِ اعظم ہند مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں قادری دامت برکاتہم العالیہ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ تاریخ ساز اور عبقری شخصیت کہلانے کے حق دار ہیں۔ کیوں کہ آپ کی زندگی دعوت و تبلیغ، رشد و ہدایت کے میدان میں جہدِ مسلسل اور سعیِ پیہم سے عبارت ہے۔ ایشیا و یورپ، امریکہ و افریقہ میں مسلکِ اہلِ سُنّت و جماعت کی نشر و اشاعت کے لیے آپ کی روشن خدمات بیّن ثبوت ہیں۔

حضرت مفکرِ اسلام بے شمار خوبیوں اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کے مالک ہیں۔ ان میں سے ایک اہم خوبی یہ ہے اہلِ سُنّت و جماعت کا کوئی اِدارہ اور کوئی تحریک دنیا کے کسی بھی گوشے

میں کام کر رہی ہو اس نے اگر حضرت کو یاد کیا تو حضرت اس کی دعوت پر فوراً حاضر ہو جاتے ہیں۔صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس ادارہ یا تحریک سے منسلک افراد کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ ان کو وہاں کے ماحول کے مطابق ان کی ذمّے داریوں کا احساس دلاتے ہیں۔ان کے کام کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ان کے کام میں مزید حُسن پیدا کرنے کے لیے اپنے مفید مشوروں سے نوازتے ہیں اور اپنی جانب سے ہر ممکن تعاون کا وعدہ فرماتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ ساؤتھ افریقہ کی مرکزی درس گاہ دارالعلوم قادریہ غریب نواز سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ دارالعلوم کے سالانہ جلسۂ دستار بندی کے موقع پر دعوت قبول فرما کر یہاں تشریف لاتے ہیں اور کئی روز قیام فرما کر دارالعلوم کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہیں اور دارالعلوم کے لیے مزید ترقی کی راہیں استوار کرنے کے لیے اپنے مفید مشوروں سے نوازتے ہیں۔

نوجوان علما اور طلبہ کی ذہن سازی کرنا، ان کو کام کرنے کا صحیح رُخ دینا، ان کے فکر و تدبّر کے دھارے کا محور و مرکز متعین کرنا، ان کے شعور و آگاہی کے صحیح استعمال کے لیے جہت کا تعین کرنا، مستقبل میں پیش آنے والے مسائل سے آگاہ کرنا، ان کی پیچیدگیوں پر روشنی ڈال کر ان کا حل پیش کرنا، مختلف ممالک میں مسلمانوں کو درپیش مسائل سے متعلق گفتگو کرنا، وہاں پر کام کی ضرورت و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے کام کی نوعیت کا تعین کرنا اور اس کے لیے اپنی رائے کی صورت میں چند نقوش و خطوط فراہم کرنا۔یہ آپ کی خطابت کے امتیازات ہیں جن کی بنیاد پر آپ نے دنیا کے مختلف ممالک کے تبلیغی دورے کیے اور وہاں کے باشندوں کی فکری و شعوری تربیت فرمائی۔

جب آپ دارالعلوم میں تشریف لاتے ہیں تو یہاں پر زیرِ تعلیم مختلف ممالک کے طلبہ کے ساتھ پرسنل میٹنگ کرتے ہیں۔انگریزی زبان میں ان سے مخاطب ہوتے ہیں۔ان کو ایک داعی و مبلغ کی ذمّے داری کا احساس دلاتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ کس ملک میں کیا ضرورت ہے اور کس طرح کام کرنا ہے۔خاص طور پر افریقی طلبہ کو یہ تلقین فرماتے ہیں کہ تمہارے کاندھوں پر بہت عظیم ذمّے داری ہے۔پوری افریقی قوم کی نگاہیں تمہاری طرف لگی

ہوئی ہیں۔ تم ان کی امیدوں کا مرکز ہو۔ یہ قوم تشنہ ہے۔ اس کی تشنگی کو تمہیں بجھانا ہے۔ دار العلوم قادریہ غریب نواز کی شکل میں یہاں پر اسلام کا ایک عظیم قلعہ تعمیر ہو چکا ہے، جو پورے برّ اعظم افریقہ کی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے۔ تم اس کے سائے میں رہ کر اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرو۔ اپنے اندر علمی شعور اور فکری بالیدگی پیدا کرو۔ یہاں کے علمی و فکری ماحول میں اپنے آپ کو نکھارو، سنبھالو اور اس کے بعد میدانِ عمل میں اُتر پڑو۔ ہو سکتا ہے کہ تم کو اس راہ میں مختلف مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑے، جیسا کہ ہر داعی کے ساتھ ہوتا ہے۔ مگر تم اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے سعیِ پیہم کا دامن نہ چھوڑنا۔ تمہاری ان کوششوں سے ان شاء اللہ تعالیٰ افریقہ میں ایک نئی صبح نمودار ہوگی۔ اسلام کا نیا سویرا ہوگا۔

دوسری خوبی یہ ہے کہ حضرت مفکرِ اسلام جہاں تشریف لے جاتے ہیں وہاں اپنی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کے تابندہ نقوش اور رہتی دنیا تک نہ مٹنے والی چھاپ ضرور چھوڑ جاتے ہیں۔ جس کی زندہ مثال ساؤتھ افریقہ کی سب سے عظیم مسجد Gray Street Mosque ہے جو اس وقت جامع مسجد ڈربن کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۹۸۲ء یا ۱۹۸۳ء کی بات ہے جب حضرت مفکرِ اسلام ساؤتھ افریقہ کے دورے پر تشریف لائے تو یہاں پر اہلِ سُنّت و جماعت اور دیوبندیوں کے درمیان اختلافات نے شدّت اختیار کر لی۔ ٹرسٹی کا الیکشن قریب تھا اور خدشہ تھا کہ کہیں بدمذہب ٹرسٹی داخل نہ ہوں۔ مفکرِ اسلام قبلہ تشریف لائے۔ اپنی خطابت اور اپنے مشوروں کے ذریعے عوام کی ذہن سازی فرمائی اور سُنّیت کی اہمیت سے روشناس کرایا۔ نتیجے کے طور پر الحمد للہ الیکشن میں مکمل طور سے نتیجہ اہلِ سُنّت و جماعت کے حق میں رہا اور وہاں سے سُنّیت کی تبلیغ اچھے انداز سے ہوتی رہی۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار ایسی مثالیں ہیں کہ مفکرِ اسلام حضرت علامہ اعظمی صاحب قبلہ کی کوششوں سے سُنّیت کی اشاعت ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے حبیب حضور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے دعا ہے کہ حضرت مفکرِ اسلام کو عمرِ طویل عطا فرمائے۔ صحت و توانائی بخشے تاکہ آپ اسی طرح ہماری رہنمائی فرماتے رہیں۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

☆......☆......☆

عصری حسیت اور جدید رنگ و آہنگ کا عالمی خطیب
قمر الزماں اعظمی

از: صادق رضا مصباحی، ممبئی
موبائل:9320884970

میں اپنے بچپن سے ہی مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی کا اسم گرامی سنتا چلا آ رہا ہوں مگر ۱۵ رسال کی عمر تک کبھی بھی حضرت موصوف کی تقریریں سننے کا شرف حاصل نہیں ہوا لیکن جب ۲۰۰۰ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ملک کی عظیم دینی دانش گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور حاضر ہوا تو یہاں آٹھ سالہ قیام کے دوران تین یا چار مرتبہ ان کی تقریریں سن کر محظوظ ہوا اور اپنی سماعتوں کو خوب خوب ہرا بھرا کیا۔ ادھر میں تین سال سے زائد عرصے سے ممبئی میں مقیم ہوں یہاں ہر سال سُنّی دعوت اسلامی کے عالمی اجتماع میں ان کے خطاب سے اپنی فکر و معلومات کو منور کر رہا ہوں۔

مفکرِ اسلام کیا ہیں اور کیا نہیں ہیں مجھ جیسا کوتاہ علم اور پست فکر اس پر شاید مکمل طور پر روشنی نہ ڈال سکے تاہم میری سطحی فکر اور پست شعور و ادراک نے جو کچھ تجزیہ کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مفکرِ اسلام بلاشبہ نمونۂ اسلاف، اقلیمِ خطابت کے تاجدار، دین کے حقیقی داعی و مبلغ اور ملتِ اسلامیہ کے سچے ہمدرد و بہی خواہ ہیں۔ میں نے اپنے تو اپنے غیروں سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی ان کا اسیر پایا ہے۔ جن لوگوں نے انہیں سنا ہے وہ بخوبی واقف ہیں کہ علامہ اعظمی کس درجے کے خطیب ہیں اور ان کی خطابت کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تقریروں کے اثرات اور نتائج کے اعتبار سے ہندوستان کے خطبا و مقررین میں علامہ اعظمی کا اسم گرامی سب سے نمایاں اور سب سے ممتاز ہے دو چار لوگوں کی استثنائی مثالیں مل سکتی ہیں مگر یہ لوگ بھی علامہ اعظمی کے قد سے

بہت نیچے ہیں۔اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ علامہ کا معاملہ از دل خیزد بر دل ریزد کا ہے۔ان کے دہن سے جو باتیں نکلتی ہیں وہ جذبے اور اخلاص کی تپش سے دہکتی ہوئی ہوتی ہیں۔ان کے دل کے ساز پر وہی نغمے تھرتھراتے ہیں جس سے سامعین کے دلوں کے تار جھنجھنا اُٹھتے ہیں۔ضمیر اگر بیدار ہوتو باطن کے جالے خود بخود کٹتے چلے جاتے ہیں اور انسان کی باطنی قوتیں عشق وعمل کے اسلحوں سے لیس ہوجاتی ہیں۔میرا دعویٰ ہے کہ علامہ اعظمی کی مجلسوں اور ان کے خطابات کی سماعت کرنے والا ان کی ہر ہر مجلس اور ہر ہر خطاب سے فکر ونظر اور شعور وادراک کے موتی لے کر اٹھتا ہے اور اس کی ذہنی وفکری سطح کافی حد تک مرتفع ہوجاتی ہے۔میں دوسروں کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ اپنے بارے میں ضرور کہوں گا کہ میں نے مبارک پور سے ممبئی تک حضرت کی جتنی بھی تقریریں سنی ہیں میری معلومات میں اضافہ بھی ہوا ہے اور میرے افکار کو تازہ ہواؤں نے صحت مند بھی کیا ہے۔

علامہ اعظمی خطابت کی دنیا کا بڑا اہم، معتبر، مستند اور ممتاز نام ہے اور یہ استنادیت و معتبریت ان کو برصغیر کے جلیل القدر علما ومشائخ اور دانشوروں نے عطا کی ہے۔وہ ان چند گنے چنے خطبامیں سے ہیں جو صحیح معنوں میں اسلام کے حقیقی داعی ومبلغ ہیں۔دعوت وتبلیغ کے جتنے بھی تقاضے ہیں وہ مکمل طور سے ان سے لیس ہیں اور ایک مبلغ کی جتنی بھی خوبیاں ہوسکتی ہیں وہ عملی طور سے ان سے متصف ہیں۔میں نے یہاں ''حقیقی داعی ومبلغ'' یوں ہی نہیں استعمال کیا ہے، بلکہ اس کے پیچھے مقصد یہ ہے کہ آج دعوت وتبلیغ کا مفہوم کچھ اور سمجھ لیا گیا ہے۔ہم اپنوں میں تقریریں کر لیتے ہیں اور اپنوں (مسلمانوں) کا رشتہ دین سے مضبوط سے مضبوط تر کرتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ یہی دعوت وتبلیغ ہے حالانکہ دعوت وتبلیغ کا مطلب اسلام کی طرف بلانا اور اسلام کا پیغام پہنچانا ہے۔اس تناظر میں دعوت وتبلیغ غیروں میں ہوتی ہے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے مگر اپنوں کو اسلام کی طرف نہیں بلایا جاتا بلکہ ان کو تو انذار وتبشیر کی جاتی ہے اور ان کا تزکیہ کیا جاتا ہے انہیں تذکیر یعنی یاد دہانی کرائی جاتی ہے دعوت نہیں دی جاتی اور نہ تبلیغ کی جاتی ہے کیونکہ دعوت وتبلیغ غیروں میں ہوتی ہے اور

تذکیر وتزکیہ اپنوں میں۔ ہمارے یہاں بیشتر خطباو مقررین تذکیر وتزکیہ کا کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ تذکیر و تزکیہ بھی صحیح خطوط پر نہیں کی جارہی ہے الا ماشاء اللہ۔ دعوت وتبلیغ اور تذکیر وتزکیہ کرنے والے بیشتر لوگوں کو آج صحیح رہنمائی اور تربیت کی ضرورت ہے (یہ جملۂ معترضہ ہم نے صرف دعوت وتبلیغ اور اصلاح وتزکیہ میں فرق کرنے کے لیے لکھا ہے کسی پر لعن طعن مقصود نہیں ہے)۔ اس سیاق میں ہمارا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ علامہ موصوف ہر دو پہلو میں ممتاز ہیں دعوت وتبلیغ میں بھی اور اصلاح وتزکیہ میں بھی۔ وہ صرف اپنوں کو اسلام سے قریب نہیں کرتے بلکہ غیروں کو اور اسلام سے برگشتہ لوگوں کو بھی اسلام کے دھاگے سے باندھتے ہیں۔ وہ لوگوں کو اسلام کی طرف پہنچانے کے لیے عقل ونقل کا سہارا لینے کے بجائے اس کے قائل ہیں کہ لوگوں کا دل جیتا جائے، لوگوں کے سامنے اسلام کا پیغام اس طرح سے پیش کیا جائے کہ براہِ راست ان کے دل پر اثر انداز ہو اور اس کی عصری معنویت اس اسلوب میں ہو کہ ان کے دل کے تار جھنجھنا اٹھیں اور وہ بے ساختہ اسلام کے سائے میں سکون واطمینان محسوس کریں۔ ظاہر ہے جو شخص اس طرزِ ابلاغ کا قائل ہو اور نہ صرف یہ کہ قائل خود عملی طور پر اس اسلوب کو برتتا بھی ہو وہ کتنا وسیع المطالعہ، عمیق النظر اور گہرے شعور وفکر کا حامل ہوگا۔ علامہ اعظمی کے پاس پختہ علم بھی ہے، اصابتِ فکر بھی، تجربات کا سرمایہ بھی اور مشاہدات کی انتہائی قیمتی اور عظیم الشان دولت بھی۔ ان اجزائے ترکیبی سے علامہ موصوف کا خمیر تیار ہوا ہے ہمیں فخر ہے کہ ہمارے پاس علامہ قمر الزماں جیسا خطیب ہے جس کی آواز دور دور تک سنی جاتی ہے، لوگوں کی کتابِ دل کا عنوان بنتی ہے اور دلوں میں زندگی کی رمق چھوڑ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ کے ہاتھوں اب تک ایک نہیں پچاسیوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا ہے اور قبولِ اسلام کے یہ مبارک سلسلے تا حال برابر جاری ہیں۔ برطانیہ کی جس مسجد میں آپ امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں وہاں کوئی ہفتہ ایسا نہیں گزرتا جہاں کوئی غیر مسلم اسلام کی دولت سے مالا مال نہ ہوتا ہو۔

علامہ اعظمی ہمارے ان بزرگوں اور اساتذہ میں سے ہیں کہ بے اختیار دل ان کا گرویدہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہم نے محسوس کیا ہے اور شاید ہمارے جیسے بہت سارے لوگوں نے بھی محسوس کیا ہو کہ بعض نام کے بڑے جو در حقیقت بڑے نہیں ہوتے ان کی دست بوسی کرنے میں بڑی کراہیت محسوس ہوتی ہے مگر مجبوراً کسی وجہ سے دست بوسی کرنا ہی پڑتی ہے اس طرح کے لوگوں کی دست بوسی کرنے میں ضمیر کچو کے لگاتا ہے اور دل اِبا کرتا ہے مگر علامہ موصوف میرے نزدیک ان حضرات میں سے ہیں کہ ان کی غیر معمولی خوبیوں کے آگے دل خود بخود بچھتا چلا جاتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں اور یہ کہنا صحیح بھی ہے کہ خالص تقریر و خطابت سے وابستہ رہنے والے افراد لمبے عرصے تک اپنا نام زندہ نہیں رکھ پاتے اور ان کی تقریروں کی لفظیات فضاؤں میں ڈوب جاتی ہیں۔ ایسا نہیں ہو پاتا کہ ان کی شخصیت اور خدمات پکی روشنائی میں تبدیل ہو کر تاریخ کا حصہ بن جائیں کیونکہ تقریریں ماضی کے افسانوں میں دب کر رہ جاتی ہیں جبکہ اس کی اچھی تحریریں ہمیشہ بولتی ہیں اور مصنف کا قلم اسے ہمیشہ زندہ رکھتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علامہ موصوف پر یہ کلیہ صحیح بھی ہے اور نہیں بھی۔ صحیح اس لیے کہ ان کا زیادہ تر تعلق تقریر و خطابت سے ہے، وہ خطابت کے ہو کر رہ گئے ہیں اور خطابت ان کی ہو کر رہ گئی ہے۔ نہ انہیں خطابت چھوڑے گی اور نہ وہ خطابت کو خیر آباد کہیں گے۔ نہیں اس لیے کہ اب ان تقریروں کو پکی روشنائی میں ڈھالا جا رہا ہے اور ان کے الفاظ کو تحریر و قلم سے ہم رشتہ کیا جا رہا ہے۔ ان کی تقریروں کے دو حصے شائع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں بقیہ لبِ بام منتظرِ طباعت ہیں۔ ایک مجموعہ پاکستان سے بھی شائع ہو چکا ہے۔ خطباتِ مفکر اسلام کے نام سے پہلا حصہ دعوت و تبلیغ کی عالمی تحریک سُنّی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام مکتبہ طیبہ ممبئی (مرتب: مولانا ریحان رضا انجم مصباحی و مولانا عبد اللہ اعظمی نجمی) سے شائع ہو چکا ہے جبکہ دوسرا حصہ سنی دعوت اسلامی ہی کے زیر اہتمام مکتبہ طیبہ شاخ حیدر آباد (مرتب: مولانا ساجد حسین قادری، فاضل جامعہ نظامیہ حیدر آباد) سے شائع ہوا۔ یہ دونوں حصے بہت مقبول

ہوئے ہیں۔ذوق اگر عمدہ ہو تو ان خطبات کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔

تقریر وخطابت کے حوالے سے ایک نہیں درجنوں کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں، میں تو نہیں سمجھتا کہ وہ سب کی سب عوام کے دینی وعصری رجحانات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں۔ان میں سے اکثر و بیشتر کتب میں ادعائی رنگ غالب ہے۔اسلام کی حقانیت وصداقت پر دعوے پر دعوے کیے جاتے ہیں قرآن وحدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ تقریر کا حق ادا ہو گیا۔کوئی مانے یا نہ مانے مگر حقیقت یہی ہے کہ اس ادعائی پہلو نے ہماری تقریر وتحریر سے اثر پذیری چھین لی ہے۔ہمارے بعض مقررین عصری رجحانات وزمانی مسائل پر گفتگو کو اسلام سے الگ ہٹ کر کوئی دوسری چیز سمجھتے ہیں اگر کرتے بھی ہیں تو وہ بھی بہت سطحی۔کتابیں دیکھ کر اور تقریریں سن کر اندازہ لگتا ہے کہ زمانے کی آب وہوا قبول کرنے کے لیے انہوں نے اب تک اپنے دماغ واحساس کی کھڑکیاں بند کی ہوئی ہیں الاماشاء اللہ۔فکر ومزاج میں اگر اعتدال نہ ہو تو اصلاح وتزکیہ کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی دعوت وتبلیغ کے۔ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ آج کا قاری اور سامع اس طرح کی کتابوں اور تقریروں سے کیوں کر مستفید ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اب اس طرح کے مقررین کی صف بساط سمٹتی جا رہی ہے۔اب وہی مقررین وخطبا محاذ پر آ رہے ہیں جو دین ودنیا دونوں کو صحیح ڈھنگ سے سمجھ رہے ہیں اور اسی کے مطابق عوام الناس کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔اس منظر نامے میں ہمیں علامہ اعظمی کی شخصی انفرادیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔اور ان کے خطبات ایک الگ شان رکھتے ہیں ان میں عصری حسیت بھی ملے گی اور جدید رنگ وآہنگ بھی ملے گا۔ان کے خطبات کے مجموعے عام مقررین کے خطبات کے مجموعوں کی طرح نہیں ہیں۔ان کی تقریروں میں ان کے جذباتِ دینیہ کی لہریں بہتی ہیں اور اس میں اسلامی فکر ومزاج کی حقیقی نمائندگی محسوس ہوتی ہے۔دیگر بعض مقررین کی طرح بھی نہیں کہ وقتی طور پر نعرے بازی ہو گئی اور سامعین خوش ہو گئے لیکن جب جلسہ گاہ سے باہر نکلے تو ان کے الفاظ صرف الفاظ ہی رہے معنیٰ کا لباس زیب تن نہ کر سکے۔ہم نے محسوس کیا ہے کہ ان کی باتیں براہِ راست دل کو اپیل کرتی ہیں ان کے لہجے

میں خطابت ہے جو سامعین کو باندھے رکھتی ہے زبان ادبی ہے کہ جس سے پڑھے لکھے آدمی کی بھی دل بستگی برقرار رہتی ہے جو بات کہتے ہیں ٹھوس حوالوں اور مستند بنیادوں پر کہتے ہیں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ بلاشبہ علامہ اعظمی برصغیر ہند و پاجمیں جماعتِ اہلِ سُنّت کے زبردست ترجمان اور دنیا بھر کے سُنّی مسلمانوں کے نمائندے اور موجودہ دور میں اسلام کی طاقت ورترین آواز ہیں۔ اللہ کرے یہ آواز ہمیشہ ہمارے کانوں میں رس گھولتی رہے اور اسلام کی آواز دور دور تک پہنچاتی رہے۔

علامہ اعظمی نے اگرچہ کوئی کتاب نہیں لکھی لیکن ان کی پوری شخصیت ایک کتاب کی مانند ہے ہم بجاطور پر انہیں نمونۂ اسلاف کہہ سکتے ہیں۔ ان کی ایک ایک تقریر بے شمار تقریروں اور کتابوں پر بھاری ہے۔ ان کی فکر سے نہ جانے کتنوں نے اپنے ذہنی سفر کا تعین کیا اور ان کی رہنمائی سے ہزاروں لوگ ہدایت کی مسافت طے کر چکے ہیں۔ ان کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے یہ بات رسماً نہیں کہی جارہی ہے بلکہ یہاں سے لے کر یورپ وامریکہ کے ممالک تک اس کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔

بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت علامہ عالمی خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک زبردست شاعر بھی ہیں۔ وہ ان روایتی شعرا کی طرح نہیں ہیں کہ جن کے آئینۂ اشعار میں دوسروں کے خیالات کا عکس نظر آتا ہے بلکہ ان کی شاعری زبان و بیان، رفعتِ خیال، پاکیزگیِ فکر، سلیقۂ اظہار اور فنی نقطۂ نظر سے بھی دوسرے باکمال شعرا سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ ان کی شعری کائنات میں ان کے واردات، احساسات اور کیفیات کے ایسے حسین لیل و نہار ہیں کہ ان میں ایک مرتبہ داخل ہو جانے کے بعد دوبارہ نکلنے کا جی نہیں چاہتا۔ انہوں نے بہت کم کہا ہے لیکن بہت اچھا کہا ہے، ان کی یہ شعری کیفیت بہت سے شعرا کی شعری کمیتوں پر بھاری ہے۔ اس کا ثبوت ان کا تازہ نعتیہ دیوان ''خیابانِ مدحت'' ہے جو تقریباً تین سال قبل سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام مکتبہ طیبہ سے شائع ہوا ہے۔ مسموع ہوا ہے کہ دوسرا دیوان بھی منتظر طباعت ہے۔

رضا اکیڈمی ممبئی مبارک باد کی مستحق ہے کہ وہ عصرِ حاضر کے جلیل القدر عالم وخطیب کے اعزاز میں ایک عظیم الشان پروگرام منعقد کر کے طلائی تمغے سے نواز رہی ہے۔ نعقاد کر رہی ہے اوران کی خدمات پر مشتمل کتاب کی اشاعت کر کے انہیں خراج تحسین پیش کر رہی ہے۔اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ علامہ اعظمی یوں ہی تا دیر صحت وسلامتی کے ساتھ ہماری سرپرستی فرماتے رہیں اوران کی طاقت ورترین آوازیوں ہی توانا، درخشندہ ،تابندہ اورتابناک رہے۔آمین

☆......☆......☆

علامہ قمرالزماں اعظمی: ایک ہمہ وصف شخصیت

غلام مصطفیٰ رضوی
نوری مشن، مالیگاؤں
noori_mission@yahoo.com

داعیانہ فہم وفراست، تدبر وتفکر اور منفرد لب ولہجے کے اعتبار سے مفکر اسلام مبلغ اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی ممتاز ہیں۔ آپ کی سیمابی شخصیت نے صرف برصغیر ہی کو متاثر نہیں کیا بلکہ آپ کی خدمات کے چشمۂ صافی سے سیرابی کرنے والے پوری دنیا میں موجود ہیں۔ آپ جہاں جاتے ہیں دلوں میں گھر کر لیتے ہیں۔ گفتگو میں وہ بانک پن ہے کہ سنگ دل بھی موم ہو جائے۔ آپ کی خطابت میں محض اوصافِ خطابت کی جلوہ آرائی ہی نہیں بلکہ دل کے پاکیزہ جذبات کی عکاسی بھی موجود ہوتی ہے۔ کئی جہات سے علامہ موصوف کی ذات انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔

اسلوب خطابت:

آج کل ہمارے یہاں کس طرح کی تقریریں ہوتی ہیں یہ مخفی نہیں، کم ہی تقریریں سنجیدہ اور بامقصد ہوتی ہیں۔ علامہ اعظمی نے خطابت کو نیا آہنگ عطا کیا، نئی فکر عطا کی، خطابت کو لب ولہجے کی چاشنی دی اور قوت عمل، جذبۂ فکر اور وارداتِ قلبی سے آراستہ کیا، جس سے آپ کی خطابت ملّی احساسات کی ترجمان بن گئی۔ سامع کے لیے آپ کی گفتگو میں اصلاح فکر وعمل کا سامان وافر مقدار میں موجود ہوتا ہے۔ ہر تقریر دعوت فکر ہوتی ہے جس سے دل کی دنیا میں انقلاب کی آہٹ محسوس کی جاسکتی ہے۔

ادبیت اور لسانی اقتدار کے لحاظ سے آپ کی خطابت نے زبان کو نئے لب ولہجہ اور اسلوب کی جواہر سے مالا مال کیا ہے۔ وضع اصطلاح میں بھی آپ کا جواب نہیں۔ اربابِ ادب سے پوچھیے وہ یہی کہتے ہیں کہ علامہ اعظمی کی زبانِ فیض ترجمان سے زبان وادب کے

ساتھ کا دامن فیض یاب ہوتا ہے اور ہر ہر لفظ ادبیت کا آئینہ اور معنی کا گنجینہ بن کر ادا ہوتا ہے۔ اس جدت لسان و شکوہ الفاظ میں تصنع کا گمان بھی نہیں گزرتا گویا الفاظ صف بستہ اور مربوط ہوتے ہیں جو وقت کے اس عظیم مفکر کی زبان سے بے ساختہ ادا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

موضوعات کا تنوع:

اچھوتے اور البیلے موضوعات کا انتخاب علامہ موصوف کا وصف ہے۔ جس عنوان کو موضوع سخن بناتے ہیں بھرپور مواد پیش کر دیتے ہیں، وسعتِ مطالعہ کے ساتھ وسعت فکر اور طرز استدلال کے ساتھ توضیح بیان کی خوبی صاف جھلکتی ہے۔ وقت اور حالات کے تناظر میں خطاب کرتے ہیں۔ ان کی ہر بات امت مسلمہ کو درپیش مسائل کے گرد گردش کرتی ہے، صحیح ہے حالات سے نگاہیں موند لینا بندۂ مومن کا شیوہ نہیں، بندۂ مومن کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ عرفان سے آشنا کراتا ہے اور مضرات سے متنبہ بھی کرتا ہے:

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

باطل کی ریشہ دوانیاں، خارجی سازشوں کی بساط، داخلی حملوں کی یلغار پر آپ عمیق نظر رکھتے ہیں اور ان کے سدباب کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ موضوعات کے انتخاب میں نفسیات کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں اور وہ خطیب جو نفسیات کو مدنظر رکھ کر مخاطب ہو اس کی بات مقصدیت سے قریب ہوتی ہے۔ علامہ موصوف کی ہر تقریر محض تقریر نہیں بلکہ اصلاح فکر و اعتقاد کی تنویر ہوتی ہے۔ ایسے موضوعات جن پر پیشہ ور مقرر بول نہیں سکتے آپ لمبی لمبی ساعت تک بلا تکلف بولتے ہیں اور وہ نکتے ارشاد فرماتے ہیں جن تک بہت سے اربابِ فکر کی نگاہ بھی بسا اوقات نہیں پہنچتی۔ موضوعات کے انتخاب میں قوم کی تربیت کا پہلو پیش نظر رکھتے ہیں، چند موضوعات دیکھیں اور سوچیں کیا ہمارے خطبا انھیں موضوع سخن بناتے ہیں؟ لیکن علامہ اعظمی کی درجنوں تقریریں ان موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں:

(۱) توحید (۲) رسالت (۳) قیامت و برزخ (۴) تصور آخرت (۵) تصور سزا و جزا

(۶) تصورِ انسانیت (۷) اصلاحِ عقیدہ (۸) اصلاحِ نفس (۹) اصلاحِ عمل (۱۰) خوفِ خدا (۱۱) احتسابِ اعمال (۱۲) دعوت کی اہمیت (۱۳) مقصدِ دعوت (۱۴) مبلغ کی زندگی کیسی ہو (۱۵) اعجازِ قرآن......وغیرہ وغیرہ

اہل سُنّت کی ترجمانی:

مسلکِ حق پر استقامت آپ کی ذات کا اہم وصف ہے، اس معاملے میں معمولی سی بھی لچک کے قائل نہیں۔ صاف ستھرے اور واضح لہجے میں اہلِ سُنّت کے موقف کی ترجمانی فرماتے ہیں۔ اسلاف کے مسلک پر سختی سے گام زن ہیں اور عملاً اس کی توسیع میں کوشاں بھی۔ دورانِ گفتگو کبھی باطل فرقوں کی تردید کی نوبت آتی ہے تو قمؔر کا اسلوب دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، پھر قوتِ استدلال اور جذبۂ ایمانی باہم ملتے ہیں اور حق کی تصویر نکھر کر سامنے آتی ہے، سچ ہے اشاعتِ حق اور حفاظتِ ایمان کے معاملے میں مداہنت گوارا نہیں کی جانی چاہیے۔

اہلِ سُنّت کی ترجمانی کے سلسلے میں ایک نکتہ ملحوظ رہے کہ ہمارے یہاں الحمدللہ دلائل کا انبار موجود ہے۔ پھر ہمارے اکثر خطبا کیوں عارفانہ انداز میں دلائل سے پر گفتگو نہیں کرتے، جب کہ باطل تمام ہتھکنڈے اپنا کر آتا ہے، وہ زبردستی پیوندکاری سے دلائل اختراع کرتا ہے۔ ہمارا ہر موقف باوزن ہوتا ہے، یہی وہ فرق ہے علامہ اعظمی اور دوسرے خطبا میں کہ آپ کے یہاں اشاعت حق کے لیے استدلال کا جوہر نمایاں ہوتا ہے جب کہ دلائل سے عاری جارحانہ گفتگو سے دلوں کی دنیا میں انقلاب کی دستک نہیں ہوتی اور اصلاحِ عقائد کا سامان بھی فراہم نہیں ہوتا۔ ضروری ہے کہ علامہ قمر الزماں اعظمی کے اسلوب خطابت سے رہ نمائی حاصل کر کے ہمارے خطبا مسلک اہل سنت کی ترجمانی کا فریضہ بہ احسن طریق انجام دیں تو ہر گفتگو دل پذیر اور ہر دعوت کامیاب رہے گی۔

سنجیدگی و متانت:

چند سال قبل علامہ موصوف مالیگاؤں تشریف لائے، راقم ملاقات کو حاضر ہوا۔ خندہ پیشانی سے ملے۔ آپ کی شخصیت میں عجز وانکسار غایت درجہ موجود ہے۔ شفقت و مروت کا

معاملہ فرماتے ہیں۔ ملنے والا خلوص سے متاثر ہو جاتا ہے۔ گفتگو بڑی سلیس وسنجیدہ فرماتے ہیں۔ بہت ہی متوازن اور مناسب لہجے میں بات کرتے ہیں۔ مزاح بھی ایسا ہوتا ہے کہ سنجیدگی برقرار رہتی ہے، مسکرانے پر اکتفا کرتے ہیں۔ راقم نے متعدد مرتبہ ملاقات کی۔ ہر ملاقات نے ذہن وفکر پر خوش گوار اثر ڈالا۔ قوت عمل پیدا کرنے کے لیے نجی گفتگو میں اکثر حضور مفتی اعظم اور حافظ ملت کا تذکرہ فرماتے، راقم نے کئی واقعات علامہ اعظمی کی زبانی سنے۔ جن میں نصیحت وجہد عمل کا سبق موج زن تھا۔

حوصلہ افزائی:

راقم نے قلمی کام کا آغاز کیا۔ اس درمیان آپ مالیگاؤں تشریف لائے۔ راقم نے اپنی تحریریں پیش کیں، مطبوعات نذر کیں۔ قبول فرما کر دعائیں دیں۔ علمی کام، قلمی شغل، اشاعتی ورک کی ستائش کی، حوصلہ افزائی کی۔ راقم نے کہا کہ کام کے سلسلے میں مشورہ دیں، فرمایا: اشاعتی کام کیے جاؤ، یہی اہم کام ہے، اسے جاری رکھو۔ پھر جب بھی فون پر بات ہوئی، حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرمائے۔ دعاؤں کی سوغات بھی دی۔ اس طرح آپ کے حوصلہ افزا کلمات نے ہمارے جذبات کو مہمیز لگائی۔

رضویات :

مجدد اسلام امام احمد رضا محدث بریلوی کی دینی وعلمی خدمات کا چرچا عالمی جامعات و یونی ورسٹیوں میں جس قدر ہے وہ مخفی نہیں۔ رضویات ایک فرع علم کے طور پر متعارف ہے۔ علامہ موصوف نے اس رُخ سے بھی فکری نکات دیے ہیں۔ چند سال پیش تر عرس قاسمی برکاتی میں مارہرہ شریف تشریف لے گئے۔ اس موقع پر خانقاہی نظام اور اس کے اثرات کے موضوع پر گفتگو کی۔ اس حوالے سے امام احمد رضا کے خانقاہی نظام کے تحفظ و اصلاح میں امام احمد رضا کے کردار پر البیلے انداز میں روشنی ڈالی۔ اور جائز مراسم خانقاہی کے تناظر میں کہا کہ امام احمد رضا نے خانقاہی مراسم کو استدلالی زبان دے دی ہے ہر خانقاہ اعلیٰ حضرت کے احسان تلے دبی ہوئی ہے۔ کوئی خانقاہ امام احمد رضا کے احسان سے سر نہیں اٹھا

سکتی۔ (مفہوم)

افغانستان کی امریکہ کے ذریعے تاراجی کے بعد حالات کی ناموافقت اور دم توڑتے حوصلوں کے پیش نظر دوٹوک لہجے میں آزاد میدان میں سنی دعوت اسلامی کے اجتماع میں آپ نے یہ حوصلہ افزا جملہ ارشاد فرمایا:

''فکر اعلیٰ حضرت ہی آپ کی رہ نمائی کر سکتی ہے، وہی آپ کو سہارا دے سکتی ہے، سب کسی در پر جھکے نظر آتے ہیں، وہ تنہا امام احمد رضا ہیں جو کہیں جھکے نظر نہیں آتے:

منم و کنج خمولی کہ نگنجد در وے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے''

رضویات سے آپ کا ذوق فطری ہے۔ آپ جو کہتے ہیں اس میں ایک وسیع فلسفہ ہوتا ہے۔ انھیں بھی آپ دعوت فکر دیتے ہیں جو حسد کی آگ میں سلگ رہے ہیں، انھیں امام احمد رضا کی خدمات اور دینی بصیرت کا تعارف تدبر کے ساتھ کراتے ہیں، امام احمد رضا کی فکری گہرائی اور کمالات علمیہ کی بابت واقعی بات کہتے ہیں جس پر غور کیا جانا چاہیے، اپنی ایک تاثراتی تحریر میں فرماتے ہیں:

''امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت اس اعتبار سے بہت عظیم ہے کہ ہر مطالعہ کرنے والا اپنے ذوق اور فکر کے اعتبار سے نئے نئے گوشوں کو تلاش کر لیتا ہے، وہ اک بحر ذخار ہیں جس میں غوطہ لگانے والا ہر غوّاص نئے آبدار موتیوں کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ ان کی حیات اور خدمات پر ہزاروں صفحات لکھے جا چکے ہیں مگر اس بات کا اعتراف ہر شخص کرے گا کہ تاہنوز حق نہیں ادا کیا جا سکا ہے۔ ان کے ہر علم وفن پر مستقل تصانیف مرتب کی جا سکتی ہیں۔'' (رائے گرامی: امام احمد رضا خدمات اور اثرات، ص ۲)

رضویات کے موضوع پر راقم کے کئی مقالات آپ نے ملاحظہ فرمائے ہیں اور عمدہ مشوروں سے بھی نوازا ہے۔

چند سال قبل جب الحاج محمد سعید نوری صاحب نے جہان مفتی اعظم کے نام سے سرکار مفتی اعظم قدس سرہ پر ایک اہم اشاعت کا منصوبہ بنایا راقم نے علامہ موصوف سے مفتی

اعظم پر مشاہدات قلم بند کرنے کی استدعا کی آپ نے عدیم الفرصتی کے باوجود ۱۰ رصفحات پر مشتمل مقالہ ایک ہی نشست میں سپردِ قلم فرما کر بھیج دیا جس میں مفتی اعظم کی خدمات کا جائزہ ہند میں اشاعت اسلام کے تناظر میں لیا۔ ساتھ ہی کئی اہم واقعات بھی درج کر دیے جو دین پر استقامت اور تحفظ اسلام کے لیے مفتی اعظم کی عظیم قربانیوں پر دال ہیں۔ اسی طرح مفتی اعظم کے اکرام وعنایات کا بھی ذکر فرما دیا۔ جس کا ایک ایک جملہ دل میں بسانے کے لایق ہے، ایک مقام پر کس قدر دل پذیر بات تحریر کی ہے:

''ان کی (مفتی اعظم کی) زندگی ہر دور کے مسلمانوں کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔'' (جہان مفتی اعظم، ص ۲۷۵)

معروضات:

(۱) علامہ قمر الزماں اعظمی کی خدمات کو موضوعات کے اعتبار سے مرتب کیا جائے۔

(۲) آپ کے اصلاحی واعتقادی خطبات مختصر کتابچوں کی شکل میں منظر عام پر لائے جائیں۔

(۳) آپ ایک عرصے سے مانچسٹر میں درسِ قرآن دے رہے ہیں، اس درس کے نکات کو کتابی شکل دی جائے اس طرح جدید تقاضوں کے مطابق ایک عمدہ تفسیر سامنے آئے گی۔

(۴) آپ کی تحریروں کو یک جا کر کے شایع کیا جائے۔

(۵) آپ کے دعوتی اسفار کی روداد لکھی جائے۔

(۶) دعوتی خدمات کا جائزہ ورلڈ اسلامک مشن کے تناظر میں لیا جائے۔

(۷) قادیانیت کے استیصال میں آپ کی خدمات کو تحریری شکل دی جائے۔

(۸) سماجی، فلاحی اور تعلیمی رخ سے خدمات کا جائزہ لیا جائے۔

اللہ کریم اہلِ سُنّت کے اس مخلص مبلغ، مسلک رضا کے داعی، فکر اسلامی کے ترجمان کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے...... چند لمحات میں یہ سطریں قلم برداشتہ لکھ دیں۔ ان شاء اللہ پھر کسی موقع پر علامہ اعظمی کی فکری بصیرت پر نوک قلم کو جنبش دی جائے گی۔

☆......☆......☆

ہالینڈ میں علامہ اعظمی کی خدمات

الحاج محمد ابراہیم اشرفی (حاجی عبدل)
صدر فیض الاسلام اینڈ چارٹرڈ اکاونٹنٹ، ہالینڈ

حضور مفکرِ اسلام اس مشہور شخصیت کا نام ہے جو آج دنیا کے جس جس حصے میں برصغیر کے مسلمان بسے ہوئے ہیں اُس اُس حصے میں آپ کی دینی خدمات نمایاں طور پر دیکھنے میں آرہی ہیں۔

۳۵/سال پہلے جب آپ کو پہلی بار ہالینڈ میں دعوت دے کر بلایا گیا تو اس وقت ہالینڈ میں کوئی مستقل مسجد یا مدارس نہیں تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھتے تھے۔ جمعہ اور عیدین کے لیے ہال کرائے پر لیا جاتا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ تبلیغی جماعت والوں کا گھر گھر میں دَورہ ہوتا تھا۔ اس فتنے کے سدِ باب کے لیے علامہ اعظمی صاحب نے ۱۹۷۸ء میں مولانا بدر القادری صاحب کو ہالینڈ بلوایا۔

۱۹۸۱ء میں آپ کی تجویز پر مولانا عبد القیوم صاحب (مرحوم) کا نام تجویز ہوا اور وہ ہالینڈ تشریف لے آئے۔

بلا شبہ یہ آپ کی کوشش اور دور اندیشی کا ہی نتیجہ ہے کہ آج ہالینڈ میں بسنے والے مسلمانوں میں ۹۵/فی صد سُنّی مسلمان ہیں۔

سب سے پہلی مسجد جو ہالینڈ میں سُری نامی مسلمانوں نے بنائی وہ ایمسٹرڈم کی طیبہ مسجد ہے۔ یہ مسجد ۱۹۸۴ء میں تیار ہوئی۔ اس مسجد کی تعمیر میں علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب کا ناقابلِ فراموش حصہ ہے۔

علامہ اعظمی نے اپنے اخلاص اور بے لوث خدمت کے ذریعے یہاں کے لوگوں کے

دل جیتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی اپیل پر ہالینڈ کی تمام مساجد، مدارس اور اِداروں کی تعمیر میں لوگوں نے لاکھوں گلڈر (یورو) فراہم کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے عملی تعاون کے بغیر ان تمام مساجد اور اِداروں کی تعمیر ممکن نہ تھی۔

لہٰذا ایمسٹرڈم کی طیبہ مسجد، زیولہ کی گلزارِ مدینہ مسجد، اَند ہوفن کی انوارِ مدینہ مسجد، ڈین ہیگ کی جماعت فیض الاسلام کی مدینہ مسجد، ان سب کو بنانے میں علامہ اعظمی کی محنت اور اکثر سرمایہ ان کے چندے کی اپیل کا ہے۔

جامعہ مدینۃ الاسلام جو ہالینڈ کی پہلی دینی درس گاہ ہے، وہ بھی علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کے مشورے سے قیام میں آئی۔ حضرت جامعہ کے بورڈ آف ٹرسٹی کے صدر بھی ہیں۔

خطابت کے بارے میں علامہ اعظمی صاحب کے تعلق سے کچھ کہنا گویا کہ سورج کو چراغ دِکھلانا ہے۔ آج بھی ہالینڈ میں کسی جلسے میں علامہ اعظمی صاحب کا اسمِ گرامی کا ہونا اس جلسے کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہالینڈ کے سُنّی مسلمانوں نے علامہ اعظمی صاحب کو ان کے اخلاص کی وجہ سے بہت پیار دیا اور دیتے ہیں۔ اس پیار کے بدلے میں علامہ اعظمی صاحب نے ہالینڈ میں اہلِ سُنّت کو فروغ دیا۔ آپ کی کوشش ہمیشہ اہلِ سُنّت کی حفاظت اور عقیدے کا تحفظ رہی ہے۔

اربابِ سیر و تاریخ اگر ہالینڈ کے مسلمانوں کی تاریخ دیانت داری کے ساتھ لکھیں گے تو علامہ اعظمی صاحب کا نام آبِ زر سے لکھا جائے گا۔

ہالینڈ کے مسلمان علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کا، ان کی عنایات و اکرام کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

☆......☆......☆

علامہ قمر الزماں اعظمی: ایک دردمند مفکرِ اسلام

غلام مصطفیٰ قادری رضوی
باسنی، ناگور، راجستھان

گہری فکر وبصیرت کے حامل اور حکمت وموعظتِ حسنہ کے ساتھ دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دینے والے علما اور دُعاۃ میں ایک ممتاز نام مفکرِ اسلام علامہ محمد قمر الزماں خاں اعظمی کا ہے۔ قرآن وحدیث کے بتائے ہوئے اصول وشرائطِ دعوت پر عمل کرتے ہوئے ایک عرصۂ دراز سے ملک اور بیرونِ ملک آپ کی دعوتی وتبلیغی سرگرمیاں جاری ہیں۔ خلوص و للّٰہیت، حُسنِ اخلاق، اسلاف کی روش اور مخاطبین کے مزاج سے آشنائی آپ کی دعوت وتبلیغ کے نمایاں اوصاف ہیں۔ آپ کا دل محبتِ خدا اور تعظیمِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہے اور اسی کا درس آپ اپنے خطبات میں دیتے ہیں۔ آپ کے قریب رہنے والے بخوبی واقف ہوں گے کہ دینی حمیت وغیرت اور ہدایت وخیر خواہیِ مسلمین کے جذبات سے آپ کا سینہ خوب موجزن رہتا ہے۔

مفکرِ اسلام علامہ اعظمی صاحب نے اپنی خداداد حکمت وبصیرت سے دنیا کے بیش تر ترقی یافتہ ممالک میں پیغامِ حق پہنچایا، اغیار کو اسلام سے قریب کیا، اسلام کی پُر از حکمت اور روشن ہدایات سے آشنا کیا اور ایک کامیاب شاہراہ کی طرف مائل کرنے کی مخلصانہ کاوشیں فرمائیں۔ چونکہ آپ اپنے شیوخ واساتذہ کے نقوشِ قدم کو اپناتے ہیں، اس لیے ان کے علم و تقویٰ اور اخلاق وکردار کی جھلک آپ کی زندگی میں بخوبی نظر آتی ہے۔ اور ان کے داعیانہ اسلوب کو اپنانے میں کامیابی سمجھتے ہیں۔

علامہ اعظمی صاحب نے یورپی ممالک میں جو لسانی وقلمی خدماتِ دینیہ انجام دی ہیں،

وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ جن پر بہت لکھا جا سکتا ہے تاہم مجھے بتانا یہ ہے کہ آپ کی تقاریر اور خطبات میں نوجوان نسل کی اصلاحِ فکر و اعتقاد کی بات زیادہ ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہی معاشرے کی کریم (Cream) ہیں، کسی قوم کے نوجوانوں کے سدھرنے سے پوری قوم سنور جاتی ہے اور اگر کسی قوم کے نوجوان بگڑ گئے تو اس کا خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا پڑ سکتا ہے۔

علامہ اعظمی اپنے خطبات میں اسلامی اُصول کو بڑے اچھوتے انداز میں بیان کرتے ہیں، انداز سائنٹفک ہوتا ہے۔ اس لیے نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کافی متاثر ہوتا ہے اور پھر اپنی زندگی میں انقلاب لانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح سیکڑوں نوجوانوں کی آپ نے اصلاح اور تربیت فرما کر ان کی زندگی کو مَدنی رنگ میں رنگنے کی سعیِ جمیل فرمائی۔

آج کے دورِ پُرفتن میں نت نئی تحریکیں جنم لے رہی ہیں اور اپنے حق پر ہونے کا دعویٰ کر رہی ہیں۔ ان تحریکوں کا بھی ہدف نوجوان نسل ہی ہے۔ تعلیم یافتہ اور اَن پڑھ نوجوانوں کو کاروبار، شادی وغیرہ کا لالچ دے کر اپنے دامِ تزویر میں پھنسا رہی ہیں۔ آج ان کی مسلسل تگ و دو کے نتیجے میں نہ جانے کتنے نوجوان اپنے ایمان و عقیدے کی دولت گنوا چکے ہیں۔ مفکرِ اسلام اعظمی نوجوان کے حالات دیکھ کر کڑھتے ہیں، ان کا دل دکھتا ہے، نوجوانوں کو ضلالت و گمراہیت کے طوفانوں سے بچانے کے لیے وہ طاقت بھر کوششیں فرماتے رہتے ہیں۔ انھیں ان کی زندگی کی قدر بتاتے ہیں اور اپنی ذمے داریوں کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''کسی قوم میں نوجوان طبقہ ہی انحراف، فساد، بگاڑ کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ بچّے اس کام کے ہوتے نہیں ہیں اور بوڑھے یہ کام کر نہیں سکتے۔ سیاست داں، تخریب کار نوجوانوں کو استعمال کرتے ہیں۔ تشدّد پسند نوجوانوں کو استعمال کرتے ہیں۔ مختلف گروہی عصبیت پھیلانے والے نوجوانوں کو استعمال کرتے ہیں، انھیں مختلف نعرے دیئے جاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ اپنی اصل شاہ راہ سے ہٹ کر بدل جاتے ہیں اور بجائے فائدے

کے معاشرے کے لیے نقصان دہ بن جاتے ہیں۔'' (خطباتِ مفکرِ اسلام، ص ۳۵۹، مطبوعہ ممبئی)

علامہ اعظمی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زندگی کی روشنی میں نوجوانوں کو اپنی زندگی گزارنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ انھیں اسلام کے لیے مجاہدانہ سرگرمیوں سے واقف کراتے ہیں۔ یہ کام ایک دردمند دل رکھنے والا مفکر ہی کیا کرتا ہے۔

عہدِ رسالت سے لے کر آج تک جن فتنوں کا ہدف اُمتِ مسلمہ بنتی رہی ہے فتنۂ قادیانیت بھی ان میں سرفہرست ہے اور آج اس کی لپیٹ میں کئی خوش عقیدہ مسلمان بطورِ خاص نوجوان نسل آگئی ہے۔ مرزاے قادیان کی گمراہ کن تعلیمات کے ذریعے اہلِ ایمان کی دولتِ ایمانی پر شب خون مارا جارہا ہے۔ مخلص دُعاۃ وعلماے اہلِ سُنّت نے اس کا سخت تعاقب کیا۔ مسلمانوں کو اس کے باطل نظریات سے آگاہ کیا، جس کے نتیجے میں اہلِ سُنّت کے بڑے طبقے نے اپنی ایمانی دولت کو محفوظ کرلیا۔

علامہ اعظمی صاحب نے بھی دنیا کے کئی ممالک میں دورے فرما کر قومِ مسلم کو اس فتنے کی سازشوں سے آگاہ اور خبردار کیا اور نوجوانوں کو اس کے شرورومکائد سے محفوظ رہنے کی تاکید فرمائی۔ علامہ شاہ احمد نورانی کے دوش بدوش رہ کر اس کا ردوتعاقب کیا۔ مسلسل بیانات فرمائے اور ہنوز اس مکروہ جھوٹے مدّعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی فاسد تعلیمات سے اہلِ ایمان ویقین کو بچانے کی مساعیِ جمیلہ فرمارہے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کا ایک جاندار بیان ''پیغامِ اعظمی'' کے عنوان سے انگلینڈ میں ہوا، جس کو سُن کر وہاں کے مسلمانوں نے قادیانیت کا پردہ فاش ہوتے دیکھا۔ خداے کریم ایسے مفکر کا سایہ ہم پر درازتر فرمائے۔ آمین



بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ڈاکٹر ایم قیصر، بریلی شریف

علامہ اقبال کے مقبول ترین مصرعہ ''بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا'' پر غور کیا جائے تو احساس ہوتا ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے بے شمار لوگ مالکِ کائنات کے راستے سے بھٹک کر گناہ گار اور گناہ گر بنے اور اللہ نے اپنے جن برگزیدہ بندوں پہ کرم فرمایا انھوں نے اپنے کردار و عمل کی روشنی سے سماج میں محبتوں کے چراغ روشن کیے اور اللہ کے دین اور اس کے مشن کو عام کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی حقیقت کے پیش نظر علامہ اقبالؔ نے کہا۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
شاہیں کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور

سرزمینِ ہند پر جلوہ افروز ہونے والے شاہین کی تلاش سے انکشاف ہوتا ہے کہ ملک کے صوبہ اتر پردیش کے مردُم خیز علاقے اعظم گڑھ نے جن عبقری شخصیات کو پیدا کیا، اُن میں ممتاز اور معتبر شخصیت کو دنیاے اسلام میں حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ یوں تو حضرت کے تعارف کے مختلف حوالے ہیں مگر حضرت نے دورِ جدید میں عالمی سطح پر جو دینی خدمات انجام دی ہیں وہ یقینی طور پر ناقابلِ فراموش ہیں۔ حضرت علامہ کی شخصیت اور ان کے علمی اور دینی مرتبے کے تعین یا اس پر تبصرہ کا حق صرف اہلِ علم اور اہلِ نظر کو ہی ہے، راقم الحروف جیسا عام انسان علامہ کی شخصیت پر خامہ فرسائی کی جسارت کر رہا ہے تو سعید نوری صاحب کے حکم پر۔ اس کی یہ جسارتِ بے جا نا چیز پر عرصۂ دراز سے حضرت کی عنایتِ مسلسل کا نتیجہ ہے۔ اس لیے راقم اپنے ذاتی مشاہدات کی بنا پر اس ٹوٹی پھوٹی تحریر کے ذریعے حضرت علامہ کے خادموں میں تحریری طور پر اپنا نام شامل کرانے کی

سعادت حاصل کر رہا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ جب مَیں پانچویں جماعت کا طالبِ علم تھا تو میرے ماموں محمد عثمان صاحب مرحوم برکاتی جو علماے دین سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے، بریلی کے محلّہ اعظم نگر میں منعقد ہونے والے سیرت النبی ﷺ کے جلسے میں شرکت کرنے کے بعد جب گھر واپس لوٹے تو انھوں نے فرمایا کہ رات مَیں نے اعظم گڑھ سے تشریف لائے ہوئے نوعمر عالم دین مولانا قمر الزماں کی ایسی تاریخی تقریر سُنی ہے کہ شاید مَیں ایسی عالمانہ اور بصیرت افروز تقریر کو کبھی بھول سکوں۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے یہ بھی خوش خبری دی کہ مَیں نے مولانا قمر الزماں صاحب سے اپنے غریب خانے پر منعقد ہونے والے سالانہ جلسے کے لیے تاریخ بھی لے لی ہے۔ حضرت علامہ چند ماہ کے بعد طے شدہ تاریخ پر ہمارے یہاں تشریف لائے۔ اس جلسے میں ماموں صاحب مرحوم نے منتخب عمائدینِ شہر اور دانش ور حضرات کو بطور خاص جمع کیا تھا۔ حضرت علامہ کا شاید یہ بریلی شریف میں دوسرا تبلیغی دورہ تھا۔ حضرت کی یادگار تقریر، خوش اخلاقی اور انکساری نے سامعین کو اس درجے متاثر کیا کہ اسی دن حضرت کے عقیدت مندوں اور ان سے محبت کرنے والوں کا ایک حلقہ تیار ہو گیا۔ حضرت کی تشریف آوری کا سالانہ سلسلہ آپ کے لندن جانے تک جاری رہا۔ اس کے بعد بھی جب حضرت لندن سے ہندستان تشریف لاتے تو بریلی کے احباب کی محبت ان کو بریلی تشریف لانے کے لیے ضرور مجبور کرتی تھی۔ مگر محمد عثمان صاحب برکاتی کے انتقال اور حضرت کی عالمی مصروفیات کی بنا پر یہ سلسلہ جسمانی طور پر تو کچھ حد تک متاثر ہوا لیکن روحانی طور پر حضرت کا بریلی اور اہلِ بریلی سے آج بھی وہی تعلق باقی ہے، جو ماضی میں تھا۔ حضرت کی آمد اور ان کے غریب خانے پر مختصر قیام کے دوران ملاقات کے لیے جو لوگ تشریف لاتے ان میں عالم بھی ہوتے تھے، دانش ور بھی اور طالبانِ علومِ نبوت بھی۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ حضرت علامہ ہر طبقے سے حسبِ مراتب ملاقات کر کے اس کو مکمل طور پر مطمئن کرتے۔ آپ طلبا سے بے پناہ شفقت فرماتے ہوئے ان کی علمی کاوشوں کے سلسلے میں معلومات حاصل کر کے مفید مشوروں سے

سرفراز فرماتے اور انہیں کامیابیوں کے لیے دعاؤں سے نوازتے۔ حضرت کے سامنے جب لوگ دینی مسائل پیش کرتے تو آپ لوگوں کے سوالات سُن کر نہایت مدلّل جوابات مرحمت فرماتے۔ ایک مرتبہ مقامی محلہ پنجاب پورہ میں منعقد ہونے والے سیرتِ پاک کے ایک جلسے کے دوران علامہ خطاب فرمارہے تھے کہ دورانِ خطاب شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند تشریف لے آئے۔ اپنے دور کے ولیِ کامل اور قابلِ صد احترام عالمِ دین کو تشریف لاتا دیکھ کر حضرت علامہ نے تقریر کا سلسلہ منقطع کیا اور سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کو اسٹیج تک لانے کو علامہ خود اسٹیج سے اُتر کر ان کے قریب پہنچے اور بہت تعظیم کے ساتھ حضور مفتیِ اعظم کو اسٹیج تک لانے کے بعد حضرت علامہ نے تقریر کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ جلسہ نمازِ فجر سے کچھ قبل اختتام پذیر ہوا۔ علامہ نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد کچھ دیر کے لیے اس لیے سوئے تھے کہ آپ کو لکھنؤ جانے کے لیے سیالدہ ایکسپریس سے سفر کرنا تھا۔ حضرت کی نیند مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ صبح کے وقت پنجاب پورہ کے رہنے والے ایک صاحب نے دروازے پر دستک دی۔ اتفاق سے مَیں نے ہی گھر کا دروزاہ کھولا۔ آنے والے صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ مولانا قمرالزماں صاحب کہاں ہیں؟ مَیں نے جواباً عرض کیا، حضرت آرام فرمارہے ہیں۔ اُن صاحب نے کہا مجھے ان سے ضروری بات کرنی ہے۔ مَیں نے عرض کیا، آپ دو ۲ گھنٹے کے بعد تشریف لے آئیں۔ میرا یہ جواب سُن کر وہ صاحب مطمئن نہ ہوئے۔ ان کی بے چینی اور اضطراب کو دیکھ کر مَیں نے دریافت کیا، آپ کو حضرت سے کیا کام ہے؟ انھوں نے کہا، آپ جانتے ہیں کہ مَیں حضرت کا کتنا بڑا عقیدت مند ہوں۔ مَیں نے کہا جی ہاں۔ اس کے بعد انھوں نے کہا، ہمارے علاقے کے ایک معترض نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ رات جلسے میں مولانا قمرالزماں صاحب تقریر کی شکل میں جب ذکرِ رسول ﷺ کر رہے تھے تو درمیان میں مفتیِ اعظم کی آمد پر مولانا نے ذکرِ رسول روک دیا۔ اس معترض کا اعتراضاً سوال ہے کہ مولانا کا ذکرِ رسول روکنا جائز تھا۔ انھوں نے کہا، اس سوال کا میرے پاس کوئی معقول جواب نہ تھا اور معترض کو معقول جواب دینا اس لیے ضروری ہے کہ اس بات سے ہمارے

علاقے میں نیا فتنہ کھڑا ہوسکتا ہے۔

انھوں نے کہا، مَیں اس سوال کے جواب کے لیے حضرت سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ ہم لوگ یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ اچانک علامہ کی آواز میرے کانوں میں آئی: قیصر ان صاحب کو میرے پاس بھیج دو۔ حضرت کا یہ جملہ سُن کر مجھے احساس ہوا کہ حضرت کا جسم بظاہر سورہا تھا مگر شریعت کی عظمتوں کے تحفّظ کے لیے ایک محافظ کا ضمیر جاگ رہا تھا۔ حضرت نے سائل کی مکمل بات سُن کر سائل سے ہی سوال کیا کہ ذکرِ رسول بڑی چیز ہے یا نائبِ رسول؟ سائل نے جواباً کہا، نائبِ رسول۔ حضرت نے کہا، جایئے اور اعتراض کرنے والے کم عقل کو بتایئے کہ قمر الزماں نے نائبِ رسول کے احترام کے لیے عارضی طور پر ذکرِ رسول روکا تھا۔ حضرت کے اس معقول اور مدلّل جواب سے سائل کا چہرہ کھل اُٹھا۔ اس طرح کے متعدد واقعات ہیں جو اس بات کے شاہد ہیں کہ حضرت علامہ اپنوں کے ساتھ ساتھ بیگانوں کے سوالات کے جوابات بھی مسکراتے ہوئے مرحمت فرماتے ہیں۔ ان کا حسنِ اخلاق ان کے عشقِ رسول کا مظہر ہے۔ حضرت علامہ کے روشن مستقبل اور ان کے علمی و دینی مقام کا اندازہ حضرت کے استاذِ محترم حضور حافظِ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی طالب علمی کے دور میں ہی کرلیا تھا۔ اسی لیے حافظِ ملت نے فرمایا تھا کہ قمر الزماں میری آنکھ ہے۔ حافظِ ملت کے اس تاریخی جملے سے حافظِ ملت کی روحانی بصیرت اور حضرت علامہ قمر الزماں صاحب کی علمی حقیقت اور مقام کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ دورِ حاضر میں جبکہ حق کا مقابلہ باطل سے دین کے محاذ پر بھی ہے اور عقیدہ کے محاذ پر بھی، ایسے نازک دور میں حضرت کی فکر اور اعلیٰ کردار خادمانِ دین کے لیے یقینی طور پر مشعلِ راہ ہے۔ پروردگار حضرت کا سایہ ہم لوگوں پر طویل عرصے تک قائم ودائم رکھے۔ آمین

☆......☆......☆

قائد ہو تو ایسا ہو

محمد زبیر قادری (ایڈیٹر ''مسلک'')، ممبئی
zubair006@gmail.com

فقہا کا قول ہے: **من لم یعرف اهل زمانه فهو جاهل۔**

یعنی: جو اپنے اہلِ زمانہ سے واقف نہ ہو، وہ جاہل ہے۔

اور ''وہ امام نہیں جس کی زمانے پر نظر نہ ہو۔''

امام کا صحیح مفہوم یہ ہوتا ہے جو حالاتِ حاضرہ پر نظر رکھے، دور اندیش ہو، فکر و تدبر کرے اور ہر معاملے میں قوم کی صحیح سمت رہنمائی کرے۔ اور وہی قائد بھی ہوتا ہے۔

اُمتِ مسلمہ میں ''امام'' سے مراد کسی مسجد کا پیش امام نہیں ہوتا، بلکہ وہ قوم کی رہنمائی کرنے والا ''رہنما'' ہوتا ہے۔

ان اوصاف پر علامہ قمر الزماں اعظمی پورے اُترتے نظر آتے ہیں۔ اور بھی ہوں گے......لیکن عملی میدان میں نظر نہیں آتے۔

چونکہ احقر کو ہر طرح کی کتب کے مطالعے کا از حد شوق ہے اور میری معلومات کا منبع کتابی ہے اور تقریر سننے میں ذرا بھی لطف نہیں آتا۔ بلکہ بارہا ایسا ہوا کہ دورانِ تقریر مقرر کوئی واقعہ غلط بیان کرتا ہے یا اس کی زبان سے کوئی غلط بات نکل جاتی ہے تو دل اور بُرا ہو جاتا ہے۔ اس لیے کسی جلسے میں جا کر تقریر سننے سے احتراز کرتا ہوں۔ اکثر مقررین کا حال یہ ہے کہ وہ بلا تحقیق، بلا سوچے سمجھے کچھ بھی کہہ دیتے ہیں، جس سے قوم تک اچھا پیغام پہنچنے کی بجائے غلط اور منفی پیغام پہنچتا ہے۔ خال خال ہی ایسے مقرر ہوں گے، جو مسلسل مطالعہ کرنے کے عادی ہوں اور جن کی زمانے کے حالات پر نگاہ ہو۔ اور تقریر میں سنجیدہ اور مدلّل گفتگو کرتے ہوں۔ انہی میں سے ایک علامہ قمر الزماں اعظمی بھی ہیں۔

یوں تو علامہ قمرالزماں صاحب اعظمی عرصۂ دراز سے معروف و مشہور ہیں، چونکہ تقاریر سننے سے کبھی دل چسپی نہیں رہی، اس لیے اُن کا خطاب سننے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ لیکن اُن کا شہرہ ضرور سنا ہوا تھا۔

جب ممبئ میں سُنّی دعوتِ اسلامی کی بنیاد رکھی گئی اور اس کے زیر اہتمام ممبئ میں سالانہ اجتماع کا سلسلہ شروع ہوا تو اُن کے اجتماع میں جانے کا اتفاق ہوا۔ سُنّی دعوتِ اسلامی کے اجتماع میں علامہ صاحب کی تقریر بطور اسپیشل آئٹم کے ہوتی۔ جن کا خطاب سننے کے لیے عوام تو موجود رہتی ہی تھی، شہر ممبئ کے سیکڑوں علماے کرام بطور خاص ان کی تقریر سننے کے لیے جمع ہوا کرتے تھے۔ تبھی پہلی مرتبہ علامہ اعظمی صاحب کی تقریر سماعت کرنے کا موقع میسر آیا۔

احقر اپنے اندر وہ صلاحیت نہیں پاتا کہ اُن کی تقریر کا تجزیہ پیش کر سکے۔ بس اپنے مشاہدات رقم کرنا چاہتا ہے کہ علامہ اعظمی صاحب کی تقریر سُن کر مَیں مبہوت رہ گیا۔ انھوں نے جب بیان کرنا شروع کیا تو دنیا کے تمام ممالک کی تاریخ سامعین کے سامنے کھول کر رکھ دی، خصوصاً ابتداے اسلام سے مسلمانوں کی تاریخ و حالات، عروج و زوال کے قصّے، مخالفینِ اسلام کی ریشہ دوانیاں، نام نہاد مسلمانوں کی سازشیں اور سادہ لوح مسلمانوں کی کمزوریاں بیان کرنا شروع کیں تو گویا ہماری آنکھیں کھول دیں۔ تاریخ کی کتابوں میں جو خزانہ بند تھا، وہ علامہ صاحب نے یوں بیان کر دیا جیسے ہماری نظروں کے سامنے کوئی فلم چل رہی ہو۔ علامہ صاحب نے عصرِ حاضر کے مسلمانوں کا صحیح تجزیہ پیش کیا، ہماری کمزوریوں، کوتاہیوں کی نشان دہی کی اور پھر اس کے تدارک کے لیے، دنیا و آخرت میں کامیابی و نجات کے لیے مفید تجاویز پیش کیں۔

یہ ۱۹۹۲ء کی بات ہے جب میرے اندر خدمتِ دین و سُنّیت کا جذبہ نیا نیا بیدار ہوا تھا۔ اس کا محرّک ایک غیر مقلّد بنا۔ ہوا یوں کہ ہمارے پڑوس میں ایک لڑکی کی شادی ایک ڈاکٹر سے ہوئی جو غیر مقلّد تھا۔ یہاں مَیں واضح کر دوں کہ مَیں کوئی عالمِ دین نہیں، نہ ہی علما و صالحین کی صحبت سے فیض یافتہ ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا خاندانی پس منظر کوئی مذہبی

نہیں ہے۔ گھر میں دینی ماحول نہ ہونے کی وجہ سے دینی معلومات بالکل صفر تھی۔ البتہ اتنی سُنّیت ضرور موجود تھی کہ ہمارے والد صاحب محلّے میں ہونے والے دیوبندیوں کے تبلیغی اجتماع میں جانے سے سخت منع کیا کرتے تھے، اور گھر میں گیارھویں، بارھویں، شبِ برأت، کونڈے، عاشوہ وغیرہ تمام نیازیں بڑے اہتمام سے ہوا کرتی تھیں۔ لیکن...... ایک دن اُس غیر مقلّد نے مجھ پر اپنا جال ڈالا اور ایک گھنٹے کے مختصر سے وقت میں قرآن واحادیث کے حوالے بتا کر مسلکِ حق اہلِ سُنّت و جماعت کو گمراہ، بدعتی اور مشرک ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش کر ڈالی۔ اُس نے اہلِ سُنّت کے عقائد و معمولات دونوں کو ہی غلط ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اُس وقت مَیں تذبذب کا شکار ہوگیا کہ یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے۔ چونکہ میری دینی معلومات صفر تھی اس لیے صحیح یا غلط فیصلہ کرنے اور حق و باطل کی تمیز کرنے سے قاصر تھا۔ ...... یہاں آپ تصوّر کریں کہ کالج کا ایک نوجوان طالب علم دینی ماحول و تربیت نہ ہونے کی وجہ سے کیا باطل کا آسان شکار نہیں ہے؟

لیکن اللہ ربّ العزت نے مجھ پر اپنا خاص فضل و کرم یہ فرمایا کہ اُس نے مجھ میں تجسّس کا مادّہ رکھا اور مطالعے کی عادت ڈال دی۔ اس لیے قدرتی طور پر میرا ذہن یہ بن گیا کہ بلاتحقیق کسی کی بھی بات کو درست مان لینا، یقین کر لینا مجھے آتا نہیں۔ اور مَیں کسی کی ظاہری چمک دمک سے متاثر ہونے والوں میں سے نہیں۔

لہٰذا اُس غیر مقلّد کی باتیں سُن کر مذبذب و اُلجھن میں تو پڑ گیا لیکن مَیں نے آنکھ بند کرکے اُس کی باتوں پر آمنّا وصدّقنا نہیں کہا۔ اس اُلجھن کا حل ذہن میں یہ آیا کہ معلوم کیا جائے کہ اہلِ سُنّت اور اہلِ حدیث میں صحیح کون ہے؟ اور یہ کام کتابوں کے مطالعے سے ہی ممکن ہے۔ اجمیری بُک ڈپو جہاں سے ناول، ڈائجسٹ وغیرہ کتابیں لے کر پڑھا کرتا تھا، مَیں نے اُن سے دریافت کیا تو انہوں نے اس موضوع پر کتابوں کی نشان دہی کی، بلکہ کتابیں فراہم کیں۔ جیسے جیسے مَیں نے مطالعہ شروع کیا، ذہن کے دریچے وا ہوتے گئے۔ یہ واضح ہوتا گیا کہ ہم اہلِ سُنّت و جماعت ہی ابتدا سے لے کر آج تک صراطِ مستقیم پر ہیں۔ اور

انبیا، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اولیا، ائمہ، بزرگانِ دین سے ہوتا ہوا جو دین ایک تسلسل کے ساتھ ہم تک پہنچا وہ کامل اور اکمل دین ہے۔ جب کہ دیگر جتنے بھی فرقے ہیں، اُن کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اُن کا سلسلہ کہیں نہ کہیں سے منقطع نظر آئے گا یا تحریف شدہ نظر آئے گا۔

...... البتہ ہمارا ظاہر بہت خراب ہونے اور اعمال درست نہ ہونے کی وجہ سے دنیادار لوگ فوراً ہی باطل کے سبز باغ اور دامِ فریب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اللہ نے مجھے گنہ گار کو بچایا اور جب سُنّیوں کے حالات کا مشاہدہ کیا تو افسوس تو ہوا ہی، لیکن کچھ کرنے کا جذبہ بھی بیدار ہوا......

اب لوگوں کو گمراہیت سے بچانے، دین کی طرف راغب کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کے لیے کیا کِیا جائے، یہ سمجھ میں نہیں آیا۔

تبھی اپنے محلے میں نوجوانوں کے ایک گروپ سے تعلقات بن گئے جو کہ ایک بچوں کی دینی تعلیم کا مدرسہ چلایا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے گروپ کا نام ''سُنّی یوتھ فیڈ ریشن'' رکھا تھا۔ وہ بھی احقر کے ہم خیال نکلے۔ ہم اکثر یہی سوچا کرتے کہ دینی کام کی شروعات کس طرح کی جائے۔ اس سلسلے میں احقر نے بہت سے لوگوں سے مشورے بھی طلب کیے، مگر کوئی صحیح رہ نمائی نہ کر سکا۔

لیکن علامہ قمر الزماں صاحب کا بیان سنتے ہی مجھے یوں لگا کہ یہی وہ شخص ہے جو سچا رہبر و رہ نما بن سکتا ہے۔ جس کی دنیا بھر کے حالاتِ حاضرہ اور اپنی کمزوریوں، کوتاہیوں پر بھی نظر ہے اور اس کے حل کی مفید تجاویز بھی پیش کر سکتا ہے۔ یہی وہ ڈاکٹر ہے جو موجودہ دَور میں اُمّتِ مسلمہ کے امراض کی صحیح تشخیص کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور اس کا شافی علاج بھی تجویز کر سکتا ہے۔

تبھی ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ علامہ اعظمی صاحب سے ملاقات کر کے معلوم کیا جائے کہ آج کے دَور کی کیا ضرورت ہے، اور نوجوان خدمتِ دین کا کام کیسے اور کس طرح کریں؟ علامہ اعظمی صاحب سے ملاقات کرنا ہمارے لیے جوئے شیر لانا ثابت ہوا کہ ہماری کوئی حیثیت اور ذرائع نہ تھے کہ اُن تک آسانی سے رسائی ہو جاتی۔ یہ سب باتیں لکھنے کا مقصد

قارئین پر یہ واضح کرنا ہے کہ آج کا نوجوان چہار جانب سے باطل و طاغوتی طاقتوں کے نرغے میں گھِرا ہے، گمراہ فرقے اور فتنے اُن پر محنت کر رہے ہیں، مادّی دنیا کی چمک دمک الگ انھیں اپنی جانب کھینچ رہی ہے...... ایسے حالات میں ہم جو اہلِ حق ہیں، اہلِ سُنّت و جماعت ہیں...... نوجوانوں کو صحیح دینی معلومات و تربیت دینے کی کوشش نہیں کریں گے تو انجام کیا ہوگا۔ نوجوان جو کہ ہمارا مستقبل ہے، جنھیں آگے چل کر دین کو سنبھالنا ہے، جب وہی گمراہ ہو جائیں گے تو پھر مستقبل میں اہلِ حق اہلِ سُنّت کا کیا حال ہوگا؟ الا ٰن والحفیظ

بہر حال کافی تگ و دو کے بعد علامہ اعظمی صاحب سے ملاقات طے ہوگئی۔ ہم سُنّی یوتھ فیڈریشن کے ممبران 'سُنّی دعوتِ اسلامی کے ذمّے دار عرفان نمک والا کی رہائش گاہ، جہاں علامہ کی قیام گاہ تھی، پر پہنچے۔ علامہ اعظمی صاحب بڑے تپاک اور خنداں پیشانی سے ملے اور پھر اطمینان سے بیٹھ کر باتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ جب انھوں نے رہنمائی کی اور بتایا کہ خدمتِ دین کا کام سب سے پہلے اپنے گھر، پڑوس اور محلّے سے شروع کیا جائے۔ انھوں نے بتایا کہ آج حالات ایسے ہیں کہ لوگوں کو صرف دینی وعظ و مجالس کے لیے بلایا جائے تو بہت ہی کم لوگ آپ کے پاس آئیں گے۔ جب کہ راگ رنگ کی محفل ہو، عیش و طرب کی مجلس ہو تو ہر کوئی اس جانب لپکتا ہے۔ اس لیے لوگوں کو اپنے سے جوڑنے اور قریب کرنے کے لیے سب سے پہلے اُن کے مسائل سے واقفیت حاصل کی جائے، پھر اس کے تدارک کی کوشش کی جائے۔ مثلاً پڑھے لکھے نوجوانوں کے ذریعے اپنے محلے کے مدرسے میں ہی اسکول و کالج جانے والے طلبا کے لیے مفت یا نہایت ارزاں داموں میں ٹیوشن پڑھانے کا اہتمام کیا جائے...... کسی ڈاکٹر کی خدمات حاصل کر کے ہفتے میں کم سے کم ایک بار لوگوں کو مفت یا رعایتی داموں علاج کی سہولت فراہم کی جائے...... سال کے مخصوص ایام میں فری میڈیکل کیمپ، بلڈ ڈونیشن کیمپ وغیرہ کا اہتمام کر کے لوگوں کی خدمت کی جائے...... نوجوانوں کو اپنے سے جوڑنے کے لیے اسپورٹس کلب قائم کیے جائیں۔ کرکٹ، ہاکی، فٹ بال وغیرہ کھیلوں کے میچ کا انعقاد کیا جائے اور جیتنے والی ٹیم کو ایوارڈ پیش کیے جائیں......

امتحانات کے مواقع پر طلبا کو پڑھائی کے لیے جگہ کا اہتمام کیا جائے، وہاں روشنی، پانی، چائے کا اہتمام کیا جائے...... اپنے علاقے اور قرب و جوار میں رہنے والے تنہا، بے یار و مددگار بوڑھوں، ضعیفوں کا خیال رکھا جائے، ان کی دیکھ ریکھ پر توجہ کی جائے۔...... غریب و نادار لڑکیوں کی شادی کے اخراجات اُٹھائے جائیں۔ غرض کہ ہر وہ کام جو عوام کو اپنے قریب لانے میں مفید ہوں، شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے انجام دیئے جائیں...... جب لوگوں کو آپ سے فائدہ پہنچے گا تو لوگ یقیناً آپ کے قریب آئیں گے۔ تب آپ اسلام و سُنّیت کا جو بھی پیغام دینا چاہیں گے، آپ کی بات توجہ سے سُنی جائے گی اور لوگ اس پر عمل پیرا بھی ہوں گے۔ اور ان تمام خدمات کو بزرگانِ دین کے نام سے منسوب کر دیا جائے...... مثلاً غوثِ پاک فری کلینک، غریب نواز میڈیکل کیمپ، اعلیٰ حضرت ٹیوشن کوچنگ سینٹر وغیرہ۔ اس سے بزرگانِ دین کو ایصالِ ثواب بھی پہنچے گا اور لوگوں کے دلوں میں بزرگانِ دین سے عقیدت بھی بڑھے گی۔

قریباً ایک گھنٹے کی تقریر میں علامہ اعظمی صاحب نے ہمیں خدمتِ دین سے متعلق بے شمار تجاویز و آرا پیش کیں اور ہمارے ذہنوں میں پیدا ہونے والی گتھیاں سلجھائیں۔ پھر ہم نے علامہ صاحب سے مختلف سوالات کیے، جس کے ہمیں مفید و اطمینان بخش جواب موصول ہوئے۔

لیکن علامہ صاحب نے ہمیں سب سے پہلے تعلیم کے حصول پر زور دیا، دینی و دنیاوی دونوں تعلیم۔ کیوں کہ علم نور ہے اور جہل اندھیرا۔

علامہ صاحب کی یہ باتیں سُن کر ہمارے دلوں میں اُن کی عظمت و احترام اور بھی بڑھ گیا۔ واقعی میں قائد ہو تو ایسا جس کی زمانے پر نظر ہو۔ جو وقت کی گردش کے ساتھ چلنا جانتا ہو۔ جو نہ صرف اُمت کے مسائل سے بخوبی واقف ہو، بلکہ اس کا حل بھی تجویز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

☆......☆......☆

عربی مقالہ

داعية العصر

العلامة محمد قمر الزمان خان الأعظمى

بقلم تاج محمد خان القادري، دهلى

يـعـد الـعـلامة محمد قمر الزمان خان الأعظمي من أبرز دُعاةِ العالم الاسلامي في عصر الحديث، لأنه وقف حياته كلها لخدمة الدين الحنيف، وقـدم كـل مـا لـديه من غال و رخيص في سبيل الدعوة الاسلامية، وما زال يجوبُ البلاد لدعوة العباد، وهو الذي أنقذ كثيرا من النصارى و الشيوعيين الـذيـن كـانـوا على شفا جرف حار من النار، وألزمهم بكلمة الاسلام، وهو الـذي أخـرس لسـان الـمستشـرقيـن الـذيـن كـانوا يتقولون على الاسلام الاقـاويـل و الأباطيل، وهزمهم هزيمة نكراء كلما ناظرهم، كتب عنه خالد أطهـر البـاكستـانـي الـكاتب الروائي الشهير في سيرته "وهو داعية منقطع النظير لا يوجد مثيله بين معاصريه، لو تفتخر بل الهند كلها لكان لها فخرا" هـذا كـان تمهيدا موجزا عن هذا الداعية الكبير والمفكر الاسلامى العظيم وسوف أتناول في السطور التالية بعض الزوايا من حياته الميئة بالانجازات ومـن خـدمـاتـه الجليلة التي قدمها للأمة الاسلامية في شتى المجلات على مستوي الاقليمي والدولي.

ولـد الـعـلامة مـحـمـد قـمـر الـزمـان خـان الأعظمى ٢٣ من مارس ١٩٤٦م قبـل استـقـلال الهـنـد بعام واحد من الاستعمار البريطاني الغاشم، بـمـدينة أعظم جرة، الولاية الشمالية (اترا براديش) بالهند فى أسرة تعرف

لـمكـانتهـا الـعـلمية المرموقة، نشأ وترعرع في بيئة علمية وثقافية، تلقي الـعـلـوم الابتـدائية مـن والدہ عبدالحميد خان ومن جده منشی عبدالصمد خـان، وكـان شـغـوفـا بالعلم منذ نعومة أظفاره لذلک أدخله والدُه مدرسة تسـمـى بـأنـوار الـعلوم، وكانت هذه المدرسة على مقربة من مسقط رأسه "أعـظم جرة" لم تبعد عنه الا بضعة عشر كيلو مترات، بعدما استكمل المرحلة الاعـدادية والثانوية بهذه المدرسة التحق بالجامعة الأشرفيه، مبارک فور، أتـرا براديش بالهند والتي تعتبر أكبر جامعة اسلامية في شبه القارة الهندية، خـلال دراستـه بهـذه الـجـامعة لازم الشيخ عبدالعزيز محدث مراد آبادی رحـمـه الـلـه والذي يعرف فی تاريخ الهند الحديث برائد من رواد التنوير، لأنـه لـعـب دورا بـارزا فـي مـجال الاصلاح الديني والفكري على مستوى الهـنـد، وحـصـل على شهادة العالمية والفضيلة (البكالوربوس والاجستير) من هذه الجامعة، هذا من ناحية العلوم الدينية وأما من ناحية العلوم العصرية الـحديثة فقد برع في كثير من العلوم والفنون السائدة آنذلک حتى أصبح فذا يشار اليه بالبنان.

ولـمـا أسست منظمة الدعوة الاسلامية العالمية عام ١٩٧٤ء أختير أميـنـا عـامـا لهـذه المنظمة، وأسست هذه المنظمة بمكة المكرمة على يد نـخبة مـن الـعـلـمـاء والـمفكرين الاسلاميين، وتتخذ حاليا مقرا رئيسيا لها عاصمة البريطانية - لـنـدن، ولها فروع في معظم الدول الأوروبية بما فيها: ألـمـانيـا، فـرنسـا، هـولـنـدا، الـنرويج، دنمارک، ايطالية النمسا وأسبانيا، والأمـريـكيتيـن (الشمالية والجنوبية) ويطمع كل فرع عددا من المساجد والـمـدارس والـدور الافتـاء لحل القضايا الاسلامية والأحوال الشخصية، وتـصـدر الـمـنـظـمـة مـجـلة علمية ثقافية شهرية تحت أشرافه العام بلغتين

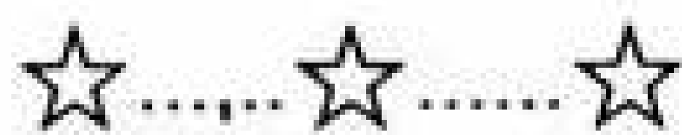
العربية والانجليزية تسمى الدعوة الاسلامية، كان الهدف من اصدار هذه المجلة منع زحف المستشرقين الى الامام، فهي نجحت في تحقيق هذا الهدف الى حد ما، ولكن في اطار محدود، وقد حازت. المنظمة تحت قيادته الرشيدة فوزا ساحقا حيث منحت الحكومة البريطانية على طلبها أرضا واسعة لمقابر للمسلمين وتوفر اللحوم المذكية للمرضى المسلمين في المستشفيات وأيضا تراعي الحكومة البريطانية في دور قضائها الأحكام (المتعلقة بأحوال الشخصية للمسلمين) الذي تصدر من دار الافتاء التابع لها، وكذلك أسست كلية بمدينة مانشستر في انجلترا تسمى بلكية الدراسات الاسلامية، تكّلف بناء هذه الكلية زهاء خمسة عشر مليون جنيه استرليني، وهذا المبلغ الضخم يدل على ضخامة الكلية و وسعتها، تربي هذه الكلية في حضنها أبناء الجاليات الاسلامية الموجودة في انجلترا، وتؤهلهم لنشر الدعوة الاسلامية بجميع الوسائل الحديثة، وبعد تخرجهم في هذ الكلية ينشرون ويبلغون رسالة الاسلام بلغات حية مختلفة في شتى بقاع الارض. وهذا الفضل كله يرجع الى هذا الداعية الحكيم والمفكر الاسلامى والعظيم والى مجهوداته القيمة البناء ة.

واثناء اقامته في انجلترا لم تغب عن عينيه الصورة السيئة والتخلف العلمي والاقتصادي لمسلمي الهند، ففي أواخر سبعينات من القرن الماضي وضع حجر أساس لمعهد ديني بمدينة روناهي، فيض آباد، اترا براديش - الهند على نهج حديث، وكان يتميز هذا المعهد عن المعاهد الهندية الأخرى بمنهجه الدراسي وطرق التدريس به، لأنه أسسه في ضوء تجاربه التي شاهدها أثناء اقامته في أوربا، وخلال سنوات قليلة شهد هذا المعهد توسعا هائلا وتقدما ملموسا على يد هذا الداعية العظيم، وفي نهاية

الثـمـانيـنـات بـرز هذا المعهد على الساحة الهندية بشكل جامعة اسلامية، واعتــرفــت بهــا الـحـكـومة الهـنـدية كجـامعة اسلامية رسمية وأجـرات لهـاالـمـئـونة الـمـادية وتشـرف عـلـى شئونها التعليمية، ومنذ تأسيس هذه الـجـامـعة الـى يـومـنـا هـذا اغتـرف عـدد كبير من الطلبة من محيط علميا الزاخر، وما زال طلاب العلم من كل حدب و صوب اليها ينسلون.

وفـي مجال العلم لقد منحه الله تعالىٰ علما واسعا وفكرا ثاقبا وخاصة فـي فـن الـخـطـابة وهـو فـريـدبهـا، وأخطب منه لم تري قط عيني، يخطب بالعربية والانجليزية والأردية، وحين يخطب يسود الصمت على المجلس والـنـاس كلهم آذان مصغية كأن على رؤسهم الطير، واعترف الجميع بعلو كعبه في هذا المجال وصدق من لقبه بخطيب الهند، فهو حقا خطيب الهند على الاطلاق.

وكـذلـک له مؤلفات قيمة تعد بالعشرات باللغة العربية والانجليزية والأردية، أذكـر أبـرزهـا عـلى سبيل المثال لا على سبيل الحصر "الاسلام والـمسيحية" يعتبر هذا الكتاب مرجعا أساسيا في درأسة مقارنة الأديان، و "جـمـال مصطفیٰ" في السيرة النبوية، ومن أهم مؤلفاته تفسير القرآن الكريم باللغة الأردية بعدة مجلدات ضخمة وما زال يكتبه لم ينته منه بعد. وذلک كـلـه فضل الله يعطيه من يشاء، وختاما ندعو الله سبحانه وتعالى أن يمد في عمره ويبارک في علمه و عمله. وبالله التوفيق.



خطـابت

فنِ خطابت کے امامِ عصر

علامہ شاہد رضا نعیمی، لندن، برطانیہ

مفکرِ اسلام، فنِ خطابت کے امامِ عصر، حضرت قمر الزماں خان اعظمی مدظلہ العالی کی گیارہ تقریروں کا مجموعہ میرے سامنے ہے۔ ان تقاریر کے عنوانات سے قارئین کو یہ اندازہ ہوجائے گا کہ علامہ اعظمی کا یہ تقریری مجموعہ عصرِ حاضر کے اعتقادی، عملی، علمی، سائنسی اور سماجی مسائل پر ان کے افکار کا بہترین نمونہ ہے۔ اپنے مضامین کے انتخاب میں وہ زمینی حقائق اور عصری تقاضوں کے خطیب ہیں۔ وہ محض تخیلات اور خوابوں کی دنیا یا قصۂ پارینہ پر انحصار نہیں کرتے۔ بلکہ حقیقی مسائل پر بولتے ہیں اور دورِ جدید کی حقیقتوں کو سامنے رکھ کر تقریر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مَیں نے ہمیشہ ان کی تقریروں کے اجتماع میں عوام و خواص کو یکساں انداز میں ان کی شیریں بیانی اور علمی نکتہ آفرینی سے محظوظ ہوتے دیکھا ہے۔ وہ صرف مدرسوں کے مقرر نہیں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے بھی اسپیکر ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار غالباً ۱۹۷۷ء میں علامہ اعظمی بریڈفورڈ (برطانیہ) سے انڈیا تشریف لائے۔ مراد آباد میں ''مختارِ دوعالم کانفرنس'' میں آپ کی تشریف آوری ہوئی۔ ایک دن قبل وہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں مدعو تھے۔ مراد آباد کی کانفرنس میں تاحدِ نظر اسٹیج کے تینوں اطراف میں ہزاروں افراد آپ کی تقریر سننے کے لیے جمع تھے۔ آپ نے ''فریضۂ دعوت و تبلیغ اور عصرِ حاضر کے مسلمان'' کے اچھوتے عنوان پر بڑی پُر جوش اور رقّت انگیز تقریر فرمائی۔ دِلوں کے پتھر آپ کے الفاظ و افکار کی حدّت سے پگھل کر سامعین کی آنکھوں سے اشک بن کر بہنے لگے۔ اور مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مجمع میں مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے بہت سے طلبا اور اساتذہ بھی موجود تھے۔ ان میں سے ایک صاحب کو مَیں ذاتی طور پر جانتا تھا۔ دورانِ گفتگو انھوں نے بتایا کہ گزشتہ کل یونی ورسٹی میں علامہ اعظمی کا خطاب اتنا مسحور کن تھا کہ جب انھوں

نے دورانِ تقریر آج کے پروگرام کا ذکر کیا تو ہم لوگ ''قندِ مکرر'' کا شوق لے کر مراد آباد آپہنچے ہیں۔

علامہ اعظمی فکر کی ندرت، پیغام کی وسعت و آفاقیت، طرزِ بیان کی طلعت، الفاظ و تراکیب کی جدّت کے ''عطرِ مجموعہ'' سے اپنی تقریروں کو دل آویز بنانے کا ہنر خوب جانتے ہیں بلکہ بعض اجزائے ترکیبی کے خود موجد و بانی ہیں۔

علامہ اعظمی کے لب ولہجہ کا لوچ، سوز وگداز، جوش وولولہ اور بانکپن......تو وہ تقریروں کو پڑھ کر نہیں......سُن کر ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ پڑھنے اور سننے میں......تقریروں کے فن میں......ایک واضح فرق موجود ہے۔ دراصل تقریریں تو ہوتی ہی ہیں سننے کے لیے۔اسی لیے ایک اچھا مقرر، سامعین کی رعایت کرتا ہے اور ایک اچھا مصنف قارئین کی۔

مجھے یاد آتا ہے کہ مَیں علامہ اعظمی کے ہمراہ ورلڈ اسلامک مشن جرمنی کے احباب کی دعوت پر عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات میں شرکت کے لیے چند سال قبل فرینک فرٹ گیا تھا۔ وہاں مشن کی جرمنی کی برانچ کے صدر محترم سیّد محمد شریف صاحب کی فیکٹری کے وسیع احاطہ میں جشنِ میلاد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پروگرام ہو رہا تھا۔ علامہ اعظمی نے ''رحمتِ دو عالم'' کے عنوان پر اپنی گفتگو کا ساز چھیڑا۔ خواتین پر حضور ﷺ کی رحمتِ خاص کا ذکر کرتے ہوئے زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کا حوالہ دیتے ہوئے ان کے اندازِ بیان اور لفظوں کے انتخاب اور طرزِ ادا نے مجمع پر ایسی رقّت طاری کی کہ بعض سامعین کی بے ساختہ چیخیں نکل گئیں۔ ''رقّت'' کی یہ فضا تحریر کی روشنائی میں تو شاید منتقل نہیں کی جاسکتی......درد واثر کی یہ صوتی لہریں تو علامہ اعظمی کی آواز کے دوش پر ہی سفر کرتی ہیں۔

عوامی جلسوں میں ایک ہر دل عزیز اور محبوب مقرر اپنے خطاب کے حدود کو مکمل طور پر تنہا خود کنٹرول نہیں کرتا بلکہ اس کے جذبات، الفاظ اور افکار کو سامعین بھی کنٹرول کرتے ہیں۔ حاضرین کا شوق، ان کی واہ واہ، ان کے پیہم نعروں کی گونج میں ایک خطیب...... بے ساختگی کی ایسی موجوں سے ہم کنار ہوتا ہے جہاں وہ بعض اوقات علم وشریعت کے حدود آداب سے وقتی طور پر باہر نکل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر ہندوپاک میں ایسے مقررین

کی کمی نہیں جن کی تقریروں پر فتوے لگتے ہیں اور توبہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے ممدوح علامہ اعظمی اس باب میں یقیناً خوش نصیب ہیں کہ پانی میں آگ لگانی والی اور دِلوں میں اُتر جانے والی تقریریں تقریباً گزشتہ ۳۵ ر سالوں سے کر رہے ہیں۔ بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں۔ امریکہ، افریقہ، ایشیا کے چند نامور مقررین میں اُن کا شمار ہوتا ہے۔ اپنے دَور کے اکابر مشائخ وعلما کی موجودگی میں بے تکان، روانی سے جدید وقدیم مسائل پر اور شریعت کے مختلف پہلوؤں پر تقریریں فرماتے رہے ہیں لیکن ربّ کریم نے ہمیشہ زبان کی لغزش اور خطا سے محفوظ رکھا ہے۔

آج تک انہیں اپنی کسی تقریر کے کسی جملے یا لفظ سے رجوع کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ مَیں نے خود اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ بعض غیر ذمّے دار مقررین ...... فاضل علما اور حق گو مفتی صاحبان کی موجودگی میں تقریر کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بارہا اس ''گریز'' پر عمل کرنے والوں کو بچشمِ خود حیرانی کے عالم میں مایوسی (Nervous) میں مبتلا دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اس کے برخلاف علامہ اعظمی کو یہ سعادت حاصل رہی ہے کہ شاہ زادۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مصطفےٰ رضا خان قادری مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی موجودگی میں ایک عرصے تک ہندوستان کے طول وعرض میں تقریریں کرتے رہے ہیں۔ اور کبھی علم وفضل کے اس آفتاب نے کوئی گرفت نہیں فرمائی۔ بلکہ ہمیشہ دعائیں عطا فرماتے رہے۔ زبان و بیان کی برملا تعریف کرتے رہے۔ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کا پوری زندگی یہ معمول رہا ہے کہ اگر بڑے سے بڑے مقرر سے دورانِ تقریر کوئی غلطی ہوجاتی تو لاکھوں کے مجمع میں، اسٹیج پر ہی غلطی کی اصلاح فرماتے اور توبہ کرواتے۔ لیکن علامہ قمر الزماں اعظمی کی تقریر کو شوق سے سنتے۔ بعض اوقات ...... اگر آپ کی جلسے میں تشریف آوری سے قبل ...... منتظمین علامہ اعظمی کی تقریر کرادیتے تو آپ اظہارِ تاسّف فرماتے۔

ہندوستان میں اہلِ سُنّت کو اللہ جل شانہٗ نے عشقِ مصطفےٰ کے فروغ کے لیے بڑے نامور مقررین عطا فرمائے۔ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ،

سبحان الہند حضرت علامہ ابوالوفا فصیحی غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ، مجاہدِ دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسن کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ...... ماضی قریب میں ہماری جماعت کے نامور اور ممتاز و محبوب مقررین میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ حضرات بڑی بڑی تاریخی کانفرنسوں کی کامیابی کی ضمانت سمجھے جاتے تھے۔ اور بجا طور پر یہ حضرات اہلِ سنّت کے اسٹیج کی آبرو تھے۔ زبان و بیان کے اچھوتے اور دل نشین طرز کے بانی تھے۔ ان حضرات کی موجودگی میں علامہ قمر الزماں اعظمی اصلاحی اور سائنسی اسلوب کی ایک نئی روایت لے کر میدانِ خطابت میں اُترے۔ حسنِ ادا، الفاظ اور اردو ادب کی شیرینی نیز فکر و عمل کی لطافت کے نکھرے ہوئے پیغام سے آسمانِ خطابت پر نیّرِ تاباں بن کر چمکنے لگے۔ اپنا ایک منفرد مقام پیدا کیا اور لاکھوں افراد کو اپنے اسلوب سے متاثر کیا اور سائنسی مضامین اور اصلاحی و دعوتی خطابات کی ایک خاص طرح ڈالی۔

ربّ کریم اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل علامہ اعظمی کی سحر بیانی کو عمرِ جاوداں عطا فرمائے اور ان کی تقریروں سے اصلاحی و دعوتی کاموں کے فروغ میں اہلِ سُنّت کو تقویت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔



اقلیمِ خطابت کے شہنشاہ

صاحب زادہ سیّد حامد سعید کاظمی، پاکستان

جب گفتگو کا محور لسان العصر حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی اور ان کا فنِ خطابت ہو تو قلم کے عجز اور زبان کی تہی دامنی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ پھر ہر عبارت بے ربط، ہر فقرہ بے ڈھب اور ہر لفظ بے محل دکھائی پڑتا ہے۔

حضرت اعظمی صاحب سے پہلی ملاقات ہی میرے لیے چشم کشا تھی۔ پستہ قد لوگوں کے ہجوم میں رہ کر اپنی بلند قامتی کا غرور پیدا ہونے لگے تو حقیقت کا اعتراف بسا اوقات اپنی شخصیت کی نفی کے مترادف محسوس ہوتا ہے۔ میری خوبیِ قسمت کہ اس انتہا سے پیش تر اعظمی صاحب قبلہ سے ملاقات ہوگئی۔

یہ ستمبر ۱۹۸۹ء کی بات ہے۔ پہلی بار مانچسٹر جا رہا تھا۔ مزاج آشنا دوستوں اور نبض شناس ساتھیوں نے کہا ''اگر آپ کا پیمانہ درست اور آنکھ کا جوہر سلامت ہے تو آج ایک مہربان سے ملاقات نشاط انگیز اور لطف خیز ثابت ہوگی۔ لیکن اگر آپ کا شیشہ چٹخ گیا ہے، کسی بلند اقبال کے سامنے آپ کو کوتاہ قامتی کی خلش ستاتی ہے تو پھر یہ ملاقات نہایت کٹھن اور حوصلہ شکن ہوگی۔''

مَیں محوِ حیرت رہا۔ قیاس و گمان اور اشتیاق و تجسّس کی کشاکش رہی۔ اسی دوران چیتھم ہل کی جامع مسجد کے کشادہ ہال میں علامہ اعظمی سے ملاقات ہوئی۔ وقار و تمکنت کے سانچے میں ڈھلا ایک خوش اطوار شخص، فربہی مائل جسم اس شخص کے نہیں شخصیت کے وزن میں اضافے کا سبب تھا۔ گفتگو اس قرینے کی کہ ہر لفظ گویا نوکِ پلک سنواری گئی ہے۔ تراشیدہ جملے، سجے ڈھلے فقرے...... مَیں منتظر رہا کہ جب حروف و الفاظ کی کاری گری اور صنعت کی ترکی تمام ہوگی، منتخب مسجع جملوں کا ذخیرہ ختم ہوگا اور گفتگو معمول پر آئے گی تو مجھے بھی لب کشا

ہونے کا یارا ہوگا، کچھ کہنے کا حوصلہ ہوگا...... یہ انتظار آج تک جاری ہے۔

فنِ خطابت مجھے وراثت میں ملا تھا۔ شعر وادب سے شغف بھی گھٹی میں پڑا تھا۔ تعلیمی دَور کی ابتدا میں مضمون نویسی اور تقریری مقابلوں میں غیر معمولی کامیابی...... پھر کم عمری اور ناتجربہ کاری...... اپنی ذات پر اعتماد اعتقاد میں بدل رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ یہ خام خیالی اور خوش فہمی مجھے تنہا کر دیتی، طالع بیدار کی کرامت کہ حضرت اعظمی صاحب سے تعارف کا شرف میسّر آگیا۔ ان کا خطاب سنا تو اپنے اندازِ خطابت پر نظر ثانی کرنے کو جی چاہا، ان کے افکار سُنے تو اپنی فکر کو صحیح سمت ملی، ان کی شائستگی دیکھی تو اپنے بے ڈھنگے پن کا عرفان ہوا، ان کو آبگینہ احساس نزاکتوں کا لحاظ کرتے دیکھا تو اپنے رویّے کا کھردرا پن اُجاگر ہوا، ان کے خیالات کے عمق کو دیکھا تو اپنا اتھلا پن بہت کھلا۔ اب ان کے مجموعۂ تقاریر پر کچھ کہنے کا موقع ملا تو ڈانوا ڈول اعتماد بحال ہوا بلکہ اپنی بخت آواری پر یقین آیا۔

حضرت اعظمی صاحب شوکتِ الفاظ کے قائل ہیں، قافیہ بندی اور مترادفات کے استعمال میں منفرد و ممتاز ہیں۔ الفاظ کے چہرے پہچانتے ہیں اسی لیے ان کے صحیح برمحل چناؤ پر بھرپور قدرت رکھتے ہیں۔ اس علاقے میں پیدا ہوئے جہاں زبان و بیان کی صحت و نفاست، لب و لہجے کی باریکی و نزاکت، طور اطوار کی شائستگی و متانت باعثِ افتخار اور سببِ امتیاز سمجھی جاتی ہے۔ حضرت اعظمی صاحب خود اپنے ہم وطنوں میں سرفراز نظر آتے ہیں۔ تیس برس سے دیارِ فرنگ کی نیرنگی بھی جملوں کی کاٹ اور زبان کی دھار کو کُند نہ کر پائی۔

لیکن یہ زبان کا ظاہری حُسن، تشبیہات کی ندرت، الفاظ کا انتخاب، پیرایۂ اظہار کا اچھوتا پن سب اپنی جگہ، حضرت اعظمی صاحب کے خطاب کا سنگھار ہوتی ہیں لیکن مفہوم و معنیٰ کے جو زاویے حضرت اعظمی صاحب کی زبان سے آشکار ہوتے ہیں، وہ انھی کے لیے خاص ہیں۔ اپنے جلیل القدر اساتذہ اور عظیم المرتبت مشائخ کے حُسنِ تربیت کا جیتا جاگتا مظہر ہیں۔ وہ اساتذہ اور وہ مشائخِ علم و عمل اور طریقت و شریعت کے اُفق کے وہ رخشندہ ستارے جو ایک

مدّت گزرنے کے باوجود ہمارے لیے مشعلِ راہ اور نشانِ منزل ہیں...... ہم اپنی محدود معلومات، عدم دلچسپی اور مجرمانہ غفلت کے باعث ان کو فراموش کرنے لگیں تو حضرت قمر الزماں اعظمی جیسے شاگرد اور مرید وقت کی گرد صاف کر کے ان روشن چہروں کی آب وتاب بحال کر دیتے ہیں۔

علم اگر کتابوں میں مقید ہو یا سینوں اور ذہنوں میں محبوس ہو تو بے فیض ہوتا ہے۔ اظہار نہ ہو تو دریائے علم اور دشتِ جہالت میں تمیز نہیں ہو پاتی۔ اظہار جتنا بلیغ ہوگا علم کی روشنی اسی قدر عام ہوگی۔ اس حوالے سے ان کی علمی تقریریں جس قدر سود مند ہو سکتی ہیں، ان کا اندازہ کچھ مشکل نہیں ہے۔

حضرت اعظمی صاحب اقلیمِ خطابت ہی کے شہنشاہ نہیں بلکہ فکری اعتبار سے جتنی پختگی ان کے ارشادات میں پائی، اُمتِ محمدیہ کا جتنا درد اُن کے دل میں دیکھا اور مسائل کے حل کے لیے جتنی راہیں انہوں نے کھوجی ہیں وہ آج کے دَور میں کہیں اور میسّر نہ آئیں۔ دین و مذہب اور مسلک وعقیدے کے فروغ و دِفاع کا مسئلہ ہو، اُمتِ مسلمہ کے خلاف صیہونیوں اور نصرانیوں کا گٹھ جوڑ ہو، مسلمانوں کے عقائد پر شب خون کے ساتھ ان کے اخلاقی انحطاط کے لیے سازشوں کے تانے بانے ہوں، بھارت میں سوچی سمجھی اسکیم کے تحت سرکاری سرپرستی میں ہونے والے مسلم کش فسادات ہوں، پاکستان میں اسلحے اور سرمائے کے زور پر اہلِ سنّت کی غالب اکثریت کو وہابیت اور دیوبندیت کے تابع کرنے کے منصوبے ہوں یا مسلمانوں کی دولت اور وسائل پر امریکی تسلّط کے خواب ہوں، سب کچھ ان کی نگاہ میں ہے...... پھر ان مسائل کے حل کے لیے اُمنگوں اور جذبوں کا سیلاب بھی ان کے سینے میں موجزن ہے۔ یہ جذبے بے منزل، یہ اُمنگیں بے نشان نہیں بلکہ حضرت اعظمی صاحب حصولِ مقصد کے لیے قابلِ عمل راستے بھی دکھاتے ہیں۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر دیکھیے، ان کی گفتگو سنیے، ان کے نظریات تک رسائی حاصل کیجیے تو مایوسیوں کی دھند چھٹ جائے گی، منزل

سامنے نظر آئے گی اور اس منزل کو پانے کی ہمت مل جائے گی۔ اگر میری بات مبالغے اور رنگ آمیزی سے آلودہ محسوس ہو تو ان کی ''علمی تقریریں'' پڑھیے اور سر دھنیے...... پھر آپ اعتراف کریں گے کہ حضرت قمر الزماں اعظمی کا اسمِ گرامی ہی ان کی شخصیت کا صحیح عکاس ہے۔ وہ اپنے زمانے کا ماہ تاب ہیں اور ؎

چاند کو چاند سے بڑھ کر کوئی کیا کہتا ہے

☆......☆......☆

خطیبِ اعظم اور اُن کا طرزِ خطابت

علامہ محمد فروغ القادری (ایم اے)
ورلڈ اسلامک مشن، برطانیہ

مفکرِ اسلام سیاحِ امریکہ و یورپ حضرت علامہ محمد قمر الزماں اعظمی صاحب قبلہ مدظلہ العالی عالمی سطح پر ہماری جماعت کے ان نامور اور ممتاز ترین علما و مفکرین میں ایک نمایاں شخصیت کے حامل ہیں، جنہیں قدرت نے ماضی و حال کی بے پناہ علمی صلاحیتوں سے نوازا ہے...... وہ اپنے پرکشش پیکر سراپا، اوصافِ حمیدہ، دینی و ملّی تجربے اور گراں قدر قائدانہ شعور کی بنیاد پر عوام و خواص دونوں طبقات میں یکساں متعارف ہیں...... وہ اپنی سرشت میں بلند پایہ خطیب، شعلہ بار مقرر اور ایک دردمند دل رکھتے ہیں، جو ہر لمحہ اُمّتِ مسلمہ کی اجتماعی زبوں حالی اور ملّتِ مرحومہ کی ناقابلِ یقین بے بسی کے غم میں دھڑکتا رہتا ہے...... ان تمام تر خواص کے باوجود وہ طبعی طور پر حد درجہ منکسر اور عجز پسند واقع ہوئے ہیں۔ اصاغر نوازی اور مشفقانہ طرزِ عمل ان کی حیاتِ ظاہری کا وہ خوب صورت پہلو ہے جو اپنے اندر تسخیرِ کائنات کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ کیفیت ہر لمحہ ان کے وجود سے مترشح ہے۔

جہاں تک میرا اپنا تجربہ ہے علامہ اعظمی ''منصبِ خطابت'' کے حوالے سے مثالیت پسندانہ (Idealistic) روّیوں کے قائل رہے ہیں۔ انھوں نے خطابت کے اصولی و نظری مقاصد کے حصول کے لیے اُمّتِ مسلمہ کے اجتماعی مسائل کو حد درجہ اہمیت دی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ دورانِ خطابت اپنے متنوع لب و لہجے میں دردمند دل کے ساتھ پوری قوم کو اپنی فکری و عملی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلامی نظامِ حیات کی تعمیر و تشکیلِ جدید کے لیے ہر لمحہ، ہر پل کوشاں رہنے کی دعوت دیتے ہیں...... علامہ اعظمی نے امریکہ و یورپ کی دنیائے جدید میں لاتعداد جلسوں اور کانفرنسوں کو خطاب کرتے ہوئے بین الاقوامی تعلقات

کے اسلامی نظریے مخصوص علمی اسلوب میں متعارف کروایا ہے۔ ان کی گفتگو کا کوئی بھی ایسا مرحلہ میری نظر سے نہیں گزرا جہاں انہوں نے عالمی پیمانے پر مسلمانوں کے لرزہ خیز مسائل کا تذکرہ شدّتِ احساس کے ساتھ نہ کیا ہو۔ انھوں نے امریکہ اور یورپ میں پھیلتی ہوئی برائیوں کے اسباب کا بڑے قریب سے جائزہ لیا ہے، جہاں وہ جدید معاشرے پر واضح لفظوں میں تنقید فرماتے ہیں، وہیں وہ قوم وملّت کی نوجوان نسلوں کو ایک متبادل خطوط کار، منطقی شعور اور مستقبل کی راہوں میں انسانی عظمت کے تحفظ کے لیے ایک نئی فکر کی بصیرت بھی عطا فرماتے ہیں۔

میرے ممدوح علامہ اعظمی عصرِ حاضر کے صرف شعلہ بیان مقرر ہی نہیں، بلکہ وہ اپنی ذاتِ گرامی میں ایک صاحبِ طرز ادیب اور سخن شناس مفکّر و مدبّر بھی ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کے خطبات کی عبارت ان کی طرح شوکتِ الفاظ و بیان اور معنویت کی بے انتہا فراوانی سے مملو ہوتی ہے...... ان کی قادرالکلامی ربّ کائنات کا خصوصی عطیہ ہے۔ وہ دورانِ خطاب اصل موضوع سے وابستگی اور ربط وضبط نہیں توڑتے۔ ان کی زبان ان کے قلم کی ہم پلّہ ہے، ان کی تحریر وتقریر میں کوئی فاصلہ نہیں۔ جب کہ آج کل کے عموماً پیشہ ور واعظین اور خطبا کی تقریریں اگر کاغذ وقلم کے دامِ سیماب پر اُتاردی جائیں، تو وہ بے ربط اور بے معنی رہ جاتی ہیں...... اور یہ دراصل مجلسی قوت کو عمداً ضائع کرنے سے عبارت ہے۔ علامہ اعظمی نے مجلسی قوت اور عوامی اجتماعات کو حیات کی تازگی بخشی ہے۔ وہ یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ "مجلسی قوت" ملّت کا بہت بڑا ناقابلِ تسخیر سرمایہ ہے، جسے ہر حال میں ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔ مسلمانوں کی سیاسی وحدت، اخلاقی ترجیحات، ملّی اخوت اور جذبۂ باہمی کے تحفظ کے لیے آج سب سے زیادہ اس کی ضرورت ہے۔ ان کا اندازِ تخاطب عین مقتضائے حال کے مطابق ہوتا ہے، جس کے پیہم اثرات مجلس کے اختتام کے بعد سامعین کے دل و دماغ کے آفاق پر چھائے رہتے ہیں۔

آپ کی خطابت اور ایوانِ علم وعمل کا آسمان اس درجہ بلند ہے کہ مجھ جیسے کم علم اور بے

بضاعت کے لیے اس کے کسی ایک گوشے پر بھی تبصرہ کرنا دشوار گزار مرحلہ ہے۔ حالات کی صحیح منظر کشی کے لیے صاحبِ طرز ادیب کے رواں دواں قلم کی ضرورت ہے۔ تاہم اس وقت جو شے میرے اشہبِ فکر کو بار بار مہمیز کر رہی ہے وہ ان کی ذاتِ گرامی کا داخلی حسن اور معنوی لطافت ہے، جو مجھے بھی اپنی زلفِ گرہ گیر کا اسیر کیے ہوئے ہے۔

علامہ اعظمی کی قد آور آواز جب اُفق کے کناروں سے گونجتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے دشت و جبل میں زندگی کی دھڑکن دوڑ گئی ہو...... چمنِ دہر میں کلیاں کِھل اُٹھی ہوں...... ان کا ہر جملہ انسانی خیال کو ایک ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے، جہاں سرور و انبساط کے آب شاروں کا شور سنائی دیتا ہے، اور کیف و نشاط کے چشمے اُبلتے ہوتے ہیں۔ وجدان ایک لمحے کے لیے بھی کہیں اور متوجہ نہیں ہوتا۔ وہ روح القدس کی زبان بولتے ہیں...... اور ان کا لفظ لفظ ادبِ لطیف کے عطر میں ڈوبا ہوتا ہے۔ جملہ چاہے جس قدر طویل ہو مگر فعل، متعلقات، مبتدا، خبر، سب ایک خاص معنویت کے ساتھ مربوط ہوتے ہیں۔ جسے اپنی جگہ سے ہٹایا نہیں جا سکتا، کیوں کہ وہ زبان و ادب کی اس درجہ بلندی سے بولتے اور مخاطب کرتے ہیں کہ اس میں مزید ارتقاع کی گنجائش نہیں رہتی۔ الفاظ کی سحر انگیزی اور ان کی اہمیت کا صحیح اندازہ ان کے طریقِ استعمال سے لگایا جائے گا، دنیا کا کوئی لفظ بھی فی نفسہٖ غیر فصیح اور ثقیل نہیں، جب اس کو محلِ استعمال کیا جائے گا اس کی فصاحت باقی رہے گی، اور جب اس کا استعمال مقتضائے حال کے منافی ہو تو اس کا سارا حسن و جمال خاک میں مل جائے گا۔ اس کے سننے سے سامع کی قوتِ سماعت طبعاً مجروح ہوگی...... علامہ اعظمی طرزِ خطاب میں اپنا جواب نہیں رکھتے، وہ الفاظ کی روح اور اس کے اثر و نفوذ سے حد درجہ واقف ہیں، جو وہ کہہ رہے ہیں سامع اور ناطقہ کو کس حد تک متاثر کر رہا ہے اس راز سے ان کا ادبی وجدان اور فکری شعور دور تک باخبر ہے...... جس موضوعِ سخن کو چھیڑتے ہیں اس کے ہر پہلو پر ان کی دقّتِ نظر موجود ہوتی ہے، بادی النظر میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ خیالات کی فراوانی اور معلومات کا سمندر لیے سامنے کھڑے ہیں۔ آپ کے بیش تر خطبات عصرِ جدید کے سلگتے ہوئے مسائل سے تعلق رکھتے

ہیں جن کی زلفِ برہم ہر فن سے متعلق خصوصی درجۂ تحقیق رکھنے والا شخص بھی سلجھا جاسکتا ہے، مگر انھوں نے اپنی اعلیٰ ترین ذہانت، فطری طبّاعی اور اپنی باوقار زبان شناسی کی وساطت سے مختلف النوع علوم وفنون کے مسائل کو بھی دورانِ خطاب اپنے اظہارِ خیال کا ذریعہ بنایا ہے...... ان کے بعض اہم ترین خطبات اردو ادبیات، تاریخی موضوعات، سیاسیات و اقتصادیات، لسانیاتی مطالعہ اور واقعات وسیَر پر بھی مشتمل ہیں، جس کے ذریعے انھوں نے عالمی تناظر میں معاملہ فہمی کا ایک خاص اسلوب سامعین تک پہنچایا ہے۔ جس میں اربابِ بست وکشاد کے لیے ایک خاص فکر، انفرادیت اور پختگی موجود ہے۔ وہ اسلامی اغراض و اہداف پر قرآن وسنّت کی نصوص کی روشنی میں اپنے تازہ ترین افکار وخیالات کو اس خوب صورتی اور مہارت کے ساتھ منطبق فرماتے ہیں کہ مخاطب ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ وہ قرونِ اولیٰ کے تاریخی تجربات کی روشنی میں عصرِ حاضر کے مسلمانوں کو ان کے مختلف دینی و ملّی اقدامات، پالیسیوں، ارتقائی مراحل کی مناسبت، افادیت اور معنویت کو اس کے حقیقی عنصر کے ساتھ سمجھنے کی دعوت دیتے ہیں، تاکہ ''کتابِ ملتِ بیضا'' کی شیرازہ بندیوں کے لیے نئے عصری تقاضوں اور وسائل سے ہم آہنگ ایک نئے متبادل طریقۂ عمل کو معاشرے میں عام کیا جائے۔

علامہ اعظمی نے مختلف موضوعات کے لیے مختلف طرزِ استدلال اختیار کیے ہیں، اور ہر اسلوب میں ان کے ہاں ایک صاحبِ طرز انشاء پرداز کی خصوصیت ملتی ہے۔ آپ نے سامعین کے ذہنی استعداد کے مطابق تقریبِ فہم کے لیے اندازِ خطاب تخلیق کیے ہیں۔ آپ کے خطبات میں غرابت، ژولیدگی اور عربی کے مشکل ترین الفاظ کی کثرت قطعی نہیں، عبارت حد درجہ سریع الفہم، مدلّل اور مؤثر ہے۔ آپ نے متعلقہ موضوع اور فن کے جملہ لوازم کو ڈھنگ سے پیش کرنے کا ایک ممتاز اور منفرد انداز اختیار کیا ہے، کہ جو بے حد معنی خیز اور سحر آفریں ہونے کے ساتھ ساتھ مخاطبین کے دل و دماغ کے آفاق پر پوری طرح چھایا رہتا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ دراصل یہی وہ مقامِ ترفع ہے جہاں سے آپ کی فکری انفرادیت اس

ظلم آباد ارضی کے مکینوں کو مستقبل کے خطرات سے آگاہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

علامہ اعظمی میدانِ خطابت کے وہ عظیم شہ سوار ہیں جن کے دامنِ اُمید و رِجا کو یاس نے کبھی نہیں چھوا۔ وہ اپنی فطرت میں رِجائی ہیں اور دوسروں کو بھی رِجائیت کی دعوت دیتے ہیں۔ اس کے معنی یہ قطعی نہیں کہ وہ اقطارِ عالم کے مختلف گوشوں میں ظلم وستم کے ہاتھوں شکار مسلمانوں کی مظلومیت کا تذکرہ نہیں کرتے۔ انھوں نے کوسوا، البانیہ اور بوسنیا کے شہیدوں کی لاشوں پر ماتم کیا ہے۔ انھوں نے الجزائر کے بے گناہ مسلمانوں کے قتلِ عام پر زبردست احتجاج بھی کیا ہے۔ انھوں نے مراد آباد، علی گڑھ، بھاگل پور اور بمبئی کے خونیں فسادات پر آنسو بھی بہائے ہیں۔ مگر خاک وخون کے اس سمندر سے گزرتے ہوئے یاس ونا اُمیدی کا کوئی جھونکا ان کی سانس کو بھی جنبش میں نہیں لاسکا، وہ تو ہر خوں چکا کفن اور ہر مجروح سینے کی زبان سے نصرت وکامرانی کی بشارت سناتے ہیں تاکہ قوم ناموسِ رسالت کے تحفظ میں بہرگام تیار رہے...... وہ مستقبل کی تاریک شاہ راہِ حیات کو دعوت، عزیمت اور عزائم کی قندیلوں سے ہر پل روشن وتابناک رکھنا چاہتے ہیں۔

وہ بعض اوقات علماے سو، ورعیانِ علم وشیخیت اور زہد فروشان سجادۂ طریقت کو اپنی گنبد دستار سے باہر نکل کر حق گوئی وحق پرستی اور طریق استقامت وجادۂ عشق ووفا میں سرفروشی و جاں سپاری کی دعوت بھی دیتے ہیں۔ انھوں نے غرور، حسب ونسب اور خاندانی عز وشرف کی بنیاد پر دکان آرائی کرنے والے شیوخانِ اسلام کو سخت لب ولہجے میں مخاطب کیا ہے، انھوں نے دوٹوک لفظوں میں یہ بات واضح کردی ہے کہ معیارِ شرف ومنزلت جو ہر ذاتی اور خود حاصل کردہ علم وعمل ہے نہ کہ محض اپنے اسلاف کے انتساب سے خود کو واجب التکریم اور اصحابِ معرفت وسلوک میں شمار کیا جائے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ لوگ ہمیں ہماری اپنی شرافتِ نفسی وکرامتِ معنوی کی بنیاد پر ہمارے خاندان کو پہچانیں، نہ کہ اپنی عزت وآبرو کے لیے ہم خود اپنے خاندان کے شرفِ رفتہ کے محتاج بن جائیں۔ اربابِ ہمت وعزیمت نے ہمیشہ اپنی راہ نکالی ہے، اور اپنی عظمتِ رفتہ کی تعمیر اپنی طہارتِ نفسی اور اخلاصِ عمل سے کی ہے۔......

''کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست''......

علامہ اعظمی نے گزشتہ ۲۶ سالہ اپنے قیامِ برطانیہ کے دوران ایشیا وافریقہ اور یورپ و امریکہ کے مختلف ممالک کا مسلسل دورہ فرمایا ہے، جہاں انھیں اقوام وملل کے اقدار اوران کے طرزِ تمدن کو بڑے ہی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ یہی وجہ ہے کہ معلومات ومشاہدات کے میدان میں ان کی طبعی جدّت اور فکری وعملی اجتہاد کا عکس دور دور تک نمایاں نظر آتا ہے......سب سے بڑی بات جوان کے دماغی فضل اور حریّتِ ذہن پر دلالت کرتی ہے وہ یہ کہ ان کی توجہ ہمیشہ نئی بات کہنے، نئی معلومات فراہم کرنے اور موجودہ علوم ومعارف کا دائرۂ کار وسیع کرنے پر ہوتی ہے......ان کی حیثیت اپنے آئینہ وجود میں ایک بالغ نظر مفکّر اور دقیق سنج محقق کی ہے، جو فلسفۂ قدیمہ وجدیدہ پر مضبوط گرفت رکھتے ہوئے مسائلِ مشکل کی عقدہ کشائی کرتا ہے، ہم نے اپنے ہاں فلسفہ کی غلط تعبیر اخذ کررکھی ہے، ورنہ فلسفہ دراصل تہذیب و شائستگی کا جزوِ لاینفک ہے، ان کے مؤثر ترین خطبات اور بے باک تکلّم میں جہاں ان کی امانت دارقوّتِ حافظہ کی دخل ہے، وہیں ان کی شب وروز کی محنتِ شاقّہ اور وارفتگیِ شوق کی کرشمہ سازی بھی موجود ہے۔

مفکّرِ اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی مورخہ ۱۷/اگست ۱۹۷۴ء کو برطانیہ تشریف لائے اور مبلغِ اسلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی اور مناظرِ اہلِ سنّت رئیس التحریر علامہ ارشد القادری کی باوقار قیادت وسرپرستی میں ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ (The World Islamic Mission) کے جوائنٹ سیکریٹری کی حیثیت سے اپنی تحریکی وتنظیمی سرگرمیوں کا باضابطہ آغاز فرمایا۔ جب کہ ۱۹۷۵ء سے اب تک علامہ اعظمی مشن کے مرکزی سیکریٹری جنرل کے عہدے پر جلوہ بار ہیں۔ اپنے مشن کی تبلیغی اور علمی جادہ پیمایوں کے حوالے سے دنیا بھر کے مغربی و مشرقی ملکوں کا دورہ فرمایا ہے، اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ علامہ اعظمی نے عین حالتِ شباب میں ہندوستان اس وقت چھوڑا جس وقت کہ ان کی کشورِ دل کو زیروزبر کردینے والی سحر انگیز خطابت، لب ولہجے کا بانک پن اور سلاستِ کلام کا طنطنہ برصغیر ہند کے مشرق ومغرب

تک پھیلا ہوا تھا۔لکھنؤ، دہلی، علی گڑھ اور حیدر آباد دکن کے اربابِ بصیرت اور ناقدانِ علم وفن اپنی تاریخ ساز کانفرنسوں میں اس وقت بھی انھیں حد درجہ محویت اور وارفتگیِ شوق کے ساتھ سنتے اور انھیں ان کی قادرالکلامی اور اندازِ خطاب کی انفرادیت اور دادِ تحسین دیے بغیر نہیں رہتے تھے۔علامہ اعظمی عصرِ حاضر میں ہماری جماعت کے وہ واحد شخصیت طراز خطیب ہیں جنھیں مختلف مسالکِ فکر کے اربابِ حل وعقد بے حد دلچسپی اور یک سوئی ذہن کے ساتھ سنتے ہیں۔اس کی وجہ ان کی اصابت رائے، ان کی فکری و عملی انفرادیت اور معمولاتِ اہلِ سنّت کے دفاع میں ان کے ناقابلِ تسخیر دلائل ہیں......۱۹۷۲ء اوائل میں صوبہ بہار کے شہر گیا میں ایک عظیم الشان کانفرنس سراجِ ملّت حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ گیاوی علیہ الرحمہ کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی جس میں علامہ اعظمی مقررِ خصوصی اور سید شہاب الدین سابق ایم پی مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے مدعو تھے۔سید شہاب الدین نے کانفرنس کے اختتامی لمحے میں اپنی پُر جوش تقریر میں برسرِ اسٹیج یہ بات کہی کہ ''ابوالکلام آزاد کے بعد اگر مَیں کسی کی تقریر سے ذہنی و طبعی طور پر متاثر ہوا ہوں تو وہ علامہ قمر الزماں اعظمی ہیں......'' اسی طرح جب پاکستان کے سابق وزیر اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا کوثر نیازی مرحوم یہاں انگلینڈ تشریف لائے تو مانچسٹر کے ایک اِجلاس میں انھوں نے علامہ اعظمی کو ''خطیبِ اعظم'' کہہ کر مخاطب فرمایا اور ہر لحہ وہ ان کے طرزِ خطاب کے مدّاح نظر آئے۔

علامہ اعظمی جہاں ایک شعلہ بار مقرر ہیں، وہیں وہ ایک قابلِ قدر، محنتی اور دقت طراز مدرّس بھی ہیں، جنہیں درسِ نظامی کی تمام منتہی کتابوں پر دسترس حاصل ہے۔شرح جامی، ملاّ حسن، قاضی مبارک اور بیضاوی کے مسائل آج بھی ان کے امانت دار ذہن و دماغ کے پردوں پر مستحضر ہیں۔انھوں نے اپنے برطانیہ تشریف آوری کے اوائل میں ''ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ'' کے زیر اہتمام قائم ہونے والے اسلامک مشنری کالج (Islamic Missionary College) سے اپنی تدریسی سرگرمیوں کا آغاز فرمایا۔''عالمی دارالافتاء'' اور ورلڈ اسلامک پبلی کیشن (World Islamic Publication) کا کام بھی شروع کیا۔

نوجوانوں کے لیے ''الفلاح'' نامی تنظیم تشکیل دی، جو برطانیہ میں مسلمان نوجوانوں کی پہلی فلاحی، رفاہی اور اصلاحی تنظیم تھی اور عظیم مانچسٹر (Greater Manchester) کے وسطی علاقے میں عظیم الشان جامع مسجد کی تعمیر اور اس سے متصل سہ منزلہ ''الکلیۃ الدراسۃ الاسلامیۃ'' کی پُرشکوہ عمارت بھی علامہ اعظمی کے جذبِ فراواں، محنتِ شاقہ اور تحریک و تنظیم کی راہوں میں ان کی جادہ پیمائیوں کی منہ بولتی تصویر ہے۔ ؎

الٰہی سوزِ سخن میں کہاں سے آتا ہے
یہ چیز وہ کہ پتھر کو بھی گداز کرے

☆......☆......☆

دعوت و تبلیغ میں ادّعائی پہلو اور خطباتِ مفکرِ اسلام

مولانا صادق رضا مصباحی، ممبئی

اگر میں یہ کہوں کہ تقریر اور چیز ہوتی ہے اور خطابت اور چیز تو غلط نہیں ہوگا مگر بدقسمتی سے آج دونوں کو بالکل مساوی سمجھ لیا گیا ہے۔ معمولی سے معمولی تقریر کرنے والے کو خطیب کہا جاتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ سابقات ولاحقات سے اس لفظ کو اتنا زیادہ گھسیٹا جارہا ہے کہ بے چارہ یہ لفظ سہما سہما سا نظر آتا ہے۔ جس کو خطابت کا مسلک و مشرب بھی نہیں معلوم وہ آج قبیلۂ خطابت کا فرد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کا دوسرا الم ناک پہلو یہ ہے کہ اب تقریریں بھی ویسی نہیں ہو رہی ہیں کہ جس سے موجودہ نفسیات اور عوامی رجحانات کے خلجان دور ہوسکیں اور سامعین دینِ اسلام کی حقیقی روح سے قریب ہوسکیں۔ اس تناظر میں جب ہم اردگرد کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم مایوسیوں کے اندھیرے میں جا کھڑے ہوتے ہیں مگر امیدوں کے چراغ ہمارے ذہن و دماغ کو اس تصور سے اب تک روشن کیے ہوئے ہے کہ اب بھی وہ لوگ ہیں جو واقعی اور حقیقی معنوں میں اپنی تقریروں کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی آفاقیت سے ہم رشتہ بھی کررہے ہیں اور اسلام کی عصری تفہیم سے آشنا بھی۔

بلاشبہہ اسلام کی اشاعت اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے تقریر و خطابت کی اہمیت و مقصدیت سے انکار کی گنجائش نہیں مگر داعی و خطیب کے لیے جہاں دیگر اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے، وہیں یہ بھی لازم ہے کہ تقریر میں اسلام کی شرابِ طہور عصری احساسات کے جام میں پیش کی جائے ورنہ تقریر کی نتیجہ خیزی کی ضمانت نہیں لی جاسکتی۔ میرا خیال ہے کہ آج تقریروں کی اثر پذیری کی مفقودیت کی جہاں دیگر وجوہات ہیں وہیں ایک سبب یہ بھی ہے کہ تقریروں میں عصریت کا خانہ بالکل خالی ہے الا ماشاء اللہ۔ تقریر ہو یا تحریر اس کے ذریعے سامعین اور قارئین کو فکری سطح پر بیدار کرنا بھی بہت ضروری ہے اور اسلامی احکام کی

معنویت سے روشناس کرانا بھی۔ اسلام کی آفاقیت اور اس کی حقانیت اپنی جگہ مسلّم ومحقق ہے مگر عقلی دلائل اور منطقی وسائنسی طرز ابلاغ کے ذریعے انہیں خواب غفلت سے بیدار کر کے ان کے قلوب واذہان میں اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اس وقت تک جگہ نہیں پائے گی جب تک ان کے دماغ اسلام کی معنویت سے روشن نہیں ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہزاروں جتن کے باوجود دعوت وتبلیغ اپنا وہ رنگ نہیں دکھا پا رہی ہے جو ہمارے روشن ماضی کا حصہ رہ چکی ہے۔ ہم نے اکثر وبیشتر تقریروں اور تحریروں میں دیکھا ہے کہ ان میں ادعائی پہلو زیادہ ہوتا ہے، ہم چیخ چیخ کر اعلان کرتے ہیں کہ اسلام دنیا کا سب سے اچھا مذہب ہے اسلام کے قریب آجاؤ کامرانی تمہارے قدم چومے گی۔ ہم اپنی تقریروں اور تحریروں میں اکثر اس قرآنی آیت کا حوالہ دیتے ہیں کہ تمہیں غالب رہو گے اگر مومن ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی گفتگو سے پڑھا لکھا طبقہ تو دور کی بات ہے عوام الناس کو بھی مکمل تشفی نہیں ہوتی مگر چوں کہ وہ پیدائشی مسلمان ہوتا ہے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر اس کا ایمان و ایقان ہوتا ہے اس لیے وہ خوب نعرے لگاتا ہے اور اپنی مسلمانیت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ ہمیں اس ادعائی پہلو سے نکلنا ہوگا۔ ہماری بات اسی وقت زیادہ موثر ہوگی جب ہم دعووں سے زیادہ اس کا دوسرے مذاہب سے تقابل کر کے اسلام کی اچھائیاں اور اسلامی احکام کی خلاف ورزی کی خرابیاں ذکر کریں گے اس سے خود بخود لوگوں کے دلوں میں اسلام گھر کرے گا۔ اس سے دوہرا فائدہ ہوگا پڑھے لکھے اور غیر مسلم طبقے کے دلوں میں اسلام کے لیے نرم گوشہ بھی پیدا ہوگا اور خود مسلمانوں کے دل بھی اسلام پر پختہ سے پختہ تر ہوتے چلے جائیں گے۔

تقریر وخطابت کے حوالے سے ایک نہیں درجنوں کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں۔ میں تو نہیں سمجھتا کہ وہ سب کی سب عوام کے دینی وعصری رجحانات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے اکثر وبیشتر کتب میں ادعائی رنگ غالب ہے۔ اسلام کی حقانیت وصداقت پر دعوے پر دعوے کیے جاتے ہیں، قرآن وحدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ

تقریر کا حق ادا ہو گیا۔ کوئی مانے یا نہ مانے مگر حقیقت یہی ہے کہ اس ادعائی پہلو نے ہماری تقریر و تحریر سے اثر پذیری چھین لی ہے۔ ہمارے بعض مقررین عصری رجحانات و زمانی مسائل پر گفتگو کو اسلام سے الگ ہٹ کر کوئی دوسری چیز سمجھتے ہیں، اگر کرتے بھی ہیں تو وہ بھی بہت سطحی۔ کتابیں دیکھ کر اور تقریریں سن کر اندازہ لگتا ہے کہ زمانے کی آب و ہوا قبول کرنے کے لیے انہوں نے اب تک اپنے دماغ و احساس کی کھڑکیاں بند کی ہوئی ہیں الا ماشاء اللہ۔ فکر و مزاج میں اگر اعتدال نہ ہو تو اصلاح و تزکیہ کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی دعوت و تبلیغ کے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ آج کا قاری اور سامع اس طرح کی کتابوں اور تقریروں سے کیوں کر مستفید ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب اس طرح کے مقررین کی صف بساط سمٹتی جا رہی ہے۔ اب وہی مقررین و خطبا محاذ پر آ رہے ہیں جو دین و دنیا دونوں کو صحیح ڈھنگ سے سمجھ رہے ہیں اور اسی کے مطابق عوام الناس کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

تقریر و خطابت پر اتنی طویل گفتگو کے پس منظر میں آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ میں نے جس کتاب کو ''سخن فہمی'' کے لیے منتخب کیا ہے وہ کس پائے کی ہے اور اس کا مصنف یعنی خطیب کس مرتبے کا ہے۔ مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی سے اردو دنیا میں کون ہے، جو ناواقف ہے۔ ایشیا سے لے کر یورپ اور مشرق سے لے کر مغرب تک ان کی تقریر و خطابت کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ لوگ شہرت کی تلاش میں دوڑ دوڑ کر تھک چکے ہیں مگر علامہ قمر الزماں اعظمی ان لوگوں میں سے ہیں کہ شہرت انہیں تلاش کرتی ہے۔ ان کی تقریر کا اظہاریہ اگرچہ خواص کے لیے ہوتا ہے مگر ان سے عوام بھی اتنا ہی استفادہ کرتے ہیں۔ اگر یہ کلی طور پر استفادہ نہ کر سکتے ہوں تو دوسری بات ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ وہ مولانا موصوف کی تقریر کی جاذبیت اور اس کی پیغامیت سے اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ سطورِ بالا میں راقم نے جن اوصاف کی نشان دہی کی ہے علامہ موصوف کی تقریروں میں وہ بدرجہ اتم موجود ہیں۔ وہ اسلام کے پیغام کو سامعین کے قلوب کے نہاں خانوں میں اس طرح اتار دیتے ہیں جو

دوسرے خطبا میں کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ بلا مبالغہ علامہ موصوف کی علمی، فکری اور معلوماتی سطح اکثر وبیشتر دوسرے مقررین وخطبا سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ یہی وجہ ہے علما وخواص بھی ان کی تقریروں کو بڑے شوق اور دلچسپی سے سماعت کرتے ہیں اور جب ان کی مجلس سے اٹھتے ہیں تو ان کے پاس معلومات بھی ہوتی ہے اور ملت اسلامیہ کے لیے کچھ کر گزرنے کا جذبہ بھی، جیسے علامہ اعظمی چپکے سے اس کے دل کو جذباتِ دینیہ سے کچھ اس طرح سے باندھ دیتے ہیں کہ انہیں پتہ ہی نہیں چلتا۔ یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے کہ مولانا موصوف اس وقت اسلام کی ایک طاقت ورترین اور مضبوط ترین آواز ہیں۔ ان کے فکر انگیز خطبات کا مجموعہ ''خطباتِ مفکر اسلام'' جلد اوّل سُنّی دعوتِ اسلامی کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔ موصوف کے یہ تمام خطبات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں کل ۱۷ خطبات ہیں بعض مفصل ہیں تو بعض مجمل لیکن بڑے فکر انگیز اور دینی جذبات کی کیفیتوں سے لبریز ہیں۔ تقریر کرنے والے تقریر کر کے چلے جاتے ہیں لیکن ان کی موثریت فضا میں تحلیل ہو جاتی ہے مگر ان خطبات کی خصوصیت یہ ہے کہ سامع اگر حساس ہو تو اس کی تاثیریت اس کے دل کی گہرائیوں میں اُترتی چلی جاتی ہے۔ خطبات کی بھیڑ میں ''خطبات مفکر اسلام'' بلاشبہ اپنی ایک الگ شناخت رکھتے ہیں ان کا دینی، علمی، مذہبی اور فکری پہلو بھی بہت بلند ہے۔ لفظی بندشیں اگرچہ خواص کے لیے ہیں مگر ان میں معنویت کی اتنی مٹھاس ہے جو عام سامعین کے حلق میں محسوس ہوتی ہے۔

اب ذرا ان خطبات کے عنوانات ملاحظہ کرتے چلیں۔ اسلام کا عقیدۂ توحید، عظمت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)، دعوتِ اسلام کی اہمیت، اسلام اور عصر حاضر، تعارفِ قرآن، نظام مصطفیٰ، اسلام کا معاشرتی نظام، مسلمانوں کا علمی ومعاشی نظام، اسلام اور گلوبلائزیشن، مقاصد سُنّی دعوتِ اسلامی، اسلام کا فلسفۂ عبادت، اسلام اور نوجوان۔ ان موضوعات پر علامہ موصوف نے بڑے پرفکر اور پر معنی خطاب فرمائے ہیں۔ کتاب کے جس صفحے کو بھی الٹ کر دیکھیے باذوق قاری کے لیے مشکل ہے کہ وہ اسے پڑھے بغیر آگے بڑھ سکے۔ خیال رہے کہ یہ کوئی

مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ خطبات کا مجموعہ ہے لہٰذا اس میں خطابت کا ہی رنگ ڈھنگ ملے گا۔ ظاہر ہے خطابت اور تحریر میں بڑا نمایاں فرق ہوتا ہے اُس کی اور اِس کی حدیں ایک دوسرے سے بہت دور دور رہتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان خطبات میں مکررات در آئے ہیں مگر اس کے باوجود ان کا کمال یہ ہے کہ رسیلے، شربتی اور شیرہ ٹپکتے ہوئے خطبات میں سامع اور قاری کو کہیں سے بوریت محسوس نہیں ہوتی۔ علامہ موصوف نے شہد کی مکھی بن کر نہ جانے کتنے پھولوں کو چوسا ہے اور کن کن کلیوں کا عرق کشید کیا ہے اور ان کو اپنے خطبات کے ظروف میں انڈیل کر سامعین وقارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

جگہ جگہ کلام اقبال کا حوالہ دیکھ کر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ علامہ اقبال کا رنگ ان پر زیادہ نمایاں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مولانا موصوف کا تعارف کروانا ان کی توہین ہے وہ خود ایک مکمل اور جامع تعارف ہیں اور مکمل و جامع حوالہ۔ وہ خود تحریر نہیں لکھتے مگر بلا مبالغہ ان کی ایک ایک تقریر بیسیوں کتابوں پر بھاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی زبان و بیان کو قوت عطا کرے کہ گلشن خطابت کو ایسی نہروں سے سیرابی کی ضرورت کل سے بھی زیادہ ہے اور ابھی مدتوں باقی رہے گی۔ یہ کتاب صرف تقریر و خطابت کے شائقین کے لیے ہی نہیں بلکہ عام قارئین کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔ جا بجا معلومات کے خزینے دفن ہیں اور افکار کے لعل و گوہر خطابت کے پیرہن میں ٹکے ہوئے ہیں۔ اتنی قیمتی کتاب کے مطالعے سے اپنی معلومات کو روشن کیجیے اور تازہ افکار سے اپنے ذہن و دماغ کو فرحت بخشیے۔ ان شاء اللہ یہ کتاب ہر حساس دل ہر آن تازہ دم رکھے گی۔ اس کتاب کا دوسرا حصہ مکتبہ طیبہ حیدر آباد سے عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے۔ پاکستان سے بھی علامہ موصوف کے خطبات کا ایک مجموعہ اشاعت سے ہم کنار ہو چکا ہے۔ ان کے ہزاروں خطبات ہیں۔ ضرورت ہے کہ انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کیا جائے اور با ذوق قارئین تک پہنچایا جائے۔

☆......☆......☆

مفکرِ اسلام کی شاعری
''خیابانِ مدحت''

''خیابانِ مدحت'' پر ایک نظر

ڈاکٹر سید حسن مثنیٰ انور علیگ،
شہزادۂ حضور محدثِ اعظم علیہ الرحمہ، لکھنؤ

آج ایک شعری مجموعہ ''خیابانِ مدحت'' میرے سامنے ہے جو حمد و نعت اور منقبت پر مشتمل ہے اور جس کے تخلیق کار مولانا محمد قمر الزماں قمرؔ اعظمی ہیں۔ مولانا قمر الزماں کے نام اور کام سے گذشتہ چند سالوں سے خوب واقف ہوں۔ البتہ قمرؔ اعظمی سے پہلی بار متعارف ہو رہا ہوں۔ بہر حال اہلِ سُنّت و جماعت کے علما و مشائخ کی محفلوں میں مولانا کا ذکرِ خیر ہوتا رہتا ہے۔ راقم الحروف کی نظر میں وہ ایک جامع شخصیت کے آئینہ دار ہیں۔ ان کی علمی اور عملی سرگرمیوں کا ایک وسیع دائرہ ہے۔ وہ اہلِ سُنّت کے معتبر عالم، زبان و بیان پر قابو رکھنے والے خطیب، عالمی سطح پر عصرِ حاضر کی آگہی کے ساتھ اسلامیات کا درس دینے والے معلّم اور بھولے بھٹکے لوگوں کو راہِ راست پر لانے والے قائد و راہ نما بھی ہیں۔ انھوں نے ان فرائض کو ادا کرنے کے لیے ورلڈ اسلامک مشن کے معتمد خصوصی کا منصب قبول کیا اور اسی پلیٹ فارم سے انھوں نے ہندوستان سے انگلستان ہی نہیں بلکہ یورپ، کینیڈا، امریکہ اور جنوبی افریقہ کے مختلف مقامات پر پہنچ کر دین وسنّیت کی ترویج و اشاعت کی۔ ان کا ایک علمی اور عملی کارنامہ رونا ہی، ضلع فیض آباد (یوپی) کا وہ دار العلوم بھی ہے، جس کے لیے وہ جہاں بھی گئے اشتراک و تعاون کی صدا بلند کرتے رہے اور یہ انھی کی مساعیِ جمیلہ کا ثمرہ ہے کہ آج وہی دار العلوم ایک زمینی حقیقت بن کر ملک و بیرونِ ملک کے طلبا کو اپنی آغوشِ تربیت میں لیے ہوئے ہے۔

ایسے غیر معمولی نصابِ زندگی رکھنے والے کو شعر و سخن کی جانب متوجہ و ملتفت ہونا اسی جامع شخصیت کا ایک امتیازی پہلو ہے جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ اس موقع پر ایک واقعہ یاد آ رہا ہے جس کا ذکر شاید بے محل نہ ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا احمد یار خاں صاحب (جو بعد

میں مفسّر، محدث، مفتی، مفکّر، مؤرخ، مناظر، شاعر وادیب اور صاحبِ تصانیفِ کثیرہ ہوئے) اپنے استاد حضرت صدرالافاضل مرادآبادی کے حکم پر اپنا تر وتازہ علم لے کر شیخ الحدیث کی حیثیت سے جامعہ اشرفیہ، کچھوچھہ شریف پہنچے تو وہ ملاقات کے لیے میرے دادا جان حضرت مولانا حکیم سید نذر اشرف فاضلؔ علیہ الرحمۃ (المتوفی ۲۱ر نومبر ۱۹۳۹ء) کے پاس آئے جو اس وقت کثرتِ مطالعہ اور چیچک کی بیماری کے سبب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے۔ مولانا نے پہلے اپنا تعارف کرایا اور کچھوچھہ شریف آنے کی غرض وغایت بتائی۔ سب کچھ سننے کے بعد حکیم صاحب قبلہ نے پوچھا: ''مولانا آپ کو شعر وسخن سے بھی دل چسپی ہے۔''

مولانا نے نفی میں جواب دیا تو حکیم صاحب قبلہ برملا بول پڑے کہ ''آپ نصف عالم ہیں۔''

حکیم صاحب قبلہ کی یہ بات مولانا احمد یار خاں صاحب کے دل میں بیٹھ گئی۔ چنانچہ بعد میں انھوں نے حکیم صاحب ہی سے عروض کا فن سیکھا۔ زبان وبیان کی نوک پلک درست کرنے کا طریقہ معلوم کیا۔ سالکؔ تخلص رکھا اور دیوانِ سالکؔ کے تخلیق کار بن گئے۔

اس واقعہ سے اتنا تو پتہ چل ہی گیا کہ اگر کوئی عالم ہزار علم وفضل رکھے لیکن شعر وسخن سے تہی دست ہو تو اس کی جامع شخصیت کا وجود ممکن ہی نہیں ہے۔ اب یہ سمجھنا شاید غلط نہ ہوگا کہ ''خیابانِ مدحت'' حکیم صاحب قبلہ کے قول کی روشنی میں جامع شخصیت کے تکملہ کا نشانِ جلی ہے۔ اس مختصر تمہیدی گفتگو کے بعد خیابانِ مدحت پہ توجہ کیجیے جس کی ابتدا حمدِ الٰہی سے ہوتی ہے۔ مولانا قمرؔ اعظمی نے اہلِ سُنّت وجماعت کے بنیادی عقیدۂ توحید کی بنیاد پر خدائے تعالیٰ کی الٰہیت والوہیت، اس کی ربوبیت وحاکمیت اور اس کی قدرت وخلّاقیت کو شعری رنگ دے کر ایسی زمین منتخب کی ہے جس کی ردیف کی اُچھال ہی شوق کو بیدار کر دیتی ہے۔ چند اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں ؎

مصروفِ ثنا ہیں شام وسحر سبحان اللہ سبحان اللہ
آیاتِ خدا ہیں بحر و بر سبحان اللہ سبحان اللہ
ہر شے میں ترا جلوہ پنہاں کونین تری عظمت کا نشاں
افلاک ہیں قدرت کے مظہر سبحان اللہ سبحان اللہ

ہر حمد تجھی کو شایاں ہے تُو مالک و قادر و رحماں ہے
ہے تیرا کرم ہر اک شے پر سبحان اللہ سبحان اللہ
خلّاق جمالِ امکان ہے ہر ذرّہ حسن بداماں ہے
ہر قطرۂ شبنم مثلِ گہر سبحان اللہ سبحان اللہ

اسی طرح مولانا قمر اعظمی اپنے علم و فضل کی بدولت نعتیہ شاعری کی پُر خطر راہ سے بخیر و عافیت گزر گئے ورنہ اس راہ پر چلنے والے اکثر شعرا کو گرتے پڑتے اور سنبھلتے دیکھا ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ نعتیہ شاعری کا اصل مرکز ومحور حضور آئینۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف ہے، جو فکر و نظر اور زبان و بیان دونوں لحاظ سے شعرا کو پابند و مقیّد کرتی ہے۔

یہاں بقول حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''شاعر اپنے کلام سے محبوب کے حسن و جمال کو نہیں سنوارتا بلکہ محبوب کے جمالِ کردار اور حسنِ سیرت سے اپنے کلام میں نکھار پیدا کرتا ہے۔ اسی لحاظ سے کتاب و سنّت اور تاریخ و سیر کا غائر مطالعہ نعتیہ شاعری کے لیے لازمی اور ناگزیر ہے تاکہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو کوئی خدا سمجھے اور نہ ہی خدا سے جُدا خیال کرے۔ شیخ سعدی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حاصلِ گفتگو یہ ہے کہ خدائے ذوالجلال کے محبوب، جمیل و جلیل کی ذات والا صفات سے والہانہ تعلقِ خاطر رکھنے کے باوجود ہوش و حواس کو قابو میں رکھنا نعت نگاری کی شرطِ اوّل ہے۔

با خدا دیوانہ باش با محمد ہوشیار

اقبال نے تو کہہ کر نعت نگاروں کو مزید چونکا دیا کہ۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

یہ پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ مولانا قمر الزماں اعظمی اہلِ سُنّت و جماعت کے ایک معتبر عالم، قائد اور مبلّغ ہیں۔ ان کے عقیدۂ توحید کی طرح ان کا نظریۂ رسالت و نبوت بھی ان کے کلام سے نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

محمد باعثِ تخلیقِ عالم وہ نقشِ اولین کلکِ قدرت
بشر پیکر مگر نورِ مجسم نبوت اور رسالت کے وہ خاتم
جبینِ عشق کے تابندہ گوہر سنواری جس نے زلفِ آدمیت
بساطِ زیست کے شہکارِ اعظم نکھارا جس نے روئے ابنِ آدم
وقارِ آدمیت جس کے دم سے نگارِ بزم خلاقِ دو عالم

اظہارِ تشکر کے ساتھ مولانا قمر اعظمی کا حسنِ طلب بھی دیکھیے:

کرم فرما دیا آقا نے ورنہ کہاں ان کا درِ اقدس کہاں ہم
عطا ہو قومِ مسلم کو دوبارہ محبت، شوکتِ دیں، جذبِ باہم

مولانا قمر اعظمی کی نعتیہ شاعری میں فکر و جذبہ کی شمولیت کے ساتھ تغزل کا رنگ بھی چمکتا ہے اور تخلص کے استعمال میں مومن خان کا انداز بھی۔

برس لے کھل کے مِری چشمِ تر مدینے میں
بنیں گے اشکِ ندامت گہر مدینے میں
جمالِ کون و مکاں جن کا دل لبھا نہ سکے
ملیں گے ایسے بھی آشفتہ سر مدینے میں
ہماری آبلہ پائی قریب منزل ہے
کہ ختم ہوگا جنوں کا سفر مدینے میں
زمیں طیبہ ہے رشک فضاے کاہکشاں
طواف کرتے ہیں شمس و قمر مدینے میں

علاوہ ازیں خیابانِ مدحت میں سرورِ کائنات ﷺ کے خُلقِ عظیم، صبر و شکر، عفو و درگزر، وسعتِ علم، شفقت و رحمت، سخاوت و ایثار، عزم و استقلال، قوت و شجاعت، صدق و صفا، عفت و حیا، عدل و انصاف، ذوقِ عبادت، شفاعتِ کبریٰ اور مرتبۂ قربِ خاص کا صراحت کے ساتھ ذکر ملتا ہے۔ جو مولانا قمر اعظمی کے عالمانہ، شاعرانہ اور قائدانہ تینوں اندازِ فکر کے ساتھ ان کی حبیب ربّ العالمین سے کامل وابستگی، محبت و عقیدت، عاجزی و فروتنی، وارفتگی و

سپردگی کا غماز ہے۔

محسن کاکوروی کا حسنِ تکلّم، امام احمد رضا بریلوی کا عاشقانہ وقلندرانہ ترسیلِ جذبات، حالی کی حزنیہ لَے، اقبال کی تمازتِ فکر اور عشقِ رسول کا جوش وخروش سب کچھ نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے۔

ایک سرسری مطالعے کے بعد چند منتخب اشعار درجِ ذیل ہیں:

وہاں پر خواب گاہِ ناز سرکارِ دوعالم ہے
جہاں پر طائر سدرہ نشیں اب تک پر افشاں ہے
وہاں پر زندگی ہے بندگی ہے کیف و مستی ہے
یہاں پر دل پشیماں، چشمِ گریاں آہِ سوزاں ہے
کرم اے رحمت اللعالمیں کہ آپ کے در پر
غریب و بیکس و نادار یہ قمرالزماں خاں ہے

☆☆☆☆

خدائے پاک کی تخلیقِ اوّلیں ہیں آپ
مگر جہاں کو نوازا لباسِ آدم میں

☆☆☆☆

ملا رفعتوں کو عروج نو وہ جہاں جہاں سے گزر گئے
ابھی تھے حرم میں وہ جلوہ گر، ابھی کہکشاں سے گزر گئے
وہ بڑھے تو رک گئیں ساعتیں وہ بڑھے تو جھک گیا آسماں
ابھی سر بسجدہ تھے قدس میں تو ابھی جناں سے گزر گئے
نہ نظر کو تابِ نظارہ تھی نہ بصیرتوں کا گزر وہاں
وہ شعور و عقل و خیال و وہم وظن وگماں سے گزر گئے

☆☆☆☆

نہ کسی وطن کا وقار ہوں نہ کسی چمن کا میں پھول ہوں
میری عظمتوں کو سلام دو کہ مَیں اِک غلامِ رسول ہوں
میں شفائے روحِ سقیم ہوں میں علاجِ قلبِ علیل ہوں
میں غبارِ راہِ حبیب ہوں میں دیارِ قدس کی دھول ہوں



حضور شاہِ مدینہ جو اشک بار آئے
وہ اپنے دوش سے بارِ گنہ اُتار آئے
حضور آپ کے در سے جو اشک بار چلے
سند نجات کی لے کر گناہ گار چلے
خزاں رسیدہ گلستانِ عصر پر آقا
حیاتِ نو کے لیے بادِ کوئے یار چلے
سروں پہ خاکِ مدینہ دِلوں میں عشقِ رسول
متاعِ کون و مکاں لے کے خاکسار چلے



محمد سیدِ کونین صدر بزم امکانی
نگارِ انجمن شہکار کل تخلیق ربانی
حرا کی خلوتوں سے اِک نظامِ زندگی لائے
رہے گی تا قیامت اس کلامِ حق کی تابانی
نصابِ زندگی ہر دور کے انسان کی خاطر
عیاں ہوتے رہیں گے حشر تک اسرارِ قرآنی



اے دل سنبھل کہ سامنے شہرِ رسول ہے
ہر ہر قدم پہ رحمت رب کا نزول ہے
دشمن ہیں اپنے ہاتھ میں پتھر لیے ہوئے
لیکن نبی کے ہاتھ میں رحمت کا پھول ہے

☆☆☆☆

اے سرورِ ہر دوسرا اے تاجدارِ بحر و بر
تیرے کرم کے منتظر حور و ملک، جن و بشر
سرمایہ داری اشتراکیت ہو یا جمہوریت
اُتری نہ کوئی آج تک اسلام کے معیار پر

☆☆☆

مسلمانانِ عالم پر سبھی مسدود ہیں راہیں
نظر آجائے منزل ان کو ایسی روشنی دے دیں
ہمارے اپنے طرزِ زندگی پر کفر خنداں ہے
میرے ہادی، مسلماں کو شعورِ زندگی دے دیں

☆☆☆

عروجِ عرشِ علیٰ پہ جو جگمگا رہا ہے، میرا نبی ہے
حِرا کی خلوت میں سب کی قسمت بنا رہا ہے، میرا نبی ہے
وہ محسنِ کائنات انساں حیات ایمان و جانِ ایقاں
وہ نورِ رب جو جہاں کی ظلمت مٹا رہا ہے، میرا نبی ہے

☆☆☆

طائرِ فکر مِرا جب بھی غزل خواں ہوگا
نام سرکار میری نظم کا عنواں ہوگا

☆☆☆

حضور آپ نے بخشا ہمیں شعورِ حیات
وگرنہ ہم بھری دنیا میں بے نشاں ہوتے
بھٹکتے رہتے کہیں ہم گماں کے صحرا میں
یقین ہم کو نہ ملتا تو ہم کہاں ہوتے

☆☆☆

نہ لاتے تاب نظر جن و انس حور و ملک
کبھی جو شکلِ حقیقی میں وہ عیاں ہوتے
تمہارے ملک میں ہوتا جو مصطفیٰ کا نظام
تو ہم زمین کی حرمت کے پاسباں ہوتے

☆☆☆

آپ ہیں فخرِ دو جہاں آپ ہیں روحِ کائنات
آپ کی ذاتِ پاک ہے باعثِ خلقِ کائنات
ان کی ادا نماز ہے ان کا ہر اِک قدم ہے دیں
ذکرِ نبی خدا کا ذکر، قولِ نبی خدا کی بات
شہرِ رسولِ پاک میں بارشِ نور ہر طرف
روضۂ پاک بالیقیں مرکزِ تجلیات
ان کا خیالِ پاک ہے فکر و نظر کی زندگی
ذکر ہے روح کی غذا یاد ہے قلب کی حیات

☆☆☆

یہ میری آبلہ پائی یہ رہ گزر تنہا
سہارا دے گی مجھے آپ کی نظر تنہا
تمہاری یاد نہ ہوتی تو مَیں کہاں جاتا

مَیں کیسے کرتا بھلا زندگی بسر تنہا
تمہارے در سے نہ ملتی یقین کی دولت
گماں کے دشت میں پھرتا میں بے خبر تنہا
تمہارے نقشِ کفِ پا کا عکس دل پہ لیے
ہجومِ کاہکشاں میں رہا قمؔر تنہا



''خیابانِ مدحت'' میں حضرت سیدنا امام عالی مقام، حضرت غوثِ اعظم اور حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہم اجمعین کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت جاذبِ قلب ونظر ہے اور مولانا قمؔر اعظمی کا اپنے ممدوح سے شیریں دیوانگی کا اظہار بھی ہے۔

اس شعری مجموعے میں ''استغاثہ'' کے عنوان سے جو کلام ہے وہ نعت ہے۔ عصرِ حاضر کے مسلمانوں پر ظلم وتعدّی اور عالمی سطح پر قتل وغارت گری کے ننگے ناچ کی پوری عکاسی بھی ہے۔ اور آخر میں یہ کہہ کر ؎

کاش اُمت کی قیادت کریں اب ایسے لوگ
آستینوں میں ہوں جن کے یدِ بیضا پنہاں

شاعر نے دل کی بھڑاس بھی نکالی ہے اور موجودہ عالمی مسلم قیادت پر طنزِ ملیح بھی کیا ہے۔ یہ ہے مولانا قمر اعظمی کی وہ قائدانہ پکار جو نظامِ دوراں کی تبدیلی کی منتظر ہے۔

مجموعی طور پر ''خیابانِ مدحت'' ایک ایسا شعری مجموعہ ہے جو سوز وساز ودرد وداغ وجستجو وآرزو کی ایک تابندہ مثال ہے۔ اُمید ہے کہ دینی اور ادبی حلقوں میں اس کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

سب سے آخر میں اپنی اس خواہش کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ ''خیابانِ مدحت'' کا دوسرا ایڈیشن ترتیب وتہذیب وتزئین، پروف ریڈنگ اور سائز کے لحاظ سے خوب سے خوب تر ہے۔ وما توفیق الا باللہ العلی العظیم۔



میدانِ قمؔر میں حباؔبی کا قلمی سفر

شاعرِ اسلام حضرت علامہ مولانا شعبان علی حباؔبی، ممبئی

فاتح برطانیہ، فنا فی الفکر والتحقیق حضرت علامہ قمرالزماں خان اعظمی مدظلہ العالی میرے دیرینہ ہم نوالہ وہم پیالہ دوستوں میں سے ہیں۔ انتہائی شگفتہ رو، خوش اخلاق وخوش مزاج متبحر عالمِ دین اور سچے مبلغِ اسلام ہیں۔

باللہ العظیم مَیں مولانا موصوف کو صرف اور صرف سخن فہم اب تک سمجھتا رہا۔ مگر مولانا کا مجموعۂ کلام ہاتھ لگنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ ایک بہترین اور پُر مغز سخن سنج ونعت گو شاعرِ عظیم بھی ہیں۔ مجموعۂ کلام بنام ''خیابانِ مدحت'' پڑھتا جاتا تھا اور یہ واقعہ واضح سے واضح تر ہوتا جاتا تھا کہ جب عروسِ لامکاں صاحبِ معراج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہاں خانۂ دنیٰ فتدلّٰی سے واپس آئے اور حضرت کعب ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ عالی وقار میں ایک قصیدہ پیش کیا جس میں انھوں نے معراج شریف کے بعض نہایت اہم مقامات اور واقعات کا مضمون ومفہوم قصیدے میں نظم کیا تھا۔ قصیدہ سُن کر صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ کیا یہ مضامین جو کعب نے نظم کیے، صحیح ودرست ہیں؟ اور اگر یہ صحیح ہیں تو کعب کو ان کا علم کیونکر ہوا؟ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جواباً ارشاد فرمایا ''الشعراء تلامیذ الرحمن'' یعنی (سلیم الطبع) شعرا اللہ تعالیٰ کے (اس کی ذات وشان کے لائق) شاگرد ہوتے ہیں۔

گو کہ اصنافِ سخن میں صنفِ نعت گوئی جہاں نہایت پاکیزہ اور نازک ومعصوم ترین صنف ہے اور اس کا کہنے والا قدّوسیوں میں شمار ہونے لگتا ہے، وہیں بے حد مشکل اور جاں گسل بھی ہے۔ محتاطین حضرات کا قول ہے کہ نعت کہنا تلوار پر چلنے سے بھی زیادہ مشکل ہے اس لیے کہ شاعر اگر غلو اور بے احتیاطی میں پھنسا تو توحید کی حدوں تک پہنچ جائے گا اور عبد ومعبود کے فرق کو مٹاتا ہوا نظر آئے گا، جو صریحاً کفر ہے۔...... اور اگر ممدوح انبیا علیہ التحیۃ والثنا

کو منصبِ رسالت اور منزلِ عظمت سے نیچے لے جانے کی کوشش کرے گا تو زندگی بھر کے اعمال بیکار اور اکارت جائیں گے۔

مولانا موصوف الحمدللہ اس میدان میں باہوش ومحتاط، حلیم الطبع وسلیم الفکر نعت گو شاعروں کی صف میں نظر آرہے ہیں۔ تعقید لفظی ومعنوی دونوں سے بچتے ہوئے نہایت سہل اور سادگی کے ساتھ اپنے مافی الضمیر کو شعر کی شکل میں پیش کرنے کا ملکہ تامہ حاصل ہے۔ آورد کا تو نام ونشان نہیں، ہر جگہ آمد ہی آمد نظر آتی ہے۔

برجستگی، سلاست، روانی، فصاحت وبلاغت کا دور دورہ ہے۔ پیچیدہ سے پیچیدہ اور سخت سے سخت مضامین کو اس خوش اسلوبی سے شعر کے پیکر میں ڈھالتے ہیں کہ وہ مضامین انھیں کے ہو کے رہ جاتے ہیں۔ چند اشعار بطور استشہار ملاحظہ ہوں ؎

ذہن ایجاد میں اوصاف ترے لامحدود
علم خلّاق دو عالم میں وہ محدود بھی ہیں

وہاں پر خواب گاہِ ناز سرکارِ دوعالم ہے
جہاں پر طائر سدرہ نشیں اب تک پر افشاں ہے

چلے تھے سوئے نبی قتل کے ارادے سے
قتیل عشق ہوئے خود ہی دارِ ارقم میں

نہیں کوئی ایسا حساب ہے کہ جو اس سفر کا نصاب ہو
وہ ملائکہ کی عبادتوں کے ہر آستاں سے گزر گئے

سہارا دے گی رحمت آپ کی خود اپنے مجرم کو
گناہوں کے تصور سے جہاں دل ڈوبتا ہوگا

حساب اور وہ یوم الحساب حق ہے مگر
مرا حساب ترے فضل بے حساب میں ہے

ایسے نازک ترین لمحات میں جبکہ بنام اسلام عظمتِ توحید کے پردے میں توہینِ رسالت کی گمراہ کن اور ایمان کش تحریکات دشمنانِ اسلام کی کوکھ سے جنم لے رہی ہوں، عظمت وتوقیرِ رسالت کا مقدس پیغام عوام الناس تک پہنانا ایک عظیم فرضِ کفایہ کی ادائیگی کا درجہ رکھتا ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ ''خیابانِ مدحت'' علامہ قمؔر اعظمی صاحب کی پاکیزہ حمد اور نعتوں، منقبتوں کا حسین گل دستہ ہے۔ جو موصوف کے حسنِ عقیدت اور بارگاہِ رسالت سے ان کی سچی اُلفت ومحبت کا آئینہ دار ہے۔ جس میں مولانا نے ممدوحِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محامد ومحاسن ایسے پاکیزہ اور اچھوتے انداز میں پیش کیے ہیں کہ روح جھوم جھوم اُٹھتی ہے اور بڑی سادگی سے یوں کہتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں ؎

میرے آقا مرے مولا مرے سرکار ہیں آپ
قاسمِ نعمت رب احمد مختار ہیں آپ
حشر کے دن میں حضور اُمت عاصی کے لیے
رب کے دربار میں بخشش کے طلب گار ہیں آپ
مجھ سا عاصی بھلا محرومِ شفاعت کیوں ہو
قاسمِ مغفرت ایزد غفار ہیں آپ

نعتِ سرورِ کائنات میں تصوف کا رنگ اپنے بزرگ متقدمین شعرا میں تو اکثر وبیش تر نظر آتا ہے مگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد کے شعرا میں یہ رنگ یک لخت پھیکا پڑ گیا مگر پھر بھی آفتاب ڈوب جانے کے بعد شفق کی سرخی تو بہر حال باقی رہتی ہے۔ انھیں سرخیوں میں مولانا کے بھی کچھ اشعار رنگین نظر آتے ہیں اور اپنے بزرگوں کے تصوف کی یاد تازہ کرا دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ کریں ؎

پابجولاں مجھے لے جائیں وہ مقتل کی طرف
اور وہ جانِ تمنا بھی تماشائی ہو

بزیرِ خنجر تسلیم تیرے دیوانے
بہت سکون سے سر رکھ کے باوقار چلے

مشامِ جان قمر منتظر ہے برسوں سے
کبھی کہیں سے تو اک بار بوئے یار آئے

دیوان گانِ عشق کو وہ رفعتیں ملیں
بس ایک پل میں ارض و سما سے گزر گئے

اگر کوئی غم رسیدہ کبھی کسی غم گسار کے ذریعے غموں سے چھٹکارا پا جاتا ہے، تو زندگی بھر اسی غم گسار کی طرف اپنے ہجومِ غم میں رستگاری کے لیے اُمید لگائے رکھتا ہے۔ مولانا نے اس مضمون کو اپنے ایک شعر میں بطور نعتِ رسول یوں عکس بندی فرمائی ہے ؎

برقِ تپاں کی زد پہ نشیمن ہے پھر میرا
پھر التجا کریں گے اسی مہربان سے ہم

یہ ناممکن تھا کہ مولانا سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مدحت وثنا کریں اور سرکار کے اہلِ بیت کرام میں سے کسی کا ذکر نہ کریں۔ چنانچہ تاجدارِ نینوا سید الشہدا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بہترین منقبت لکھی، جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

بوقتِ سجدہ جو پشتِ رسول پر بیٹھے
اسی طوالتِ سجدہ کے رازداں ہیں حسین

یا رسول اللہ اُنظر حالنا یا حبیب اللہ اسمع قالنا

مولائے کائنات، مالکِ شش جہات حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہِ ناز میں بطور استغاثہ کون صاحبِ دل وفادارِ رسول ہے جو اس عربی شعر کو نہ پڑھتا ہو؟ مقررین اپنی تقریروں میں، خطبا اپنے خطبات میں، ائمہ اپنی دعاؤں میں اس شعر کو ضرور پڑھتے ہیں اور خاص طور سے آفات وبلیات، دشمن کے ظلم وتشدد اور اغیار کے نارواسلوک کے

وقت تو دفعتاً یہی شعر زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ مولانا نے اس شعر پر جو بند باندھے ہیں، وہ صرف پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک ایک بند سے مولانا کی زبوں حالی، کس مپرسی اور بے کسی و بے بسی کو جس نرالے اور پُر اثر انداز میں غم گسارِ کائنات مختارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حضور نظم کی شکل میں پیش کیا ہے، یہ انھیں کا حق ہے۔ چند بند آپ بھی ملاحظہ کرلیں۔

ہر طرف پھیلے ہوئے اعدائے دیں — دشمنانِ دینِ ربّ العلمیں
کربلا ہے آج کل روئے زمیں — الغیاث یا رحمۃ للعلمیں

یا رسول اللہ انظر حالنا

آگ ہے بارود ہے اور شہر ہے — زندگی ہے زخم ہے اور زہر ہے
قریۂ جاں میں ہے رقصِ ابلیس کا — بے خود و سرشار سارا دہر ہے

یا رسول اللہ اُنظر حالنا

فلسطیں بوسنیا شیشان ہے — مقتلِ اسلام اور ایمان ہے
توپ، بلڈوزر کی اور صاروخ کی — زد پہ ہر اک صاحبِ ایمان ہے

یا رسول اللہ اُنظر حالنا

المدد محبوب ربِّ العلمیں — المدد اے سرورِ دنیا و دیں
الکرم اے سرِّ وحدت کے امیں — اک نظر اے عرشِ اعظم کے مکیں

یا رسول اللہ اُنظر حالنا

شعر گوئی میں مولانا اپنے قدیم شعرا کے مقلد نظر آتے ہیں۔ سعدؔی کا شعر۔

کریما بہ بخشائے بر حال ما — کہ ہستم اسیر کمند ہوا

مولانا کا شعر۔

ہمارے اپنے طرزِ زندگی پر کفر خنداں ہے
مرے ہادی مسلماں کو شعورِ زندگی دے دیں

مولانا کی یہ جرأتِ رندانہ ہے کہ کہیں کہیں تو وارفتگی کے عالم میں مفتیوں کا خوف بھی دل سے نکال کر شعر کہہ ڈالتے ہیں۔ اس میدان میں شاید ہی انھیں کوئی اپنا ساتھی ملے۔ فرماتے ہیں ؂

جبینِ شوق لذّت یاب کیف بندگی ہوگی
وہیں سجدے ادا ہوں گے جہاں پہ نقشِ پا ہوگا

مولائے کریم جل جلالہ اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں کے صدقے میں مولانا موصوف کے پاکیزہ کلام کو مقبول خلائق فرمائے اور موصوف کو دنیا و آخرت میں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆......☆......☆

علامہ قمر الزماں اعظمی: خوش فکر شاعر اور بالغ نظر مفکر

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد،
چیف ایڈیٹر ''رضا بک ریویو'' پٹنہ

علامہ قمر الزماں اعظمی جماعتِ اہلِ سُنّت کے مقتدر عالم دین، سنجیدہ مزاج خطیب، عالمی سطح کے بالغ نظر مفکر، مسلکِ اعلیٰ حضرت کے پُر جوش و باہوش داعی، خوش فکر شاعر، امن پسند اور صلح جو شخصیت کے حامل پُرکشش انسان ہیں۔ انہوں نے عالمی سطح پر اپنی جو شناخت بنائی ہے وہ بہت کم لوگوں کے حصے میں آئی ہے۔ بلاشبہ علامہ اپنی خوبیوں میں ممتاز ہیں اور حق یہ ہے کہ اُن کے فن میں ان کا کوئی مماثل نہیں ہے۔

ہماری جماعت میں خطیبوں کی کمی نہیں، ہر شہر، بلکہ ہر جگہ ''ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں'' کا سماں ہے۔ القابات کے بے جا استعمال کی بھی ہوڑ مچی ہے جن میں علامہ، مفتی، صوفی، خطیب الہند، خطیب الایشیا، شہنشاہِ خطابت، پیرِ طریقت، غزالیِ دوراں، غازیِ ملّت، غازیِ وقت، مفکرِ اسلام، معمارِ قوم وغیرہ القابات خصوصیت سے مشقِ ستم بن رہے ہیں اور ایسے افراد پر چسپاں کیے جا رہے ہیں کہ خود اِن الفاظ کو بھی حیرت ہے۔ ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

مگر لفظ ''خطیب'' اور ''مفکرِ اسلام'' اپنے معنوی اقدار کے ساتھ جس ذات پر پورے طور پر منطبق ہے وہ یقیناً علامہ قمر الزماں اعظمی کی شخصیت ہے، جس پر اُن کی عملی زندگی کا ایک ایک لمحہ شاہد ہے۔

علامہ قمر الزماں اعظمی ہماری جماعت کے وہ تنہا خطیب ہیں جنہیں جماعت کی نمائندگی کے لیے فخر کے ساتھ کسی بھی محفل میں کھڑا کیا جاتا رہا ہے اور جو اعتماد کے ساتھ کسی بھی موضوع پر بولنے بلکہ حق ادا کردینے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، جنہوں نے نہ صرف

برصغیر ہند و پاک بلکہ پوری دنیا میں اپنی خطابت سے دلوں کے خشک صحرا میں محبت رسول ﷺ کے گلستاں آباد کیے، جن کے سنجیدہ لب و لہجے نے سماعتِ حق کے لیے دلوں کے بند دروازے کھول دیئے، جو اسلام کے تابندہ و درخشندہ ماضی سے تابناک مستقبل کی تعمیر کے منصوبہ ساز بھی ہیں معمار بھی، جنہیں ہمارے اکابر محبت سے سنتے ہیں اور اصاغر جنہیں دیکھنے اور سننے کے لیے ''آہٹ پہ کان، در پہ نظر، دل میں اشتیاق'' کا مجسمہ نظر آتے ہیں۔ جن کی تقریروں نے بے زبانوں کو زبان بخشی ہے، اور جو کتنے گمناموں کی شہرت کا وسیلہ بن گئے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ جن کی خلوت و جلوت کا اسلامی پہلو دیکھ کر سرکارِ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان نے اپنی دستارِ خلافت عطا فرمائی ہے۔

یہ شاید بہت کم لوگوں کے علم میں ہو کہ علامہ قمر الزماں اعظمی جہاں دیدہ ور مفکر ہیں وہیں ایک قادر الکلام شاعر بھی۔ اور یہ قابلِ ذکر بات ہے کہ خطابت کی طرح ان کی شاعری بھی بڑی پُر اثر اور کاٹ دار ہے۔

میرے سامنے اُن کا مجموعۂ کلام ''خیابانِ مدحت'' ہے جو ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت، منقبت اور استغاثہ پر مشتمل ۶۷ رکلام شامل ہے اور اس میں عشق کی خوشبو، عقیدت کی چاشنی، جذبے کا بہاؤ، درِ رسول پہ حاضری کی تڑپ، فراق و ہجر کی داستان، شفاعت کی طلب، اپنے پاکیزہ عقیدے کا اظہار، اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی پہ دکھ کا احساس، اُن کی طرف نظرِ کرم کا استغاثہ اور وہ سب کچھ ہے جو ایک عاشقِ صادق، محبوب کا دامنِ اُمید تھامے ہوئے مچل مچل کے کہہ سکتا ہے۔ اپنے ان پاکیزہ جذبات کے اظہار کے لیے انہوں نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں کا وسیلہ لیا ہے اور جس شگفتہ لب و لہجے اور شیریں و شستہ انداز میں اپنے افکار کی تجسیم کی ہے اس سے اُن کی قادر الکلامی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ یقین نہ ہو تو ذیل کے اشعار دیکھیں:

ذہن ایجاد میں اوصاف ترے لامحدود
علم خلّاقِ دوعالم میں وہ محدود بھی ہیں

چشم محرومِ تماشا ہے مگر دل میں ہیں آپ
محفلِ زیست میں غائب بھی ہیں موجود بھی ہیں

خانۂ دل میں ہیں مہمان رسولِ اکرم
غیر محرم کوئی آجائے بھلا ناممکن
غبارِ خاکِ مدینہ ترے نثار کہ لوگ
غبار دل لیے پہنچے تھے بے غبار آئے
میں آستاں پہ پڑا ہوں کہ ایک مجرم ہوں
فرشتہ در پہ ترے اتنا باریاب کہاں
خواہشات دہر کی اب کوئی گنجائش نہیں
قلب میں روشن ہے قندیل خیالِ مصطفےٰ
جسم ہے میرا ہند میں پھر بھی حضورِ شہ میں ہوں
کتنی عظیم حاضری کتنے حسین تخیلات
گناہ کا احساس کہہ رہا تھا نہیں ہے تو اُنکے در کے قابل
مگر کہا قلبِ منفعل نے تمہاری امید چشم تر ہے
تمہارے در سے تعلق کا استعارہ ہے
وہ اشک جو گل مژگاں پہ مثل شبنم ہے
مدرسہ گماں کو بخش دیں علم کبریا
دیکھیے وہ مشاہدہ توڑ دے جو توہمات

میں بس ایک جرم شعار ہوں وہ شفیع روز شمار ہیں
وہ رؤف ہیں وہ رحیم ہیں مجھے حق نہیں کہ ملول ہوں
میں سراپا عجز و نیاز ہوں وہ سراپا نازش دوجہاں
وہ ہیں عرش پاک کی تمکنت میں زمیں کا نقش ذلیل ہوں

ہے زندگانی اسیرِ خیال وہم گماں
حیات تازہ ترے دین لاجواب میں ہے
حساب اور وہ یوم الحساب حق ہے مگر
مرا حساب ترے فضل بے حساب میں ہے
ترے خیال کے مطلع سے صبح پھوٹے گی
زہے کہ یاد تری زیست کے نصاب میں ہے

چھوٹی بحر میں نعت کہنا اور اس شان کے ساتھ کہ وہ شاعر کی قادر الکلامی کا مظہر بن جائے، خال خال ہی نظر آتا ہے۔ علامہ قمر الزماں اعظمی کی اس نوعیت کی نعتیں یقیناً ان کے قدرتِ کلام کا مظہر ہیں۔ وہ اس راہ سے جس سلامت روی کے ساتھ گزرے ہیں وہ ان ہی کا حصہ ہے۔ آپ بھی اس سے لطف اندوز ہوں

زینتِ عرشِ معلیٰ آپ ہیں
مقصدِ تخلیقِ دنیا آپ ہیں
عقل عالم آپ کے قدموں کی دھول
سارے داناؤں کے دانا آپ ہیں
روحِ عالم جانِ جاناں آپ ہیں
شاہ کارِ بزم امکاں آپ ہیں

انبیا تھے خوبیوں میں بے مثال   خاتم اوصافِ خوباں آپ ہیں
آپ ہیں وحیِ الٰہی کے امیں   اور مجسم روحِ قرآں آپ ہیں
ریب کے صحرا میں سرگرداں ہیں لوگ   ان سے کہہ دو جانِ ایقاں آپ ہیں

عالمِ لاہوت کی پہلی کرن   اوّلیں صبحِ سعادت ہیں حضور
یوں تو سارے انبیا معصوم ہیں   درحقیقت جانِ عصمت ہیں حضور
عروۂ وثقیٰ شریعت آپ کی   حاملِ ختمِ نبوت ہیں حضور

اور آخر میں اسی انداز میں ایک بند اُن کی اس نعت کا بھی دیکھیں جسے انہوں نے جرمن کے عظیم شاعر ''گوئٹے'' کی جرمنی نعت ''نغمۂ محمد'' سے متاثر ہو کر لکھا ہے، لکھتے ہیں:

اُٹھایا فرشِ زمیں سے سب کو   ملایا عرشِ بریں سے سب کو
کھلایا صحرا میں لالہ و گل   حسین غنچے، مہکتے سنبل
محبتوں کے کھلائے گلشن   بھرا عقیدت سے سب کا دامن
لرز اُٹھا قصرِ ظلم و وحشت   مٹائی فرعونیوں کی نخوت
غریب کے گھر کو روشنی دی   یتیم عقلوں کو آگہی دی

یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان کی تمام خدمات کا مرکزی موضوع مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج و تشہیر ہے یعنی انہوں نے اُن افکار کی تبلیغ و توسیع کو اپنا مشن بنا رکھا ہے جو سوادِ اعظم کا موقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس موقف سے بغاوت کرنے والوں پر انہوں نے امام احمد رضا کے اسلوبِ نعت کی پیروی کرتے ہوئے نفیس انداز میں تنقیدیں بھی کی ہیں لیکن ان کی تنقید کا انداز بالکل اس جراح کی مانند ہے جو نشتر لگاتا ہے مگر اصلاحِ مفاسد کی نیت سے، ذیل میں ملاحظہ کریں ان کے وہ اشعار ۔

اُن کی توہین اور اُمید شفاعت توبہ   بے وفاؤں کو ملے دادِ وفا ناممکن
ایک شیطاں ہی نہیں گھات میں ہر مسلم کے   کتنے ابلیس صفت لوگ جو مردود بھی ہیں

جو شخص سرورِ عالم کو غیب داں نہ کہے
شمار اس کا ہے امیؔ میں اور ابکم میں

تلاشِ نقص کی جرأت انہیں کے ملک میں رہ کر
کھلا کفرانِ نعمت ہی نہیں واضح بغاوت ہے

اُن کی شاعری کا ایک پہلو تبلیغ وابلاغِ حق ہے۔ مفکرِ اسلام ہونے کی حیثیت سے اگر انہوں نے خطبات کے ذریعے اپنا فریضۂ دینی ادا کیا ہے، تو شاعری کو بھی انہوں نے اپنے پاکیزہ وپُر درد افکار کی ترسیل کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس منزل میں آکر ان کی شاعری سراپا درد و استغاثہ بن جاتی ہے اور وہ قومِ مسلم کی زبوں حالی کے ترجمان بن کر رسولِ امن واماں کی بارگاہ میں **یارسول اللہ انظر حالنا** کا وظیفہ پڑھتے ہوئے فریاد کرنے لگتے ہیں۔

نرغۂ اعدا میں ملت آپ کی
ہر طرف چھائی ہے اس پر بے کسی

دشمنانِ دیں ہیں زور آور بہت
اور بہت کمزور تیرے اُمتی

یارسول اللّٰہ انظر حالنا

یاحبیب اللّٰہ اسمع قالنا

آگ ہے بارود ہے اور شہر ہے
زندگی ہے زخم ہے اور زہر ہے

قریہ جاں میں ہے رقصِ ابلیس کا
بے وخود سرشار سارا دہر ہے

یارسول اللّٰہ انظر حالنا

یاحبیب اللّٰہ اسمع قالنا

نعت کے مرکزی موضوع کے بعد سب سے زیادہ جو فکر ان کی شاعری کا حصہ بنی ہے وہ ''اسلام اور قومِ مسلم'' ہے۔ تقریبا ہر ایک نعت کے بعد شاعر کو بوسنیا کا خونی منظر، فضائے عراق پر گرتے ہوئے آگ کے شعلے، چے چنیا کے چیختے ہوئے ملبے، افغانستان کا ٹوٹتا بکھرتا سکون اور فلسطینی سڑکوں پہ جوان بچے، بوڑھے اور عورتوں کی تڑپتی ہوئی لاشیں یاد آجاتی ہیں اور پھر زندگی سے بھرپور اُن کی شاعری یک لخت سہم اُٹھتی ہے، لہجے کا بانکپن ختم ہوجاتا ہے اور وہ قومِ مسلم کے درد وآزار کو نعت کا حصہ بنانے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ ملاحظہ کریں ذیل کے اشعار میں ''استغاثہ'' کے عنوان سے کہی گئی نظم کے چند اشعار، جس سے شاعر کا زخمی احساس

پورے طور پر مترشح ہے۔

اُف فلسطین کے بچوں کی کراہیں آقا
درد میں ڈوبے ہوئے بوسۂ شیشاں

بلد قدس کے بچوں کے جنازہ کا ہجوم
وہ کفن پوش جواں اور وہ ماؤں کی فغاں

رقصِ ابلیس مسلمانوں کی لاشوں کے قریب
قہقہے کفر کے توہین متاعِ ارماں

ارضِ بغداد پہ بمبار جہازوں کا ہجوم
برق کی زد پہ شیراز و زمینِ تہراں

وہ جو فطرت کے تقاضوں کے محافظ تھے کبھی
جس طرف دیکھیے ہیں خاک وخوں میں غلطاں

پھر نہ فاتح کوئی غزنی سے نہ کابل سے اُٹھے
اس لیے توڑ دو بازوے غیور افغاں

یہ تو آغاز ہے انجام کسے ہے معلوم
دامنِ ظلم میں ہے کیسی قیامت پنہاں

رحم فرمائیں کہ سرکار خبر رکھتے ہیں
آپ پر اُمتِ مظلوم کی حالت ہے عیاں

ہم گنہگار کہاں بابِ اجابت کے قریب
ہم خطا کوش ہیں ملفوف ردائے عصیاں

وہ نظر باعثِ تبدیلی قبلہ جو ہوئی
پھر اُٹھا دیں کہ بدل جائے نظامِ دوراں

۴۱/ اشعار کی یہ نظم اسی قومی کرب پر مشتمل ہے جس کے حرف حرف سے ایک مفکر کا اندرونی کرب مترشح ہے۔ اس نوعیت کے متعدد اشعار ''خیابانِ مدحت'' کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں جو قارئین کے دامنِ ضبط کو اشکوں سے بھگو دیتے ہیں۔

علامہ کی شاعری محض جذبات کے ترسیل کی شاعری نہیں ہے۔ انہوں نے جذبات کے بکھرے ٹکڑوں کو جس خوب صورتی سے لفظوں کے پیکر میں سمیٹا ہے، اس سے ان کی جدتِ فکر، ندرتِ اظہار اور لفظوں پہ گرفت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ وہ گھسے پٹے مرکب الفاظ اور پرانی تراکیب پر قانع نہیں ہوتے بلکہ دولفظی اور سہ لفظی نئی نئی ترکیبیں وضع کرتے ہیں اور خوب کرتے ہیں۔ ذیل میں ان کی استعمال کردہ اردو اور ہندی تراکیب ملاحظہ کریں، جس نے واقعۃً اردو کے ذخیرۂ الفاظ کو معتبر کیا ہے:

دولفظی تراکیب:

جبینِ عشق، بساطِ زیست، زلفِ آدمیت، وقارِ آدمیت، شہرِ مغفرت، قریۂ جاں، قبلۂ

عاشقاں، منزلِ عارفاں، مہبطِ قدسیاں، حسنِ سیارگاں، آفتابِ حرا، بہشتِ آرزو، شاخِ ایمن، لباسِ عزت، متاعِ درد، چشمِ کرم، چہرۂ ہستی، وفورِ درد، غبارِ دل، متاعِ اشک، آشنائے لطف، صحرائے معاصی، شکوۂ خسروی، نصابِ زندگی، ظلمتِ اوہام، حاصلِ حیات، جبرِ مسلسل، مزرعِ دل، افتخارِ آدمیت، شانِ خلقت، جانِ خلقت، سفینۂ زندگی، دشتِ گماں، جانِ ممکنات، چشمۂ نور، دنیائے احتیاج...... وغیرہ۔

سہ لفظی تراکیب :

غلبۂ قانونِ مغرب، جمالِ کون ومکاں، رشکِ فضائے کاہکشاں، کعبۂ اہلِ دل، نازِ خلدِ بریں، مرکزِ اہلِ دیں، عینِ لطف وکرم، چشمِ محروم تماشا، صبح سعید ایماں، روکشِ تختِ سلیماں، خوفِ برقِ تپاں، شفائے روحِ سقیم، علاجِ قلبِ علیل، غبارِ راہِ حبیب، امینِ عشقِ رسول، امینِ دینِ رسول، غازۂ خاکِ قدم، گدائے کوچۂ سرکار، غبارِ خاکِ مدینہ، صدرِ بزمِ امکانی، غبارِ راہِ اقدس، غازہ روئے تمدن، شعورِ احسنِ تقویم، امینِ عشقِ رسالت، شعارِ راہِ ہدیٰ، سرورِ اہلِ صفا، مہبطِ انوارِ وحدت، شہکارِ تخلیقِ الٰہ، شہکارِ بزم امکاں، نیرِ برجِ نبوت، نازشِ صدق وامانت، نائبِ خالقِ دوعالم، ابرِ بارندۂ مشیت، امینِ اُلفتِ سرکار، صریرِ خامۂ مشیت، شاہدِ دنیٰ فتدلیٰ، آئینۂ صفاتِ الٰہی، سرِّ وحدتِ پنہاں، قندیلِ خیالِ مصطفےٰ، گوہرِ اشکِ ندامت، خزاں دیدہ چمن، ورطۂ بحرِ ہلاکت، متاعِ دردِ دل، حاجت روائے دہر، مطلعِ انوارلم یزل، خسروے بزم قدسیاں، توہینِ متاعِ ارمان، آئینۂ جذبِ ایماں، ملفوف ردائے عصیاں، مجسم روحِ قرآں...... وغیرہ۔

چہار لفظی تراکیب:

نگارِ بزمِ خلاقِ دوعالم، اسیرِ موجِ یم بے کنار، اسیرِ خیال وہم وگماں، امینِ دولتِ سلطانِ دوجہاں، سوارِ منکب سیاحِ لامکاں، شہکارِ ملکِ خالقِ یکتا، مسند نشینِ عرشِ معلیٰ، جلوہ گاہِ جمالِ حبیب، نثارِ کفِ پائے مصطفےٰ، قتیلِ حسن شہکارِ ازل، جرأتِ اظہارِ دردوغم، نعت شہ کون ومکاں...... وغیرہ۔

ہندی تراکیب :

خیال کا مطلع، مژگاں کی شبنم، غفلتوں کا صحرا، دیارِ قدس کی دھول، زمیں کا نقش ذہول، حیاتِ نو کا سفیر......وغیرہ۔

اس فہرست سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ قمر الزماں اعظمی نے لفظوں کو جوڑ جوڑ کے نئی نئی تراکیب کی کتنی عمدہ کاشت کی ہے اور انہیں اس کاشت کاری پہ کتنا عبور حاصل ہے۔ خدائے تعالیٰ ان کا یہ سفرِ سعادت اثر ہمیشہ جاری رکھے اور وہ یوں ہی خود اپنے لفظوں میں ؂

جسم ہے میرا ہند میں پھر بھی حضور شہ میں ہوں
کتنی عظیم حاضری کتنے حسیں تخیلات

کے مزے لیتے رہیں۔

☆......☆......☆

علامہ قمرالزماں اعظمی کی نعت گوئی

محمد حسین مُشاہد رضوی، مالیگاؤں

مفکرِ اسلام علامہ قمرالزماں خاں اعظمی دام ظلہ العالی دنیاے اسلام کے فعال اور متحرک مبلغ و داعی ہیں۔ جنھیں اپنے کردار و عمل، علم و یقین، تدبر و تفکر، تقویٰ و طہارت، سادگی و متانت، تواضع و انکساری، بصیرت و بصارت، حسنِ گفتار اور دل کش و دل آویز طرزِ خطابت کے سبب پوری دنیا میں ہر دل عزیز اور مقبول و محبوب ہستیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کی علمی، تبلیغی، اصلاحی خدمات اور ادبی قدر و منزلت سے انکار ممکن نہیں۔ موصوف نے برطانیہ کی سرزمین پر اسلامی تعلیمات کو جس مستحکم انداز میں روشناس کرانے کی سعیِ بلیغ فرمائی ہے اور جس خوب صورتی سے تبلیغِ دین کا کام انجام دے رہے ہیں وہ ہر اعتبار سے لائقِ ستائش اور قابلِ تقلید ہے۔

علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کا تعلق ہندوستان کے تاریخی شہر اعظم گڑھ سے ہے؛ جو علمی و ادبی اعتبار سے بڑا زرخیز ہے یہاں کی مٹی میں یہ خصوصیات رچی بسی ہیں کہ ہر زمانے میں اس دھرتی میں دین و ملت کی قابلِ احترام شخصیات نے جنم لیا ہے۔ علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب قبلہ ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ خالص پور میں ۲۳ / مارچ ۱۹۴۶ء کو پیدا ہوئے۔ والدین نے مکمل اسلامی طرز پر تربیت کا فریضہ خیر انجام دیا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں حاصل کی۔ جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کی فیض بخش آغوشِ تربیت میں رہ کر علومِ دینیہ کی تکمیل کی۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی علیہ الرحمہ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اور فیضانِ عزیزی و نوری کے زیرِ سایہ آپ نے اپنا رہوارِ فکر تبلیغِ دین، تزکیۂ نفس اور طہارتِ قلبی کی طرف موڑا۔ اپنے مواعظِ حسنہ اور ملفوظاتِ عظیمہ کے ذریعے پوری دنیا میں آپ بے پناہ مقبول ہیں۔ علامہ قمرالزماں اعظمی

صاحب کی ذات گونا گوں خصوصیات کا عطر مجموعہ ہے۔آپ صاحبِ قلم بھی ہیں اور شعلہ بیان مقرر بھی۔ مفکر و مدبر بھی اور بافیض معلم وادیب بھی۔ ساتھ ہی ساتھ بلند پایہ شاعر بھی......

آپ کی شاعری کا مجموعہ ''خیابانِ مدحت'' کے نام سے مکتبۂ طیبہ، سنی دعوتِ اسلامی ممبئی کے زیرِ اہتمام ۲۰۰۷ء میں طبع ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکا ہے۔اس مجموعۂ کلام میں حمد ومناجات، نعت وسلام اور مناقب ومنظومات شامل ہیں۔۱۰۴ رصفحات پر مشتمل یہ مجموعۂ کلام علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کی وارداتِ قلبی کا اظہار یہ ہے۔اس میں شامل کلام میں شعر کی تینوں خصوصیات سادگی، اصلیت اور جوش بہ درجۂ اتم موجود ہیں۔ جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ شاعرِ محترم کی فکر ونظر میں وسعت اور بانکپن ہے، اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار و بیان کے لیے اپنی شاعری کو محض عقیدت ومحبت کا آئینہ دار نہیں بنایا ہے بل کہ آپ کے کلام میں شعری وفنی محاسن کی تہہ داریت ہے جو کہ بڑی پُرکشش اور دل آویز ہے۔آپ کے شعروں میں داخلیت کا حسن اور خارجیت کا پھیلاو دونوں موجود ہے۔لفظیات میں تنوع اور بلا کی گہرائی وگیرائی ہے، آپ کا سلیقۂ بیان عمدہ اور دل نشین ہے جو قاری کو اپنی گرفت میں لیتا ہوا نظر آتا ہے۔ عقیدت ومحبت کے ساتھ شعریت اور فنی محاسن کی سطح پر بھی آپ کے کلام میں ایک سچی اور باکمال شاعری کی جو خوب صورت پرچھائیاں ابھرتی ہیں وہ متاثر کن اور بصیرت نواز ہیں۔ ''خیابانِ مدحت'' سے چند اشعار نشانِ خاطر فرمائیں۔

میں اڑ کے آؤں طوافِ حرم ناز کروں
بہ نامِ اذن ملیں مجھ کو بال و پر آقا

تمہارے حسن کی خیرات مل گئی ورنہ
وجودِ ذرّہ کہاں اور آفتاب کہاں

قدم رنجہ جو فرمائیں تو گلشن میں بہار آئے
اگائے ہیں شجر امید کے مژگاں کی شبنم سے

تمہارے در سے نہ ملتی یقین کی دولت
گماں کے دشت میں پھرتا میں بے خبر تنہا
عروجِ آدمیت جن کی تعلیمات کا حاصل
ہے وجہِ افتخارِ دائمی اس در کی دربانی

یہ ایک مسلمہ صداقت ہے کہ عشقِ رسول ﷺ ایمان کی شرطِ اولین بل کہ جانِ ایمان ہے؛ اور نعت گوئی اسی عشق کا اظہار یہ ہے اور یہ اظہار یہ جتنا زیادہ پُر خلوص اور والہیت سے پُر ہوگا اتنا ہی اثر پذیر اور متاثر کن ہوگا۔ لیکن یہ بھی شرط ہے کہ نعت گوئی میں عشق رسول ﷺ کے اظہار و ابلاغ کے لیے صداقت وسچائی اور حزم و احتیاط کا دامن ہاتھوں سے نہ چھوٹنے دیا جائے۔ من گھڑت اور موضوع روایتوں، بے باکانہ اندازِ بیان، غیر محتاط رویوں اور خیالات کی بے راہ روی کا اس میں ذرا بھی دخل ہوگیا تو یہ شاعر کے لیے باعثِ نقصان ہے۔ ''خیابانِ مدحت'' کے مطالعے کے بعد یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کے یہاں نعت گوئی کی جملہ شرطیں بہ درجۂ احسن پائی جاتی ہیں، آپ نے جو کہا ہے، وہی آپ کا روز وشب ہے۔ آپ نے شاعرانہ حسن کے لیے لفظ و بیان کے جادو نہیں جگائے ہیں بل کہ ان کا حال اور قال دونوں یک ساں ہے۔ آپ کی شاعرانہ ریاضتیں اور فنی مشقتیں سلامِ عقیدت پیش کرنے کی متقاضی ہیں۔ ''خیابانِ مدحت'' کی شاعری دماغ کی شاعری نہیں بل کہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی صدائے محبت معلوم ہوتی ہے جو دلوں میں سوز وساز، روح میں کیف وسرور اور فکر میں بالیدگی وتازگی پیدا کرتی ہے۔ شاعرانہ لطافتوں اور فنی دل آویزیوں سے آراستہ ومزین ''خیابانِ مدحت'' کے یہ اشعار دیکھیں ؎

چشمِ محرومِ تماشا ہے مگر دل میں ہیں آپ
محفلِ زیست میں غائب بھی ہیں موجود بھی ہیں
وہ بلا جہت تھا معاینہ بلا کیف وکم تھا مشاہدہ
وہ تعینات سے بھی پرے ہر اک امتحاں سے گذر گئے

بخشا ہے تیرے درد نے اک کیفِ سروری
لذت کشید کرتے ہیں سوزِ نہاں سے ہم
جو پتھروں کو شعور بخشے جو سنگ ریزوں کو نور بخشے
جو تپتے صحراوں کو بھی گلشن بنا رہا ہے مرا نبی ہے

علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کا دل ہر لحہ امتِ مسلمہ کی رو بہ زوال عظمتوں اور رفعتوں پر تڑپتا رہتا ہے۔آپ کا یہ والہانہ سوزِ دروں اور دردِ جگر خطبات و مواعظ سے تو جھلکتا ہی ہے ساتھ ہی آپ کے اشعار کی زیریں رَو میں بھی آپ کا یہ احساس پنہاں نظر آتا ہے۔ آپ کی نعتوں میں عصری حسیت نمایاں ہے جو اپنے جلو میں کچھ ایسے تجربات اور حقائق لیے ہوئے ہے جن سے صرفِ نظر کرنا بیدار مغز ناقدین کے لیے ممکن نہیں۔ انقلابِ امت اور اصلاحِ معاشرہ کی سچی تڑپ اور لگن سے مملو آپ کا کلام براہِ راست درِ دل پر دستک دیتا ہے۔ آپ نے امتِ مسلمہ کی ناگفتہ بہ صورتِ حال پر گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنا دردِ دل بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا ہے۔استغاثہ وفریاد میں جو کربیہ آہنگ ہے وہ ہمیں بھی ایک عجیب کسک سے ہم کنار کرتا ہے۔علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب نے ایسے موقع پر بھی زبان وبیان میں شگفتگی اور نغمگی پیدا کردی ہے جو لائقِ تحسین وآفرین ہے ؎

ہے تار تار قبائے شرافتِ انساں
کرم کہ آج مصیبت میں ابنِ آدم ہے
وہ نینوا کی زمیں ہو کہ ساحتِ اقصیٰ
امیدوارِ کرم از رسولِ اکرم ہے
ہمارے اپنے طرزِ زندگی پر کفر خنداں ہے
مرے ہادی مسلماں کو شعورِ زندگی دیدیں
مسلماں منتشر ہے متحد ہے کفر کی دنیا
شہا مسلم کو ربط و اتحادِ باہمی دیدیں

کاش! امت کی قیادت کریں اب ایسے لوگ
آستینوں میں ہوں جن کے یدِ بیضا پنہاں
وہ نظر باعثِ تبدیلیِ قبلہ جو ہوئی
پھر اٹھادیں کہ بدل جائے نظامِ دوراں

علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کی شاعری کا ایک توصیفی پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے مشکل زمینوں، قافیوں اور ردیفوں کو شاعرانہ مہارت اور ادیبانہ چابک دستی کے ساتھ نبھایا ہے۔ صنائع و بدائع، تشبیہات و استعارات، محاورات وضرب الامثال، پیکرات اور تراکیب کے گل بوٹے کھلائے ہیں۔ آپ کے اسلوبیاتی اور لسانی حسن میں عربیت اور فارسیت کا گہرا رچاو چار چاند لگادیتا ہے، مشکل ردیفوں میں لکھی گئی چند نعتوں کے مطلعے خاطر نشین ہوں ؂

آپ حامد بھی ہیں حماد بھی محمود بھی ہیں
آپ شاہد بھی شہادت بھی ہیں مشہود بھی ہیں

حضور آپ کے در سے جو اشک بار چلے
سند نجات کی لے کر گناہ گار چلے

تمہارا عالمِ ایجاد میں جواب کہاں
یہ مہر و ماہ کہاں حسنِ لاجواب کہاں

ہر ایک بزم میں بے مثل و لاجواب ہوا
جو بارگاہِ رسالت سے فیض یاب ہوا

یہ میری آبلہ پائی یہ رہِ گذر تنہا
سہارا دے گی مجھے آپ کی نظر تنہا

میرے افکار ہوں محرومِ ضیا ناممکن
وہ سکھائیں نہ مجھے طرزِ ادا ناممکن

بلیغ اور وسیع مفہوم کے اظہار میں ترکیبیں اہم رول ادا کرتی ہیں۔ علامہ

قمرالزماں اعظمی صاحب کی لفظیات میں تراکیب اور اضافتوں کا جو نگار خانہ رقصاں ہے، وہ آپ کی شاعری کو محض عقیدت و محبت کے اظہار کا وسیلہ نہیں بل کہ ایک ستھری اور شفاف لب و لہجے کی حامل اور زبان و بیان کے نئے اور اچھوتے برتاو کا اشاریہ بھی بناتی ہے۔ ''خیابانِ مدحت'' میں نت نئی اور عمدہ تراکیب کی جو فصلِ بہاری لہلہا رہی ہے اگر اس کا تجزیاتی محاکمہ کیا جائے تو صفحات کے صفحات پُر کیے جا سکے ہیں۔ یہاں چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہوئے ''خیابانِ مدحت'' کے براہِ راست مطالعہ کی دعوت دی جاتی ہے

جبینِ عشق کے تابندہ گوہر
بساطِ زیست کے شہ کارِ اعظم
وہ نقشِ اولینِ کلکِ قدرت
نبوت اور رسالت کے وہ خاتم
غبارِ راہِ اقدس غازۂ روے تمدن ہے
غسالہ جن کے قدموں کا ہے آبِ روے انسانی
آپ کی جلوہ گری صبحِ سعیدِ انساں
آپ شہ کارِ خدا مطلعِ انوار ہیں آپ
صادق الوعد الامیں ہے ان کی ذات
نازشِ صدق و امانت ہیں حضور
صد کہکشاں غبارِ خرامِ رسول ہیں
سیاحِ لامکاں تو تنہا حضور ہیں
خسروے بزمِ قدسیاں نازش و فخرِ محرماں
آپ کی ذاتِ پاک ہے محرمِ رازِ کائنات
عالمِ قدس کے مکیں بزمِ وفا کے نازنیں
مفتخرِ زمانہ ہے آپ کی ذاتِ پُر صفات

علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کوخراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ان کے عقیدت مندوں میں شامل ہوکر آپ کی نعت گوئی پر یہ چند سطریں لکھ کر میں دلی مسرت محسوس کر رہا ہوں۔ دعا ہے کہ رب عزوجل رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل آپ کے سایۂ علمی کوتادیر سلامت رکھے (آمین بجاہِ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت علامہ کی مساعیِ جمیلہ اور خدماتِ جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے رضا اکیڈمی، ممبئ نے جو مستحسن قدم اٹھایا ہے وہ قابلِ ستائش ہے۔ علامہ صاحب کی بارگاہ میں اعزازِ محبت پیش کرنے پر ارکانِ رضا اکیڈمی، ممبئ کی خدمت میں بہ صمیمِ قلب ہدیۂ تبریک اور زیادہ دعائیں............

☆......☆......☆

فکرِ اقبالؔ، مفکرِ اسلام اور ''خیابانِ مدحت''

وسیم احمد رضوی،

نوری مشن، مالیگاؤں

ڈاکٹر محمد اقبالؔ اردو کے وہ قد آور شاعر اور مشرق کے عظیم مفکر گزرے ہیں جن پر ہمیشہ ناز کیا جائے گا، انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے نہ صرف اردو ادب کو نیا لب ولہجہ عطا کیا بلکہ انقلابی افکار کی کام یاب تبلیغ بھی کی جس سے ایک زمانہ متاثر ہوا، حرکت وعمل کا جذبہ بے دار ہوا، جس کے اثرات آج بھی رونما ہوتے رہتے ہیں...... اقبالؔ کے بعد اردو کے بہت سے شعرا نے اُن کی فکر سے استفادہ کیا، اُن کے اتباع میں اپنے فن کا مظاہرہ بھی کیا مگر چند ایک ہی اس میں کام یاب ہوئے، بلکہ ماہرینِ ادب کے مطابق اردو کو ابھی تک اقبالؔ کا جانشین میسر نہیں آیا۔

دورِ حاضر میں مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں قمرؔ اعظمی کی شخصیت بہ حیثیت مفکر ومدبر مسلّم ہے۔ بنیادی طور پر آپ ایک کامیاب داعی ومبلغ اور عظیم خطیب ہیں۔ آپ کی دعوتی خدمات کے نقوش پوری دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ خطبات کی گھن گرج نے ایک جہان کو متاثر کیا، وہ دردمند دل رکھتے ہیں اور پختہ سوچ، جس میں قومِ مسلم کی ترقی کی کسک محسوس کی جاسکتی ہے۔ مجسّم تحریک کا کردار ہے آپ کی ذات، مگر جب درد اور عشق یک جا ہوتے ہیں تو احساسات خود بہ خود شعری پیکر میں ڈھل کر وجود میں آتے ہیں اور دلوں میں بس جاتے ہیں۔

علامہ قمرؔ اعظمی کی شاعری کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے قومِ مسلم کو بیدار کرنے کے لیے فکرِ اقبالؔ سے استفادہ کیا، اس میں کام یاب بھی ہوئے۔ میرے محدود مطالعے کی روشنی میں اقبالؔ کے بعد قمرؔ اعظمی وہ واحد شاعر ومفکّر ہیں جن کے پاس تجربات ومشاہدات اور اسفار کے ساتھ تعمیری افکار کا عظیم ذخیرہ ہے، جن میں قوم کی تعمیر و

ترقی کے لیے منضبط لائحۂ عمل بھی ہے۔اور اسی کی روشنی میں انھوں نے اپنے مطالعے کو بنیاد بنا کر اشعار کہے، جن میں حرکت و عمل کا پیغام مستور ہے۔ اس تناظر میں قمرؔ اعظمی کو ''اقبالؔ ثانی'' کہا جا سکتا ہے۔

اقبالؔ کو بنیادی طور پر نظم نگار تسلیم کیا گیا ہے۔ نظم کے ذریعے اقبالؔ نے انقلابی فکر کی اشاعت کی۔ قمرؔ اعظمی نے نعت جیسی نازک و مشکل صنفِ سخن کو وسیلۂ اظہار بنایا ہے۔ دیگر اصنافِ سخن کے مقابل پیرایۂ نعت میں افکار کی ترسیل کافی مشکل امر ہے، جس کا ہر صاحبِ فن کو اعتراف ہے۔ مگر یہاں قمرؔ اعظمی سرخ رو نظر آتے ہیں، نعت نگاری کے سلسلے میں انھوں نے دبستانِ بریلی کے اصول و ضوابط اپنا کر حزم و احتیاط کا دامن تھامے رکھا جس سے ان کی نعتیہ شاعری کو گویا اعتبار کا درجہ مل گیا۔ ان کے کلام میں سوزِ عشق اور جذبۂ دروں کی جلوہ نمائی کے وجوہات میں ایک تو اُن کا عشقِ رسول ﷺ اور دوسرا حضور مفتی اعظم بریلوی سے روحانی فیض و تعلق کہا جا سکتا ہے...... مدحتِ سرکارِ اقدس ﷺ کے ساتھ ساتھ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں قومِ مسلم کی زبوں حالی بھی بیان کرتے ہیں، ان پر توڑے جانے والے مظالم کی داستانیں بھی سناتے ہیں اور اسی کے ساتھ بارگاہِ اعظم ﷺ سے مدد بھی طلب کرتے ہیں اور قوم کو جذبۂ تازہ و پیغام عمل بھی دیتے ہیں۔ روحِ محمد ﷺ سے قوم کو قریب کرنے کی کوشش نمایاں ہوتی ہے۔ ذیل کے اشعار میں فکرِ قمرؔ کا ارتکاز دیکھیں ۔

ہمارے طرزِ زندگی پر کفر خنداں ہے
مِرے ہادی مسلماں کو شعورِ زندگی دے دیں
مسلماں منتشر ہیں، متحد ہے کفر دنیا میں
شہا مسلم کو ربط و اتحادِ باہمی دے دیں
حیاتِ بوذر و سلماں کا صدقہ ہو عطا ہم کو
قناعت، استقامت اور حسنِ سادگی دے دیں

تشخص اُمتِ عاصی کا ہے ہر سمت خطرے میں
عطا ہو غیرتِ دیں اور احساسِ خودی دے دیں

OOOO

کس سے کہوں میں حالِ پریشاں مِرے حضور
ملتا نہیں ہے درد کا درماں مِرے حضور
اُف بے بسی کہ اذنِ فغاں بھی نہیں اسے
مظلوم کس قدر ہے مسلماں مِرے حضور
چھٹ جائے ظلمتِ شب دیجورِ زندگی
دکھلایئے ہمیں رُخِ تاباں مِرے حضور
ڈر ہے کہ چھن نہ جائے کہیں دولتِ یقیں
جز آپ کے ہے کون نگہ باں مِرے حضور
لبنان اور عراق، فلسطین و بوسنہ
مقتل ہیں سب برائے مسلماں مِرے حضور
ابلیس محوِ رقص ہے دنیا میں چار سو
انسانیت ہے چاک گریباں مِرے حضور
ہو جلوہ بار پھر اُفقِ کائنات پر
دینِ خدا کا نیّر تاباں مِرے حضور

ان کے علاوہ "خیابانِ مدحت" کے ص ۸/اور ص ۹۷/ پر خالصتاً استغاثہ مرقوم ہے، جو کہ فکرِ اقبالؔ کا عکاس، قمرؔ اعظمی کے درد وکرب کا آئینہ دار اور ساتھ ہی ان کے زورِ بیاں اور جدتِ طبع کا ضامن بھی ہے۔

اقبالؔ سے قمرؔ کی فکری مماثلت، موضوع، اندازِ بیاں اور لب و لہجے کی ہم آہنگی وہ مشترک عناصر ہیں جو دیگر شعرا سے قمرؔ کو منفرد مقام عطا کرتے ہیں۔ ذیل کے نعتیہ اشعار سے

اسے سمجھا جا سکتا ہے۔

ہماری زندگی کو وقت کا سورج نہ پی جائے
یہ قطرہ زیست کامل جائے شاہا آپ کے یم سے

آپ حامد بھی ہیں، حماد بھی، محمود بھی ہیں
آپ شاہد بھی شہادت بھی ہیں مشہود بھی ہیں
آج ملت ہے براہیم کی پھر مشکل میں
کتنے آتش کدے ہر سمت ہیں نمرود بھی ہیں

وہ شاہِ بوریہ مسند کہ جس کے در پہ جھکتے ہیں
شکوہ خسروی جمشیدی دارائی و سلطانی
عطا ہو پھر درِ اقدس سے شاہا قوم مسلم کو
جلالِ حیدری فقرِ اویسی عشقِ سلمانی

دانش ورانِ وقت سے کہہ دو کہ آج بھی
ضامن جہاں میں امن کا دینِ رسول ہے

سرمایہ داری اشتراکیت ہو یا جمہوریت
اُتری نہ کوئی آج تک اسلام کے معیار پر

ہے اک فریبِ مسلسل جہانِ رنگ و بو
حیاتِ خلد کہاں دہر کا سراب کہاں

قمؔر اعظمی نے موجودہ جدت پسند، مغرب زدہ اور مادیت و اباحیت کے گرویدہ انسانوں کو دینِ فطرت کی طرف دعوت دی ہے، امن وسکوں کے متلاشیوں کو نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی طرف بلایا ہے اور قرآن کی طرف رخِ حیات کو موڑا ہے۔ یہاں ان کا انداز داعیانہ، حکیمانہ، عارفانہ اور مفکرانہ معلوم ہوتا ہے۔

جہاں میں امن کے متلاشیوں سے کہہ دو قمؔر
برائے امن نبی کا نظام لکھا ہے

جو پتھروں کو شعور بخشے جو سنگ ریزوں کو نور بخشے
جو تپتے صحراؤں کو بھی گلشن بنا رہا ہے میرا نبی ہے

جہانِ ظلمت کے رہ نوردو اگر ہو تم روشنی کے طالب
چلو کہ بطحا کی سرزمیں پر حرا کا خورشید جلوہ گر ہے
بلند ہے ان کا نظام ہستی ہر اک تعین ہر ایک حد سے
ہر اک زمیں میں ہر اِک مکاں میں نظام قرآں عظیم تر ہے

نظامِ مشرق و مغرب نظامِ ظلم و وحشت ہے
نظامِ مصطفیٰ ہی امن عالم کی ضمانت ہے
گم گشتگانِ مغرب و مشرق کو دو نوید
قرآں ہے ان کی زیست کا اک دائمی نصاب

محترم قارئین! خیابانِ مدحت جو قمؔر اعظمی کے کلام کا ایک مختصر مجموعہ ہے، میں شعر و ادب اور فکر وفن کا ایک جہان جلوہ بار ہے، جس میں ایک طرف انقلابی فکر کی ترجمانی ہے تو دوسری طرف عشق و محبت کی جلوہ سامانی، اربابِ ادب کو چاہیے کہ فنی وفکری آئینے میں قمؔر کے شعری محاسن کا جائزہ لیں۔ گرچہ یہ پہلو قمؔر کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک ذیلی عنوان قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اس میں بھی بڑا تعمق ہے۔ مَیں نے محض سرسری مطالعے کی بنیاد پر یہ چند سطریں لکھ دیں، ورنہ یہ موضوع صاحبانِ فن اور اربابِ ادب کی توجہات کا منتظر ہے۔

☆......☆......☆

منثور تاثرات

تاثرات

بحرالعلوم جامع علومِ عقلیہ ونقلیہ حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی
شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم، گھوسی، ضلع مئو، یوپی

علامہ قمرالزماں صاحب زیدمجدہم نے کچھ دن تک ''دارالعلوم اشرفیہ'' میں تعلیم حاصل کی، اس وقت بھی آپ کا یہی حال تھا کہ

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

بعد میں وہ ایک بلند پایہ خطیب بن کر منبرِ خطابت پر جلوہ گر ہوئے تو تمام سامعین بلکہ تمام مقررین نے ان کا لوہا مانا۔

وہ نہایت شریف، متواضع اور خلیق عالمِ دین ہیں۔ اوران کی تبلیغی کوششوں کا میدان یورپ اور ہند دونوں ہی ہے۔ وہ سبھی علاقوں میں یکساں محبوب اور مقبول خطیب بلکہ دین کے ایک عظیم داعی مانے جاتے ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ ان کے علم وعمل اور دین وتقویٰ اور تبلیغ وتاثیر میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

مولانا قمرالزماں اعظمی! بلند پایہ مفکر و داعیِ اسلام

علامہ یٰسین اختر مصباحی
دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵

اِخلاصِ نیت، طہارتِ قلب، شرافتِ نفس، سلامتِ طبع، وسعتِ ظرف، سماحتِ اخلاق، عظمتِ کردار، اِصابتِ فکر، حسنِ عمل اور ''خیرِ مجسّم'' کا نام ہے ''مولانا قمرالزماں اعظمی۔'' جن کی مُخلصانہ شخصیت، مفکرانہ صلاحیت، داعیانہ اسلوب اور ساحرانہ قوتِ خطابت کا ایک جہاں معترف ومداح ہی نہیں بلکہ وارفتہ وگرویدہ ہے۔

اساتذہ اور بزرگوں کی بارگاہ میں سراپا اَدب، احباب و معاصرین کے درمیان رونقِ محفل، اپنے چھوٹوں کے حق میں سائبانِ شفقت ورحمت، اور عوام کے ہجوم و اِزدحام میں ہر دل عزیز وپُر وقار عالم وفاضل اور مثالی قائد ورہنما۔

علم کے شناور، بصیرت کے پیکر، دعوت کے رَمز آشنا، خطابت کے اَدا شناس، سوچیں تو نئے آفاق روشن ہوں، بولیں تو لبوں سے پھول جھڑیں، چلیں تو خاشع ومتواضع مردِ مومن کی شانِ عبودیت کے ساتھ، اور بیٹھیں تو قافلے کا قافلہ ان کے گرد وپیش خیمہ زن ہو جائے۔

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے ممتاز وقابلِ فخر فرزند، حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے چہیتے شاگرد، حضور مفتیِ اعظم ہند قدّس سرُّہٗ کے جاں نثار مرید وخلیفہ، اور سوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کے معتمد عالم وبلند پایہ مفکر وقائد اور بے نظیر داعی وخطیب، جن کا وجود اَکابر ومتقدمین کی یادگار اور جن کے نقوشِ قدم اَخلاف ومتأخرین کے لئے سنگِ میل اور فانوسِ ہدایت۔

علم وعمل، فکر وخطابت اور دعوت و ہدایت کا وہ پیکرِ جمیل جس پر ہندوستان کو ناز اور برطانیہ کو فخر ہے۔ جس کی اثر انگیز دعوت اور سحر انگیز خطابت ایشیا ویورپ وامریکہ کے ایک

بڑے حلقے کو مسخّر اور اپنا اسیر بنا لے۔ اور اپنے اِخلاصِ فکر و عمل کی برکتوں سے جسے باریابیِ حرمِ محترم کی وہ سعادت نصیب ہو کہ حاضریِ دربارِ رسالت کی عظیم نعمت کے ساتھ کعبۃُ اللہ کے اندر سجدہ ریزی کی معراج اسے اوجِ کمال تک پہنچا دے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ربِ کائنات اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے صدقے و طفیل میں اہلِ سُنّت کے اس تابندہ ''قمر'' کو مزید تابانی عطا فرماتے ہوئے اسے عمرِ خضر سے نوازے۔ (آمین)

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

رضا اکیڈمی بمبئی قابلِ مبارک باد ہے کہ اس نے اپنے مشاہیر علماے اہلِ سُنّت کے اعترافِ خدمات کی ایک نئی طرح ڈالی ہے اور ''امام احمد رضا ایوارڈ'' کے ذریعے اس کا آغاز کر کے اب ''مفتیِ اعظم ایوارڈ'' کا مبارک سلسلہ شروع کیا ہے۔ جس کے لیے انتخاب ''مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی'' جیسی سعید و صالح اور فکر انگیز و قابلِ رشک شخصیت کا کیا ہے جو ہر جہت اور ہر پہلو سے اس اِعزاز کی صحیح مستحق اور آفاقِ سنیت پر مثلِ قمر درخشندہ و تابندہ ہے ؎

پتلی پھڑک اُٹھی نگہِ انتخاب کی

اللہ تبارک و تعالیٰ سوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت و علما و مشائخِ کرام و رضا اکیڈمی بمبئی و دیگر سُنّی اداروں و تنظیموں پر اپنا فضل فرمائے اور ہم سب کو خدمتِ دینِ متین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ حبیبہٖ سیدِ المرسلین علیہِ الصّلوٰۃ والتسلیم۔

☆......☆......☆

علامہ قمر الزماں اعظمی......ایک تاریخ ساز شخصیت

از: سید محمد حسینی اشرفی مصباحی

چیف ایڈیٹر ماہ نامہ 'سُنّی آواز' و ہفت روزہ 'ایمان کی آواز' ناگ پور، مہاراشٹر

رضا اکیڈمی ابتدا ہی سے فعال و متحرک تنظیم رہی ہے۔ اس نے اہلِ سُنّت و جماعت کی مضبوطی اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی صیانت و حفاظت کے لیے تاریخی و انقلابی اقدامات انجام دیئے ہیں اور آج تک برابر متحرک ہے۔ اس کے تاریخی اقدامات کی طویل فہرست ہے۔ ۱۹۹۱ء میں امام احمد رضا ایوارڈ اور فروری ۱۹۹۸ء حج ہاؤس، پلٹن روڈ، ممبئ میں ملک کے پانچ مقتدر علما کرام کو امام احمد رضا ایوارڈ پیش کر چکی ہے۔ اس کے علاوہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیفات کو اعلیٰ کتابت و طباعت کے ساتھ اشاعت خاص کے طور پر فتاویٰ رضویہ شریف مترجم کی اشاعت بہت بڑا تاریخی اقدام ہے۔ یہ تنظیم ہمیشہ سیاسی، سماجی، دینی پلیٹ فارم پر مسلک کو مستحکم کرنے میں مصروف رہتی ہے۔ اب یہ تنظیم برصغیر و یورپ کی معروف شخصیت مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں خاں صاحب کو آپ کی دینی خدمات و تحفظ و اشاعتِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے اعتراف میں مفتیِ اعظم گولڈ میڈل ایوارڈ سے نوازنے جا رہی ہے۔ یقیناً رضا اکیڈمی کا یہ تاریخی اقدام بڑا انقلابی ہے۔ یقیناً مفکرِ اسلام اس کے مستحق ہیں کہ جماعتی سطح پر آپ کو ایوارڈ کے ذریعے یاد رکھا جائے۔

حضور مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں ناگ پور سے، علاقہ چھتیس گڑھ، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر کے مختلف علاقے، آندھرا و گجرات وغیرہ میں حضرت مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی معیت میں مقتدر علما کرام جیسے حضرت برہانِ ملّت، حضرت مفتی رضوان الرحمٰن صاحب، مفتیِ مالوہ اندور، خطیبِ مشرق علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی، علامہ سید اسرار الحق صاحب سابق ایم پی، حضرت علامہ ارشد القادری، حضرت مفتی شریف الحق

صاحب وغیرہم علیہم الرحمہ پر مشتمل ایک شان دار ٹیم ترتیب دی گئی تھی۔ جس میں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ بانی دارالعلوم امجدیہ ناگ پور اور علامہ قمر الزماں صاحب قادری رضوی بھی ہیں۔ یہ سلسلہ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۳ء تک جاری رہا۔ آخر کے تقریباً آٹھ سال ان دوروں میں مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں خاں صاحب کی شمولیت رہی۔ آپ کے اس ٹیم میں شامل ہونے سے نئی جان، نئی اُمنگ، نیا جوش پیدا ہوا۔ اس وقت مفکرِ اسلام جواں سال، اُن کا پُر جوش، ولولہ انگریز اندازِ خطابت قابلِ دید ہوا کرتا تھا۔ آپ حضور مفتیِ اعظم کے ہمراہ اور دیگر علما کرام کے ساتھ جب قوم سے خطاب فرماتے، قومِ مسلم کے دلوں میں آپ کا بیان انقلاب برپا کر دیتا۔ فرقۂ باطلہ میں ہیبت طاری ہوتی۔ اسی درمیان حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے آپ کو شرفِ بیعت سے مشرّف فرما کر خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ حضرت آپ کے خطاب سے مسرّت کا اظہار فرماتے اور دُعاؤں سے نوازتے۔ مَیں نے حضرت کے ساتھ علما کرام کی ٹیم جس نے تاریخ ساز تبلیغی و دینی کارنامے انجام دیئے ہیں، جس میں علامہ قمر الزماں بھی ہیں۔ ان انقلاب برپا دَوروں کی روداد مرتب کی ہے، جو سیکڑوں صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ روداد میرے ہندی ہفت روزہ اخبار ''ایمان کی آواز'' میں شائع ہو چکی ہے۔ مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں خاں صاحب جماعتِ اہلِ سُنّت میں منفرد و انقلابی و تاریخ ساز شخصیت کے حامل ہیں۔ برصغیر اور یورپ کے طویل و عریض علاقوں میں دینی و مسلکی خدمات کی چھاپ بٹھا چکے ہیں۔ آپ کا اندازِ تبلیغ لائقِ تحسین ہی نہیں، قابلِ تقلید بھی ہے۔ آپ کے خطابات مسلکِ اہلِ سُنّت و جماعت کے لیے متاعِ بیش بہا ہیں۔ آپ اپنے خطابات میں قوم کے لیے ہدایت و رہنمائی کے نئے نئے راستے اختیار کرتے ہیں اور اس میں کامرانی و ارجمندی کے جھنڈے گاڑ دیتے ہیں۔ فنِ خطابت کے ساتھ آپ کی تحریریں بھی نہایت عمدہ اور راسخ ہوا کرتی ہیں۔ آپ انتہائی ذہین فطین، طبّاع، نکتہ رس، محقق ہیں۔ جب اہلِ علم کی مجلس جمتی ہے تو اس میں آپ ایک بہترین جلیس اور شگفتہ مزاج، بذلہ سنج نظر آتے ہیں اور پھر ایسے ایسے جملے ایجاد فرماتے ہیں جو اردو ادب کے نادر نمونے بن سکتے

ہیں۔ مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں خان صاحب علم و عمل، قول و فعل، حکمت و تدبر اور اپنے پاکیزہ و بلند اخلاق و کردار کی وجہ سے علما و مشائخ، اکابر و اصاغر، احباب و معاصرین، اصحابِ فکر و دانش وغیرہ ہر طبقے میں آپ ایک متوازن الفکر عالم دین کی حیثیت سے معروف ہیں۔ یقیناً آپ جیسی ہستیاں دین و مسلک کے لیے سرمایۂ افتخار ہوتی ہیں۔ آپ کی خطابت از اوّل تا آخر علم و حکمت سے پُر ہوتی ہے۔ خطابت کے دوران علمی نکات کو اپنی خداداد قوتِ تفہیم سے اس طرح پانی پانی کر دیتے ہیں کہ بے پڑھے لکھے کم علم عوام تک آپ کی تقریر بے حد مقبول ہوتی ہے۔ مفکرِ اسلام جیسے تاریخ ساز افراد کو ایوارڈ سے نوازنا اور ان کے کارناموں اور خدمات کو محفوظ کرنا یہ بھی تاریخی کارنامہ ہے۔ جس کو اہلِ سُنّت کی عظیم دینی تحریک 'رضا اکیڈمی' نے جاری رکھا ہے۔ مَیں اپنی طرف سے اور جماعتِ اہلِ سُنّت کی طرف سے مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں خاں صاحب اور رضا اکیڈمی کے بانی معمارِ سُنّیت جناب الحاج محمد سعید نوری اور ان کے تمام رفقا کو مبارک باد دیتا ہوں۔

☆......☆......☆

مایۂ نازفرزندِ اسلام: علامہ قمرالزماں اعظمی

از: حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی
صدر شعبۂ افتا، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، یوپی

مفکرِ اسلام حضرت علامہ ومولانا قمرالزماں اعظمی صاحب دام ظلہ العالی عالمی شہرت کے حامل سحرالبیان خطیب، مایۂ ناز عالمِ دین، تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، ادبِ عربی اور منطق و فلسفہ وغیرہ علومِ متداولہ کے جامع، عصری تحقیقات، سیاسیات اور زمانے کے بدلتے حالات پر نظر رکھنے والے، اخلاقی قدروں اور اخلاص ووفا سے آراستہ نامور فرزندِ اسلام ہیں۔ ڈاکٹر اقبالؔ نے ہمارے شان دار ماضی کی منظر کشی کرتے ہوئے ایک تصور پیش کیا تھا۔

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

مگر حضرت علامہ نے اس تصور کو واقعے کا روپ دیا ہے، کتنے کلیسا ہیں جنہیں آپ نے خرید کر اَحَبُّ البِلَادِ اِلی اللّٰہِ مَسَاجِدُھا کا مظہر بنا دیا ہے جہاں آج صبح سے شام اور شام سے رات تک اللّٰہ اکبر کی صدائیں گونجتی رہتی ہیں اور پرستارانِ توحید خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔ چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا احترام، لبوں پر مسکراہٹ، دلوں کو موہ لینے والا انداز، شگفتہ کلامی، تواضع وانکساری علامہ کے خصوصی اوصاف ہیں اور ایسے اوصاف جو کبھی ان سے جدا نہیں ہوتے۔ لگتا ہے کہ علامہ کو بھی کسی حال میں ان کا فراق گوارا نہیں۔ خدا یہ رشتۂ یگانگت سلامت رکھے۔ آمین

غضب وجلال میں بھی علامہ کا رشتہ فصاحت و بلاغت سے قائم رہتا ہے۔ تقریر بہت واضح، مرصّع اور دل پذیر ہوتی ہے اور بدمذہبوں کا رد اس خوبی سے کرتے ہیں کہ بہت کچھ کہہ جاتے ہیں، پھر بھی انہیں یہ احساس رہتا ہے کہ ع

گالیاں کھا کے بھی بے مزہ نہ ہوا

علامہ نے مدرسہ انوار العلوم جین پور ضلع اعظم گڑھ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے ۲۷/ذوقعدہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۷/جولائی ۱۹۵۶ء کو دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں داخل ہوئے۔ تقریباً پانچ سال تک وہاں قیام کیا، پھر ایک مدرسے کی شہرت سُن کر وہاں چلے گئے مگر تھوڑے دنوں بعد پھر وہاں سے اپنی مادرِ علمی کی گود میں واپس آگئے اور جلالۃ العلم استاذ العلماء حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں دستارِ فضیلت حاصل کی۔ یہ بات حیرت سے سننے کی ہے کہ آپ جیسے جید عالم کو فراغت کے بعد قصبہ روناہی ضلع فیض آباد میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے بھیجا گیا۔ وہاں پہنچ کر آپ نے پانچ بچوں کو لے کر ایک درخت کے سائے میں تعلیم کا آغاز کیا یعنی درخت کے نیچے ایک چھوٹا سا مکتب قائم فرمایا مگر اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی دور اندیش نگاہیں آپ کی پیشانی میں روناہی کا تابناک مستقبل دیکھ رہی تھیں۔ ؎

بالائے سرش ز ہوش مندی   می تافت ستارۂ بلندی

آخر حضرت علامہ کی مخلصانہ جدوجہد کی برکت سے تھوڑے ہی عرصے بعد وہ مکتب جامعہ اسلامیہ کی شکل میں تبدیل ہوا اور آج وہ تقریباً عالم گیر شہرت کا ادارہ بن چکا ہے۔ فخر القراء حضرت مولانا قاری یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت ہے کہ ایک عالم دین کو حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی جگہ تدریس کے لیے بھیجا وہ واپس ہوئے تو عرض کیا کہ حضور علمی میدان میں وہ ایک بے آب و گیاہ زمین ہے۔ مقصد یہ تھا کہ حضرت کسی مناسب جگہ ان کا تقرر فرمادیں، مگر حضرت نے فرمایا ؎

یہ ارتقا کی دلیل کیا جو چمن کو تو نے چمن بنایا
وہاں کر و چل کے باغبانی جہاں کوئی شاخ تر نہیں ہے

اس جذبۂ باغبانی کے تحت حضرت نے علامہ موصوف کو روناہی بھیجا اور علامہ نے

حضرت کے خواب کو شرمندۂ تعبیر فرما دیا۔ رونا ہی کا مکتب علامہ کی پہلی تجربہ گاہ تھی، یہاں کی کامیابی سے آپ کا حوصلہ بلند ہوا۔ پھر آپ نے دیارِ غیر میں جا کر بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیے اور ایسے علاقوں میں خدمتِ دین میں مصروف ہوئے جہاں خاکِ ہند سے زیادہ شجرۂ اسلام کی آبیاری اور حفاظت کی ضرورت تھی۔

آپ کے کارناموں میں اپنے بڑوں کے ساتھ رہ کر ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ کا قیام اور کلیساؤں کو خرید کر مساجد بنانا، نیز آراضی حاصل کر کے مساجد کا سنگ بنیاد و تعمیر اور اسلام پر اُٹھنے والے اعتراضات کے جوابات ہیں۔ اس وقت آپ مختلف اداروں کے قابل قدر مناصب پر فائز ہیں جن کی تفصیل میری معلومات کے مطابق یہ ہے:

۱۔ جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن، برطانیہ

۲۔ سربراہِ اعلیٰ جامعہ اسلامیہ، قصبہ رونا ہی ضلع فیض آباد یوپی

۳۔ بانی اور امام وخطیب مرکزی مسجد مانچسٹر برطانیہ

۴۔ نائب صدر جامعہ مدینۃ الاسلام، ہالینڈ

۵۔ متولی النور سوسائٹی، ہوسٹن امریکہ

۶۔ ورلڈ اسلامک مشن، کنیڈا اور ڈیلاس، امریکہ

۷۔ سرپرست سُنّی دعوت اسلامی، ممبئی

۸۔ بانی الفلاح یوتھ موومینٹ، بریڈفورڈ، امریکہ

قدرت نے حضرت علامہ کو حرص وآز اور حبِ مال سے دور رکھا ہے جس کی شہادت بہت سے واقعات ہیں۔ مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ علامہ تحریک سُنّی دعوت اسلامی کے سالانہ اجتماع میں ہر سال اپنے مصارف سے مانچسٹر (برطانیہ) سے ممبئی تشریف لاتے ہیں۔

۲؍جون ۱۹۹۲ء کو حضرت علامہ جامعۃ البنات العزیزیہ، موضع انجنا شید آباد، ضلع الہ آباد کے جشنِ افتتاح میں مدعو تھے، عجیب اتفاق کہ حضرت کو دست کی شکایت ہوگئی اور بار بار

دست آنے کی وجہ سے حضرت بہت کمزور بھی ہو گئے۔ تاہم گاڑی ریز رو کر کے آپ شید آباد پہنچ گئے اور فرمایا کہ دست کی کثرت اور نقاہت کی وجہ سے میں آنے کے لائق نہ تھا مگر سوچا کہ مدرسے کا جلسہ ہے، نہیں جاؤں گا تو لوگ داعی سے بدظن ہوں گے، غلط فہمیاں پھیلیں گی اور مدرسے کا چندہ بھی متاثر ہوگا۔ اس لیے آنے کا فیصلہ کیا۔ پھر دیر تک جم کر تقریر فرمائی اور جاتے وقت جب محبی مولانا شوکت علی مصباحی صاحب دام مجدہم نے لفافہ پیش کیا تو حضرت علامہ نے بڑی شفقت کے ساتھ ان کے چہرے پر اس طرح ہاتھ پھیرا جیسے کوئی اپنے عزیز بیٹے کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے اور یہ کہتے ہوئے لفافہ جامعۃ البنات کے لیے دے دیا کہ مولانا! آپ بہت بڑا کام کر رہے ہیں۔ چندہ تو بہت ملتا ہے لیکن اس بے پناہ شفقت کے ساتھ جو چندہ ملے اس کی شان ہی کچھ اور ہے۔

لغزش پر توبہ: علامہ موصوف الفاظ اور تعبیرات کے انتخاب میں بہت محتاط ہیں۔ بارہا آپ کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا مگر شرعی نقطۂ نظر سے آپ سے غیر مناسب تعبیرات اور تعلیمات کبھی نہیں سنیں۔ صرف ایک بار ایسا ہوا کہ جوشِ بیان میں زبان پھسل گئی اور ایک کلمہ بولنے سے رہ گیا، جس کے باعث مضمون کچھ کا کچھ ہو گیا۔ بات اپنے ظاہر کے لحاظ سے شرعی حدود سے تجاوز کر چکی تھی اس لیے تقریر کے اختتام پر میں بالکل خاموش رہا جب کہ پورے اسٹیج سے داد وتحسین کے کلمات علامہ کی جادو بیانی پر نچھاور ہو رہے تھے۔ علامہ نے آہستہ سے پوچھا خیریت تو ہے؟ میں نے عرض کیا تقریر تو بہت اچھی ہوئی مگر ایک جملہ زبان سے یہ بھی نکل گیا ہے۔ انہوں نے حیرت واستعجاب سے پوچھا کہ آپ نے غور سے سنا ہے؟ میں عرض کیا بہت غور سے سنا ہے۔ یہ سنتے ہی علامہ کی کلاہِ افتخار ندامت سے جھک گئی۔ پوچھا حکم کیا ہے؟ عرض کیا لغزشِ زبان تو ظاہر ہے اس لیے اس پر شریعت کا قلم تو نہ جاری ہوگا مگر آئندہ احتیاط فرمائیں۔ ابھی مختصر سا وقفہ گزرا ہوگا کہ فرمایا: مولانا! ضمیر ملامت کر رہا ہے۔ پھر کھڑے ہو گئے اور لاکھوں کے مجمع میں اعترافِ خطا کے ساتھ توبہ کی۔

یہ توفیق صرف انہیں بندۂ خدا کو ملتی ہے جن کو ربِ کریم نے سعادت سے بہرہ مند کیا

ہے۔ اگر علامہ اعتراف خطا اور توبہ نہ کرتے تو انسانوں کے اس سمندر میں کوئی ان سے پوچھنے والا نہ تھا مگر سعادتِ ازلی نے ان کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور انہیں لغزش زبان پر بھی توبہ کی توفیق مل گئی۔

آپ کا خطاب بڑا فکر انگیز ہوتا ہے غالباً اسی لیے آپ کو مفکرِ اسلام کہا جاتا ہے۔ ہم یہاں صرف دو نمونے پیش کرتے ہیں۔

☆ سلمان رشدی کے مسئلے کو تم نے کیا کوئی معمولی واقعہ سمجھا ہے؟ کیا تم نے سلمان رشدی کی بڑ سمجھی ہے؟ بغداد کی تباہی کا نقشہ تیار کیا جا چکا تھا، عرب کے وسائل کو سمیٹنے کا فیصلہ کیا جا چکا تھا، صرف مسلمانوں کا ایمانی ٹمپریچر ناپنا تھا، بخار ناپنا تھا، عشقِ مصطفیٰ ناپنا تھا تو سلمان رشدی سے گستاخی کروائی گئی۔ عرب کی حکومتیں خاموش رہیں، کویت خاموش رہا، سعودی عرب خاموش رہا۔ کویت نے چودہ فیصد سرمایہ پر گوٹین سے نہیں نکالا ہم چیختے رہ گئے۔ انڈیا کا مسلمان مرتا رہ گیا، پاکستان کی عوام مرتی رہ گئی مگر عربوں نے کچھ نہیں سمجھا۔ سمجھ گئے یہ لوگ کہ جو اپنے نبی کی آبرو پر جمع نہ ہو سکے وہ عراق پر کیا جمع ہو سکیں گے اور پھر وہ ضرب لگائی، ختم کر دیا۔

اسپین میں بھی دیوانے سے گستاخی کرائی گئی، برطانیہ میں بھی گستاخی کرائی گئی اور یہ سوچ لیا گیا کہ عشقِ مصطفیٰ کو ناپ لو، زندہ ہے تو مت چھیڑو دیوانوں کو، مر گئے ہیں تو انہیں لوٹ لو۔ (خطباتِ مفکرِ اسلام، ص/۵۰۹)

☆ آیتِ کریمہ **سبحٰن الذی اسری بعبدہ** کا ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس نے سفر کرایا اپنے بندے کو۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں رسول کی صفتِ بندگی کا تذکرہ کیوں کیا گیا، اس لیے تاکہ دنیا یہ جان سکے کہ جس چاند اور سورج کو تم پوج رہے ہو وہ میرے محبوب کے قدموں کی گرد بن چکے ہیں۔ جب وہ وہاں سے واپس آنے کے بعد بھی بندے ہیں، خدا نہیں ہیں تو چاند و سورج خدا کیسے بن سکتے ہیں۔ (خطباتِ مفکرِ اسلام ص ۴۳)۔

☆......☆......☆

تاثرات

مفتی مطیع الرحمٰن رضوی

ہمارے ہاں کی یہ پرانی ریت رہی ہے کہ بڑے سے بڑا علم وفضل اور دین وملّت کی خاموش و بے لوث خدمت انجام دینے والا زندگی میں تو قوم کی ناالتفاتیوں کا شکار رہتا ہی ہے، مرنے کے بعد بھی اسے کوئی یاد کرنے والا اور اس پر فاتحہ پڑھنے والا نہیں ہوتا، جب کہ علم وفضل سے عاری، ملّت کے نام پر قوم کی ہڈیوں تک کو چبانے والا مرنے کے بعد تو رحمۃ اللہ علیہ ہو ہی جاتا ہے، زندگی میں بھی اس کے وارے نیارے رہتے ہیں۔

وہ صرف آپ (محمد سعید نوری صاحب) ہیں، جنھوں نے اس روش کے برخلاف رضا اکیڈمی کے زیر اہتمام پہلی بار شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ کی زندگی ہی میں ان کے علم وفضل اور خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے چاندی سے تولنے کی خدمت انجام دی اور ان کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب شائع کر کے دنیاے سنّیت میں ایک نئی تاریخ کی بنا ڈالی۔ پھر اب محب گرامی حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مدظلہ العالی جیسی صاحبِ علم وفضل اور عالمی پیمانے پر دین وملّت کی خدمت انجام دینے والی شخصیت کی حیات و خدمات سے دنیا کو روشناس کرانے کا بیڑہ اُٹھا کر اس کا سلسلہ دراز کرنے جارہے ہیں اور مجھے حکم ہے کہ اختصار کے ساتھ اپنا تأثرِ قلم بند کردوں۔

علامہ اعظمی سے میرے تعلقات کوئی دو چار دن کے نہیں، پورے چار دہائیوں کے ہیں۔ اب ایسے میں مَیں کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں؟ اور لکھوں تو کہاں سے ابتدا کروں اور کہاں اختتام؟

غالباً ۱۹۶۹ء کی بات ہے جب موصوف کی علم وادب اور فکر ونظر بھری خطابت کا سورج اپنی ضوفشانیوں کے ساتھ اُفقِ مشرق سے طلوع ہو کر لمحہ لمحہ بلند ہوتے ہوئے اپنی کرنیں بکھیرتا جارہا تھا اور میری رسمی طالب علمانہ زندگی گذرے دنوں کے ساتھ اپنی انتہا کو چھونے جارہی تھی

کہ عرسِ رضوی میں حضرت سید العلماء سے پہلے وہ مسندِ خطابت پر جلوہ بار ہوئے۔ تقریر کے آغاز ہی میں، مَیں اور میرے ساتھی طلبہ کیا، سارے علما و مشائخ عش عش کر اُٹھے۔ آدھے گھنٹے کی تقریر کے بعد جب انھوں نے وما علینا الا البلاغ کے ساتھ اپنی تقریر ختم کی تو ہم طلبہ ان کو بیسویں صدی کا خطاب دے چکے تھے۔ (بیسویں صدی اُس زمانے میں ملک کا سب سے عمدہ افسانوی جریدہ تھا، جسے دِلی سے خوشتر گرامی اپنی اِدارت میں نکالتے تھے۔) عرس کے بعد کچھ ساتھیوں کے ساتھ مَیں نے ان سے پہلی ملاقات کی۔ پھر یاد نہیں کہ کتنی بار مَیں روناہی ان سے ملنے، ان کو چھوٹے بڑے جلسوں کی دعوت دینے حاضر ہوا؛ اور وہ ہمیشہ بزرگانہ نہیں، دوستانہ شفقتوں اور محبتوں کے ساتھ پیش آئے اور مجھے نامراد نہیں لوٹایا۔ ایک بار جب ان کو مظفر پور کے بعد کلکتہ میں تقریر کرنی تھی اور درمیان کا ایک دن خالی تھا تو بلا سان و گمان غریب خانے کو زینت بخش دی تھی۔ جب وہ برطانیہ چلے گئے تو بھی فراموش نہیں کیا، جب کبھی ہندوستان آئے اور میرے کسی جاننے والے سے ملاقات ہوئی تو خیریت پوچھی اور دیر تک خلوص بھری یادوں کے تذکرے کرتے رہے۔ اور جب خود مجھ سے ملاقات ہوئی تو پھر کہنا ہی کیا؟

مجھے یاد ہے کہ ایک بار ایک جلسے میں حضرت نظامی صاحب مدعو تھے۔ پوسٹر میں ان کا نام جلی حروف میں چھپا ہوا تھا مگر طبیعت کی ناسازگی کا ٹیلی گرام آگیا تو ان کی جگہ اعظمی صاحب مدعو کیے گئے۔ اناؤنسر نے عوام سامعین کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے ان سے کہہ دیا کہ حضرت نظامی صاحب تو تشریف نہیں لا سکے، مگر منتظمین نے ان کی جگہ ایک ایسے عظیم خطیب کا انتظام کرلیا ہے کہ مَیں سمجھتا ہوں آپ ان کو سُن کر نظامی صاحب کو بھول جائیں گے۔ اعظمی صاحب کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے یہ کہہ کر تقریر کرنے سے انکار کردیا کہ جہاں قمر الزماں کو سُن کر لوگ اس کے اکابر کو بھول جائیں وہاں قمر الزماں تقریر نہیں کرے گا الخ۔ الغرض! ان کی ذات جس طرح چھوٹوں کے لیے ایک مشفق مربّی کی ہے، اسی طرح قریب العمر لوگوں کے لیے مخلص دوست اور بڑوں کے لیے قدرداں وفادار کی سی۔

برطانیہ جانے کے بعد اخبارات ورسائل، مختلف براعظموں میں دین کی خدمت انجام دینے والے ہندو پاک کے علما اور خود ان کی زبانی بھی عالمی پیمانے پر ان کی دینی خدمات اور مستقبل کے لیے ان کے عزائم سے جس طرح روشناس ہوتا رہا ہوں، اس کے مطابق علامہ نظامی اور علامہ ارشد القادری علیہما الرحمۃ کے بعد ہمہ دم ملّت کی سرخ روئی کے لیے ہی سوچتے رہنے اور تگ و دو کرنے والے اپنی جماعت کے وہ واحد شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ایسا دردمند دل عطا فرمایا ہے جو ہر وقت اُمتِ مسلمہ ہی کے لیے دھڑکتا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں صحت و سلامتی کے ساتھ عمرِ نوح عطا فرمائے اور وہ ملّت کی آبیاری پہلے سے بھی زیادہ بہتر سے بہتر انداز میں فرماتے رہیں۔ آمین



صاحبِ فکر خطیب علامہ قمر الزماں اعظمی

مولانا عبدالمبین نعمانی قادری
المجمع الاسلامی، ملّت نگر، مبارک پور، یو پی

حضور حافظِ ملّت استاذ العلما علامہ شاہ حافظ عبدالعزیز محدث مراد آبادی علیہ الرحمہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی نظر کیمیا اثر نے جن علما کو کندن بنا کر دین کی دعوت و تبلیغ کے لیے میدان میں اُتارا اور جو آج دین پاک کی نمایاں خدمات میں لگے ہوئے ہیں، ان میں مفکرِ اسلام خطیب بے مثال حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ کا نام بھی سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے لائق ہے۔ آپ کے اندر جوہرِ خطابت ایسا لگتا ہے کہ پیدائشی طور پر ودیعت کیا گیا ہے۔ آپ گھسے پٹے موضوعات پر قدیم طرز کے راہ رو نہیں بلکہ نئی نئی زمینوں پر افکار کے گُل بوٹے کھلاتے ہیں۔ زبان ایسی پاکیزہ اور رس بھری پائی ہے کہ جو بولتے ہیں وہ دلوں میں اُترتا جاتا ہے۔ الفاظ کے در و بسط کا یہ عالم ہے کہ گویا بولتے نہیں ہیں جادو جگاتے ہیں۔ علامہ ابوالوفا فصیحی غازی پوری علیہ الرحمہ کے بعد ایسا فصیح اللسان خطیب اہلِ سُنّت کو اور کوئی نہیں ملا۔ خطابت ایک فن ہے جو کہ کم لوگوں کے نصیب میں آتا ہے۔ لیکن مولانا قمر الزماں کی سب سے بڑی خصوصیت میرے نزدیک یہ ہے کہ آپ فن کار تو ہیں پیشہ ور مقرر نہیں، بلکہ مذہبِ حق کے پُرسوز داعی و مبلغ کی حیثیت سے ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق ہوتا ہے۔ آپ کی زبان نے سنجیدگی کے دائرے سے باہر رہ کر کبھی مبتذل انداز نہیں اختیار کیا۔ تعلیمی یادگار کے طور پر الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی، فیض آباد (یو پی) آپ کی توجہات کا مرکز ہے، جن کا شمار ملک کی چند معیاری درس گاہوں میں ہوتا ہے۔

تقریباً چالیس سال سے آپ برطانیہ کی سرزمین پر مسلکِ اہلِ سُنّت کے ترجمان کا

فریضہ انجام دے رہے ہیں اور ورلڈ اسلامک مشن کے تحت مدارس ومساجد اور دعوتی مراکز کا ایک جال بچھا دیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہاں کے سُنّی مسلمانوں کا ایمان محفوظ ہوگیا ہے۔ برطانیہ رہتے ہوئے بھی آپ سال میں ایک دو بار انڈیا تشریف لاتے ہیں اور یہاں کے پیاسوں کی سیرابی کا بھی سامان فراہم کرتے ہیں۔

وعدہ وفائی میں آپ کا جواب ملنا مشکل ہے۔ جس جگہ آپ نے وعدہ فرمایا ضرور پہنچتے ہیں۔ اکابر کی بارگاہ کے ادب شناس ایسے ہیں کہ آج کل اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ سرکار مفتیِ اعظم ہند، حضور حافظِ ملّت، حضرت مجاہدِ ملّت، حضور برہانِ ملّت، حضور سید العلما اور حضرت احسن العلما علیہم الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں جن لوگوں نے بھی آپ کو دیکھا ہے وہ میری بات کی گواہی ضرور دیں گے۔ حضرت علامہ قمر الزماں صاحب کو حضور مفتیِ اعظم ہند اور حافظِ ملّت علیہما الرحمۃ والرضوان کی دُعاؤں کی مجسّم شکل کہا جائے تو غلط نہیں۔ اکابر کی ادب شناسی کے ساتھ احباب ومعاصرین سے بھی ٹوٹ کر ملتے ہیں اور ان کے دلوں کو جیتنے کا فن جانتے ہیں۔

جماعتی انتشار اور آپسی اختلافات کو یاد کر کے رونے والا اس زمانے میں شاید ہی کوئی نظر آئے۔ البتہ مزے لے لے کر ایک دوسرے کی تضحیک اور توہین آمیز کلمات سے اپنے بھائیوں کی دل آزاری اور غیبت تو گویا ہمارا اوڑھنا بچھونا بن گیا ہے۔ لیکن حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اس سلسلے میں نہایت متفکر اور خاموش طبع واقع ہوئے ہیں، بلکہ اختلافات و انتشار کا ذکر کر کے بسا اوقات ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے بھی دیکھے گئے ہیں۔ جس سے ان کے دلی اضطراب اور مخلصانہ کرب کا پتہ چلتا ہے۔ یقیناً مولانا قمر الزماں صاحب جیسا دیدہ ور چمن میں بڑی مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔ ایسی عالی ظرف، ہمدردِ قوم وملّت اور محسنِ اہلِ سُنّت شخصیت کو جو اور جس قدر ایوارڈ دیا جائے کم ہے اور ان کی دینی وتبلیغی خدمات کو جتنا بھی سراہا جائے، وہ اس کے مستحق ہیں۔ رضا اکیڈمی ممبئی کے اربابِ حل وعقد بالخصوص اس کے بانی الحاج محمد سعید نوری صاحب نے ان کو توصیفی، تحسینی اور تشجیعی ایوارڈ دے کر ایک

بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، بلکہ پوری جماعتِ اہلِ سُنّت کی جانب سے ایک فرض پورا کیا ہے اور قرض اُتارا ہے۔

دُعا ہے کہ مولائے قدیر حضرت علامہ کی دینی خدمات کو شرفِ قبول عطا فرمائے۔ ان کو صحت و توانائی دے اور عمر دراز سے نوازے اور مزید دینی و ملّی خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین علیہ و آلہ و صحبہ الصلاۃ و التسلیم۔



تاثرات

سید سراج الدین اجملی

نائب سجادہ نشین دائرہ اجملیہ، الہٰ آباد

مولانا قمرالزماں خاں اعظمی ملّتِ اسلامیہ اور جماعتِ اہلِ سُنّت کے ان سر برآوردہ اور صاحبانِ دانش علما و خطبا میں شامل ہیں، جن سے نہ صرف اہلِ وطن، بلکہ ممالکِ غیر کے تشنہ کامان لطفِ خطابت سے فیض اُٹھاتے ہیں۔ حضرت مولانا کی گفتگو اپنی دل کشی، دل نشینی اور علمی گہرائی کے سبب سے امتیازی حیثیت کی حامل ہوتی ہے۔ دائرہ شاہ اجمل کے صاحب سجادہ حضرت سید محمد اکمل اجملی علیہ الرحمۃ سے مولانا کے ذاتی مراسم تھے اور جن دِنوں مولانا ہندوستان میں تھے، دائرہ شاہ اجمل الہٰ آباد تشریف لاتے رہتے تھے۔ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے ایک جلسے میں مولانا نے ۱۹۷۰ء کی دہائی میں دائرہ شاہ اجمل میں اپنی حاضری کا ذکر فقیر سے کیا۔

مولانا قمرالزماں خان اعظمی ظاہری اور باطنی دونوں لحاظ سے ان تمام خصوصیات سے متصف ہیں جو ایک مبلغ اور خطیب میں ہونی ضروری ہیں۔ ظاہری لحاظ سے یوں کہ انداز و ادا، نشست و برخاست، تکلّم، اعضا کی حرکات، چہرے کے اُتار چڑھاؤ اور چشم و ابرو کے اشارات کا استعمال کماحقہٗ نہ صرف جانتے ہیں، بلکہ اس سے مخاطب کو مسحور کر لیتے ہیں۔ آواز کا تاثر اس پر مستزاد۔ باطنی لحاظ سے یوں کہ علم کے استحضار اور بزرگوں کی نگاہِ لطف و عنایت کے سبب انشراحِ قلب کی دولت سے مالا مال ہیں۔ ایک بات اور...... اور وہ یہ کہ تبلیغِ دین کے کام میں ہمہ تن اور ہمہ وقت کی واقعی مصروفیت کے سبب سچے متبع جنابِ رسالت پناہ ﷺ ہیں اور اس کا اظہار ان کی شخصیت کے ہر پہلو سے ہوتا ہے۔ آخری بات یہ کہ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ اللہ اُن کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور صحت و عافیت کے ساتھ انھیں ملتِ اسلامیہ کے قیمتی گوہر کی حیثیت سے سلامت رکھے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆......☆......☆

علامہ قمر الزماں خاں اعظمی ...... میری نگاہ میں !

از: مولانا محمد وارث جمال قادری، ممبئی

مبلغِ دین وسُنّیت حضرت علامہ قمر الزماں خاں اعظمی سوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کے ایک بالغ نظر، حسّاس، صاحبِ سوزِ دروں، مخلص اور ایک باعمل بلند پایہ عالم دین ہیں۔ قابلِ ذکر علما کی صف میں وہ اس وقت بھی منفرد وممتاز تھے جب اکابر وجید ترین علما ومشائخ صف بہ صف موجود تھے۔ چالیس برس قبل اکابر و اساطینِ اُمّت کا اطلاق جن اہم ترین شخصیات ورجال پر ہوتا، مولانا قمر الزماں صاحب اصاغر کی صفوں میں ہونے کے باوجود اپنے بزرگوں کی نگاہوں میں چڑھے ہوئے تھے۔ اور اپنے ادب وسعادت، کردار وعمل، تعمیری فکر اور پاکیزہ فطرت کے سبب ان کی پہلی پسند تھے۔ اب تو اکابر ہی نہیں رہ گئے کہ دور قحط الرجال کا ہے۔ دوائے دل کی ساری دکانیں بند ہو چکی ہیں کہ ؎

جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا چکے

اب جو بھی اکابر ہیں وہ **کبّرنی موت الاکابر** کے رہینِ منّت ! ایسے عالم میں مولانا موصوف اپنی گوناگوں اور تہہ در تہہ صفات میں خود ہی کارواں ہیں اور خود ہی میرِ کارواں بھی۔ ان کا ادب وسعادت تو **مَنْ سَعَدَ، سَعَدَ فِي بَطْنِ اُمِّه** کے مصداق ہے۔

اپنے اکابر کی بارگاہ میں وہ ہمیشہ سراپا ادب واحترام رہے۔ اپنے اسی حسنِ ادب کے سبب وہ اپنے بزرگوں کی دعا بن کر اُبھرے۔ اور اُبھرے بھی تو ایسے کہ ؎

ایک قطرہ اس قدر موجوں کی طغیانی کے ساتھ

اپنے معاصرین کے ساتھ پورے وضع داری، رواروی ہی نہیں بلکہ ان کی حیثیت علمی و عرفی کے مطابق بڑے اخلاص واحترام کے ساتھ پیش آتے، جبکہ ان کی خوردہ نوازی کی بھی شہرت ہے۔

آپ کی علمی، دینی، ملّی، فکری، تبلیغی خدمات کا دائرہ ایشیا سے یورپ و افریقہ و امریکہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اوران کی خدماتِ دینی تقریباً دنیا کے تمام برّ اعظموں کوفیض یاب کررہی ہے۔ عالمی سطح پر اہلِ سُنّت و جماعت میں مِنْ کُلِّ الْجِهَات اتنا قد آور اور ہندوستانی عالم دین کوئی دوسرا اس وقت نظر نہیں آرہا ہے۔ ان کی تمام تر خدماتِ دینی پوری تفصیلات کے ساتھ یکجا کی جائے تو کئی جلدیں تیار ہوسکتی ہیں۔ اغیار کی قابلِ ذکر شخصیات ورِجال کی طرح کاش مولانا بھی اپنا کوئی سفر نامہ یا یادداشتیں قلم بند کرادیں تو موجودہ وآیندہ دونوں نسلوں کے لیے ایک مینارۂ نور ثابت ہوگا۔ اور اہلِ سُنّت و جماعت کے قیمتی ذخیرے میں ایک گراں قدر اضافہ ہوگا۔ مسرّت بالائے مسرّت اینکہ ان بلندیوں میں اللہ عزوجل کا خصوصی فضل اوران کی ذاتی جدوجہد اوران کی اپنی صلاحیتوں ہی کا دخل ہے۔ ان کے اس عروج میں کسی بھی طرح کے پدرم سلطان بود کی کارفرمائیاں نہیں ہیں۔ دراصل یہ یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم کا شاخسانہ ہے......اور بس!

کم سنی میں اُن کے نام کی خوش بو پھیلنا شروع ہوچکی تھیں۔ میرے عہدِ طفل کا یہ واقعہ جبکہ آج مَیں عمر کی ساٹھویں منزل عبور کرچکا ہوں، شمالی مشرق کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم فیض الرسول، براؤں شریف یوپی میں مفتی فیض الرسول فقیہ ملّت حضرت مولانا الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی بستوی کی درس گاہ میں کافیہ پڑھ رہا تھا۔ حضرتِ والا جہاں ایک نامور عالمِ دین اور زبردست مفتی کے ساتھ ایک بلند پایہ ذمے دار خطیب بھی تھے۔ اپنی تحقیقی گفتگو میں زبان وہ استعمال فرماتے جس کو سادہ لوح عوام بھی سمجھ لیں۔ اس لیے دورونزدیک کے اکثر جلسوں میں آپ کی شرکت ضروری ہوتی تھی۔ ایک روز دورانِ درس عالمِ سرخوشی میں فرمانے لگے، کل رات فلاں جگہ ایک بڑے دینی اجلاس میں شریک رہا۔ اپنے دیہاتی روایت کے مطابق وہ جلسہ کافی رات چلتا رہا۔ غالباً آخری شب میں جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ اس جلسے میں ایک نوعمر عالمِ دین مولانا قمرالزماں بھی شریک تھے۔ انہوں نے اس کم عمری میں بڑی اچھی تقریر کی۔ خود مجھے بھی ان کی تقریر پسند آئی۔ اور جب انھیں مَیں نے اس گاؤں کی

مسجد میں فجر کی جماعت میں پایا تو مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ اس نوعمری میں رات جاگنے کے باوجود فجر کی نماز باجماعت کا التزام! جس سے مَیں نے سمجھا کہ وہ نماز کے پابند آدمی ہیں، ورنہ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ مقررین رات دیر تک دھواں دھار تقریر کے بعد جب سوتے ہیں تو بے ہوش ہوتے ہیں...... کیسی نماز؟ کیسی جماعت...... معاذ اللہ!

مگر مولانا قمر الزماں صاحب مقررین کی عام روش سے الگ تھلک مجھے ایک پابند عالم لگے۔ ایسے ہی لوگوں سے اُمیدیں کی جاتی ہیں۔ ہمیں یقین ہے وہ نوجوان آگے چل کر دین کا بڑا کام کرے گا اور اس میدان میں نام بھی پیدا کرے گا۔

حضرت فقیہ ملّت علیہ الرحمہ نے کم وبیش ۴۵؍ برس پہلے جو پیشین گوئی کی تھی، گویا حضورِ والا نے مولانا قمر الزماں کا مستقبل ۴۵؍ برس پہلے ہی سے دیکھ لیا تھا۔ اور آج بحمدہٖ تعالیٰ مولانا قمر الزماں خاں اعظمی پوری اسلامی دنیا کے مذہبی و دینی حلقوں میں اپنے کام اور نام کے حوالے سے اپنی ایک شناخت اور اپنا ایک مقام رکھتے ہیں ؎

اہلِ وفا کے باغ سے پھوٹی نہیں اگر
خوش بو کہاں سے آئی یہ شاخِ گلاب میں

اس قدر زبردست شہرت و نام وری اور اسلامیانِ عالم کے تمام مذہبی، دینی حلقوں میں زبردست پذیرائی کے باوجود دماغ میں کوئی گرمی نہیں چڑھی۔ تفوّق و برتری کا کوئی شائبہ تک نہیں۔ اتنی ہمہ جہت و ہمہ گیر و عالم گیر پذیرائی، مقبولیت و ہر دِل عزیزی نے ان کے لب و لہجے کو بدلا نہیں کہ ؎

شہرت ملی تو اس کا بھی لہجہ بدل گیا

بے شک شہرت و نام وری ایک الگ چیز ہے۔ مگر شہرت و نام وری کے ساتھ ہی مقبولیت و محبوبیت و ہر دِل عزیزی کے ساتھ احترام وعقیدت، دل پذیری، دل نوازی، دل رُبائی، خوش ادائی، خوش نوائی، خوش قبائی...... یہ وہ نعمت کبریٰ ہیں جو زندگی کے طویل ترین سفر میں کبھی کبھی اور کسی کسی ہی کو ملا کرتی ہیں۔ بے شک حضرت علامہ قمر الزماں خاں قادری

رضوی اعظمی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ خصوصی سے ان تمام نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ ؎

بے شک یہ رُتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدّعی کے واسطے دار و رسن کہاں

مولیٰ تعالیٰ حضرت مولانا کی عمر میں صحت کے ساتھ برکت عطا فرمائے اور اُن کا سایہ تا دیر سلامت رکھے۔ بے شک ایسے لوگ کسی خاص خاندانی وراثت کا حصّہ نہ بن کر پوری قوم کے لیے سرمایہ اور امانت ہوتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ انھیں اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ان کے امثال اور پیدا فرمادے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین بحقِ طٰہٰ و یٰسین۔

☆......☆......☆

مولانا قمر الزماں اعظمی۔ پیکر خلوص و وفا

پروفیسر غلام یحییٰ انجم
ڈین فیکلٹی آف اسلاک اسٹڈیز اینڈ سوشل سائنسز جامعہ ہمدرد، دہلی

ہند و بیرون ہند میں جن علما نے دعوت و تبلیغ کی دنیا میں بے لوث خدمات انجام دیں ان میں ایک نمایاں نام حضرت مولانا قمر الزماں اعظمی صاحب کا ہے۔ میں انہیں اس وقت سے جانتا ہوں جب میں ملک کی عظیم درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھا۔ جب وہاں سے فراغت کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ پہنچا تو مولانا بھی مجھے جاننے لگے۔ پھر کبھی فون اور کبھی دینی جلسوں میں علیک سلیک ہونے لگی۔ ڈاکٹر محی الدین اظہر جو ان دنوں شعبۂ فارسی میں پی ایچ ڈی کر رہے تھے انہی کے واسطے سے ہی مجھے ان کا تعارف حاصل ہوا تھا۔ اظہر بھائی تو اعلیٰ تعلیم کی تکمیل سے قبل ہی ایک حادثے میں جاں بحق ہو گئے مگر جس پیکر خلوص و وفا شخصیت کا انہوں نے تعارف کرایا تھا۔ آج بھی اس ذات گرامی سے ملتے ہی مرحوم کا معصوم چہرہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔

مولانا قمر الزماں اعظمی کئی خوبیوں میں اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ نہ صرف اپنے وطن اعظم گڑھ کی مناسبت سے اعظمی ہیں بلکہ وہ خلوص و محبت، کردار و عمل، حق گوئی، صداقت شعاری اور دینی حمیت میں عظیم ترین منصب پر فائز ہیں۔ یہی وجہ ہے سات سمندر پار اپنا ٹھکانہ بنانے کے باوجود بھی ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت پہلے ہی کی طرح تازہ ہے۔ ان سے جو بھی ملتا ہے وہ یہی محسوس کرتا ہے کہ مولانا سے سب سے زیادہ قریب مَیں ہی ہوں۔ یہ ایسا وصف ہے جو ہر کسی میں نہیں پایا جاتا۔ بڑا انسان بننے کے لئے ایسے اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے۔

چھوٹوں سے پیار و محبت کرنا اور بات بات پر ان کی ہمت افزائی کرنا اور ان کے

لئے تشجیعی کلمات استعمال کرنا کوئی ان سے سیکھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں زیر تعلیم تھا اور میری غیر مربوط تحریریں رسائل کی زینت بننے لگیں تو اسی دوران موضع ملدہ ضلع بلرام پور میں مدرسہ افضل المدارس کے زیر اہتمام ایک جلسہ تھا جس میں مولانا قمر الزماں اعظمی مقرر خصوصی تھے۔ اس جلسے میں ان کی شرکت سے نہ صرف اس بستی کے لوگ خوش تھے بلکہ پورا علاقہ مسرت و شادمانی میں نہایا ہوا تھا۔ ناظم اجلاس نے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا:

''اس کوردہ علاقے میں حضرت مولانا قمر الزماں اعظمی صاحب کی تشریف آوری صرف ملدہ کے مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ قرب وجوار کے مسلمانوں کے لیے بھی افتخار کا باعث ہے''۔

ناظم اجلاس کا یہ جملہ مولانا اعظمی صاحب کے ذہن میں محفوظ تھا۔ جب وہ خطابت کے لیے مائک پر تشریف لائے تو انہوں نے اپنی گفتگو کا آغاز اس جملے سے فرمایا:

''جس علاقے میں ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم جیسا دانشور پیدا ہو سکتا ہے وہ علاقہ کبھی کوردہ نہیں ہو سکتا ہے''۔

بات بہت مختصر سی تھی، آئی اور چلی گئی مگر اس جملے نے جو مجھ پر نقش چھوڑا اس سے میرے دل میں مولانا کی عظمت دو چند ہو گئی۔ اعظمی صاحب سے میری ملاقات ہو یا نہ ہو، رابطہ ہو یا نہ ہو مگر دل میں مولانا کے تئیں جو عظمت و محبت ہے وہ پہلے ہی کی طرح تازہ دم ہے۔

جن دنوں مَیں نے خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا ظفر الدین قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے فرزند ارجمند جناب پروفیسر مختار الدین احمد آرزو صاحب کی زیر نگرانی پی ایچ ڈی میں داخلہ لیا اور عالم اسلام کے مشہور مورخ تقی الدین مقریزی (وفات ۱۴۴۱ء) کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب "کتاب المقفیٰ الکبیر" جلد دوم کو ایڈٹ کرنے لگا تو کسی طرح مولانا اعظمی صاحب کو معلوم ہو گیا کہ مجھے یونی ورسٹی سے اسکالرشپ نہیں مل رہی ہے اور بغیر اسکالرشپ پی ایچ ڈی کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ تو مولانا نے لندن سے ایک سال کے لیے ڈھائی

ہزار روپے اسکالر شپ کا انتظام کیا مثل مشہور ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہوتا ہے۔ ان دنوں ہماری کتاب ''تذکرہ علمائے بستی'' پریس جانے والی تھی کچھ پیسوں کی ضرورت تھی، وہ رقم میں نے اس کتاب کی کتابت وطباعت میں استعمال کر لی جس سے مجھے کافی راحت ملی اور ایک بڑے ذہنی تناؤ سے میں بچ گیا۔ اسکالر شپ کی یہ رقم دینے کے لیے لندن سے تشریف آوری کے بعد اعظمی صاحب نے مجھے اپنے وطن خالص پور بلایا اور جس کہتر نوازی کا ثبوت دیا وہ بیان سے باہر ہے۔

حضرت مولانا قمر الزماں اعظمی کو بحیثیت خطیب عالمی شہرت حاصل ہے۔ ان کی خطابت میں گہرائی و گیرائی ہوتی ہے، عوام کے لیے پیغام ہوتا ہے۔ سیرتِ رسول اکرم ﷺ کو عصر حاضر کے تناظر میں پیش کرنے کا جو ہنر اور ملکہ انہیں حاصل ہے وہ دیگر خطبا میں دیکھنے کو کم ملتا ہے۔ ان کی گفتگو سے عوام وخواص یکساں مستفید ہوتے ہیں۔ عنوانِ خطابت جاذب اور پُرکشش ہوتا ہے کیا مجال دورانِ خطابت کوئی اُٹھ کے چلا جائے۔ گفتگو میں ایسا ربط و تسلسل ہوتا ہے کہ ایک جملہ سننے کے بعد دوسرا جملہ سننے کا سامعین انتظار کرتے ہیں۔ ایک اسٹیج پر کئی بار نئے عنوان کے ساتھ خطاب کرنے کا جوہر ان میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اسی خوبی وصلاحیت کی بنیاد پر ان کی خطابت کی دھوم برسوں سے عالم اسلام میں جاری ہے اور ابھی سالہا سال جاری رہنے کی امید ہے کیوں کہ ان کی فکر مستعار نہیں اپنی ہوتی ہے

عالمی شہرت یافتہ خطیب اپنی شبانہ روز مساعی اور گوناگوں مصروفیات کے باعث ذہنی تناؤ کا شکار ہو جاتا ہے مگر مولانا قمر الزماں اعظمی میں سنجیدگی، اخلاص، بے لوث محبت، وعدہ وفائی، اکرام مشائخ، خوردہ نوازی، متانت ووقار کی جو خوبی آج سے برسوں پہلے میں نے ان میں دیکھی تھی وہ اپنے تمام شباب وکمال کے ساتھ اب بھی موجود ہے۔ ان سے ملاقاتیں ضرور کم ہوتی ہیں مگر ان سے ملاقاتیں جن کی ہوتی ہیں ان سے ان کے انسانی محاسن کا علم ہوتا رہتا ہے۔ اگر ان کے خطبات کا اقتباس جداگانہ عنوانات کے تحت شائع کر دیا جائے تو درس نظامی کی تکمیل کئے بغیر زینت اسٹیج بننے کے شائقین خطبا کے لیے خاصے کی چیز ہوگی۔ آج کل

ہماری جماعت کا زیادہ زور ایسی ہی کتابوں کی اشاعت پر ہے اس لیے اس طرح کی رہنمائی ضروری ہے۔

مولانا قمر الزماں اعظمی اہلِ سُنّت و جماعت کی ایک باوقار سنجیدہ تنظیم ورلڈ اسلامک مشن جس کے کسی زمانے میں ماہرِ ہفت لسان قائد ملت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدر اعلیٰ تھے، اسی عالمی تنظیم کے موصوف برسوں سے جنرل سکریٹری ہیں۔اور بڑی تندہی سے اپنی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔اس تنظیم کی شاخیں پورے عالم اسلام میں ہیں اس کا صدر دفتر کراچی پاکستان میں ہے جو انتہائی فعال ہے اس تنظیم کی دعوت پر دو ایک بار پاکستان جانے کا اتفاق ہو چکا ہے۔اس کی باگ ڈور ان دنوں جانشین قائد ملت حضرت مولانا محمد انس کے ہاتھوں میں ہے جو اپنے والد ماجد کی نیابت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔اس عالمی تنظیم کے جنرل سکریٹری ہونے کی حیثیت سے علامہ اعظمی کی دعوتی وتبلیغی مصروفیات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے مگر اس ہمہ جہت مصروفیات کے باوجود سب سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا اور سب کو خوش رکھنا صرف اور صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔

مولانا قمر الزماں اعظمی اگر چہ میرے اساتذہ کی فہرست میں آتے ہیں مگر ان کا برتاؤ میرے ساتھ دوستانہ ہے۔جب بھی ملے چھوٹے بڑے کی تمیز کو ختم کر کے ملے اور جس عزت کا میں مستحق نہیں تھا وہ عزت انہوں نے بخشی۔ذیل میں موصوف کا ایک خط نقل کیا جا رہا ہے جسے انہوں نے ۱۹۸۴ء میں اس وقت میرے پاس بھیجا تھا جب میں مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں زیر تعلیم تھا۔اس خط سے اپنایت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۲۰ رجولائی ۱۹۸۴ء

باسمہ تعالیٰ

عزیز گرامی مولانا غلام یحییٰ انجم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاجِ وہاج

ایک ہفتہ قبل ہندوستان حاضر ہوا ۵ ہفتے کے بعد واپسی ہو جائے گی ''تذکرہ علمائے بستی'' اور ''مصری مورخین ایک تنقیدی مطالعہ'' نظر نواز ہوئی۔ آپ کی دونوں کاوشیں اپنے اپنے مقام پر انتہائی معیاری ہیں مبارک باد قبول فرمائیں۔

میرے بیٹے وسیم الزماں سلمہ عزیزم شہاب الدین وقطب الدین سلمھما سے ملنے کے لئے علی گڑھ جا رہے ہیں ایک امکان یہ ہے کہ شاید وہ وہاں نہ ہوں اس صورت میں یہ آپ سے ضرور ملیں گے امید ہے کہ آپ خیال رکھیں گے اور سب حالات لائق شکر ہیں۔

والسلام

خادم

قمر الزماں اعظمی

نوٹ: مولانا قمر الزماں اعظمی کی شخصیت بڑی تہہ دار ہے۔ جتنی گہرائی میں جائیں گے نئے محاسن کا انکشاف ہوتا رہے گا۔ کثرت مشاغل کے باعث میں انہی چند جملوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ کسی اور موقع سے ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ ابھی تو میں اس شعر پر اپنی گفتگو ختم کرتے ہوئے اجازت چاہتا ہوں جو موصوف کی زندگی کے عین مطابق ہے۔

زندگی جن کی گزرتی ہے اُجالوں کی طرح
یاد رکھتے ہیں انہیں لوگ مثالوں کی طرح

☆......☆......☆

تاثرات

مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی

خادم تدریس وافتاء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

یہ معلوم ہوکر بڑی مسرت ہوئی کہ مفکر اسلام حضرت مولانا قمر الزماں خاں صاحب اعظمی قادری برکاتی دامت برکاتہم کی اسلام وسنیت کے فروغ کے متعلق گراں قدر خدمات کے اعتراف میں ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ میں ایک اہم پروگرام منعقد کیا جارہا ہے، یہ بڑی خوش آئند بات ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ شمالی ہند میں خادمان قوم وملت کی خدمات کے اعتراف اوران کی حوصلہ افزائی کے لیے اس طرح کے علمی ودینی پروگرام کی شروعات رضا اکیڈمی ہی سے ہوتی ہے۔ مزوجہ پروگرام میں آپ نے جس شخصیت پرتأثرات قلمبند کرنے کی فرمائش کی ہے یہ حقیقت ہے کہ ان کی دینی وملی خدمات اس قابل ہیں کہ انھیں خراج تحسین پیش کیا جائے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا قمر الزماں صاحب اعظمی ان خطیبوں میں ہیں جن کی شناخت ہی ہماری جماعت اہلِ سُنّت کے خطیب کی حیثیت سے ہے۔ انھوں نے اسلام وسنّیت کی حقانیت کو اپنوں اور غیروں کے دلوں میں بٹھانے کی کوشش میں اپنی زندگی کا قیمتی حصہ صرف فرمایا۔ وہ ایک مخلص، دردمند اور بے باک مقرر وخطیب اور معزز عالم اہلِ سُنّت ہیں۔ انگلینڈ نیز یورپی وافریقی ممالک میں دین وسُنّت کی تبلیغ ودعوت کے حوالے سے ان کی خطابت اپنی مثال آپ ہے۔ وہ اپنی خطابت میں اسلام کی تعلیمات کو جس مفکرانہ انداز میں پیش فرماتے ہیں وہ انھیں کا حصہ ہے۔ مَیں نے ان کی متعدد تقریریں سنی ہیں، مجلسی گفتگو سے بھی محظوظ ہوا ہوں۔ ابھی حال ہی میں مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے اٹھارہویں فقہی سیمینار منعقدہ مہاپولی بھیونڈی میں ان کا فکر انگیز خطبۂ صدارت بھی سننے کا شرف حاصل ہوا۔

مختصر یہ کہ اللہ عزوجل نے انھیں بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے۔ وہ ایک اچھے مبلغ و داعی ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے شاعر بھی ہیں اور باکمال ادیب بھی، خوبرو بھی ہیں وخوش

کلام وخوش اخلاق بھی۔ ملک و بیرون ملک کے علما وعوام کے درمیان رابطے کی ایک اہم کڑی ہیں۔ ایسے مخلص، باشعور اور باکمال افراد ہماری جماعت کے لیے غیر معمولی مفید ہیں، اور یہی چیزیں موصوف کے اعزاز وافتخار کی علامتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی وملّی خدمات کو قبول فرمائے اور مزید حوصلہ عطا فرمائے۔

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تو تو نہیں خطرۂ افتاد

☆......☆......☆

حضرت مفکرِ اسلام

مفتی اشرف رضا قادری رضوی مصباحی
مفتی و قاضی ادارۂ شرعیہ، مہاراشٹرا، ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الحمد للہ ربّ العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وعلینا معھم وبارک وسلم۔

مفکرِ اسلام، ناشرِ سُنّیت، علامہ الحاج مولانا محمد قمرالزماں خاں اعظمی رضوی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ اہلِ سُنّت و جماعت کے ممتاز ترین افاضل ہیں۔ ورلڈ اسلامک مشن لندن کے حوالے سے آپ جہاں گئے مسلکِ اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سُنّت مجددِ اعظم دین و ملّت سیدنا و مولانا امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا برملا اعلان و اظہار فرمایا اور اسے عام کرنے کی ہدایت و تبلیغ فرمائی۔ پیکرِ محبت و اخلاص ہیں، جماعتی اتحاد و اتفاق کا جذبۂ وافر رکھتے ہیں، اصاغر نوازی میں حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی قدس سرہٗ السامی کی یاد تازہ کردیتے ہیں۔ انہیں ہر ایک سُنّیوں سے مسکراتے ہوئے ملتے دیکھا۔ ہر ایک کی خدمات کو سراہتے اور حوصلہ دیتے ہیں۔ ہمارے یہاں ادارۂ شرعیہ مہاراشٹر، ممبئی تشریف لائے اور مندرجہ ذیل تاثر تحریر فرمایا:

''حامداً و مصلّیاً و مسلّماً۔ آج بتاریخ ۱۷ر شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۵ر مارچ ۱۹۹۰ء ادارۂ شرعیہ مہاراشٹر کے مرکزی دفتر میں حاضری کا موقع ملا۔ ادارہ کی کارکردگی کو دیکھ کر بے پناہ مسرّت ہوئی۔ یہ ادارہ پورے مہاراشٹر کے مسلمانوں کی دینی اور شرعی ضروریات کا کفیل ہے اور افاضل مفتیان کی نگرانی میں فیصلے و فتاوے صادر کیے جاتے ہیں۔ اس ادارہ کے قیام سے مسلمانانِ مہاراشٹر کو شرعی فیصلوں کے حصول میں انتہائی سہولتیں میسّر

ہیں۔ چند فتاویٰ جات اور شرعی فیصلوں کو دیکھنے اور حضرت مولانا مفتی محمد اشرف رضا قادری، قاضیِ ادارۂ شرعیہ مہاراشٹر سے گفتگو کا موقع ملا۔ مفتی موصوف اپنی پوری ذمے داری اور علمی بصیرت سے اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور مسلمانوں کے جملہ عائلی اور معاشرتی مسائل میں شریعتِ اسلامیہ کے احکامات کی وضاحت ادلہ اربعہ کی روشنی میں فرماتے ہیں۔ یہ ادارہ خطیب مشرق، پاسبانِ اہلِ سُنّت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی مدظلہ العالی کی زیرسرپرستی چل رہا ہے۔ علامہ موصوف کی ذات اس ادارہ کی ترقی کی ضمانت ہے۔ خدائے قدیر اس ادارہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین"

اللہ عزوجل اپنے حبیب ومحبوب، دانائے غیوب، منزّہ عن العیوب، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے حضرت مفکرِ اسلام علامہ موصوف کے علم وعمر میں عافیت و صحت کے ساتھ برکت عطا فرمائے اور انہیں خدمتِ دین وسُنّیت کی مزید توفیق دے۔

الٰہی ہمارے درمیان جو اختلافات وانتشار ہے، انہیں ختم فرمادے، چھوٹے بڑے کو ان کا حق دینے اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے مطابق محبت کے ساتھ جینے اور باہمی رواداری ومروّت کی توفیق عطا فرما۔ آمین آمین آمین یا ارحم الراحمین، یاخیر الراحمین بحرمۃ حبیبہ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وازواجہ امہات المؤمنین، وذریاتہ و اہل بیتہ وعترتہ وعشیرتہ وانصارہ واصہارہ واصولہ وفروعہ واَتباعہ وعلینا معہم احلی الصلوٰت واملح التسلیمات والذالبرکات و ازکی التحیات الف الف مرّہ فی کل لمحۃ لحظۃ الیٰ یوم الدین۔

☆......☆......☆

تاثرات

کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ، کراچی

الحاج شیخ محمد سرور صاحب میرے خالو محترم صوفی محمد عالم صاحب مرحوم کے بھائی ہیں، انہیں میں ''ماموں جان'' کہتا ہوں اور وہ مجھے ''حضرت'' کہہ کے عزت دیتے ہیں بلکہ شرمندہ کردیتے ہیں۔ برسوں پہلے وہ برطانیا جابسے تھے۔ جب کبھی کراچی آتے نمازِ جمعہ میرے ساتھ ادا کرتے اور یہ جملہ ضرور دُہراتے کہ ''کبھی برطانیا ہمارے پاس بھی آؤ''۔ جماعتِ اہلِ سنّت برطانیا کے زیر اہتمام عالمی سُنّی کانفرنس میں کلیدی خطاب کے لیے مولانا قاری خلیل احمد صاحب حقانی نے مجھے مدعو کیا تو برطانیا کے مختلف شہروں میں بھی خطابات ہوئے۔ ایک شب ہم مین چسٹر ماموں جان کے ہاں پہنچے اور ان کے ساتھ چیتھم ہل کی مسجد میں گئے جہاں پہلی مرتبہ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد قمر الزمان اعظمی دامت برکاتہم القدسیہ سے ملاقات ہوئی۔ والہانہ پذیرائی، دل موہ لینے والی شفقت، کھنکتا لہجہ، متبسم چہرہ، خوش لباس......ان کے ہر انداز میں خوبیاں حاوی تھیں، وہ بھلے لگے۔ اودھ کی وہ تہذیبی باتیں جو کتابوں کہانیوں میں پڑھی سُنی تھیں، حضرت مولانا کی گفتار اور اطوار میں خوب جھلک رہی تھیں۔ مَیں نے پوچھ ہی لیا ''پنجابیوں کے ساتھ کیسے گزر رہی ہے؟'' برجستہ فرمایا ''پنجابی ہوگیا ہوں''۔

مین چسٹر، لندن، لکھنؤ اور ردولی شریف (بارہ بنکی) میں متعدد اجتماعات اور نجی نشستوں میں حضرت کے ساتھ رہا لیکن ان کا بھر پور خطاب کہیں بھی سن نہ سکا۔ البتہ حیدر آباد دکن میں ان کے خطبات کا ایک مجموعہ مجھے دیا گیا۔ وہ زبان و بیان اور علم وفہم کی دنیا میں نمایاں نام ہیں۔ مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت کے باب میں مخلص اور منہمک ہیں اور بلاشبہ قد آور شخصیت ہیں۔

شخصیات اور خدمات کو سراہا جانا اچھا کام ہے، یہ کام خود ان کی زندگی میں ہو تو اور

بھی اچھا ہے۔ اپنی عمدہ کارکردگی کی وجہ سے جو شخصیت سراہے جانے کے لائق ہو، اس کا تذکرہ اس لیے کیا جائے کہ لوگ نہ صرف آگاہ ہوں اور اعتراف کریں بلکہ اس سے متاثر ہوکر اپنی زندگی میں خوش گوار تبدیلی لائیں تو یہ کارِ خیر ہی ہوگا۔ مجھے خوشی ہے کہ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد قمرالزمان اعظمی سے ارادت و محبت رکھنے والوں نے اس کا اہتمام کیا۔ اللہ کرے ان کی یہ کاوش مفید اور بارآور ثابت ہو۔

☆......☆......☆

تاثرات

مفتی ولی محمد رضوی

صدر سُنّی تبلیغی جماعت، باسنی، ناگور

بحمدہٖ تعالیٰ جماعتِ اہلِ سُنّت میں اہلِ فضل وکمال بکثرت ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو مسندِ درس وتدریس کا وقار ہیں۔ وہ بھی ہیں جو صاحبِ قلم ہونے میں لائقِ افتخار ہیں اور وہ بھی ہیں جو خطابت کے میدان میں ذی وقار ہیں۔ ان چمکتے دمکتے خطبا میں حضرت علامہ قمرالزماں صاحب قبلہ اعظمی کی ذاتِ گرامی اپنی خطابت کی گونا گوں خوبیوں سے ممتاز ومنفرد ہے۔ موصوف کو خدائے قدیر نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس فن میں مہارتِ خاص عطا فرمائی ہے۔ جب بیان شروع ہوتا ہے تو استدلال قرآن وحدیث سے کامل طور پر اسے مزیّن کیا جاتا ہے۔ موقع ومحل کی مناسبت سے دلائل موتی کی طرح زبان سے سلسلہ وار گرتے ہیں جو قلب ودماغ کو متاثر کرتے ہیں۔ الفاظ وکلمات بڑے جچے تلے ہوتے ہیں۔ جو کامل فن کاری کا نمونہ ہوتے ہیں۔ گویا کہ قدرت نے اس وصف کے لیے آپ کو پیدا کیا ہے۔ مَیں خود ذاتی طور آپ کے خطاب سے کئی بار متاثر ہوا ہوں۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت پر آپ کے خطاب کو سماعت کررہا تھا کہ مسیلمہ کذّاب سے معرکہ کا ذکر آپ نے کیا۔ صحابہ کرام رضی المولیٰ عنہم کے جوشِ جہاد کے موقع پر سیدِ کائنات کو نعرے سے یاد کرنا، اس طرزِ بیان سے آپ نے بیان کیا کہ میری آنکھوں سے اشک رواں ہوگئے۔ دیر تک مجھ پر کیف کی حالت طاری رہی۔ یہ خداداد خطابت کا کمال ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

غرض کہ وہ دیگر خوبیوں سے بھی متصف ہیں۔ اخلاق ومروّت کے طور پر بھی وہ مجھے ممتاز نظر آئے۔ کافی زمانے پہلے جب گرامی قدر الحاج محمد سعید نوری صاحب نے رضا اکیڈمی کے زیرِ نگرانی جشنِ مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ عالمی پیمانے پر کیا تھا۔ اس وقت ملک و

بیرونی ممالک کے بڑے معزز علما کرام، مفتیانِ عظام، فقہا کرام، مشائخ فخام کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ اسٹیج حسین صورتوں سے مزین تھا۔ ایسے موقع پر جب کوئی بزرگ عالمِ دین یا شیخ محترم کی آمد ہوتی تھی تو ان کے استقبال کے لیے حضرت قبلہ اعظمی اپنی کرسی سے آتے، اُن کا پُر مسرّت طور پر استقبال کرتے۔ مجھے اُن کا یہ کردار وعمل بہت پسند آیا اور اُن کی ذات سے مَیں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور بھی کئی مواقع پر ان سے ملاقات، دُعا سلام ہوئی۔ وہ پُرکشش نظر آئے۔ ۴۰/سال سے وہ خطابت کے میدان میں اپنی انفرادی شان قائم کیے ہوئے ہیں۔ خدا کرے آپ اہلِ سُنّت کی حقانیت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی وضاحت، صحت وعافیت کے ساتھ عمر دراز تک کرتے رہیں۔ افسوس کہ آج ہمارے کئی خطبا غیر ضروری لفّاظی سے مجالس کو کماحقہٗ سودمند نہیں کرتے ہیں۔ خدا کرے یہ حضرات اپنا محاسبہ کریں۔ نیز بعض خطبا نے اپنے بیان کی قیمت و مول طے کرنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے۔ مخلص حضرات اور ہمارے اکابر حضرات نے اس کو ناپسند کیا ہے۔ ایسے خطاب سے دل وروح پر دینی اثرات کم ہی مرتب ہوتے ہیں۔ احباب سے مسلسل ایسی شکایت سماعت میں آرہی ہیں۔ ایسے مقررین پر لازم ہے کہ عوام کسی طرح دینی اجلاس کراتے ہیں، فروغِ سُنّیت کے لیے محنت کر کے کمربستہ ہوتے ہیں تو آپ حضرات کو خاموشی کے ساتھ جو پیش کیا جائے، بخوشی قبول کریں۔ مولیٰ اسی کو عزت کے ساتھ بابرکت بنادے گا۔ مولیٰ توفیق دے۔ آمین

اے قناعت توانگرام گرداں
ورائے تو ہیچ نعمت نیست

☆......☆......☆

حضرت مفکّرِ اسلام......ایک تاثر

خلیفۂ تاج الشریعۃ مفتی محمد معراج القادری
استاذ و مفتی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خاں صاحب قبلہ دام ظلہ العالی عالمی سطح کے ایک ممتاز خطیب، باعمل عالمِ دین، متقی پرہیز گار، مفکّرِ عالمِ اسلام، نبّاضِ قوم، مذہب و مسلک میں متصلّب اور محتاط عالمِ دین ہیں۔ یورپ کی آزاد فضاؤں اور بوقلمونیوں سے اس قدر متاثر بھی نہ ہوئے جتنا دوسرے ہوا ُٹھے۔ جماعتِ اہلِ سُنّت میں آپ مسلکِ رضویت کے ایک سچّے پاسبان و نگہبان کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ یوں تو آپ مختلف تحریکوں، تنظیموں اور دینی اِداروں کے بانی ہیں مگر الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی، ضلع فیض آباد جس کے آپ بانی اور باختیار سربراہِ اعلیٰ ہیں، وہ آپ کی زندگی کے نمایاں کارناموں میں سے ایک عظیم کارنامہ ہے۔ جسے رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آج وہ ہندوستان کے ایک عظیم اور قابلِ ذکر اِداروں میں شمار کیا جاتا ہے جس کی علمی فنی خدمات کا ایک عظیم ریکارڈ آئینۂ تاریخ میں محفوظ ہے۔

الجامعۃ الاسلامیہ سرزمینِ ہند کی ایک ایسی عظیم دانش گاہ ہے جس کے فیض یافتہ آج دنیا کے گوشے گوشے میں علم و عرفان کی قندیلیں روشن کیے ہوئے ہیں۔ اربابِ علم و فکر کی نظر میں آج الجامعۃ الاشرفیہ کے بعد اگر کسی اِدارہ کو وقیع، باوزن اور مستند سمجھا جارہا ہے تو وہ الجامعۃ الاسلامیہ ہے جس میں حضرت علامہ زید مجدہٗ کی خصوصی اور بنیادی کاوشوں کا اہم رول رہا ہے۔ دونوں اِداروں کے افکار و نظریات بہت حد تک ہم آہنگ ہیں بلکہ الجامعۃ الاشرفیہ ہی کے طرزِ فکر، طریقۂ تعلیم، اُصولِ تدریس اور نصابِ تعلیم وغیرہ کو الجامعۃ الاسلامیہ کی نظر میں ترجیحی حیثیت حاصل ہے۔ انھیں رہنما خطوط پر حضرت علامہ نے ایک ایسا شہرِ علم و فن بسایا جو اکنافِ عالم کو اپنی علمی خوش بوؤں سے معطر کر رہا ہے۔

الجامعۃ الاسلامیہ کا تقریباً پورا اسٹاف باصلاحیت مصباحی علما و فضلا پر مشتمل ہے اور مادرِ

علمی الجامعۃ الاشرفیہ سے خصوصی ربط و تعلق قائم ہے اور کیوں نہ ہو، جبکہ بانیِ اِدارہ حضرت علامہ زید مجدہٗ اشرفیہ کے نامور فرزندوں میں سے ایک قابلِ فخر فرزند اور حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ کے معتمد علیہ رہے ہیں۔

حضرت علامہ اپنے کردار وعمل، مؤثر اصلاحی اور معلوماتی خطاب، علمی تعمیری کارناموں کی بنیاد پر آج اہلِ سُنّت و جماعت کے دِلوں کی دھڑکن ہیں۔ جماعتی سطح پر آپ کا ایک وزن محسوس کیا جاتا ہے۔ سنجیدہ فکر اور تعمیری اصلاحی مزاج رکھتے ہیں۔ اہلِ علم اور صاحبانِ فکر ونظر کے قدردان ہیں۔ سرزمینِ رونا ہی میں اپنے قیام کے دوران ایسا مذہبی، علمی ماحول تیار کیا، جس کا اثر آج بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ پورا علاقہ دین دار مہمان نواز اور علما نواز ہے۔ یہاں عموماً تقریبات شرعی اُصول کے دائرے میں ہوا کرتی ہیں۔ معاملات ومقدمات میں علمائے کرام کی رہنمائی وقیادت اور فیصلوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ جامعہ کی تعمیر وترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا باعثِ فخر تصور کرتے ہیں۔ علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کی خدمت و دست بوسی عظیم کارِ ثواب جانتے ہیں۔ غالب اکثریت کا مزاج تعمیری واصلاحی ہے۔ جذبات میں شدّت اور غضب کا جوش بھی نظر آتا ہے۔ مگر پسِ پردہ اس کے کچھ دواعی ومحرکات ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ پورا علاقہ سُنّی صحیح العقیدہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کا شیدائی ہے اور بدمذہبوں کے لیے ایسا غضب ناک ہے کہ برسوں ہوگئے آج تک تبلیغیوں کو اس علاقے میں اگر تبلیغ کرنے کی ہمت نہ ہوسکی تو اس مزاج وفضا سازی میں جامعہ اور حضرت علامہ کی کاوشیں لائقِ ستائش اور قابلِ صد رشک ہیں۔

اس موقع پر آپ کے رفیقِ خاص یارِ غار معمارِ قوم ناظم اِدارہ حضرت قاری جلال الدین قادری زید مجدہ کی گراں قدر خدمات اور پُر خلوص قربانیاں فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ جنہوں نے جامعہ کے عروج وارتقا کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے، کون نہیں جانتا کہ آج جامعہ کی شاہراہِ ترقی کی بنیاد حضرت ناظمِ اعلیٰ کی جدوجہد اور غیر معمولی کاوشیں ہیں۔ بہرکیف حضرت علامہ گوناگوں خوبیوں کے مالک ہیں۔ آپ ایک بہترین صاحبِ قلم بھی ہیں۔ اگرچہ میدانِ تحریر وتالیف کی فصلِ بہاری سے نگاہیں زیادہ محظوظ نہ ہوسکیں۔ ☆☆

علامہ قمر الزماں اعظمی مخلصِ اسلام وسُنّیت

مولانا بدر عالم مصباحی
الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

علامہ قمر الزماں خاں صاحب اعظمی حضور حافظِ ملت کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ الجامعۃ الاشرفیہ کے ممتاز مصباحی فرزندوں میں بے لوث اسلام وسُنّیت کا درد رکھنے والے مشہور خطیب کی حیثیت سے پوری دنیا میں جانے جاتے ہیں۔ اپنی سحر البیان خطابت کے ذریعے مسلکِ اعلیٰ حضرت کی صحیح ترجمانی کا اہم کردار نبھانے والوں میں صفِ اوّل کے علما میں آپ کا شمار ہے۔ عالمی پیمانے پر مذہبِ اسلام کی صحیح ترجمانی میں بھی آپ کا اہم رول رہا ہے۔

اسلام وسُنّیت کے تحفظ اور فروغ وارتقا سے متعلق آپ کی مفکّرانہ آرا اور نگارشات موجودہ نسل کے اسلامی اسکالرز کے لیے عملی خطوط متعین کرتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محض آپ کی خطابت کے مختلف گوشوں کا احاطہ کیا جائے اور اس پر نئی نسل کے ہونہار افراد عمل پیرا ہو جائیں تو ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا میں اسلامی انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے اور پوری ملتِ اسلامیہ مختلف طرح کی کامیابیوں سے ہم کنار ہو سکتی ہے۔

علامہ قمر الزماں اعظمی جہاں ایک زبردست خطیب ہیں وہیں دینی درس گاہ کے باکمال استاذ بھی رہ چکے ہیں۔ ملک کی عظیم درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ سے فراغت کے بعد اپنے استاذ جلیل حضور حافظِ ملت قدس سرہٗ کی ایما پر مشہور ومعروف ادارہ الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد میں آج بھی آپ کے علمی کمالات اور تنظیمی صلاحیت کے نقوش نمایاں نظر آتے ہیں۔ اور آپ کی ذات ستودہ صفات آج بھی جامعہ اسلامیہ روناہی کے لیے سراپا خلوص محسوس کی جا رہی ہیں۔ بات خلوص کی آ گئی تو مجھے اپنے زمانۂ طالب علمی کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ غالباً ۱۹۸۳ء کی بات ہے کہ مَیں نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے درجۂ سابعہ میں

داخلہ لیا۔ طلبہ کو کسی ذریعے سے خبر ملی کہ مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں صاحب لندن سے اپنے وطن مالوف خالص پور، ضلع اعظم گڑھ تشریف لا چکے ہیں۔ پھر کیا تھا جامعہ کے متحرک فعال طلبہ نے رابطہ کر کے طلبہ کے درمیان خطاب کے لیے مدعو کر لیا۔ مقررہ وقت پر جامعہ کے اساتذہ وطلبہ علامہ کا خطابِ نایاب سننے کے لیے کشاں کشاں ہال میں پہنچ گئے۔ حضرت علامہ کا خطاب ہوا، جس میں انھوں نے اس بات پر بہت زور دیا کہ موجودہ دور میں اسلام کا تعارف اور اسلام کی دعوت کس انداز میں دی جائے۔ ساتھ ہی اسلام کے تابناک ماضی اور اسلام کی درخشندہ تاریخ کے مختلف گوشوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

خطاب کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو طلبہ نے کچھ پیش کرنا چاہا، اس لیے کہ حضرت اپنے نجی انتظام سے جامعہ میں تشریف لائے تھے۔ طلبہ نے بطور زادِراہ کچھ پیش کرنا چاہا۔ اس وقت حضرتِ والا نے بڑی لجاجت کے ساتھ فرمایا کہ میرے عزیزو! مجھے شرمندہ مت کرو۔ یہ میرا مادرِ علمی ہے۔ اور پھر گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور حضرت نعروں کی گونج میں واپس اپنے وطن مالوف خالص پور چلے گئے۔ اور بحمدہٖ تعالیٰ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ حضرت علامہ جب بھی لندن سے اپنے وطن مالوف آتے ہیں تو جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ و طلبہ میں یہ شوق ضرور پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علامہ کا خطاب ضرور سنا جائے اور کسی مؤقر استاذ کے ذریعے حضرت علامہ کو زحمتِ خطاب دی جاتی ہے اور حضرت علامہ بڑے خلوص ومحبت کے ساتھ جامعہ کے اساتذہ وطلبہ کو وقت دیتے ہیں اور اپنے خطابِ نایاب سے بھرپور نوازتے ہیں۔ یہ مادرِ علمی جامعہ اشرفیہ کے ساتھ گہرے لگاؤ اور تعلق کی عکاسی کرتا ہے۔ دُعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ یہ لگاؤ اور تعلق ہمیشہ برقرار رکھے اور دوسرے فرزندانِ اشرفیہ کو بھی حضرت علامہ کے نقشِ قدم پر جامعہ سے رشتۂ محبت برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

اظہارِ خیال

معین المشائخ پیر طریقت حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی
سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ، کچھوچہ شریف

وہ افراد جو بے لوث قوم وملّت کی خدمت، دین وسُنّیت کی تبلیغ واشاعت میں مصروف رہتے ہیں، اُن کی حوصلہ افزائی کرنا بھی ایک کارِ خیر ہے۔ مشاہدے میں آتا ہے کہ قوم وملّت کی خدمت کرنے والوں کو ان کی زندگی میں کوئی دو توصیفی بول بول کر قلب وجگر کو ٹھنڈک نہیں پہنچاتا۔ البتہ جوں ہی وہ اس دارِ فانی سے کوچ کر جاتے ہیں، بڑے بڑے سیمینار اور کانفرنس منعقد کر کے مضامین ومقالات لکھوا کر یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ان کی وفات سے قوم وملت کا عظیم نقصان ہوا ہے، جو پورا نہیں ہوسکتا...... وغیرہ وغیرہ۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ قوم وملت کی خدمت کرنے والوں کو ان کی زندگی میں ہی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ ان کو دِلی فرحت محسوس ہو اور دوسرے افراد میں خدمتِ خلق اور اشاعتِ دین کا جذبہ پیدا ہو۔

قابلِ مبارک باد ہیں رضا اکیڈمی کے بانی محبِ گرامی جناب الحاج سعید نوری صاحب جنھوں نے اس جانب قدم اُٹھاتے ہوئے مفکرِ اسلام حضرت علامہ مولانا الحاج قمرالزماں خاں اعظمی خلیفۂ مفتیِ اعظم ہند وسیکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن کے اعزاز میں ان کی چالیس سالہ قومی، ملّی، دینی، سماجی خدمات کو سراہتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کے لیے مفتیِ اعظم گولڈ میڈل ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک مستحسن قدم ہے۔

مفکرِ اسلام کی ذاتِ گرامی علم وفن اور سحر انگیز خطابت کے حوالے سے اہلِ علم اور عوام الناس میں ملک کے علاوہ بیرونِ ملک بالخصوص برصغیر اور یورپ میں محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ کی دینی خدمات کا اعتراف صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرونِ ہند میں بھی کیا جاتا ہے۔ میرے والد گرامی شہیدِ راہِ مدینہ حضور مثنیٰ میاں علیہ الرحمۃ والرضوان سے مفکرِ اسلام کا

دیرینہ تعلق رہا۔ والد صاحب کی دعوت پر کئی دینی پروگراموں میں آپ نے شرکت فرمائی تھی۔ مفکرِ اسلام، حضور مثنیٰ میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کا بے حد ادب واحترام کرتے تھے۔ حضور مثنیٰ میاں کی شفقتیں مفکرِ اسلام کے ساتھ رہیں۔ میں بھی مفکرِ اسلام کو بہت قریب سے جانتا ہوں۔ متعدد دینی جلسے، سیمیناروں اور کانفرنسوں میں ہماری معیت رہی ہے۔ آپ اپنے دل میں قوم وملت کا درد رکھتے ہیں۔ اسلامیات پر آپ کی گہری نظر ہے۔ دورِ حاضر کے حالات اور مسلم مسائل پر آپ کی باریک نگاہ رہتی ہے۔ مشربی اختلافات کو دور کرنے کی آپ نے ہمیشہ کوشش کی ہے۔ اس میں آپ کافی حد تک کامیابی سے ہمکنار بھی ہوئے۔ آپ کی قومی، ملّی، سماجی، دینی خدمات کو دیکھتے ہوئے جو مفتیِ اعظم گولڈ میڈل ایوارڈ دیا جارہا ہے، یقیناً یہ ایک اعترافِ حقیقت ہے اور آپ کی ذاتِ گرامی کے شایانِ بھی۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب ﷺ اور آلِ رسول کے صدقے مفکرِ اسلام کو عمرِ خضر عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

علامہ قمر الزماں اعظمی۔ عظیم الشان شخصیت

ڈاکٹر محبّ الحق قادری
گوشۂ برکات، برکات نگر، گھوسی، مئو، یوپی

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں
فطرت کا سرورِ ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمٰن

علامہ قمر الزماں اعظمی مدظلہ العالی منفرد شخصیت کے حامل ......ایسی عظیم الشان شخصیت پر لکھنا مجھ کم مایہ کے بس کی بات نہیں۔ مگر رضا اکیڈمی کا حکم ہے تو تعمیل حکم کی خاطر جرأت کر رہا ہوں۔

کسی مسلمان کے عظیم الشان ہونے کے لیے بس اتنی ہی سند کافی ہے کہ اسے غسلِ کعبہ کی سعادت نصیب ہو جائے۔ اب علامہ اپنے مقدر کے ستارے اور سکندر کو پہچانیں۔

یہ سعادتِ عظمٰی ان کے لیے باعثِ افتخار تو ہے ہی جماعتِ اہلِ سُنّت کے لیے بھی باعثِ فخر و انبساط ہے۔ بلاشبہ مبارک باد، صد مبارک باد کے مستحق ہیں اور رضا اکیڈمی نے یہ اعزازی جشن کا انعقاد بروقت کیا ہے۔ اس لیے الحاج محمد سعید نوری صاحب اور ارکان بھی لائقِ مبارک باد ہیں۔

خطابت، فصاحت، بلاغت، وجاہت، امامت، شرافت و شجاعت جیسے صفات کے مجمع البحرین۔ اتنی خصوصیات کی حامل شخصیت تو کم ہی ملے گی۔ اوّل الذکر ساری خصوصیات سے عوام و خواصِ اہلِ سُنّت بخوبی واقف ہیں۔ مگر ان کی ''شجاعت'' سے کم ہی لوگ واقف ہوں گے۔

موضع ''بھونان''، ضلع گونڈہ ۲۵ رجون ۱۹۷۱ء میں وہابی سُنّی کے درمیان مناظرہ ٹھن

گیا۔ ابا حضور (شارح بخاری علامہ محمد مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ) پہلے ہی تشریف لے جاچکے تھے۔ اس وقت میں جامعہ انوار القرآن، بلرام پور میں زیر تعلیم تھا۔ مناظرہ شروع ہوا تو تماشہ دیکھنے کے لیے ماسٹر عبدالوہاب حشمتی مرحوم کے ساتھ چل پڑا کہ مناظرے میں کیا ہوتا ہے، کیسا ہوتا ہے۔ اور دیو بندی میدان چھوڑ کر کیسے بھاگتے ہیں۔ کیوں کہ بلرام پور کے جلسوں میں مقررین سے بارہا سُن رکھا تھا کہ دیو بندی میدان چھوڑ کر یہاں سے بھاگے، وہاں سے بھاگے۔ خیر! بس سے اُترے تو بھونان میں موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ ہم سڑک کے کنارے ایک جھوپڑی میں پناہ گزیں ہوگئے۔ اسی جوپڑی میں ایک عظیم شخصیت تازہ تازہ سر منڈائے ہوئے سر پر دوپلّی ٹوپی رکھتی تھی۔ ہم لوگ مشکوک نظروں سے انھیں دیکھتے اور وہ عجیب وغریب نظروں کو ہم لوگوں کو۔ بالآخر ماسٹر عبدالوہاب صاحب نے پوچھ ہی لیا۔ جلال الدین امجدی؟ ارے! پھر لپک کر سلام و دست بوسی ہوئی۔ یہ حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی ہیں۔ معاف فرمائیں حضرت کچھ اور ہی شبہ ہو رہا تھا۔ کیوں آپ کا سر منڈا ہوا اور دوپلّی ٹوپی تھی۔ یہ حضرت سے ہم لوگوں کی پہلی ملاقات و شرفِ نیاز تھا۔ بارش کم ہوئی۔ ہم لوگ میدانِ مناظرہ کی طرف بڑھے۔ میدانِ کارزار ایک باغ میں تھا جو بارش کی وجہ سے جل تھل تھا۔ دونو جماعت کا اسٹیج آمنے سامنے کوئی سو ڈیڑھ سو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ دونوں اسٹیج بھرے ہوئے اور مجمع بھی کافی تھا۔ مناظرہ تحریری تھا جو لکھ کر پڑھ کر سنایا جاتا۔ پھر قاصد کے حوالے کر دیا جاتا۔ اسٹیج کے بیچ و بیچ جو وجیہہ شخصیت مسلسل آتی جاتی وہ علامہ قمر الزماں اعظمی کی تھی۔ ان کے ساتھ ایک اور صاحب تھے۔ یہی دونوں صاحبان گھٹنے بھر پانی میں آتے جاتے رہے، یہی قاصد تھے۔ بات قابلِ ذکر یہ ہے کہ جب علمائے اہلِ سُنّت کی جانب سے مراسلہ لے کر دیو بندی مناظر مولوی ارشاد احمد مبلغ دار العلوم دیو بند کو دیتے اور وہ مراسلہ لے جاتا تو اسٹیج پر جیسے بھونچال آگیا ہو۔ چشموں کے اُتار چڑھاؤ، چہروں کے زیر و نم، اندر کے اُتھل پتھل کا پتہ دیتے۔ جسے دیکھ کر ہم لوگوں کو بہت مزہ آتا۔ بحث و مباحثہ سمجھ میں نہیں آیا۔ جب جواب میں دیر ہو جاتی تو علامہ فرماتے اے صاحب! جلدی کیجیے، دیر

ہو رہی ہے، ٹائم ختم ہو رہا ہے، ادھر سے مطالبہ ہو رہا ہے۔ جواب ملتا، اچھا، اچھا...... اچھا! بس ابھی، بس ابھی۔ اس میدانِ کارزار میں ان کی شجاعت و جرأت قابلِ دید تھی۔ جب مزید تاخیر ہو جاتی تو مولوی ارشاد کی طرف بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھ کر مخاطب کرتے، بہت دیر ہو چکی۔ تو صدرِ مناظرہ کی آنکھیں خوف سے جھک جاتیں۔

مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں طلبا کی طرف سے سیرتِ پاک ﷺ کے جلسے ہوا کرتے ہیں۔ غالباً محسن الملک ہال میں جلسہ تھا۔ اسی میں علامہ کی شان دار تقریر ہوئی۔ طلبا تو طلبا پروفیسر، لیکچرار حضرات بھی محوِ حیرت اور داد دیئے بغیر نہیں رہ سکے۔ اس جلسے میں ڈاکٹر عبدالحفیظ کاردار صاحب نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کا کلام "وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں" بڑے ہی والہانہ انداز میں پڑھا۔ نعت شریف اور علامہ کی تقریر نے اچھے اچھوں کا دل پھیر دیا۔ اس جلسے میں علامہ کی تقریر سُن کر پروفیسر خلیل الرحمٰن اعظمی جو 'ماؤزے تنگ' نامی کمیونسٹ لیڈر سے متاثر جدیدیت کے علَم بردار تھے، وہ جدیدیت سے قدیمیت کی طرف پلٹ آئے اور مذہبِ اسلام کی طرف مائل ہوئے۔ ایک ملاقات میں انھوں نے کہا، واقعی ایسے خطیب ہوں تو اچھے اچھوں کا ذہن متاثر ہو جائے گا۔ اور انھوں نے اعلیٰ حضرت کے کلام کی بہت تعریف کی۔ پھر مَیں نے اور برادرم ڈاکٹر محمد اسد صاحب نے ان کو اعلیٰ حضرت کے مختلف رسائل مطالعہ کے لیے دیئے۔ جس کو پڑھنے کے بعد انھوں نے تاثرات لکھے جو ماہ نامہ "المیزان" کے امام احمد رضا نمبر میں شائع ہوئے۔

علامہ کا اسلوبِ تحریر بھی منفرد ہے۔ ان کی کوئی کتاب تو احقر کی نظر سے نہیں گزری، مگر ابا حضور (شارح بخاری) سے جو تعلق خاطر تھا، ان کے سانحۂ ارتحال کے بعد ناچیز کے نام تعزیت نامہ میں اظہار فرمایا ہے۔ وہ ادبِ عالیہ کا ایک مرقع ہے۔ اندازِ تحریر و تقریر پر کچھ نہ لکھ کر بس علامہ اقبال کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمٰن

اللہ تعالیٰ علامہ اعظمی صاحب کو صحت و سلامتی سے رکھے۔ آمین ثم آمین۔

یہاں علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب کا وہ خط پیش کیا جا رہا ہے جو انھوں نے حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ کے وصال پر تحریر فرمایا تھا۔

عزیز گرامی محبی دکتور مولانا محب الحق سلمکم ربکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیزی عبد العلی عزیزی کے ٹیلی فون سے فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصالِ پُر ملال کی اطلاع ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تھوڑی دیر تک سکتے کی سی کیفیت طاری رہی اور پھر زبان پر کلمۂ استرجاع جاری ہوا۔

حضور نائب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تو آپ کے والد گرامی تھے۔ آپ اور جملہ اہلِ خانہ کے غم کا تو ہم اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ لیکن ان کے پردہ فرمانے سے پوری دنیائے سُنّیت غم واندوہ میں ڈوب گئی ہے۔ خدائے قدیر آپ کو اور جملہ اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل سے نوازے۔ آمین بجاہِ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کے وصال کی تعزیت کن کن افراد، جماعتوں، اِداروں اور درس گاہوں کو پیش کروں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اہلِ خانہ کے ساتھ ساتھ عالمِ اسلام بالخصوص برصغیر ہند و پاک کا ہر سُنّی مسلمان تعزیت کا مستحق ہے۔

حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ گلستانِ امجدیہ کی وہ بہارِ جاوداں تھے، جن کے فیض سے سیکڑوں درس گاہیں، اسلامی اِدارے اور افتا کی مسندیں صبحِ قیامت تک فیض یاب ہوتی رہیں گی۔

بلاشبہ حضور فقیہ عصر کے وصال سے دنیائے علم وفکر، فقہ وافتا، تعلیم وتدریس، تحقیق و تفحص، نقد ونظر، مناقشاتِ علمیہ، مباحثات ومناظرات، تصنیف وتالیف، تحریک وتنظیم میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پُر ہونا بظاہر ممکن نہیں نظر آرہا ہے۔

عالمِ اسلام میں ایسی شخصیتیں بہت کم پیدا ہوئی ہیں جو علومِ اسلامیہ کے تمام گوشوں کا یکساں احاطہ کر سکتی ہوں اور جن کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو کہ وہ کس علم اور کس فن میں نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ علم کے ہر شعبے میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔

مجھے ان سے تلمذ کا شرف تو نہ حاصل ہو سکا لیکن ہندوستان کے دورانِ قیام اور برطانیہ منتقل ہونے کے بعد بھی بہت سی نشستوں میں ان کے علمی مباحث اور آرا کو سننے اور فیض یاب ہونے کا موقع ملا اور ان کی بیش تر تحریروں کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ فقہ اسلامی کے جملہ اصول و فروع پر استنباطی قدرت رکھتے تھے۔ جزئیات کا استقصار، اصولِ فقہ میں ان کا تبحر، مصادر استنباط و مراجع استخراج میں ان کا درکِ کامل آج کے دور کے فقہا میں ان کو بہت منفرد اور بلند مقام پر فائز کرتا ہے۔

اصح الکتاب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کی شرح جو بلاشبہ ملتِ اسلامیہ اور بالخصوص ملتِ حنفیہ پر ان کا احسانِ عظیم ہے، کے مطالعے سے اندازہ ہوا کہ حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ فنِ حدیث میں بھی فقہ و افتا کی طرح مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ ''نزہۃ القاری'' میں سیکڑوں مقامات کی تشریح و تعبیر، توفیق و تفہیم اور تلفیق بین الآرا کے حوالے سے علم و استدلال کے وہ چراغ روشن کیے ہیں کہ جن کی ضیا سے ریب و تشکیک کے تمام اندھیرے کافور ہو گئے ہیں۔

بخاری شریف کی معاصر شرحوں میں صرف اختلافِ آرا کے نقل پر اکتفا کیا گیا ہے۔ جس سے ایک عام طالب علم شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ مگر فقیہ عصر نے انتہائی دقتِ نظر کے ساتھ اپنے فقہی اور کلامی موقف کی ترجیح و تصویب پر جو دلائل قائم کیے ہیں وہ صرف ان کا حصہ ہیں۔

مطالعہ نزہۃ القاری کے بعد اس قول کی حقیقت مبرہن ہو گئی ہے کہ ''ہر فقیہ کے لیے محدث ہونا ضروری ہے جبکہ ہر محدث کے لیے فقیہ ہونا ضروری نہیں ہے۔''

مشہور فرانسیسی مستشرق گستالیاں نے کہا تھا کہ فقہ اسلامی میں اجتہاد، قیاس اور استنباط نے اسلامی قوانین کو ایک بحرِ ناپیدا کنار کی حیثیت عطا کر دی ہے اور قوانین کے یہ سر چشمے اسلام کو عصری تقاضوں کے مطابق مکمل رہنمائی کی استعداد عطا کرتے ہیں۔

فقیہ عصر نے اپنی قیادت میں فقہ اسلامی سے متعلق تحقیقاتی اور نظریاتی کونسل قائم فرما کر عصری مسائل کو اصولِ فقہ اور دانشِ حاضر کی روشنی میں حل کرنے کی طرف نمایاں پیش

رفت فرمائی اور الجامعۃ الاشرفیہ میں مفتیانِ کرام کی تربیت کا جو نظام قائم فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اُمید ہے کہ جامعہ کا یہ شعبہ عالم گیر شہرت کا حامل ہوگا اور اگر ان کے متعین کردہ خطوط پر کام ہوتا رہا تو اس ادارے کو جامعہ ازہر وغیرہ کے دارالافتا اور مجمع البحوث الاسلامیہ کے ہمسر ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ استاذی واستاذ العلماء جلالۃ العلم مخدومی ومطاعی حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان ونائب الشیخ حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہما کے بعد فقیہ عصر کی شخصیت نے جامعہ کے علمی اور فنی اور تدریس بھرم کو قائم رکھا اور مجھے امید ہے کہ ان کے زیرِ تربیت علما واساتذہ اور مفتیانِ کرام اس روایت کو قائم رکھیں گے اور ان کا یہی عمل حضور فقیہ عصر کی خدمت میں بہترین خراج عقیدت ہوگا۔

وصال ایک عظیم حقیقت ہے مگر بڑے مبارک ہیں وہ نفوسِ قدسیہ جو مشیّت کی طرف سے تفویض کردہ اپنے حصے کا کام مکمل کر کے جاتے ہیں اور حضور فقیہ اعظم اسی جماعت کے نمائندہ تھے۔ وہ اپنے حصے کا ہر کام بحسن وخوبی مکمل کر کے دارالجزاء کی طرف روانہ ہوگئے۔

فجزاء الله عنا و عن جميع المسلمين۔

برطانیہ کی بہت سی مساجد بالخصوص عبادالرحمٰن ٹرسٹ، جامع مسجد نارتھ مانچسٹر، ورلڈ اسلامک مشن اسلامک سینٹر لیسٹر، مسجد نورالاسلام بولٹن، مسجد خضریٰ گلاسگو اسکاٹ لینڈ، اسلامک سینٹر راچ ڈیل کے علاوہ یورپ میں ہالینڈ، جرمنی، ناروے، امریکہ میں ہیوسٹن، شکاگو، ڈیلاس، سان فرانسکو، کینڈا میں ٹورنٹو اور افریقہ کے بہت سے ممالک میں حضور فقیہ عصر کے لیے تعزیتی اجلاس اور محافلِ ایصالِ ثواب منعقد ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ میری طرف سے حضور عزیز ملت اور جملہ اساتذۂ اشرفیہ وپس ماندگانِ فقیہ العصر کی خدمت میں سلام و تعزیت پیش کردیں۔ والسلام

شریکِ غم محمد قمرالزماں خاں اعظمی

۲۵ رمئی ۲۰۰۰ء

☆......☆......☆

قمرِ ملّت حضرت علامہ قمرالزماں اعظمی

محمد میاں مالیگ، اولڈبری، برطانیہ

سیّاحِ عالم حضرت علامہ قمرالزماں خان اعظمی مسلکِ اعلیٰ حضرت علیہ لرحمہ کے عظیم داعی ہیں۔ فیاض و وہّاب رب العزت جل جلالہ نے آپ کو علمی اور عملی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ بلاشبہ وہ اللہ ربّ العزت کا عظیم انعام ہیں۔ آپ اہلِ سُنّت کے لیے بریشم کی طرح نرم اور اعدائے دین کے لیے برقِ تپاں ہیں۔ آپ کی علمی اور خطیبانہ صلاحیتوں سے ایک زمانہ کم وبیش نصف صدی سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ ورلڈ اسلامک مشن کے اسٹیج سے آپ نے اسلام کی جو خدمات انجام دی ہیں، وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ برطانیہ میں شاید ہی کوئی مردِ مومن جس کا تعلق مسجد، محراب و منبر سے ہو، اُس نے آپ سے فیض نہ پایا ہو۔ مخالفینِ اہلِ سُنّت بھی آپ کی علمی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد مقامات پر مناظروں کی محفل میں اسی کا علم ہو جانے کے بعد کہ اہلِ سُنّت کی نمائندگی علامہ اعظمی کر رہے ہیں، وہ مناظروں سے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ۱۹۷۵ء میں بولٹن اور ڈیوزبری کے ٹاؤن ہال کے مناظرے شاہد عدل ہیں۔ آپ کی پیار بھری میٹھی باتیں اگر کوئی ایک بار سُن لے تو ہمیشہ کے لیے ان کا اسیرِ اخلاق ہو جاتا ہے۔

اِس علم کے بعد کے بمبیٔ کی فعال اور مستعد رضا اکیڈمی قبلہ اعظمی صاحب کی دینی خدمات کے حوالے سے کوئی کتاب شائع کرنا چاہتی ہے، مَیں نے چاہا کہ مَیں بھی چند سطور کے ذریعے ان کے مدّاحوں میں شامل ہو جاؤں۔ وہ مدّاحی جو حقیقت پر مبنی ہو، غیر مدلل مدّاحی نہ ہو۔

حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر علامہ اعظمی ۱۹۷۴ء میں برطانیا تشریف لائے۔ اس وقت اہلِ سُنّت کی مساجد کی تعداد بہت کم تھی۔ اکثر وبیش تر مساجد میں

منکرینِ عظمتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دیابنہ اور تبلیغیوں کا قبضۂ غاصبانہ تھا۔ یعنی عوام سُنّی العقیدہ تھے مگر انھوں نے اپنے پُرفریب رویّے سے ان پر قبضہ کر رکھا تھا۔ بعض شہروں میں تو اہلِ سُنّت و جماعت کے لیے قدم رکھنے کی بھی گنجائش نہیں تھی۔ ایسے حالات میں علامہ ارشد القادری، علامہ اعظمی اور چند دیگر علما اور مشائخ نے کام کا آغاز کیا۔ کانفرنسوں، جلسوں، قرآن پاک کے درس اور میلادِ پاک کی محفلوں سے عوامی شعور کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ اسی راہ میں انھیں بے پایاں مشقتیں برداشت کرنی پڑیں مگر علامہ اعظمی اور ان کے رفقاے کار نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا اور آج بحمد للہ علماے اہلِ سُنّت کی مساعیِ جمیلہ کے نتیجے میں سات سو ۷۰۰ سے زیادہ مساجد ہیں۔ چونکہ علامہ ارشد القادری، علامہ اعظمی، علامہ شاہد رضا نعیمی، مولانا عبدالوہاب صدیقی، پیر سیّد معروف حسین ابتدائی دور میں آنے والے اور کام کا آغاز کرنے والے ہیں۔ اس لیے آج اہلِ سُنّت کے گلستان کی فصلِ بہار کا سہرا انھیں کے سر سجتا ہے۔

علامہ قمر الزماں خاں اعظمی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا دل عطا فرمایا ہے جو اہلِ ایمان کی فلاح و بہبود کے لیے ہمیشہ سلگتا رہتا ہے۔ یہ ہماری ذاتی رائے نہیں ہے۔ آیئے دیکھیے کہ ان کے ساتھ شب وروز کی نشست وبرخاست رکھنے والوں کا ان کے بارے میں کیا تاثر ہے۔

یہ لیسٹر کی عظیم الشان مسجد کے صدر برطانیہ کی معروف دینی شخصیت الحاج محمد حسین صاحب ہیں جن کا دولت کدہ کم وبیش نصف صدی تک علما و مشائخ کی محافل کا مرکز رہ چکا ہے۔ اعظمی صاحب سے ان کے تعلقات روزِ اوّل سے ہیں۔ ہمارے سوال کے جواب میں انھوں نے فرمایا:

"ماشاء اللہ اعظمی صاحب کی کیا بات ہے۔ نشست و برخاست، گفت وشنید، اخلاق و اعمال ہر ہر صفت میں یہ اخلاص و بے ریائی کے پیکر ہیں۔ ان کے قول وفعل میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ خطابت میں بلاشبہ دور دور تک ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ اہلِ سُنّت و جماعت اس بات پر جتنا بھی فخر کریں اور اللہ کا شکر ادا کریں تو کم ہے کہ اللہ نے علامہ اعظمی

جیسا گوہرِ نایاب عطا فرمایا ہے۔''

بریلی شریف میں ۱۹۶۰ء کی دہائی میں فارغ ہونے والے اور برطانیہ میں اوّلین آنے والوں میں علامہ محمد حنیف صاحب رضوی کا نام بہت نمایاں ہے۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت علامہ اعظمی کے بارے میں میرا کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مرادف ہے۔ اُن کے خلوص وللّٰہیت کا یہ عالم ہے کہ انتہائی علم وفضل کے حامل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو سب سے کم تر سمجھتے ہیں۔ تکبّر وغرور نام کا ان کی زندگی میں کوئی گزر نہیں ہے۔ آپ عجز وانکساری کے پیکر، خورد نوازی میں بے مثال۔ ہر ایک کے ساتھ مروّت سے پیش آنا آپ کا خاصہ ہے۔ بزرگوں کا غایت درجہ ادب و احترام کرتے ہیں اور انتہائی نیازمندانہ طور پر ان کی بارگاہوں میں حاضری دیتے ہیں۔ اعظمی صاحب واقعی اعظم ہیں۔'' مشہور مصنف اور اہلِ قلم علامہ مفتی عبدالرسول منصور الازہری نے علامہ اعظمی کے بارے میں فرمایا:

''اعظمی صاحب اہلِ سُنّت کے لیے اللہ کا انعام ہیں۔ آپ کی خطابت کا ڈنکا صرف برصغیر ہند و پاک ہی میں نہیں، بلکہ دنیا کے مختلف ممالک بالخصوص برطانیہ میں بج رہا ہے۔ تحریر وتقریر دونوں میدان میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ جہاں بیٹھ جائیں وہیں پروانوں کا ہجوم اکٹھا کر لیتے ہیں۔ رہ گئی بات ان کی اردو زبان کی تو بلاشبہ ان کی اردو کو 'اردوئے معلیٰ' کہا جاسکتا ہے۔''

علامہ نثار احمد قادری، برٹش مسلم فورم کے چیئرمین ہیں۔ انھوں نے فرمایا:

''اہلِ سُنّت و جماعت کی تائید وحمایت میں آپ کا علم بے پناہ وسیع ہے۔ ندوۃ العلما سے استفادے کے بعد ان کی حیثیت کہ مَیں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ کی ہوگئی ہے۔ اسی لیے بدعقیدہ جماعتوں کے لیے آپ کا وجود قہرِ خداوندی سے کم نہیں ہے۔ جب آپ مناظرانہ گفتگو کرتے ہیں تو آپ کے لہجے کی گھن گرج اور اسلوبِ بیان کا زیر وبم دیدنی اور شنیدنی ہوتا ہے۔ مسلکِ اہلِ سُنّت کے تحفّظ کے سلسلے میں علامہ اعظمی کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ تاریخ انھیں ہمیشہ یاد رکھے گی۔''

ملک فتح محمد اور ملک رحمت نے کہا:

''علامہ اعظمی کی خدمات پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہمیں افسوس ہے انھوں نے کام کا آغاز بریڈفورڈ سے کیا تھا، مگران کی کامیابیاں ہمارا مقدر نہیں تھیں، اس لیے وہ مانچسٹر منتقل ہوگئے۔''

ضلع بھڑوچ، گجرات کے قاری اسمٰعیل یوسف ٹنکاروی جنھیں علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی برطانیہ میں میزبانی کا شرف حاصل ہے، نے فرمایا:

''علامہ اعظمی صاحب سُنّیت کی آبرو ہیں۔ آپ دارالعلوم اشرفیہ کے دس ممتاز ترین فضلا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ساری دنیا آپ میں آپ کی خطابت کا غل غلہ ہے۔ درس و تدریس، تحریر وتقریر، عجز وانکسار، تحمل و برداشت، خوردنوازی، حکمتِ عملی جیسے اوصاف میں بے مثال ہیں۔ ان کے بارے میں یہی کہوں گا ؎

ہزار کام لیا مَیں نے خوش بیانی سے
جمالِ یار کی رعنائیاں بیاں نہ ہوئیں''

حضرت علامہ ایوب اشرفی آف بولٹن ارشاد فرماتے ہیں:

''ان کی خطابت میں بلا کی روانی، جملوں میں ادیبانہ رنگ، انوکھا اور نرالا اندازِ بیاں، تحقیق وتفحص، اثر اور آواز کی گھن گرج سبھی کچھ موجود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سمجھ دار اور تعلیم یافتہ طبقہ آپ سے بہت متاثر ہوتا ہے۔''

اور آخر میں راقم الحروف اس بات پر جتنا بھی شکر کرے کم ہے کہ ہمارے خاندان کے دو عالمِ دین عزیزم ابوزہرہ رضوی اور مولانا محمد ارشد مصباحی علامہ اعظمی کے شاگردوں میں شامل ہیں۔

☆......☆......☆

علامہ اعظمی میرے آئیڈیل

قاری محمد اسمٰعیل مصباحی
اردو سینٹر، راچ ڈیل، برطانیہ

آپ نے برادرِ گرامی حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب کی حیات اور خدمات کے حوالے سے میرے تاثرات دریافت کیے ہیں۔ ۳۵/سالہ رفاقتوں کے سلسلے میں تاثرات پیش کرنے کے لیے ایک دن آپ نے عطا فرمایا ہے۔ اس کے لیے تو کئی ماہ درکار ہیں۔ بہرکیف فی الحال چند باتیں حاضرِ خدمت ہیں۔ علامہ اعظمی صاحب ایک عظیم خطیب، ایک باوقار قائد اور معمارِ قوم وملّت ہیں۔ مَیں اُن کی حیات کے بیش تر ایّام کا عینی شاہد ہوں۔ جب وہ برطانیا آئے تو رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ، قائدِ اہلِ سُنّت علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہدِ ملّت مولانا عبدالستار نیازی، پروفیسر شاہ فرید الحق کے ساتھ مل کر عظیم قومی خدمات انجام دیں۔

علامہ نے پوری دنیا میں ورلڈ اسلامک مشن کی کانفرنسوں کے ذریعے دینی بیداری پیدا کی۔ جب یہ قافلۂ دعوت وعزیمت برطانیا کی سرزمین پر اُترا تھا، تو یہاں اہلِ سُنّت کی چند مساجد تھیں۔ مگر آج کم وبیش سات سو مساجد ہیں۔ یہ اسی بیدار کا نتیجہ ہے جو علامہ موصوف نے اپنے قائدین کے ساتھ مل کر پیدا کیں۔ مَیں نے ان کے ساتھ یورپ کے متعدد ملکوں بالخصوص ہالینڈ، بیلجیم، ساؤتھ افریقہ، زمبابوے وغیرہ کے تبلیغی سفر کیے۔ مَیں نے دیکھا وہ جہاں بھی گئے، انھوں نے دینی اِداروں کے قیام کی کوشش کیں۔ وہ تقریر برائے تقریر کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ وہ تقریر برائے تعمیر کے قائل ہیں۔ مَیں نے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ، علامہ شاہد رضا نعیمی اور علامہ اعظمی صاحب کے ساتھ ایران کا سفر کیا۔ علامہ اعظمی صاحب نے وہاں بھی ایران کے اہلِ سُنّت وجماعت کے حقوق کے لیے آواز بلند کی اور

دستور میں فقہ جعفری کو ملک کا غیر متبدل قانون قرار دے کر دیگر مذہبی اقلیتوں کے حقوق کو متبدل کے خانے میں رکھ کر جو نا انصافی برتی گئی تھی، ورلڈ اسلامک مشن نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ یہ احتجاج علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب نے کانفرنس کے اس سیشن میں کیا جس کے وہ خود نائب صدر تھے۔ تہران کے کئی لاکھ سُنّیوں کا مطالبہ تھا کہ وہاں ان کو ایک جامع مسجد تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے۔ جس کے جواب میں آیت اللہ منتظری نے کہا تھا کہ ہم نے یہ فتویٰ دے دیا ہے کہ جہاں سُنّی مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہاں شیعہ ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں اور جہاں شیعوں کی اکثریت ہے وہاں سُنّی ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں اور آپ جانتے ہیں کہ سُنّی پوری دنیا میں اکثریت میں ہیں۔ علامہ اعظمی صاحب نے کہا تھا کہ آپ اپنی جماعت کی طرف سے فتویٰ جاری کرنے کا حق رکھتے ہیں مگر اہلِ سُنّت کی طرف سے فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ ہم آپ کے اس فیصلے سے متفق نہیں ہیں۔ جس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ ہم آپ کے مطالبے کو پارلیمنٹ میں پیش کریں گے۔

تہران ریڈیو کو انٹرویو دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ایران عراق جنگ میں آغاز کا مجرم صدّام حسین ہے مگر اب طوالتِ جنگ کا جرم ایران کر رہا ہے۔ خدارا اس جنگ کو جلد از جلد بند کریں۔

ایران کے انقلابی ماحول میں کلمۂ حق کہنا یہ علامہ اعظمی صاحب جیسے ہی انسان کی جرأت کی بات تھی۔ ورنہ بعد میں جانے والے بعض نام نہاد مفکّرین نے تو اپنے ذاتی مفاد کے لیے یہاں تک کہہ دیا کہ خمینی زندہ رہے تو علی کی طرح اور جان دی تو حسین کی طرح۔ (معاذ اللہ)

جمعہ کا دن آیا تو معمارِ قوم وملت رئیس القلم علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شاہد رضا نعیمی، علامہ قمر الزماں اعظمی، علامہ ظفر محمود فراشوی اور خادم نے ان کے پیچھے نماز ادا نہیں کی۔ ہمارے علاوہ پوری دنیا کے مندوبین نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ بہرکیف وہ ملّت کے ایک باوقار، غیور قائد ہیں۔

خدا انھیں تادیر سلامت رکھے۔ آمین بجاہِ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ☆☆☆

تاثرات

مفتی منیب الرحمٰن
چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان
صدر تنظیم المدارس اہلِ سُنّت پاکستان، مہتمم دارالعلوم نعیمیہ، کراچی

مفکرِ اسلام، شہبازِ خطابت زاداللہ بسطۃ فی العلم والجسم کا پیکرِ مجسّم، فصاحت و بلاغت کا مرقع علامہ قمرالزماں اعظمی دامت برکاتہم العالیہ سے ایک دو بار پاکستان میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور چند بار برطانیا میں۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں متعدد صفاتِ حمیدہ کا جامع بنایا ہے۔ مَیں نے اُنہیں ہمیشہ نہایت خلیق پایا، دین و مسلک کا درد اُن میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

علمی وجاہت وثقاہت، رسوخ فی العلم اور تحقیق و تدقیق فی المسائل کا ملکہ بہت سے اکابر کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ودیعت ہوتا ہے اور ہم ہمیشہ ایسے افاضل و اکابر کے علمی فضل کے معترف رہے ہیں، خواہ اُن کا تعلق ماضیِ قریب سے ہو یا معاصرین ہوں، لیکن بہترین ابلاغ علم و انتقالِ علم کے لیے تحریر و تقریر کا ملکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بعض بندگانِ خاص پر ایک غیر معمولی کرم و انعام ہوتا ہے۔ علامہ قمرالزماں اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کا شمار اس طبقۂ خاص کے سرِ فہرست چند انتہائی محدود خوش نصیب حضراتِ گرامی میں ہوتا ہے۔ ان کے خطاب میں بلا کی اثر آفرینی، ادبیت، فصاحت و بلاغت اور سلاست کے ساتھ ساتھ معنوی تسلسل اور کمالِ ربط ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ و معانی ان کے آگے صف بستہ کھڑے ہوں۔

ہمارا ایک المیہ یہ ہے کہ ہمارے عہد کے اکثر علما و خطبا کرام نے اپنے آپ کو ایک خاص دائرے تک محدود کر دیا ہے اور وہ بعض مخصوص موضوعات کے متخصص (Specialist) بن کر رہ گئے ہیں اور ہمارے مخاطبین و سامعین کا ذوقِ سماع بھی محدود ہے۔ اُمتِ مسلمہ، دینِ اسلام اور مسلکِ اہلِ سُنّت و جماعت کے عالمی تناظر سے ہم تقریباً کٹے ہوئے ہیں۔

لہٰذا یورپ، امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا، افریقہ اور دیگر بلادِ عالم میں ہمارے لوگوں کی کئی نسلیں گزرنے کے باوجود ہم اپنے دائرے میں محدود ہیں اور اپنے حلقۂ اثر سے باہر کی دنیا سے بالکل بے تعلق اور بے خبر۔ اس رویّے اور روش کے نقصان کا بھی ہمیں اندازہ نہیں ہے۔ ہمیں اس سارے پس منظر و پیش منظر کا عمیق تجزیہ کر کے پوری حکمتِ عملی از سرِ نو ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس بات میں عملی اقدام تو دور کی بات ہے، ابھی تک ہم وسیع پیمانے پر اس عصری ضرورت کا اِدراک بھی نہیں کر پائے۔ جب تک کوئی طبقہ اپنے دائرے کے اندر مقید و محدود ہو، اسے بیرونی دنیا سے اپنا تقابل کر کے اپنے محاسن و معائب کا صحیح اِدراک بھی نہیں ہو پاتا۔

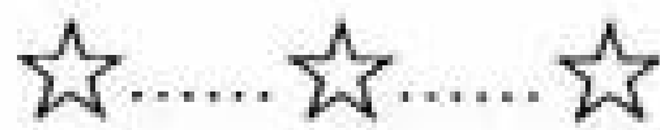
ایسے ماحول میں حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مدظلہم کا وجود بسا غنیمت ہے کہ اُنہیں اُمّت کے عالمی مسائل و مصائب اور امکانات (Potentials) کا بھی کماحقہٗ اِدراک ہے، اپنی محدودیت اور اپنوں کی بے بصیرتی کا بھی یقیناً احساس ہے۔ اس لیے ان کے خطابات گھٹن اور حبس کے ماحول میں بادِ بہاری کا ایک تر و تازہ اور معطّر و مفرّح جھونکا محسوس ہوتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں یاس کی فضا میں فکری تنوّع و توسُّع اور تعمّق کی ایک آس پیدا ہوتی ہے اور لگتا ہے کہ ہم میں بھی کوئی ہے جو فکر کی اس بلندی پر فائز ہے کہ عمودی (Vertically) اور اُفقی (Horizontally) دونوں جہات سے حالات کا جامع تجزیہ کر کے اُمّت کی صحیح رہنمائی کر سکے اور ہم بھی سر بلند ہو کر کہہ سکیں کہ ؎

اولٰئک آبائی فجئنی بمثلھم اذا جمعتنا یا جریر الجامع

میرے نزدیک ضرورت اس امر کی ہے کہ علامہ صاحب یو.کے (برطانیا) میں منتخب نوجوان فضلا و علما کرام کے لیے کم از کم ایک سہ سالہ تحقیقی، تربیتی، دعوتی اور ابلاغی خصوصی کورس کا اہتمام کریں تا کہ اپنے عہد کا قرض اُتار سکیں اور اُن کے جوہرِ قابل (Talent) کا فیض ان کے علمی وِرثے کے طور پر ان کے بعد بھی جاری و ساری رہے۔

مَیں ان کے جواں عمر، جواں عزم اور باصلاحیت صاحب زادے ڈاکٹر وقار اعظمی زید

مجد ہم سے گزارش کروں گا کہ وہ اس طرف توجہ دیں، کیونکہ ان سے زیادہ کسی اور کو اس مشن کے حقیقی دواعی (Need of the Time) کا احساس نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان سے بہتر کوئی اس مشن کو پورا کرنے کا اہل ہے۔ مَیں ان کی سعادت مندی اور ہمہ جہت کامیابیوں کے لیے دعا گو ہوں، جو آنے والے عہد کے لیے مشعلِ راہ، نشانِ منزل اور منارۂ نور ثابت ہوں۔



اخلاص پیشہ خطیب

مولانا معین الحق علیمی
صدر اعلیٰ دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی یو پی

دعوت و تبلیغ میں اخلاص کا عنصر موجود ہونا نہایت ضروری ہے اگر اخلاص نہ ہو تو دعوت و تبلیغ کے اثرات دیرپا نہیں رہتے۔ اس ضمن میں جب ہم مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی کی شخصیت اور ان کی دعوتی خدمات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ علامہ کے اندر یہ وصف بدرجۂ اتم موجود ہے جس کی وجہ سے آپ ایک کامیاب داعی و مبلغ کی حیثیت سے عالم اسلام میں متعارف ہیں۔ انہوں نے ورلڈ اسلامک مشن جیسی عالمی تنظیم کے جنرل سکریٹری ہونے کی حیثیت سے یورپ و امریکہ اور دنیا کے دیگر ممالک میں بہت سی اہم تنظیمیں، مساجد اور مدارس قائم فرمائے اور مسلک اہلِ سُنّت کا پرچم لہرایا۔ جماعت اہلِ سُنّت کی عظیم ترین شخصیتوں مثلاً حضور مفتی اعظم ہند، حضور حافظ ملت، علامہ مشتاق احمد نظامی، قائد اہلِ سُنّت علامہ الشاہ احمد نورانی اور علامہ ارشد القادری رحمہم اللہ تعالیٰ کی رفاقت اور قیادت میں انہیں دعوت و اصلاح کا فریضہ انجام دینے کا بھرپور موقع ملا۔ انہیں اکابر کی دعائیں ہیں کہ علامہ اعظمی آج پورے عالم اسلام میں ایک مفکر اور عظیم خطیب کی حیثیت سے متعارف ہیں۔ انہوں نے باادب رہ کر ان اکابر علما سے بہت کچھ سیکھا اور دنیا تک اسلام کا پیغام پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

شمالی مشرقی یو پی کی دینی دانش گاہ دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی یو پی میں حضرت مفکر اسلام بارہا تشریف لائے اور یہاں کی تعلیمی و تعمیری خدمات سے بہت خوش ہوئے۔ مفکر اسلام میں اصاغر نوازی کا جذبہ بھی موجود ہے یہی وجہ ہے کہ ہر ملنے والا آپ کے اخلاق و کردار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ جس وقت حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ الجامعۃ الاشرفیہ

بارک پور کا وفد لے کر ممبئی پہنچے، اس وقت اس تحریک کو کامیاب بنانے میں بھی علامہ کا کلیدی کردار رہا۔ وہ شب و روز حضور حافظ ملت کے ساتھ اس تحریک کے فروغ میں لگے رہے اور کامیابی ملی۔ تعلیمی میدان میں آپ کا قائم کردہ ادارہ الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد آپ کی زندگی کا ایک نمایاں کارنامہ ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ علامہ اعظمی کا سایہ ہم پر تادیر قائم رہے اور وہ دیر تک مسلک اہلِ سُنّت کی خدمات انجام دیتے رہیں۔

مبارک باد کی مستحق ہے رضا اکیڈمی ممبئی کہ جس نے اس عظیم مفکر، مصلح اور داعی کی خدمات کے اعتراف میں جلسۂ اعترافِ خدمات اور گولڈ میڈل کا منصوبہ بنایا ہے۔ یقیناً یہ ایک لائق تحسین اقدام ہے۔ اللہ رب العزت رضا اکیڈمی کے اراکین سے دین وسنّیت کے مزید کام لے۔



تاثرات

مولانا محمد عیسیٰ رضوی

خلیفۂ تاج الشریعہ وخادم الحدیث والافتاء
الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم، گرسہائے گنج، ضلع قنوج (یوپی)

یہ جان کر بڑی شادمانی ہوئی کہ آپ نے مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی کی خدماتِ دینیہ پر ایک مجلّہ شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔ میری نظر میں یہ اقدام مستحسن اور یہ کام نہایت محمود و پسندیدہ ہے۔ اگر ہماری جماعت میں اسی طرح کام کرنے کا شوق و جستجو پیدا ہو جائے تو آنے والی نسلیں ماضی کے اثاثے سے بآسانی استفادہ بھی کر سکیں گی اور اکابر فراموشی کے الزام کا ازالہ بھی ہو جائے گا۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے ذہن و فکر اور دینی جذبے کو سلامت رکھے۔ آمین

یہ ظاہر ہے کہ مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی نے اسلام وسُنّیت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ و استحکام میں جو نمایاں کام کیا ہے، وہ ایک یادگار کی حیثیت سے مدّتوں باقی رہے گا۔ بلکہ ان کی خدماتِ دینیہ کا دائرہ اتنا بڑھا کہ وہ ایشیا سے یورپ تک پہنچ گیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے ہندوستان کے مقابلے میں یورپ میں دینی کارنامہ زیادہ انجام دیا ہے تو بجا ہے۔ کیونکہ یورپ کی پیاسی زمین کو سیراب کرتے ہوئے انھیں میرے خیال میں چالیس سال سے زیادہ مدّت گزر رہی ہے۔ اس طویل عرصے میں انھوں نے آرام کی نہیں کام کی زندگی گزاری۔ وہ چونکہ جہدِ مسلسل اور سعیِ پیہم کے قائل ہیں۔ اسی نقطۂ نظر سے انھوں نے ایک نصب العین مقرر کیا اور اسی نہج پر کام کرتے ہوئے وقت کی ضرورت اور دینی تقاضوں کو پورا فرمایا۔ بلکہ اپنے تجربے اور مشاہدے کی بدولت انھوں نے بہت کچھ کیا اور دوسروں کو بھی کرنے کا حوصلہ عطا کیا۔ اس طرح ان کی جدو جہد کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

حضرت مفکرِ اسلام اپنے سینے میں ایک دردمند اور صالح دل رکھتے ہیں۔ ملّت و

مسلک کا درد ہو یا قومی وفلاحی درد، ہر ایک کے لیے وہ بے چین ومضطرب نظر آتے ہیں۔ ان کی تقریر وتحریر کے حرف حرف سے یہ بات آشکارا ہے۔ جن لوگوں نے حضرت مفکرِ اسلام کو قریب سے دیکھا ہے وہ اس بات کے قائل ومعترف ہیں کہ وہ اپنی قوم کو ہر میدان اور ہر محاذ پر زمانے والوں سے آگے دیکھنا چاہتے ہیں۔ تعلیم وتعلّم ہو، یا صنعت وحرفت، سائنس و ٹیکنالوجی ہو، یا قیادت وسیاست۔ ان کی قلبی خواہش وآرزو ہے کہ قومِ مسلم کا ہر بچّہ ہر میدان میں سبقت وبازی لے جائے۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ قومِ مسلم کے اندر وہ جوہر وتوانائی موجود ہے جس سے اس کا ایک ایک فرد ہر بزم کا شہ نشین اور ہر رزم کا شہ سوار ہوسکتا ہے۔ ہماری قوم کے اندر صلاحیتیں تو ہیں مگر ان صلاحیتوں کو استعمال کے طریقے معلوم نہیں۔ میری معلومات میں حضرت مفکرِ اسلام نے قومِ مسلم کی انھیں خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی اور قوم کو خوابِ غفلت سے جگانے کے جتن کیے اور ان کی ردائے تغافل کو اُتارا۔ دنیا جانتی ہے کہ عمر بن خطاب، خالد بن ولید اور طارق بن زیاد اوّلیں مسلمانوں میں ایسے نام ور ہوئے جن کی سطوت سے دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں زیروزبر ہوگئیں۔ دنیا کے حکم رانوں پر آج بھی ان کے نام کا رعب طاری ہے۔

حضرت علامہ قمرالزماں صاحب اعظمی قومِ مسلم کی زبوں حالی وپس ماندگی کو دیکھ کر بے چین نظر آتے ہیں۔ اپنے نشریے میں وہ اس کا اظہار کرتے اور اس کے حسنِ تدارک کی تدابیر بھی بتاتے ہیں۔ لیکن جس قوم میں جمود وتعطّل کا ماحول پیدا ہوجائے اس کی ترقی رُک جاتی ہے۔ اس وسیع وفراخ کائنات میں اس کے پنپنے کے اسباب ووسائل محدود ہوجاتے ہیں۔ دنیا بھی اسے ماضی کے گم نام گڑھے میں دھکیل دینا چاہتی ہے۔ اس پر ایک دن ایسا آتا ہے کہ اس کا دائرۂ زندگی تنگ ہوجاتا ہے۔ پھر وہ اپنے کو محدود ومحصور سمجھ کر اپنا ہی گلا گھونٹنے کے خواب دیکھتی رہتی ہے۔ مگر اس تنگ وتاریک ماحول سے نکلنے کا راستہ یہ ہے کہ شرعی حدود کی حفاظت کے ساتھ ان مادّی اسباب ووسائل کا وقتِ ضرورت سہارا لینا ہوگا، جو ہمیں منزلِ مقصود تک پہنچادیں۔ اس جذبے کے ساتھ جب انسان کا عزم راسخ ہوگا تو مشکلیں آسان

ہو جائیں گی۔ پُر خطر راستے بھی اسے منزل کا پتہ دے دیں گے۔ شریعتِ مطہرہ پر چلنے والوں کے لیے اسلام نے امن و سلامتی کی ضمانت دی ہے۔ اس یقین میں اگر تزلزل نہیں ہے تو قسم خدا کی ہم کہیں اور کسی جگہ رہیں کامیابی ہمارے ساتھ رہے گی، نجات کا پروانہ ہمارے ہی نام رہے گا۔

حضرت مفکرِ اسلام مدظلہ العالی نے آوارہ ذہنوں کو جو فکر سالم دی اور اپنے فکری داعیہ کو الفاظ و نقوش کی شکل میں پیش کر کے اس پر نئی تعمیر کی دعوت دی ہے ہم اس کے ایک ایک حرف کو سلامِ شوق پیش کرتے ہیں۔ مجھے احساس ہے کہ ان کا جو فکری پیغام برصغیر و ایشیا اور یورپ میں نشر ہوا اس کے اثر و نفوذ سے پاکیزہ نفوس نے درسِ عبرت حاصل کیا اور اپنی فکری بے راہ روی سے توبہ کر کے رجوع الی اللہ ہو گئے۔ اسی لیے مَیں اکثر کہا کرتا ہوں کہ حضرت مفکرِ اسلام جیسے اگر ہماری جماعت میں اور کئی افراد ہوتے تو ہم زمانے کی تقدیر بدل دیتے، قوموں کا مقدر بدل جاتا، دنیا کی نظر میں مزید ہمارا تشخص و وقار بحال و قائم رہتا۔ فکری افلاس و بے اعتدالی کا رونا ہمیں آج رونا نہیں پڑتا کیونکہ فکر و نظر کو صحیح سمت میں لے جانے والا کبھی ذلیل و رُسوا نہیں ہوتا۔ نہ اسے دنیا کسی موڑ پہ چیلنج کر سکتی ہے۔ حق یہ ہے کہ فکری سلامتی کے جو طریقے شیخ الاسلام والمسلمین مجدّدِ ملّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے بتائے، انھیں طریقوں کو اپنا کر حضرت مفکرِ اسلام نے کاروانِ حیات کی نمائندگی کی اور سمتِ منزل بڑھتے رہے۔ فرزندانِ اسلام کو بھی ایشیا سے یورپ تک انھیں خطوط پر چلنے اور کام کرنے کی دعوت دی۔

دین و سُنّت کو فروغ و ترقی اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کو حضرت مفکرِ اسلام نے اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا۔ اسی پر اپنی علمی و تبلیغی و دعوتی توانائی صرف فرمائی۔ مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اس راہ میں خوب سے خوب تر کامیاب و کامراں ہوئے اور اپنی جماعتِ اہلِ سُنّت میں ایک دردمند و بہی خواہ، مصلح و رہنما کی حیثیت سے معروف و مشہور ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے حینِ حیات ہی میں ان کی خدماتِ دینیہ کو سراہنے، ان کے

اعترافِ عظمت اور ان کے دینی وملّی کارناموں کو بقائے دوام دینے کی خاطر رضا اکیڈمی ممبئی کے اراکین و ذمے داران نے جو عزم کیا ہے وہ لائقِ ستائش ہونے کے ساتھ قابلِ تقلید بھی ہے۔ یہ ظاہر وعیاں ہے کہ رضا اکیڈمی ممبئی نے اب تک تصانیفِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی طباعت واشاعت میں اوّلیت حاصل کی ہے۔ اس کے لیے اکیڈمی کے اراکین ہزار ہزار مبارک باد کے مستحق ہیں۔ نیز علامہ قمر الزماں صاحب پر اس کا یہ کام اس اعتبار سے بھی محمود ورشک ناک ہے کہ اب تک تو بہت سے اکابر علما کی حیات وخدمات کو دستاویزی شکل نہ ملی اور نہ ان کے دینی کارناموں کو اُجاگر وواضح کیا گیا، جب کہ ایسے علما سے آج کی نئی نسل ناواقف ونابلد ہے۔ حالانکہ جملہ اکابر علما کی خدماتِ دینیہ کو سراہنے اور انھیں منظرِ عام پر لانے کی ضرورت ہے۔ جمود کی ایسی ناگفتہ بہ صورت میں اگر کسی عالمِ دین کی حیات وخدمات کو اس کی زندگی ہی میں مرتب کیا جائے تو یقیناً یہ بات خوش آیند اور عملی پیش رفت ہے۔ اس لحاظ سے اگر حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی کو دیکھا جائے تو ان کی علمی عظمت اور بلندیِ اقبال کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ علامہ موصوف کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور رضا اکیڈمی ممبئی اور اس کے اراکین کو تادیر سلامت رکھے۔ آمین!



تاثرات

شیخ الاسلام پیر علاء الدین صدیقی

چیئر مین نور ٹی وی، چانسلر محی الدین اسلامی یونی ورسٹی، نیریاں شریف، آزاد کشمیر
بانی محی الدین اسلامی میڈیکل کالج، آزاد کشمیر

زمانے کی ایک ممتاز، فخر الاماثل و عبقری شخصیت جنھیں دنیائے علم و حکمت علامہ قمر الزماں اعظمی کے دل نشیں نام سے جانتی ہے۔

زمانے کے اس عدیم المثال چاند کی کرنوں نے دنیا بھر کے تاریک گوشے عشقِ رسول کی شدید حدّت سے تاب ناک کرنے میں اپنا وہ اثر دکھایا جس سے فاسد العقل وضعیف الاستعداد گنوار بھی مہبطِ انوار نظر آئے۔

موصوف محبوب علم و عرفان کی تند و تیز موجوں کی طرح جہالت کے مہیب و سنگلاخ چٹانوں کے جگر چیرنے کی شق ہی نہیں فرماتے، بلکہ تسخیر کا گُر بھی جانتے ہیں۔

دعا ہے کہ آسمانِ دنیا کے سینے پر تیرنے والے چاند سے کہیں زیادہ آسمان روح پر یہ قمر تا حشر چمکتا رہے۔

☆......☆......☆

تاثرات

علامہ محمد زوّار بہادر

مرکزی سیکریٹری جنرل جمعیت علما پاکستان،

مرکزی سیکریٹری اطلاعات ورلڈ اسلامک مشن، ڈائریکٹر صفہ اسلامک یونی ورسٹی، لاہور

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمدللہ علمائے حق نے ہر دَور میں تقریر اور تحریر کے ذریعے تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کیا۔ مشائخ عظام نے اپنے اخلاق و کردار کے ذریعے دین کی خدمت کی۔ ان حضرات کی محنت کو اللہ پاک کے کرم سے اتنی پذیرائی ملی کہ آج دنیا کے کونے کونے میں اذانوں کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ قرآن پاک کا نورِ ہدایت دنیا کو رشد و ہدایت سے منور کر رہا ہے۔ دورِ حاضر میں علمائے ربّانیین کے اس مقدس گروہ میں خطیب العصر مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمرالزماں اعظمی (مرکزی سیکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن) کا نام بڑا نمایاں ہے۔ انہیں اس صدی کے اکابر علما و مشائخ کی اضافت اور ان کے ساتھ کام کرنے کا خوب موقع میسر آیا، جن میں حضرت مفتیِ اعظم ہند اور قایدِ ملّتِ اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی، چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن شامل ہیں۔ مفکرِ اسلام نے حضرت قایدِ ملّتِ اسلامیہ کے ساتھ متعدد بار دنیا کے اکثر ممالک کے تبلیغی دورے کیے ہیں۔ آج دنیا بھر میں سیکڑوں مساجد، مدارس اور تعلیمی اِدارے ان کی محنت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ الحمدللہ ۲۵ر سال سے راقم الحروف کو بھی حضرت کے ساتھ ورلڈ اسلامک مشن کے ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرنے، ان کے خطابات سننے کا موقع مل رہا ہے۔ قدرت نے انھیں علم و عمل کے ساتھ ساتھ قدرتِ بیان کا جو ملکہ عطا فرمایا ہے، اس وقت عالمِ اسلام میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ ان کے خطابات عشق و محبت رسول، تبلیغِ اسلام، غلبۂ اسلام، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی حقّانیت کے موضوعات پر دلائل

سے مالا مال ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر مؤثر ہوتے ہیں کہ ہر سننے والا محسوس کرتا ہے کہ یہ سب اس کے دل پر اُتر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے جمعۃ المبارک کے خطبات ہوں، رمضان المبارک کی راتوں میں تفسیرِ قرآن یا جلسہٗ عام میں خطابات سننے والے خوش نصیب عشقِ رسول کی دولت اور عقائد کی پختگی میں بے مثال نظر آتے ہیں۔ قدرت نے حضرت علامہ اعظمی کو بے پناہ خوبیوں سے نوازا ہے، جس کے لیے ایک ورق نہیں، کئی کتابیں درکار ہیں۔ خوشی ہے کہ اپنے علمائے کرام کی ظاہری زندگی میں ان کی عزت افزائی کرنے کی ایک اچھی روایت قائم کی جارہی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بندگانِ خدا ہمارے کسی اعزاز و دنیاوی اجر کے لیے نہیں بلکہ اپنے خدا کو راضی کرنے اور اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قرب کے متمنی ہوتے ہیں۔ دنیا میں ان کی عزت افزائی کرنے والے، ان کے مشن میں ان کی معاونت کرنے والے، ان سے محبت و عقیدت کا رشتہ قائم رکھنے والے بھی سعادت مند اور خوش نصیب ہوجاتے ہیں۔

یہ چند باتیں برادرم وقار الزماں اعظمی کے حکم پر لکھ رہا ہوں، صرف حاضری لکھوانے کی نیت سے۔ مفکرِ اسلام کی زندگی کے تمام پہلو اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان پر تفصیل سے لکھا جائے، تاکہ حضرت کی جدوجہد اور عشقِ رسول سے لبریز زندگی سے مخلوقِ خدا صحیح معنوں میں استفادہ کرسکیں۔ یہ حضرت سے محبت کرنے والے علما اور اہلِ قلم کے ذمّے قرض ہے۔



سرزمینِ انگلستان میں مسلکِ رضا کا پاسبان

علامہ محمد اکرام المحسن فیضی، پاکستان

ربّ کائنات نے تخلیقِ کائنات کے ساتھ ہی مخلوق کی ہدایت و راہ نمائی کے لیے انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے اور آخر میں امام الانبیا اوّل الخلق حضور نبی کریم ﷺ کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ اس کے بعد صحابۂ کرام علیہم الرضوان، تابعین عظام، ائمۂ شریعت، اولیاے کاملین، علماے دین اس فریضے کو ادا کرتے آرہے ہیں۔ سرزمینِ ہند میں جب منافقین و بدمذہبوں نے دینِ اسلام کو غلط رنگ دے کر عوام کو گمراہ کرنا چاہا تو اس صدی کے مجدد امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدث و محقق بریلوی رضی اللہ عنہ نے دینِ اسلام کی حفاظت فرمائی اور آپ کا قلم منافقین پر صاعقہ بن کر گرا اور آپ نے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا علَم بلند کیا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے شہزادگان حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ و مفتیِ اعظم ہند تاج دارِ اہلِ سُنّت حضرت مفتی مصطفیٰ رضا خان قادری نوری علیہ الرحمہ، نیز آپ کے تلامذہ و خلفا بالخصوص صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی، صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی، ملک العلما حضرت ظفر الدین بہاری اور فنِ خطابت میں حضرت محدثِ اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی، سلطان الواعظین حضرت علامہ عبدالواحد قادری پیلی بھیتی اور تبلیغِ دین میں مبلغِ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے اپنی اپنی جگہ خدمات انجام دیں۔

میرے ممدوح مفکرِ اسلام سرزمینِ انگلستان میں مسلکِ رضا کے ترجمان حضرت علامہ محمد قمر الزماں قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ بھی اسی جماعت کے فرد ہیں، جو تقریباً چالیس ۴۰ سال سے دینِ متین کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں۔ آپ جہاں حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ

الرحمہ سے فیض یافتہ ہیں، وہیں حضرت حافظِ ملّت وسرکارِ کلاں علیہما الرحمہ سے بھی مستفید ہیں۔

تبلیغِ اسلام کے لیے آپ نے اپنی زندگی وقف کررکھی ہے۔ اپنے وطن کو چھوڑ کر گوروں کے دیس (برطانیا) میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پرچار کرتے ہوئے تبلیغِ دین کے ساتھ رشد وہدایت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

احقر حضور مفکرِ اسلام دامت برکاتہم القدسیہ کی ذاتِ والا صفات سے پہلے سے متعارف تھا، مگر پہلی ملاقات کعبۃ اللہ شریف کے سامنے ہوئی۔

احقر نے آپ کو شفیق، مشائخ واسلاف کا عکسِ جمیل اور مسلک کا درد رکھنے والا پایا۔ پھر آپ کا خطابِ لاجواب سننے کا اتفاق بھی ہوا۔ آپ کا خطاب لاجواب دلائل و براہین سے مزین اور فصاحت وبلاغت سے آراستہ تھا۔ آپ میرے پسندیدہ علما میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل آپ کی خدماتِ جلیلہ کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور آپ کے علم وعمر میں برکتیں عطا فرمائے اور آپ کا سایہ تادیر اہلِ سُنّت پر قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہِ النبی الامین ﷺ

☆......☆......☆

علامہ قمر الزماں...... مفکرِ اسلام

مولانا عبد السلام رضوی مہوا کھیڑوی
اُستاذ جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج، بریلی شریف

مصباحی برادری کے جو افراد اسلام و سُنّیت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ میں اپنی گراں قدر اور گونا گوں خدمات کی بدولت عالمی سطح پر جانے اور پہچانے جاتے ہیں، انہی میں سے مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی بھی ہیں۔ مدظلہ العالی علیٰ رؤس اہل السنۃ والجماعۃ۔ آپ کی علمی و تبلیغی مساعی بھارت ہی تک محدود نہیں بلکہ ان کا دائرہ یورپ، امریکہ، افریقہ وغیرہ ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔

آپ ''مفکر اسلام'' کے عظیم القدر لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ فی زمانہ اگر چہ بہت سے القاب کا حال یہ ہے کہ اُن کے استعمال میں صداقت و واقعیت کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا لیکن آپ کی شخصیت کے لیے یہ لقب صد فی صد موزوں اور مبنی بر صداقت ہے۔

میں نے آپ کی متعدد تقاریر سماعت کی ہیں۔ ان میں بعض تو براہِ راست سنی ہیں اور بعض کیسٹوں کے واسطے سے۔ بلا شبہ آپ کی تقاریر افکارِ عالیہ کی حامل ہوتی ہیں، ان میں وسیع مطالعہ اور عمیق مشاہدہ کا خلاصہ ہوتا ہے۔ اسلوبِ بیان دل کش و حکیمانہ اور زبان ادبی اور رواں ہوتی ہے۔ آپ کی تقریر کو اگر اس شعر کا مصداق کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا ؎

یہ فصاحت، یہ بلاغت، یہ روانی دیکھیے
بہہ رہا ہو جس طرح دریا میں پانی دیکھیے

میں یہاں آپ کی دو تین تقاریر کا ذکر کروں گا جن کے تعلق سے کچھ ذہن میں محفوظ ہے۔

حکومت ہند کی جانب سے مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کے خیالِ فاسد سے پورے ملک میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ جگہ جگہ احتجاجی اور مذمّتی اجلاس منعقد کیے گئے تھے۔ مرکزِ اہلِ سُنّت بریلی شریف میں بھی اسی تعلق سے ایک عظیم الشان جلسہ ہوا تھا۔ جس میں نامور خطبا

نے اپنے خطابات سے نوازا تھا۔ حضرت مفکرِ اسلام نے بھی اس جلسے میں تقریر فرمائی تھی۔ آپ نے اپنے خطاب میں صاحبانِ اقتدار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''اسلامی قوانین ایسے زرّیں اور حکیمانہ ہیں کہ آج دنیا غیر شعوری طور پر ان قوانین کی طرف آرہی ہے اور تم خود مسلمانوں ہی کو ان سے دور کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ (آپ نے اپنے دعوے کی دلیل میں فرمایا) عیسائیوں کے یہاں پہلے قانونِ طلاق نہیں تھا۔ زن وشو کے درمیان کیسا ہی شدید اختلاف ہو، کتنی ہی سخت کش مکش ہو لیکن شوہر بیوی کو طلاق دینے کا مجاز نہیں تھا۔ لیکن پھر حالات سے مجبور ہو کر انھوں نے طلاق کا قانون بنایا، لیکن صرف اس صورت میں جبکہ عورت زِنا کی مرتکب ہو۔ اس کے علاوہ کسی اور صورت میں طلاق کی اجازت نہ تھی۔ اس قانون کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس کو اپنی بیوی سے علاحدگی منظور ہوتی وہ بیوی پر زِنا کا مقدمہ دائر کر دیتا۔ نوبت بایں جارسید کہ ان کی کچہریوں میں گویا طلاق کی باڑھ آگئی۔ لٰہذا مجبور ہو کر پھر قانون میں تبدیلی کی گئی اور دوسرا قانون یہ بنایا کہ جب بھی میاں بیوی میں اختلاف ہو اور باہم نبھاؤ کی صورت نہ ہو تو طلاق دی جاسکتی ہے۔ یعنی آخرش اسی قانون کی طرف آئے جو اسلام نے اپنے ماننے والوں کو عطا فرمایا ہے۔'' (روایت بالمعنیٰ)

اس جلسے کی دوسری تقاریر کو ولولہ انگیز اور پُر جوش کہا گیا لیکن آپ کی تقریر کو صاحبانِ علم ودانش نے ''مفکرانہ و معلومات افزا'' جیسے اوصاف سے یاد کیا۔

تین چار سال قبل عرسِ رضوی شریف کے موقع پر جامعہ نوریہ رضویہ کے اجلاس میں آپ نے ''علم'' کے موضوع پر بڑی تفصیلی تقریر فرمائی۔ اور حاضرین علما و فضلا سے خراجِ تحسین وآفرین حاصل کیا۔

جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں کی ہوئی ایک تقریر کیسٹ کے ذریعے سُنی۔ اس میں آپ نے کلام اللہ کی فصاحت و بلاغت کو موضوعِ سخن بنایا ہے اور اس کے اعجاز کا شرح وبسط کے ساتھ اثبات فرمایا ہے۔ جبکہ اس قسم کے موضوع کو لوگ کم ہی ہاتھ لگاتے ہیں کیوں کہ اس کے لیے وسیع و مستند مطالعہ اور استحضارِ علمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ موضوع اہم ترین ہے۔ کہ

قرآن حکیم رہتی دنیا تک پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روشن معجزہ اور حقانیتِ اسلام کی بین دلیل ہے۔

آپ کی تقریر کے بارے میں جن اوصاف کا ذکر کیا گیا، آپ کی تحریر بھی انہی اوصاف کی حامل ہوتی ہے۔ آپ کے متعدد مضامین ماہ نامہ ''حجاز'' دہلی کی وساطت سے مطالعے میں آئے۔ مَیں اپنی بات کے ثبوت میں آپ کی تحریروں سے چند اقتباسات پیش کرتا لیکن مجبوری یہ ہے کہ ماہ نامہ حجاز کی جلدیں میرے وطن مہوا کھیڑہ گنج، اودھم سنگھ نگر، اُترا کھنڈ میں ہیں اور یہ سطور مَیں بریلی شریف میں لکھ رہا ہوں۔ ...... یہاں پر ایک سوال اور اس کا جواب سپردِ قرطاس کر دینا موقع ومحل کے مناسب ہے۔

سوال: آج کل یہ طریقہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جن شخصیات نے اسلام وسُنّیت کی قابلِ ذکر خدمات انجام دیں، ان کی خدمات کے اعتراف کی غرض سے جشن منعقد کیے جاتے ہیں، ان کو ایوارڈ پیش کیے جاتے ہیں اور اس تقریب پر اچھی خاصی رقم خرچ کی جاتی ہے، آخر یہ کیا ہے؟ انھوں نے جو بھی خدمات کیں وہ قوم سے خراجِ مدح وتحسین حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ خدا اور سول کی رضا وخوش نودی کے لیے کیں اور ان کی جزا اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔

یہ سوال صوبۂ راجستھان کے شہر چورو کے ایک نوری رضوی سُنّی نے راقم سے کیا تھا۔ ایسا نہیں کہ سائل کے دل میں علما ومشائخ اور دیگر خادمانِ اسلام وسُنّیت کی قدر ومنزلت نہ ہو، بلکہ وہ علم دوست اور علما کے ساتھ محبت، قدر دانی اور نیاز مندی کے جذبات رکھتے ہیں۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے حامی اور اس کی اشاعت کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ شاید ان کے خیال میں یہ بات آئی کہ اس اَمر سے ان حضرات کے اخلاص وللّٰہیت پر حرف آئے گا۔

جواب: اہلِ سُنّت وجماعت کے علما، مشائخ یا دیگر افراد، جن کی شب وروز کی جدوجہد، تبلیغی مساعی یا تدریسی وتحریری خدمات سے اسلام وسُنّیت کو تقویت مل رہی ہے اور ان کی اشاعت ہو رہی ہے، مسلمانوں کے عقائد محفوظ ہیں، دین کے رہ زنوں سے ان کو آگاہی مل رہی ہے، لوگ اعمال کی اصلاح اور نیکیوں کی ترغیب پا رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ جشن، یہ اعترافات، یہ

ایوارڈ اُن کی زرّیں خدمات کا بدلہ نہیں ہو سکتے، ان کا صلہ تو اللہ ربّ العزت ہی کے ذمۂ کرم پر ہے اور وہی ان کی خدمات کا حقیقی صلہ ہے۔ اور ہر خادمِ اسلام وسُنّیت کا یہی مطمحِ نظر ہونا چاہیے کہ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لیکن کیا ان کی مساعی وخدمات کے مذکورہ مبارک نتائج سے اہلِ اسلام وسُنّیت کے دل مسرور نہیں ہوتے، کیا ان کی روحیں تسکین نہیں پاتیں۔ یقیناً ایسا ہوتا ہے، خواہ ان نتائج کا تعلق کسی بھی خطّے اور علاقے سے ہو۔ تو کیا ان کا اخلاقی فریضہ نہ ہوگا کہ وہ ایسے حضرات کی خدمات کا اعتراف کریں، اور ان کے شکر گزار ہوں۔

اہلِ سُنّت و جماعت کا جو فرد بھی اسلام و سُنّیت کی حفاظت، بلندی اور غلبے کے لیے کوشاں اور ساعی ہے، وہ کہیں بھی ہو اور اس کی خدمت کا تعلق کسی بھی خطۂ زمین سے ہو، وہ ہمارا محسن ہے۔ ہمارے لیے لائقِ محبت اور ہمارے شکریے کا مستحق ہے کہ وہ ہمارے دینِ اسلام کی خدمت کر رہا ہے۔

لہٰذا جو افراد یا تنظیمات یا اِدارے ایسے لوگوں کی خدمات کے اعتراف میں جشن کا انعقاد کرتے ہیں، انہیں ایوارڈ دیتے ہیں، وہ ایک اخلاقی فریضے کی ادائیگی کرتے ہیں۔ اور چونکہ یہ جشن کی تقریبات اور دیگر اُمور لوگ اپنے دِلی جذبات کی تحریک پر خود کرتے ہیں، صاحبِ جشن کی خواہش وطلب کا اس میں دخل نہیں ہوتا، لہٰذا ان کے اخلاص وللّٰہیت پر کیوں داغ آئے گا؟

مَیں ''رضا اکیڈمی ممبئی'' کے ارکان خصوصاً جناب محترم محمد سعید نوری صاحب کو گلہائے تحسین پیش کرتا ہوں کہ وہ ایک خادمِ اسلام وسُنّیت کی بارگاہ میں اپنے نیک جذبات کو پیش کر کے ایک اخلاقی فریضے کی ادائیگی کر رہے ہیں۔ اور حضرت مفکرِ اسلام کے لیے بارگاہِ ربّ العزت میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں آپ کے درجات ومراتب میں ترقی عطا فرمائے۔ اور آپ کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین. برحمتک یا ارحم الراحمین۔

☆......☆......☆

مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی قادری
آسمانِ خطابت کے نیّرِ تاباں

مولانا حضور احمد منظری قادری
پرنسپل دار العلوم غوث الوریٰ، شاہ جہاں پور، یوپی

مشرقی اُتر پردیش کا ضلع اعظم گڑھ بڑا ہی زرخیز اور مردم خیز ہے۔ اس کی خاک سے گذشتہ دو صدی کے اندر بڑے بڑے صوفیا، علما، شعرا اور اربابِ علم و دانش پیدا ہوئے اور انفس و آفاق پر ایسا چھا گئے کہ ان کی تابناکی و چمک دمک آج بھی قائم و دائم ہے۔ اور جن کے نقوش علم و ادب آج بھی پورے برصغیر کے عوام و خواص کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ عہدِ حاضر میں ضلع اعظم گڑھ کے جن قدر آور اور بلند قامت علما و مفکرین نے اپنی ایک منفرد پہچان بنائی ہے اور اپنے علمی فضل و کمال کی بدولت عالمی شہرت و مقبولیت حاصل کی ہے، ان میں قصبہ جین پور کے ایک چھوٹے سے موضع خالص پور میں اقتصادی اعتبار سے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہونے والے حضرت العلام مفکرِ اسلام مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی قادری مدظلہ العالی کا نام نامی اسمِ گرامی سب سے ممتاز نظر آتا ہے۔ آپ نے ازہرِ ہند الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کی خوش گوار و سازگار علمی و دینی فضا میں جلیل القدر عالمِ دین، معمارِ قوم و ملّت استاذ العلماء جلالۃ العلم حافظِ ملّت حضرت علامہ عبد العزیز محدث مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان و دیگر اساتذۂ کرام کے زیر سایہ علمی سفر طے کیا اور وہیں سے فارغ التحصیل ہو کر اور جملہ علومِ متداولہ میں مہارتِ تامہ حاصل کر کے آپ نے فروغِ علم دیں اور اُمتِ مسلمہ کی صلاح و فلاح کو اپنی زندگی کا مطمحِ نظر بنا لیا۔ اس کارِ عظیم کو انجام دینے کے لیے سب سے پہلے آپ نے رونا ہی ضلع فیض آباد کو اپنا مستقر بنایا اور الجامعۃ الاسلامیہ سے اپنی تبلیغی و تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ آپ نے کئی سال تک اس ادارہ کو اپنے خونِ جگر سے سیراب کیا اور اس کو

اپنی بے لوث خدمت اور لگن سے علومِ دینیہ اور سُنّیت کا ایک مضبوط و مستحکم قلعہ بنا دیا، جو آج اہلِ سُنّت و جماعت کا ایک مایۂ ناز اِدارہ ہے۔ جہاں سے ہر سال علما و فضلا اور حفاظ و قرّا کی ایک اچھی خاصی تعداد نکل رہی ہے اور جن سے دین وسُنّیت کا زبردست کام انجام پا رہا ہے۔ یہ ادارہ یقیناً حضرت علامہ قمر الزماں صاحب کے لیے ایک صدقۂ جاریہ کی حیثیت کا حامل ہے۔ آج جبکہ آپ ایک عرصۂ دراز سے لندن میں مقیم ہیں لیکن اس ادارہ سے آپ کا تعلق منقطع نہیں ہوا ہے بلکہ برابر اس کے سالانہ جلسوں میں آپ شرکت فرماتے ہیں اور اس کی ہمہ جہت ترقی کے لیے برابر کوشاں بھی ہیں۔ آپ پچیس تیس سال سے لندن کی سرزمین پر قیام پذیر ہیں۔ یورپ کی سرزمین پر پہنچنا درحقیقت اسلام وسُنّیت کے دروازہ کو وہاں کے لوگوں پر کھولنے کے مترادف تھا۔ ایک بار آپ نے عندالملاقات فرمایا کہ لندن کی سرزمین پر جب مَیں پہنچا تو وہاں صرف چندگنی چنی مسجدیں تھیں، جہاں پر سُنّی امام تھے۔ لیکن آج بحمدہٖ تعالیٰ تقریباً ستّر مسجدوں پر اہلِ سُنّت و جماعت کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ یہ تقریباً بیس پچیس سال پہلے کی بات ہے۔ اب اُمید ہے کہ اس میں مزید اضافہ ہو چکا ہوگا۔ یہ آپ ہی کی فعال اور متحرک شخصیت کی کاوشوں وکوششوں کا ثمرہ ہے کہ آج برطانیہ، ہالینڈ، فرانس، سُرینام، جنوبی افریقہ و دیگر افریقی و یورپی ممالک میں جابجا سُنّی ادارے قائم ہو چکے ہیں اور مساجد میں صلوٰۃ وسلام کی روح پرور صدائیں بلند ہوتی نظر آتی ہیں۔

آپ نے ورلڈ اسلامک مشن کے سکریٹری جنرل کی حیثیت سے پورے یورپ و افریقہ میں دین وسُنّیت کی تبلیغ معاشرے کی اصلاح اور علومِ اسلامیہ کے فروغ وارتقا کے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں، جن کو ملتِ اسلامیہ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

مبدأ فیاض نے آپ کو بڑی فیاضی کے ساتھ گوناگوں اوصاف وکمالات سے سرفراز فرمایا ہے۔ آپ باکمال عالمِ دین بھی ہیں اور باصلاحیت مدرّس بھی، صاحبِ فکر خطیب بھی ہیں اور ہوش مند ادیب بھی، عمدہ ماہرِ تعلیم بھی ہیں اور زبردست شاعر بھی۔ مَیں نے جب سے

ہوش سنبھالا ہے اُس وقت سے لے کر اب تک جبکہ مَیں اپنی عمر کی چھٹی دہائی میں قدم رکھ چکا ہوں، ہر علمی حلقے میں آپ کا ذکر سنا۔ علما وطلبہ، عوام وخواص اپنے اور بیگانے سبھی آپ کے مدّاح نظر آئے۔ کوئی آپ کے جوشِ خطابت کا مدّاح نظر آیا، تو کوئی آپ کی علمیت کا قدرداں نظر آیا، کوئی آپ کے زورِ قلم کا خطبہ پڑھتا نظر آیا، تو کوئی آپ کی شاعری پر سر دُھنتا نظر آیا اور تعریف وتوصیف اور اعترافِ حقیقت کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

علامہ موصوف سے میرے تعلقات تقریباً تیس سال پرانے ہیں۔ ۱۹۷۷۔۷۸ء میں جب آپ کے وطنِ مالوف جین پور میں دارالعلوم انوار العلوم میں تدریس کے فرائض انجام دے رہا تھا تو کئی بار ان ایام میں آپ کے گاؤں خالص پور بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں آپ کے دولت کدے پر آپ سے کئی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور کئی بار جلسوں میں ساتھ رہا۔ اور آپ کی بصیرت افروز اور فکر انگیز تقاریر بھی سننے کو ملیں۔ مَیں نے ہر دفعہ آپ کو انسانیت کا پیکر پایا۔ آپ جس خلوص ومحبت سے ملتے تھے میں اس کو کبھی بھول نہیں سکتا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ جو بھی ایک بار آپ سے ملا ہوگا اس کا یہی تاثر ہوگا۔

☆......☆......☆

علامہ اعظمی قابلِ تبریک

مفتی شیر محمد خان رضوی
شیخ الحدیث دار العلوم اسحاقیہ، جودھ پور، راجستھان

اہلِ سُنّت و جماعت کے قافلۂ علما کے سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے معاصرین کے بعد کئی ایک علما کرام منصبِ خدمت و تبلیغ پر جلوہ بار ہوئے۔ جن کی دینی، ملّی اور علمی خدمات زرّیں حروف سے لکھی جانے کے قابل ہیں۔ ان میں سے بعض نفوسِ ذکیہ اپنی اپنی علمی وملّی خدمات مختلف میدانوں میں سرانجام دے کر راہی ملکِ بقا ہوئے۔ موجودہ وقت میں حضرت تاج الشریعہ علامہ ازہری میاں صاحب قبلہ اور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ اور علامہ قمر الزماں خان صاحب اعظمی کی دینی، تبلیغی اور ملّی خدمات ملک و بیرونِ ملک میں قابلِ صد ستائش ہیں۔ اوّل الذکر دونوں مقدس ہستیوں کی دینی وملّی خدمات نہ فقط ہندوستان بلکہ عالمی سطح پر کوکب تاباں کی مانند درخشاں ہیں۔ جن کو اہلِ حق ہمیشہ یاد رکھیں گے اور بیاضِ دل میں محفوظ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کے سایۂ عاطفت کو تادیر اہلِ سُنّت کے سروں پر قائم و دائم رکھے، آمین۔

حضرت علامہ قمر الزماں خان صاحب اعظمی نہ فقط برطانیہ بلکہ یورپ، افریقہ اور عرب ممالک میں اپنی حکمتِ بالغہ، کامل دانش مندی، اور خداداد علمی صلاحیتوں سے فروغِ سُنّیت، ترویجِ مشنِ اعلیٰ حضرت اور ردِّ مبتدعین میں وہ قابلِ رشک خدمات انجام دی ہیں جن کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ موصوف گنجینۂ علومِ دینیہ سے مالا مال ہونے کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کے جواہرِ تاباں سے مزیّن ہونے کے باعث بہت جلد سامعین کو اپنا گرویدہ بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ موصوف کی شیریں بیانی، نیز فصاحت و بلاغت سے لبریز خطاب انسانی ذہنوں میں انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ ان جواہر پاروں سے موصوف کو رب العزت نے بہرہ

ور فرمایا ہے، جن کے باعث آپ کا خطاب اپنے اور بیگانے سبھی کو مسحور کر دینے کی زود تاثیر رکھتا ہے۔ انہیں محاسن کے باعث نہ فقط یورپ بلکہ ایشیا و عرب سبھی ممالک میں آپ نے تبلیغی واصلاحی دورے کر کے مشن اہلِ سُنّت کو حقیقی معانوں میں متعارف کروایا اور حزبِ مخالفین کے مبلّغین کی ضلالت وریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کر کے اہلِ سُنّت کا حسین چہرہ اہلِ یورپ کے سامنے اُجاگر کیا، جس سے مسلکِ اعلیٰ حق کو ایک نئی تقویت ملی اور سُنّیت کا چہرہ نکھر کر سامنے آ گیا۔

موصوف کی تبلیغی واصلاحی کاوشوں سے مسلکِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا بیرونی دنیا میں نہ فقط تعارف ہوا، بلکہ خاطر خواہ فروغ بھی ہوا۔ موصوف کی تبلیغی، مسلکی اور دینی خدمات میں ایک اہم پہلو یہ بھی کارفرما رہا ہے کہ آپ کی کاوشوں سے ذی استعداد علما کا نورانی قافلہ آپ کی معرفت یورپ، افریقہ اور امریکہ میں پہنچا اور امامت وخطابت اور درس وتدریس کی ذمّے داریوں کو سنبھالا اور کمالِ دانش مندی اور حلم و بردباری سے اہلِ یورپ کو دینِ متین کا سکون بخش پیغام سنایا۔ نیز بے قرار و مضطرب اہلِ یورپ مساواتِ محمدی اور خُلقِ نبوی کے حیات بخش درس سے متأثر ہو کر دینِ حق کے گرویدہ ہوئے اور تاریکیوں سے نکل کر نور و عرفان کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ نیز موصوف نے یورپ وافریقہ میں اپنی سحر انگیز شخصیت وخطابت سے دلوں کی دنیا میں ایک انقلاب بپا کر کے مختلف ممالک میں عظیم الشان دینی اِدارے قائم کیے جن میں دینی علوم کا جیشِ نوری تیار ہونے لگا اور ممالکِ غیر قال اللہ وقال الرسول کی پُرنور صداؤں سے گونجنے لگے۔

موصوف کی قلمی وخطابی کاوشوں نے اہلِ یورپ کے دلوں کی دنیا میں ایک خوش آیند انقلاب رونما کیا، جس کی تابانیاں آج ان ممالک میں نہ فقط محسوس کی جارہی ہیں، بلکہ روزِ روشن کی طرح ظاہر و باہر ہیں۔ موصوف حزبِ مخالف کی ہر طرح کی سازشوں کا بڑے حکیمانہ، مدبّرانہ، حکمت آمیز اسلوب میں جواب دیتے رہے اور حق کا چہرۂ زیبا اُجاگر کرتے رہے۔ جس سے آخر کار وہ نامراد و ناکامیاب ہوئے اور اہلِ حق سرفرازیوں سے ہم کنار ہوئے۔

انہیں قابلِ رشک خدمات وکاوشوں کے باعث موصوف ایک مؤقّر مقام پر فائز ہوئے اور اقتدا کی دہلیز قدم بوس ہوئی۔ جس سے اربابِ دُوَل بھی متأثر ہوئے۔ آخرش حزبِ مخالف کے سرخیل فرد نے آپ کی دینی وتبلیغی خدمات کو دیکھتے ہوئے غسلِ کعبہ معظّمہ کی مقدس تحریک میں شامل ہونے کی آپ سے تقدیم کی۔ جس سے موصوف غسلِ کعبہ معظّمہ کی دولتِ لازوال سے بہرہ ور ہوکر مشرف ومعظم ہوئے۔ **ذٰلک فضل اللہ یعطیه من یّشاء۔**



علامہ قمرالزماں......ایک فقید المثال شخصیت

مولانا محمد شاہد القادری
چیئرمین امام احمد رضا سوسائٹی، کولکاتا

کیوں رضاؔ آج گلی سونی ہے
اُٹھ میرے دھوم مچانے والے

ہندوستان علم و ہنر کا گہوارہ ہے......فکر وفن کا سرچشمہ ہے......نورِ ہدایت کا منبع ہے......تزکیۂ نفس کا مرکز ہے......اس خاک دانِ گیتی سے شمس وقمر نے جنم لیا......اکنافِ عالم کو منور کیا......افریقہ کے گھنے جنگلات کی خم دار راہوں میں پھولوں کی سیج سجائی......یورپ کے کلیساؤں میں اذانِ بلالی پکاری......عرب کے صحراؤں میں ساقیِ کوثر کے متوالوں کو شرابِ محبت سے سرشار کیا۔

یہ اُتر پردیش ہے، جس کی پیوندِ خاک میں چودھویں صدی کا مجدد آرام فرما ہے......ان کی بارگاہ کا تربیت یافتہ، راج دُلارا صدرالشریعہ آسودۂ خاک ہے......ان کے دامنِ کرم سے وابستہ حافظِ ملت یہاں کی آغوشِ خاک میں ابدی نیند سو رہا ہے......انہوں نے الجامعۃ الاشرفیہ قائم کیا......حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے سایۂ کرم نے بلند مقام عطا کیا......یہیں کا ایک خوشہ چیں جوان ہوا......عالمِ دین بنا......فکروفن کا تاجور بنا......تہذیب و ثقافت کا سنگم بنا......علم و ہنر کا بادشاہ کہلایا......عالمی سطح پر تاجدارِ خطابت بن کر چمک رہا ہے، دمک رہا ہے......حافظِ ملت کی نگاہِ کرم نے ایک ذرّے کو آفتاب بنا دیا......ایک مشتِ خاک کو اوجِ ثریا تک پہنچایا......فکرِ رضا کا داعی بنا دیا......مسلکِ امام اعظم کا مبلغ اور جماعتِ اہلِ سُنّت کا رہبر ورہنما بنایا......جسے دنیا مفکرِ اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی کہتی ہے......جو مفتیِ اعظم ہند کا مرید وخلیفہ ہے......حضرت حافظِ بہاری، علامہ بحر

العلوم، علامہ اشرف العلما کی بارگاہ میں زانوے ادب تہہ کرنے والا شہزادہ ہے...... کلیساؤں کی دنیا میں عشق وعرفان کا جامِ پلا رہا ہے...... یورپ وامریکہ کی سنگلاخ زمینوں پر نورِ وحدت کا پیکر بن کر اسلام وسُنّیت کا علَم بلند کر رہا ہے۔

ہاں! ہاں! اِس کو نوازا جائے...... ایوارڈ دیا جائے...... تمغے سے سرفراز کیا جائے...... میڈل سے مالا مال کیا جائے...... تکریمی خطابت سے ان کی علمی، فکری شخصیت کو دوبالا کیا جائے...... اعترافِ خدمات کر کے وسیع القلبی، وسعتِ ذہنی کا مظاہرہ کیا جائے۔

کیوں......!

اس کی پیشانی وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ میں خم ہوتی ہے...... اس کا قلب وجگر محبت رسول میں تڑپتا ہے...... اس کے اعضا ضربِ الٰہی سے دھڑکتے ہیں...... اس کی زبان تسبیح و تہلیل سے رطب اللسان رہتی ہے...... اس کے ہونٹ درود شریف کے وظیفوں سے تر ہوتے ہیں...... اس کی آنکھیں بارگاہِ مسجود میں نم ہوتی ہیں...... اس کی سوچ وفکر اُمتِ مسلمہ کی بھلائی، نصرت، اعانت، رفعت و بلندی اور فلاح و بہبود میں سرگرداں رہتی ہے...... اور ان کا جہدِ مسلسل قانونِ خدا اور تعلیماتِ مصطفویہ کی تشہیر واشاعت میں رواں دواں رہتا ہے۔

اس کو امام احمد رضا سے لگاؤ ہے...... کیوں نہ ہو...... امام موصوف نے عالمِ اسلام میں محبتِ رسول ﷺ کا پیغام عام کیا...... اُمتِ مسلمہ کو قانونِ مصطفیٰ پر چل کر بارگاہِ مصطفیٰ کا عاشق زار بنانے کے لیے 'فتاویٰ رضویہ' دیا...... گنگنانے کے لیے 'حدائقِ بخشش' دیا...... کلامِ الٰہی کو سمجھنے کے لیے 'کنز الایمان' دیا...... ثبوتِ علمِ غیبِ مصطفیٰ کے لیے 'الدولۃ المکیۃ' دیا...... بلکہ یوں کہہ لیا جائے انسانی مسائل ووسائل کے حل کے لیے دنیا کو مختلف علوم وفنون میں ایک ہزار سے زائد کتابوں کا ذخیرہ دیا...... اسی فکر کی ترسیل میں دنیا انھیں (علامہ اعظمی کو) کلیساؤں کے دروازے پر دیکھ رہی ہے...... تو کبھی افریقہ کے پہاڑوں کے دامن میں بسے انسانوں کو روحانی بالیدگی پہچانے کے لیے تگ ودو کرتے دیکھ رہی ہے۔

آج وہ انسانی دلوں کی دھڑکن بن گیا ہے...... یورپ کی دنیا میں رہتے ہوئے برصغیر

کے مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا بن گیا ہے...... وہ ورلڈ اسلامک مشن کا جنرل سیکریٹری ہے...... وہ مدینۃ الاسلام ہالینڈ کا سرپرست ہے...... وہ النور سوسائٹی امریکہ کا روح رواں ہے...... وہ الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی کا نگرانِ اعلیٰ ہے...... وہ عالمی تحریک سُنّی دعوتِ اسلامی کا سرپرستِ اعلیٰ ہے۔

رضا اکیڈمی ممبئی وسعتِ قلبی کا مظاہرہ کررہی ہے...... اعترافِ خدمات کے طور پر طلائی تمغے سے نواز رہی ہے...... علما و مشائخ کو مدعو کرکے ان کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کرا رہی ہے...... وہ پاکیزہ شخصیت اس لائق ہے کہ ان کی پذیرائی کی جائے...... اور محبتوں کا گلدستہ پیش کیا جائے تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے ان کی زندگی کے تابندہ نقوش مشعلِ راہ ثابت ہوں۔

الحاج سعید نوری صاحب مبارک باد کے لائق ہیں...... مستحسن کام کرنے جارہے ہیں ایک نئی تاریخ مرتب کرنے جارہے ہیں...... اصاغر کو صحیح خطوط پر کام کرنے کا جذبہ عطا کررہے ہیں...... مولیٰ دو جہانوں میں سعادت مندی عطا فرما...... اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتیِ اعظم کا روحانی فیض عطا فرما اور غوث و خواجہ کی خاص نگاہِ کرم عطا فرما۔

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروروں درود



حضرت قمر الزماں خان، بحیثیت علامہ

ازقلم: مفتی محمد علاء الدین قادری رضوی
محکمۂ شرعیہ سُنّی دارالافتاء والقضاء، پوجانگر، میرا روڈ، تھانہ

حضرت مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خان مدظلہ العالی ایک بلند پایہ عالم و رہنما، مصلح خطیب، کہنہ مشق اور تجربہ کار واعظ ہیں۔ علامہ کی محققانہ تقریر اور وعظ و نصیحت ہند و پاک کے کبار مشائخ اور معاصر علما کے درمیان نہایت محبوب و مقبول ہے۔ آپ دعوتی و تبلیغی کام کے لئے صاف ستھرا اسلوبِ بیان اور نپے تلے الفاظ کے ذریعے اپنے احساسات کا اظہار کرتے ہیں جو ایک مبلغ اسلام کے لیے ازحد ضروری ہے۔ میں اپنے شعورِ بلوغیت سے انہیں سنتا اور دیکھتا آرہا ہوں کہ رب العزت نے آپ کی زبان کو اس آیت کریمہ کا پابند بنا دیا ہے۔ 'ادعُ الیٰ سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن (النحل ۱۲۵) ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ، پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے ان طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو (کنز الایمان) اور عملی زندگی کے مطالعہ سے بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی متبع شریعت کی ذات ہے۔

دعوت و تبلیغ کے حوالے سے سب سے بڑی جو خوبی دیکھی گئی وہ یہ کہ آپ نے بچے، بوڑھے اور جوانوں کو اسلامی اخلاق و آداب کے ذریعے اسلام کے محاسن تو پیش کیے ہی، جدید تعلیم یافتہ طبقے کو بھی ان کی ظاہری شکل و صورت اور حرکت عمل کی بنیاد پر بھی خطاب و تحریر میں سخت و سست الفاظ کا استعمال کرتے نہیں دیکھا گیا۔ ہاں ان کی اصلاحِ اعتقاد و عمل کے لیے بحیثیت مبلغ و داعی پاکیزہ اسلوب بیان سے قلوب میں اسلامی انقلاب ضرور پیدا کر دیا کہ وہ آپ کی شیریں ادا دیکھ کر اور خوش سخن کلام سن کر اسلام و سنّیت کی آفاقیت و اہمیت کو صرف تہہ دل سے محسوس ہی نہیں کیے بلکہ اپنی آنے والی زندگی میں اپنے قلوب کو عشقِ رسول

اور وجود کو سیرت و کردار مصطفیٰ سے خوب سرشار کیے۔ میرے مشاہدے میں ایسے بھی افراد ہیں جو آپ کی عالمانہ شان و شوکت، مفکرانہ وعظ و بیان اور داعیانہ کردار و عمل سے متاثر ہو کر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا اہم فریضہ بحسب قوت انجام دے رہے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ، سرزمین میرا روڈ پر ایک جلسے میں خطاب کے لیے فقیر کو ان کی قیام گاہ جوگیشوری سے میرا روڈ لانے کا موقع ملا۔ میرے ہمراہ جناب خالد بانیگر (مبلغ سُنّی دعوتِ اسلامی) میرا روڈ بھی تھے، راستے میں بہت سی باتیں ہوئیں مگر جو بات سب سے زیادہ میرے دل کو لگی وہ یہ تھی کہ ''مولانا! بااثر خطاب کے لیے خطیب کا باعمل ہونا نہایت ضروری ہے، ورنہ آپ کی باتوں کا سامعین پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ بہت ساری خوبیوں میں ایک خوبی یہ بھی دیکھی گئی کہ آپ منبرِ رسول پر بڑی ذمے دارانہ طور پر رونق افروز ہوتے ہیں، نیز شریعت کا پاس و لحاظ بھی خوب رکھتے ہیں۔

میری یادداشت کے جھروکوں میں آج تک وہ واقعہ موجود ہے، چند سال ہوئے کہ جناب الحاج سعید نوری صاحب، ممبئی کے ذریعہ گیٹ وے آف انڈیا پر بحری جہاز میں غالبًا عرسِ خواجہ غریب نواز منایا جا رہا تھا کہ ممبئی کے ایک مشہور امام صاحب درمیانِ تلاوت قرآن پاک بار بار سبحان اللہ، سبحان اللہ کہے جا رہے تھے۔ تالیِ قرآن کی تلاوت کے فوراً بعد حضرت نے ان کی طرف گہری نظر سے دیکھا، جیسے کچھ کہنا چاہ رہے ہوں۔ اسی اثنا حضرت مفتی رفیق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ غریب نواز، ممبرا نے اصلاح فرما دی کہ امام صاحب! جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہتے ہوئے سننے کا حکم ہے اور حضرت مفکر اسلام اس درمیان بھی بدستور خاموش رہے۔ جو فراستِ مومنانہ پر دال ہے۔

شیوخ کبار کی جانب سے ایک عالم دین کا القاب و آداب کے الفاظ سے نوازا جانا بڑے اعزاز کی بات ہوتی ہے۔ جو شخصیت کو دیگر معاصر علما سے ممتاز کر کے اس کے منہج علم و عمل کو انفرادی حیثیت کا حامل بناتا ہے۔ حضرت قمر الزماں خان صاحب کے نام کے ساتھ جو

''علامہ'' اور ''مفکر اسلام'' کا سابقہ ہے وہ بزرگوں کا ہی عطیہ ہے، جس کے وہ یقیناً مستحق ہیں۔اور یہ سابقہ ان کے علم وعمل کا غماز ہے۔یہی وجہ ہے کہ علمائے کبار وصغار میں سے ہر ایک آپ کو علامہ اور مفکر اسلام کے القاب وآداب سے خطاب کرتے ہیں۔افسوس! کہ آج ہر مولوی مفتی ہے اور ہر عالم علامہ ہے۔اس طرح لفظ مفتی اور علامہ کا زبردست استحصال کیا جارہا ہے۔اور یہ دونوں لفظ عرف عام میں لفظ ''مُلا'' کی طرح اپنی معنویت کھوتا نظر آرہا ہے۔لفظ ''علامہ'' یہ عربی زبان کا اسم ہے جو مبالغہ کے طور پر بولا اور لکھا جاتا ہے۔یعنی 'زیادہ جاننے والا' نہایت دانہ اور فاضل مرد اور لفظ 'فہامہ' علامہ کا ہم رفیق ہے جو بسا اوقات ایک ساتھ بولنے اور لکھنے میں آتا ہے۔یوں تو عربی زبان میں فہامہ کا لغوی معنیٰ ''بہت سمجھنے والا'' ہوتا ہے، مگر دونوں الفاظ کا استعمال ایک ساتھ کرنے میں کوئی قبح نظر نہیں آتا۔ظاہر ہے جو بہت علم حاصل کیا وہ بہت سمجھنے پر قادر تھا جبھی تو بہت علم کا حصول ممکن ہوا۔اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی صاحب علم ہوتے ہوئے بھی افہام وتفہیم سے عاری ہونے کی وجہ سے کما حقہ اپنی بات دوسروں کے سامنے نہیں رکھ پاتا ہے، جو زوالِ علم اور تذلیلِ ذات کا سبب بنتا ہے۔ مگر ربّ العزت نے مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خاں صاحب کو دونوں قوتوں سے نوازا ہے۔آپ علوم وفنون پر دسترس رکھنے کے ساتھ افہام وتفہیم کی دولتوں سے بھی معمور ہیں۔بایں سبب دنیا آپ کو علامہ اور مفکر اسلام کے القاب وآداب سے پکارتی ہے۔ ہرگز ہرگز یہ مبالغہ نہیں کہ ع

وہ اپنی ذات سے ایک انجمن ہیں

☆......☆......☆

دین کے عالم۔دنیا کے رہنما

حضرت علامہ ذی وقار محمد قمر الزماں خاں اعظمی مدظلہ العالی کی دینی و دُنیوی شخصیت پر اک طائرانہ نظر

از: ڈاکٹر توفیق انصاری احمد (پی ایچ ڈی)، شکاگو، امریکہ

یہ کوئی ۱۹۸۰ء کے دہے کی بات ہوگی کہ امریکہ کے مشہور و معروف شہر شکاگو میں تحریکِ اہلِ سُنّت و جماعت کا بڑے پیمانے پر آغاز ہوا۔ ترکِ وطن کر کے ہجرت کرنے والوں کی تعداد میں اضافے کا سلسلہ تھا۔ مساجد اور مسلم کمیونٹی سینٹرز کا قیام عمل میں آرہا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہابی خیالات اور غلط روی کی ابتدا بھی ہوچکی تھی۔ عظمتِ رسول ﷺ کو گھٹا کر خود ساختہ طرزِ عمل اختیار کرنا اور خود کو عالمِ دین سمجھ لینا عام ہورہا تھا۔ دین کے معاملے میں ایک افراتفری کا عالم اور ایک انتشارِ قلبی و ذہنی کا سلسلہ تھا۔ ایسے حالات میں حُبِّ رسول ﷺ سے بھرپور اور عشقِ رسول ﷺ سے معمور، اور اس بے راہ روی سے دور چند متفکّر مسلمانوں کے دل و دماغ اس سوچ بچار میں لگے ہوئے تھے کہ کس طرح نئے ملک، نئے ماحول میں بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو صراطِ مستقیم دکھائی جائے۔ ایسے مقامی مسلمانوں میں ایک منتخب نام جناب سید فضل الرحمٰن مرحوم و مغفور کا بھی تھا۔ جو اپنے جذبۂ ایمانی کو دل میں لیے اس فکر میں دن رات لگے رہتے تھے کہ کسی طرح ہند و پاک سے متعلق ممتاز علمائے کرام کو شکاگو اور امریکہ کے دیگر مقامات پر مدعو کیا جائے، تاکہ مسلمانوں کے خیالات کی اصلاح ہو کر اُن کو دین و دنیا کی صراطِ مستقیم نظر آجائے۔

تحریکِ اہلِ سُنّت و جماعت" کی جانب سے اس سلسلے میں ابتدائی طور پر جن علما کرام کو شکاگو تشریف لانے کے لیے مدعو کیا گیا اُن میں ہندوستان سے ممتاز عالمِ دین حضرت علامہ محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی اور نارتھ مانچسٹر لندن سے حضرت علامہ ذی

وقار محمد قمر الزماں خاں اعظمی مدظلہ العالی کے نام سرِ فہرست تھے۔ مقامی طور پر اس انتخاب و دعوت کی دو وجوہات تھیں: ایک تو یہ کہ پہلے عالم ہندوستان کے مشہور و معروف واعظ و مقرر اور مصلح قوم عالم تھے۔ دوسرے یہ کہ فہرست کے دوسرے عالم نارتھ مانچسٹر لندن کے مشہور خطیب اور لندن میں تحریکِ اہلِ سُنّت کے بانی تھے۔ اور جو مغربی دنیا کے ماحول اور اُس کی اونچ نیچ کو اچھی طرح سمجھ کر اُس کی خرابیوں کا حل پیش کر کے اُس کا خاطر خواہ علاج کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔

امریکہ میں علمائے کرام کی آمد کا ابتدائی دَور کوئی پندرہ سال پر محیط ہے جس میں علمائے نامی گرامی نے اپنے اپنے انداز پر دین کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا، مگر اس سلسلے میں ایک نام جو واضح طور پر دل و دماغ میں روزِ روشن کی طرح موجود ہے۔ وہ نام حضرت علامہ ذی وقار محمد قمر الزماں خاں صاحب اعظمی مدظلہ العالی کا ہے۔

علامہ موصوف سے میرا ابتدائی نیاز اُسی دور کی یادگار ہے۔ فضل بھائی مرحوم کے دست راست کی حیثیت سے تحریکِ اہلِ سُنّت کا شریک کار ہونے کی سعادت مجھے بھی نصیب ہوئی۔ تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کا موقع ملا۔ ذمے داریوں کو اُٹھانا اور نبھانا پڑا۔ چنانچہ ابتدائی مشاورتوں کے انعقاد کے علاوہ اعلیٰ سطح پر اہلِ سُنّت و جماعت کے جلسوں کی نظامت کی ساری ذمے داری بھی اس عاجز کے کمزور کاندھوں پر ڈال دی گئی۔ خیر جس طرح بھی ہوا اس اہم فریضے کو اپنی کمزوریوں کے باوجود نبھاتا گیا۔ مگر مشاورت و نظامت کا اصل فائدہ یہ ہوا کہ اس حقیر فقیر کو علامہ موصوف کی صحبت صالحہ سے استفادہ کا شرف حاصل ہو گیا۔

علامہ موصوف سے قریب ہو کر علامہ کو دیکھنے اور سمجھنے کا شعور پیدا ہوا اور جب ذوقِ طلب کچھ اور آگے بڑھا تو یہ محسوس ہوا کہ حضرت نہ صرف ایک بہت بڑے عالم دین ہیں بلکہ ایک عظیم رہنما بھی ہیں۔

مغربی ماحول میں مسلمانوں کے مسائل کو سمجھنا اور اُس کا قابلِ قبول حل پیش کرنا جوئے شیر لانے سے کچھ کم نہیں۔ اس کے لیے اپنے ملک سے فارغ التحصیل عالم کی تربیت

مغربی ماحول میں ضروری ہوتی ہے۔ مغربی ماحول میں وہی عالم کامیاب ثابت ہوسکتا ہے جو ان تمام خصوصیات سے متصف ہو۔ علامہ موصوف انسانوں کو پرکھنے اور دلوں کو جیتنے کا فن جانتے ہیں اور کچھ اس انداز سے روئے سخن کھولتے ہیں کہ پتھر بھی پانی ہوجاتا ہے اور دل خود بخود راہِ راست پر آجاتا ہے۔

علامہ موصوف کی طبیعت میں شگفتگی اور بذلہ سنجی کا عنصر بدرجہ اتم موجود ہے۔ گفتگو کرتے ہیں تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ فصاحت، بلاغت کے دریا بہتے ہیں اور مدّ مقابل کچھ ایسا متاثر ہوتا ہے کہ وہ خود بخود غواص بن کر موتیوں کو اپنے دامن میں بھر لیتا ہے۔ حضرت کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مخاطب ہوکر کچھ اس طرح دلوں کو چھوتے ہیں کہ ملنے والوں کے دلوں میں ایک خاص محبت، ایک خاص اُلفت خود بخود پیدا ہوجاتی ہے۔

حضرت علامہ ذی وقار محمد قمر الزماں مدظلہ العالی ہمارے دَور کی ایک عظیم امانت ہیں اور اس عظیم امانت کو سمجھنے اور اس سے صحیح طور پر مستفید ہونے سے ہم سب کو دین و دنیا میں کامیابی وکامرانی نصیب ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ، علامہ موصوف کو صحتِ کاملہ کے ساتھ تادیر صحیح وسلامت رکھے۔ (آمین ثم آمین)



میرے امام وقائد مولانا قمرالزماں اعظمی صاحب

جناب ذوالفقار علی
مینجنگ ڈائریکٹر جامع مسجد، نارتھ مانچسٹر، برطانیہ

مورخہ ۳۰؍جنوری ۱۹۸۷ء بروز جمعۃ المبارک کو جامع مسجد نارتھ مانچسٹر، چیتھم ہل میں برطانیا کی سرزمین پر مجھے پہلا جمعہ ایک ایسے امام کے پیچھے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، جسے دنیا مفکّرِ اسلام، لسان العصر، فخرِ اہلِ سُنّت، قمرِ ملّت علامہ قمرالزماں خاں اعظمی صاحب دامت برکاتہ کے نام سے یاد کر رہی تھی اور ان شاء اللہ العزیز تا قیامِ قیامت یاد کرتی رہے گا۔ آمین

میری عمر اُس وقت تقریباً ۲۳ یا ۲۴؍سال تھی۔ مگر اس سے پہلے مجھے کبھی اس قدر جاندار اور مؤثر تقریر سننے کی سعادت میسّر نہیں آئی۔ تقریر تو مجھے یاد نہیں رہی مگر تقریر فرمانے والے کی تصویر میرے من میں نقش ہو گئی۔ اللہ کرے یہ نقش میری قبر میں میرے کام آئے اور حشر میں اللہ اور رسول ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں میرا معاون ثابت ہو۔ آمین

ایمان جسے یقینِ کامل کی سند درکار ہوتی ہے، ان کی ملاقات سے پہلے میسّر نہیں تھا۔ کلمہ پڑھنا اور نماز روزے کی پابندی الاّ ماشاء اللہ تو مجھے حاصل تھی، مگر کلمے کی سمجھ اور اللہ اور رسول ﷺ کی عظمت کا فہم جس قدر اب میسّر ہے، یہ سب اُن کی تقریروں اور توجہ کا ثمر ہے۔

الحمد للہ مجھے کچھ وقت اُن سے تعلیم حاصل کرنے، صحبت میں بیٹھنے اور اُن کے ساتھ سفر کرنے کی سعادتیں بھی حاصل ہوئیں جو میرے لیے باعثِ صد افتخار ہیں۔

بفضلِ ربی مَیں نے جس اعتبار سے بھی ان کو دیکھا الحمد للہ قابلِ رشک پایا۔ علمی دنیا میں ان کا اپنا ایک مقام ہے جسے گاہے بگاہے علمائے اہلِ سُنّت تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنی تقریروں اور تحریروں میں بیان فرماتے رہتے ہیں۔ سب سے پہلے تو مَیں اُس دور اندیش مردِ کامل یعنی حضرت علامہ ارشد القادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ظاہری قد و قامت کے

اعتبار سے تو مختصر مگر عظمتوں، سعادتوں اور کارناموں کی بدولت اپنے دَور میں عظیم تر تھے، کی روح کو کروڑ ہا سلام پیش کرتا ہوں۔ جن کی آواز پر مولانا اعظمی صاحب نے لبیک کہا اور کفرستان کی تاریک وادیوں میں عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا پرچم اُٹھائے بے خوف قیادت کے لیے جرأت مندانہ قدم رکھا۔ جس کی برکات انڈو پاک سے لے کر برطانیا سمیت پورے یورپ، امریکا، کینیڈا، ساؤتھ افریقہ اور بھی بہت سے ممالک میں نمایاں ہیں۔ خدائے ذوالجلال اس پرچم کی عظمت کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عنایت فرمائے۔ آمین

مولا کریم لسان العصر علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب کو صحتِ تامّہ کے ساتھ طویل عمر اور تادمِ زیست دینِ حق کی خدمت کا زیادہ سے زیادہ موقع عطا فرمائے۔ (آمین) جن کاملین و معاونین کے صدقے ان کو یہ سعادتیں میسّر ہوئیں۔ اللہ ربّ العزت انھیں بہترین جزاؤں سے نوازے۔ آمین



گفتار و کردار میں اللہ کی برہان

جناب عمران حسین چوہدری، (صحافی)، برطانیہ

گفتار و کردار میں اللہ کی برہان علامہ قمر الزماں اعظمی کا نصف صدی پر مشتمل سفرِ زندگی قابلِ رشک بھی ہے اور قابلِ تقلید بھی۔ یہ ایک ایسے بطلِ جلیل کی پچاس سالہ زندگی کا شاندار اور کامیاب سفر ہے جس نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ تبلیغِ دین اور خدمتِ اسلام کے لیے وقف رکھا۔ سوز و سازِ رومی اور پیچ و تابِ رازی کی کیفیتوں سے مالا مال علامہ قمر الزماں اعظمی ۲۳ر مارچ ۱۹۴۶ء کو اعظم گڑھ (انڈیا) کے ایک گاؤں خالص پور میں عبد المجید خان کے معزز اور شریف گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی اور دادا جان مرحوم منشی عبد الصمد خان سے حاصل کی۔ بعد ازاں جامعہ انوار العلوم جین اعظم گڑھ، ندوۃ العلما لکھنؤ اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں اپنے عہد کے مقتدر اور عظیم المرتبت جید علما سے اکتساب علم کیا۔ دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد اپنے استاد گرامی علامہ عبد العزیز محدث مراد آبادی کے حکم پر ہندوستان کے مشہور شہر فیض آباد کے مضافاتی قصبے رونا ہی میں ''الجامعۃ الاسلامیہ'' کے نام سے درس گاہ قائم کی، جو آج بحمد للہ ہندوستان کی چند مشہور دینی اِداروں میں شمار ہوتی ہے۔ علامہ قمر الزماں اعظمی ۱۷ر اگست ۱۹۷۴ء کو ورلڈ اسلامک مشن کی دعوت پر پہلی مرتبہ برطانیہ تشریف لائے، اور مانچسٹر کو اپنا مسکن بنا کر تبلیغی جدوجہد کا آغاز کیا۔ مانچسٹر میں ۱۶ر لاکھ پونڈ کی خطیر مالیت سے خوب صورت اور پُر شکوہ جامع مسجد اور کلیۃ المدرسۃ الاسلامیہ تعمیر کروایا اور ماہ نامہ ''حجاز'' کے نام سے ایک میگزین شروع کیا۔ علامہ اعظمی اپنی اعلیٰ ترین صلاحیتوں، اہلیتوں اور اپنے مخلصانہ کردار کی بدولت بہت جلد قائدِ ملّتِ اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے دستِ راست بن کر ان کے عالمی تبلیغی مشن کے سرخیل بن گئے۔ انہیں ورلڈ اسلامک مشن کے سیکریٹری جنرل کی انتہائی اہم ذمے داری سونپی گئی جسے

علامہ قمر الزماں لمحۂ موجود تک نہایت عمدگی، سلیقے، حکمت و تدبر اور جوش و ولولے کے ساتھ نبھاتے چلے آ رہے ہیں۔ علامہ قمر الزماں اعظمی گذشتہ ۲۶ رسال سے دینِ نبی کا پیغام دنیا کے ہر ملک اور ہر گوشے میں پہنچانے اور پھیلانے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ ان کے تبلیغی دَوروں کا سلسلہ یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیا کے سارے ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔

علامہ قمر الزماں اعظمی کا عزم ہمالیہ کی طرح بلند، دل آبِ زم زم کی طرح پاک و صاف، نظر آفتاب کی طرح روشن، فکر دریاؤں کی طرح نازک اور شگفتہ ہے۔ علامہ قمر الزماں اعظمی حکمت میں عقدہ کشا، سیاست میں صاحبِ تدبیر، بزم میں صاحبِ علم و کمال، رزم میں مجاہدِ اسلام، سر پر قیادت کا تاج، پیشانی پر شرافت و نجابت کا عکس، آنکھوں میں ایمان کا نور، زبان پر کلمۂ حق اور پیغامِ امن، دل میں انسانیت کا درد اور سینے میں اُمّتِ مسلمہ کی تڑپ موجود ہے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے وفادار ہیں۔ فقر و استقامت کا پہاڑ ہیں۔ علم و ادب، فکر و دانش، سیاست و تدبّر کی محفلوں کا چراغ ہیں۔ ان کا وجود ایک تاریخ ہے۔ ایک عہد ہے۔ ایک اِدارہ ہے۔ ایک انجمن ہے۔ ایک تحریک ہے۔

☆......☆......☆

تاثرات

اجملؔ سلطان پوری

سلطان پور، یوپی

علامہ قمر الزماں خان اعظمی اسلامی مشن کے اُفق کی روشن وتاب ناک شخصیت ہیں۔ حضرت نے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں، دوربینی ودوراندیشی کے ذریعے اسلامی مشن کو وہ تقویت عطا فرمائی ہے جس کی مثال عصرِ حاضر میں تلاشِ بسیار کے بعد خال خال ملے گی۔ علامہ قمر الزماں خان اعظمی کا میرا ساتھ سیرت کے جلسوں میں اکثر وبیش تر رہا ہے۔ موصوف جلسوں میں ایک خطیب کی حیثیت سے اور مَیں نعت گو شاعر کی حیثیت سے حضرتِ حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کیا کرتا تھا۔ علامہ قمر الزماں خان اعظمی جن کی شخصیت آج پوری دنیا میں اسلامی رہبر کے حوالے سے محتاجِ تعارف نہیں ہے، انھیں مشنِ اعلیٰ حضرت کی اتباعی برکتوں سے یہ ثمرہ نصیب ہوا ہے کہ موصوف ورلڈ اسلامک مشن کے سیکریٹری جنرل کے منصبِ اعلیٰ پر فائز ہوکر اسلامک مشن کی نیابت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

جب کوئی بہت عزیز بہت قریب ہوتا ہے تو اس کے بارے میں کچھ کہہ پانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ دلی رغبت اور اس کی شخصیت کی قربت اتنی حاوی ہوتی ہے کہ تمام تر حالات ذہن کا احاطہ کیے رہتے ہیں۔ اس لیے تمام حالات نذرِ قلم ہونا چاہتے ہیں۔ حتی المقدور حالات قلم بند ہونے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ میرے اور موصوف علامہ قمر الزماں خان اعظمی کے درمیان یہی جذبہ حارج ہوجاتا ہے۔

مَیں اور علامہ قمر الزماں خان اعظمی ایک دوسرے کے بہت قریب اور عزیز رہے ہیں۔ علامہ قمر الزماں خان اعظمی سے ملاقاتیں ویسے تو پورے ہندوستان کے جلسوں کے اسٹیجوں پر ہوا کرتی تھیں لیکن زیادہ تر ممبئی کے جلسوں میں اکثر وبیش تر ساتھ رہتا تھا۔ ان کی صلاحیتوں کا ذی شعور وذی فہم طبقہ گرویدہ تھا۔ سبھی کے دل سے اُن کے لیے دعائیں نکلتی

تھیں۔تمام برگزیدہ شخصیات مثلاً مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ، مجاہدِ ملت علیہ الرحمہ، پاسبانِ ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ اور تمام ہی بزرگانِ دین کی دعاؤں کا فیض وثمرہ ہے کہ آج موصوف اس منصبِ اعلیٰ پر فائز ہیں۔اللہ رب العزت موصوف کو اپنے محبوب کے ذکروا ذکار کے طفیل عزت سے سرفراز فرمارہا ہے۔

رضا اکیڈمی کے سعید نوری صاحب جو مجھے بہت عزیز رکھتے ہیں۔میں اس قابل تو نہیں کہ علامہ قمرالزماں خان اعظمی کے بارے میں کچھ رقم کروں لیکن خواہشِ سعید نوری صاحب بہت ہی اہمیت واحترام کی حامل ہے۔یہ میرے ان محترمان کی فہرست میں ہیں جن کی بات کو میں ٹال نہیں سکتا۔ضعف ونحافت کے باوجود جو بن پڑا اسپردِ قلم کردیا ہے۔



منظوم تاثرات

افتخارِ ملک ودیں

از: علامہ بدر القادری، ہالینڈ

ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ کے جنرل سیکریٹری کی حیثیت سے علامہ قمر الزماں اعظمی فاضل مبارک پور نے مشن کے وفد کے ہمراہ ۱۹۷۴ء میں حجازِ مقدس، عراق، شام، ترکی، مصر، بیروت، کینیا، تنزانیہ اور سُری نام جنوبی امریکہ کا دورہ کیا علامہ کے ہمراہ وفد میں مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر فرید الحق اور مولانا عبد الستار خان نیازی بھی تھے۔ ہندوستان واپس آنے کے بعد علامہ مادرِ علمی الجامعۃ الاشرفیہ تشریف لائے تو استقبالیہ میں یہ نظم پیش کی گئی:

مرحبا نورِ نگاہِ حافظِ دین متیں
تو کہ ہے اس وقت وجہِ افتخارِ ملک ودیں

تیرے دم سے ہے چراغاں انجمن در انجمن
اے نگارستانِ اشرفیہ کی قندیلِ حسیں

حافظِ ملّت کے خوابوں کی حسیں تعبیر ہے
تیرا جذبہ، تیری ہمت اور ترا عزم و یقیں

تو نے اس عقدہ کی کرڈالی ہے دَم بھر میں کشود
وہ جسے سلجھا نہ پائے قائدانِ ملک ودیں

اے مجاہد تیری آواز صداقت پاش سے
زلزلہ میں آگئی ہے اہلِ باطل کی زمیں

خدمتِ دیں کے لیے اک پیکرِ آہن ہے تُو
ہند سے برطانیہ تک ہے ترے زیرِ نگیں

سُن کے ششدر رہ گئی دنیا تری آواز کو
حبّذا فرزندِ اشرفیہ شہِ علم و یقیں

سچ ہے کب شاہیں بچّوں کو آشیانہ چاہیے
بدرؔ عالم ان کو گردوں بیکرانہ چاہیے

نارتھ امریکہ کی عظیم الشان مسجدِ نور، ہیوسٹن کے افتتاح کے موقع پر

حضرت علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب کو خراجِ عقیدت

از: سید اولادِ رسول قدسی مصباحی
ہیوسٹن، امریکہ

دینِ حق کے امیں حضرتِ اعظمی — حق ہے یہ بالیقیں حضرتِ اعظمی
مالا مال آپ کی برکتوں سے رہی — خاص یہ سرزمیں حضرتِ اعظمی
ہیں خطابت کے ہر اک مشن کے لیے — نورِ شرحِ مبیں حضرتِ اعظمی
قلبِ سامع کو ملتی ہے تسکیں عجب — یوں ہے طرزِ حسیں حضرتِ اعظمی
آپ کے اعلیٰ افکار کے روبرو — ہوگئی خم جبیں حضرتِ اعظمی
آپ کے حُسنِ خلق و وفا کی مثال — مل نہ پائی کہیں حضرتِ اعظمی
اک زمانہ ہوا فیض یاب آپ سے — یوں ہے خدماتِ دیں حضرتِ اعظمی
آپ میں اور غضب میں تباین رہا — ایسے صابر متیں حضرتِ اعظمی
ہیں ہدایات کی عطر بیزی پہ ہیچ — سنبل و یاسمیں حضرتِ اعظمی
یوں تو اشعار کہنے تھے مجھ کو بہت — تنگ ہے پر زمیں حضرتِ اعظمی

قدسؔی بول اُٹھے بے ساختہ غیر بھی
ہے بیاں دل نشیں حضرتِ اعظمی

تاثرات

بیکل اُتساہی

(سابق ممبر اسمبلی راجیہ سبھا) بلرام پور، یوپی

صدیق محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ معلوم کر کے بے حد مسرّت ہوئی کہ آپ علاّمہ قمر الزماں خان اعظمی پر ایک دستاویزی نمبر شائع کرنے جارہے ہیں۔ اللہ ربّ العزت بطفیلِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آپ کو صحت وسلامتی عطا فرمائے۔ آپ سُنّیت وخصوصی طور پر نظریاتِ اعلیٰ حضرت پر نشرواشاعت کا کام کر کے ہم سُنّیوں پر احسان کر رہے ہیں۔

علامہ قمر الزماں خاں پر میں کیا کوئی مضمون لکھوں۔ اپنی مصروفیات، بھاگ دوڑ، مدارس کو دیکھنا جس میں جگر انٹر کالج گونڈہ، جامعہ انوار القرآن بلرام پور، بال بھارتی بلرام پور، فیصل ڈگری کالج تلسی پور ضلع بلرام پوران سب کی سرپرستی، ساتھ ہی گاؤں کی کھیتی باڑی، سماجی سیاسی ذمے داریاں، ادبی شعری مشغولیت وغیرہ، پھر بھی چند تک بندیاں علامہ پر پیش ہیں۔ علامہ میرے دل کی دھڑکنوں کے قریب ہیں۔ زمانۂ طالب علمی میں اکثر جلسوں میں، اشرفیہ کی تعمیری تگ ودو میں حضور حافظِ ملت کی کفش برداری میں ساتھ ساتھ بمبئی، ٹاٹانگر و دیگر شہروں، دیہاتوں میں ہم سفری رہی۔ دعائے خیر میں یادرکھیں۔

آپ کا ہی خسروئے عزیز

بیکل اتساہی

”علامہ قمر الزماں خان اعظمی“

ع۔ عقیلِ علم وعمل، عظمت وشہرت کے علم بردار

ل۔ لئیق حبِّ نبی ﷺ

ا۔ اصیل نسل ونسب

م۔ ماہرِ زبان وبیان

ہ۔ ہزاروں میں ایک

ق۔ قریب حافظِ ملت، قرینۂ سُنّیت

م۔ محافظِ نعمت وبرکت

ر۔ رموزِ راحتِ علم

ز۔ زرخیز کشت محبت

م۔ مرادِ مادرِ مہرباں

ا۔ اسیرِ عشق غوثِ اعظم

ن۔ ناظر فقہ وحدیث

خ۔ خاور چرخِ اشرفیہ

ا۔ آرزوئے طلبائے مستقبل

ن۔ ناشرِ مسلکِ رضا

ا۔ آبروئے ارض برکاتیت

ع۔ عروجِ علم عزیزیہ

ظ۔ ظہیرِ معقولات

م۔ مفتیِ اعظم کے منظورِ نظر

ی۔ یار خسروئے عزیز یا ور بیکل اُتساہی

☆......☆......☆

حرفِ نیاز

از: محبت رمضان رضوی مصطفوی
بانی صدر جمعیت محبانِ رضا، پاکستان

دُرجِ علم و فضل کا رخشاں گُہر
راہِ عشق و شوق کی تاباں بَصر

وہ زمانے کا قمر، قمرالزماں
وہ محبت کی محبت زا سحر

جس کو کہہ لیجیے حقیقت کا سراج
جس کو کہہ لیجیے شریعت کی خبر

جس کا دل سرشار ہے ایمان سے
جلوۂ محبوب سے چمکی نظر

جس نے مانچسٹر میں دی بانگِ خودی
جس نے لندن کو دِیا دردِ جگر

وہ عمل کی دل نشیں تصویر ہے
وہ وفا کی جان حق کی رہ گزر

جس کا رونا شبنمِ گُل کی جھلک
جس کا ہنسنا برقِ روشن کا اثر

مفتیِ اعظم کے دَر سے فیض یاب
مَیں بھی ہوں اُن کا ہی محتاجِ نظر

وہ گُلوں کی مِثل ہے خندہ جبیں
وہ ستاروں کی طرح محوِ سفر

ورلڈ اِسلامک مشن کی آبرو
اِس جہاں کے درد کا اِک چارہ گر

حضرتِ اقبال کا شہباز ہے
دیدۂ رمضان کا ہم راز ہے

منظوم تہنیت نامہ مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں صاحب قبلہ کی خدمتِ عالیہ میں،

بموقعۂ آمد جامعہ قادریہ پونہ

نتیجۂ فکر: عبدالعزیز عزیز مبارک پوری، اعظم گڈھ

بالیقیں ہیں عاشقِ خیر البشر قمر الزماں
دینِ پیغمبر کے ہیں پیغام بَر قمر الزماں

کیا ملائیں گی نگاہیں کفر و شرک کی ظلمتیں!
صاحبِ شق القمر کے ہیں قمر قمر الزماں

دانش و علم و زبان و فن کے پیکر ہیں نثار
آپ کے افکارِ گوہر بار پر قمر الزماں

با ادب کرتے ہیں نبّاضِ سُخن ذکرِ جمیل
کشورِ ادراک کے ہیں تاجور قمر الزماں

کیوں نہ ہو روشن جہاں جب عالمِ اسلام کے
آسمان پر بہرِ حق ہیں جلوہ گر قمر الزماں

حافظِ ملّت کے فیضِ خاص کا ہے یہ اثر
ہے تصدّق باغِ فردوس آپ پر قمر الزماں

کہہ رہی ہے خود چمک اپنی زبانِ حال سے
قُلزمِ دینِ مبیں کے ہیں گہر قمر الزماں

و مبارک! حضرتِ مفتی کی کوشش سے عزیزؔ
مفلسوں کے درمیاں ہیں جلوہ گر قمر الزماں

عالم الاسلام، خطیب العوام حضرت مولانا مولوی قمر الزماں خاں اعظمی صاحب مدظلہ
کی ہیوسٹن (امریکہ) آمد کے موقع پر

پیش کش: خلیل الزماں خاں (شکاگو)

دو قطعات

(۱)

اے جناب حضرتِ قمرالزماں خاں اعظمی
آپ سے مل کر، طبیعت ہوگئی ہے باغ باغ
دل سے ہوکر، روح میں اُتری ہے جس کی روشنی
آپ نے روشن کیا، علم و عمل کا وہ چراغ

(۲)

دھوم تبلیغ و اشاعت کی ہے شرق و غرب میں
اک زمانہ معترف ہے آپ کی خدمات کا
ہوگئی پھر خودبخود دُنیا مطابق دین کے
رُخ بدل کر رکھ دیا جب آپ نے حالات کا

مفکرِ اسلام علامہ مولانا قمر الزماں خاں صاحب اعظمی العالی میری نظر میں

از: محمد عثمان اوج اعظمی
سابق مدرّس دار العلوم اہلِ سُنّت اشرفیہ ضیاء العلوم، خیر آباد، مئو، یوپی

صاحبِ صدق و صفا قمر الزماں خاں اعظمی
پاک باز و پارسا قمر الزماں خاں اعظمی

حافظِ ملت سے پائی علم و حکمت کی سند　　مفتیِ اعظم نے بخشی رشد و بیعت کی سند
پیروِ احمد رضا قمر الزماں خاں اعظمی

یورپ و امریکہ و افریقہ اور ایشیا　　جابجا کرتے ہیں چرچا وہ فروغِ دین کا
نیک، مردِ باصفا قمر الزماں خاں اعظمی

سُنّیت کو تقویت دیتے ہیں اپنی ذات سے　　نجدیت کو مات کر دیتے ہیں اپنی بات سے
شیرِ عبد المصطفےٰ قمر الزماں خاں اعظمی

ہاتھ میں پرچم لیے عشقِ رسول اللہ کا　　بے نیازِ ایں و آں بس آسرا اللہ کا
حق بیان و حق نوا قمر الزماں خاں اعظمی

وقت کی رفتار پہ رکھتے ہیں وہ اپنی نظر　　اور رہتے ہیں سدا فتنہ گروں سے با خبر
واقفِ رازِ ہدیٰ قمر الزماں خاں اعظمی

اک ذرا بھی خودنمائی اُن کی فطرت میں نہیں　　باوفا ہیں بے وفائی اُن کی فطرت میں نہیں
حق پرست و بے رِیا قمر الزماں خاں اعظمی

ہیں پرِ اوصاف اُن کے حیطۂ تحریر سے　　اوجؔ! وہ دل جیت لیتے ہیں سدا تقریر سے
عاشقِ خیر الوریٰ قمر الزماں خاں اعظمی

منظوم تعارف علامہ محمد قمر الزماں خاں صاحب اعظمی

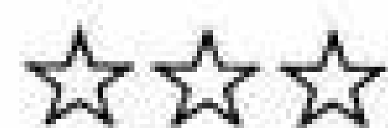
﴿معتمد ورلڈ اسلامک مشن، لندن﴾

بتحسین دورۂ حیدر آباد، انڈیا

نتیجۂ فکر: محمد امان علی ثاقب صابری وقار حیدر آبادی

گلستانِ ایمان قمرالزماں خان ۔۔۔ کروڑوں کا ارمان قمرالزمان خان
مفکر، مدبّر، محقق، مقرّر ۔۔۔ حسیں تر مسلمان قمرالزمان خان
مدینہ و باب العلوم کا ہیں فیضان ۔۔۔ ہیں تفسیر قران قمرالزمان خان
رسالت کے ہیں ترجمان مکرّم ۔۔۔ ولایت کا دامان قمرالزمان خان
وہ جن جن سے اسلام ہر گوشہ چمکا ۔۔۔ ان اسلاف کی شان قمرالزمان خان
ولایت کی تنویر دامن میں لے کر ۔۔۔ ہیں مینارِ عرفان قمرالزمان خان
ہے اب شمعِ سُنّیت ان سے روشن ۔۔۔ عقیدت کا سامان قمرالزمان خان
وبا بدعقیدت کی جو پھیلتی ہے ۔۔۔ ہیں اب اس کا درمان قمرالزمان خان
فضاؤں کو لندن کی ضو دینے والے ۔۔۔ دکن میں ہیں مہمان قمرالزمان خان
چمک جائے گی ان سے تاریخِ دوراں ۔۔۔ ہیں اب اس کا عنوان قمرالزمان خان
وہ عیسائی دنیا میں تبلیغِ اسلام ۔۔۔ بنے اس کا سامان قمرالزمان خان
بہت ناز کرتے ہیں ہم اہلِ سُنّت ۔۔۔ ہماری ہیں پہچان قمرالزمان خان

یہ ثاقبؔ کی نذرِ عقیدت ہو مقبول
کرو اس پہ احسان قمرالزمان خان



منقبت

از: مولانا شاکر علی عزیزی
استاذ الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد، یوپی

دینِ حق کے پاسباں ہیں حضرت قمر الزماں
فیض یابِ بزرگاں ہیں حضرت قمر الزماں
مردِ حق سحر البیان ہیں حضرت قمر الزماں
دور رس اور نکتہ داں ہیں حضرت قمر الزماں
ناز کرتی ہے خطابت جس کی ذاتِ پاک پہ
وہ خطیبِ دُر فشاں ہیں حضرت قمر الزماں
حافظِ ملت عزیز الاولیا کے فیض سے
ایک بحرِ بیکراں ہیں حضرت قمر الزماں
مفتیِ اعظم کے نوری فیض کی خیرات سے
نور کی اک کہکشاں ہیں حضرت قمر الزماں
یورپ و امریکہ ہو یا ایشیا کی سرزمین
ہر جگہ پہ ضو فشاں ہیں حضرت قمر الزماں
جامعہ اسلامیہ عالم میں جو مشہور ہے
اس کے یہ روحِ رواں ہیں حضرت قمر الزماں
خانۂ کعبہ میں پایا سجدہ ریزی کا شرف
خوش نصیب و کامران ہیں حضرت قمر الزماں
ان کے علم و فضل کا شاکرؔ سے ہوئے کیا بیاں
عظمتِ دیں کے نشاں ہیں حضرت قمر الزماں

☆......☆......☆

میرے قمر الزماں تم ہو

نتیجۂ فکر: محمد رفیع الدین، پربھنی، مہاراشٹر

مفکر مذہبِ اسلام کے قمر الزماں تم ہو　مدبّر ملتِ اسلام کے قمر الزماں تم ہو

مرے قمر الزماں تم ہو

عطائے حافظِ ملت، رضائے مفتیِ اعظم　اکابر کی دعاؤں سے امیرِ کارواں تم ہو

مرے قمر الزماں تم ہو

اشاعت دین کی اسلام کی کرتے ہو تم عالم میں　بجھا دو تشنگی دل کی مرے سیلِ رواں تم ہو

مرے قمر الزماں تم ہو

زبانِ فیض سے عالم کو ہو جاتی ہے سیرابی　نظامِ دین کے پیاسوں کا بحرِ بیکراں تم ہو

مرے قمر الزماں تم ہو

تدبّر اور تکلم علمِ دیں اور خلق میں یکتا　مکمل دعوت وارشاد کے روحِ رواں تم ہو

مرے قمر الزماں تم ہو

نہ جانے کتنے ملکوں میں مساجد کی بِنا ڈالی　اذانیں ہو رہی ہیں اب وہاں وجہ اذاں تم ہو

مرے قمر الزماں تم ہو

ضیائے مصطفیٰ سے اب جلا دو اُمت بیضہ　زمیں پر ملت بیضہ کے روحِ پاسباں تم ہو

مرے قمر الزماں تم ہو

ہلال و بدرِ کامل نام کس کے ہیں قمر تیرے　ضرورت ہر گھڑی پڑتی ہے کہ قمر الزماں تم ہو

مرے قمر الزماں تم ہو

چنا ہے میرِ دعوت حضرتِ شاکر کو بھی تم نے　زمانہ مستفیدان سے ہوا اور شادماں تم ہو

مرے قمر الزماں تم ہو

ہے سُنّی دعوتِ اسلام پر بھی سایۂ رحمت　اور دعوت کے مبلغ پر مکمل سائباں تم ہو

مرے قمر الزماں تم ہو

کیا ہے خوب شفقت حضرتِ شاکر پہ رضواں پر　بفضلِ رب رفیع الدین پر بھی مہرباں تم ہو

مرے قمر الزماں تم ہو

شجرۂ علیہ حضراتِ عالیہ قادریہ رضویہ

رضوانُ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین الیٰ یوم الدین

یا الٰہی رحم فرما مصطفےٰ کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجیے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رَد شہیدِ کربلا کے واسطے

سیدِ سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
علمِ حق دے باقرِ علمِ ہدیٰ کے واسطے

صِدق صادق کا تصدّق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہرِ معروف وسری معروف دے بیخود سری
جندِ حق میں گن جنیدِ باصفا کے واسطے

بہرِ شبلی شیرِ حق دنیا کے کتّوں سے بچا
ایک کا رکھ عبدِ واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن وسعد
بوالحسن اور بوسعیدِ سعد زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اُٹھا
قدرِ عبدالقادر قدرت نما کے واسطے

اَحْسَنَ اللّٰہُ لَہٗ رِزْقاً سے دے رزقِ حسن
بندۂ رزاق تاج الاَصفیا کے واسطے

نصرابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
دے حیاتِ دیں محیِ جاں فزا کے واسطے

طورِ عرفان و علو و حمد و حسنیٰ و بہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہرِ ابراہیم مجھ پر نارِ غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے

خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال
شہ ضیا مولیٰ جمال الاَولیا کے واسطے

دے محمد کے لیے روزی کر احمد کے لیے
خوانِ فضل اللہ سے حصّہ گدا کے واسطے

دین ودنیا کی مجھے برکات دے برکات سے
عشقِ حق دے عشقیِ عشق انتما کے واسطے

حبِ اہلِ بیت دے آلِ محمد کے لیے
کر شہیدِ عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پُر نور کر
اچھے پیارے شمسِ دیں بدرالعلیٰ کے واسطے

دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر
حضرتِ آلِ رسولِ مقتدا کے واسطے

نورِ جان ونورِ ایماں نورِ قبر وحشر دے
بوالحسین احمد نوری لقا کے واسطے

کر عطا احمد رضائے احمدِ مرسل مجھے
میرے مولیٰ حضرتِ احمد رضا کے واسطے

سایۂ جملہ مشائخ یاخدا ہم پر رہے
رحم فرما آلِ رحماں مصطفیٰ کے واسطے

زندگی بھر ہم رہیں پابندِ شرعِ مصطفےٰ
مرشدی قمرالزماں باوفا کے واسطے

صدقہ اِن اعیاں کا دے چھ عین عزعلم وعمل
عفو و عرفاں عافیت اس بینوا کے واسطے

☆......☆......☆

ہدیۂ تشکّر

الحمدللہ! اللہ ربّ العزت اور اُس کے حبیب ﷺ کا بے پناہ اور کروڑوں احسان و کرم ہے ہم پر جس نے ہمیں یہ توفیق عطا فرمائی کہ ہم دین وسُنّیت ومسلکِ اعلیٰ حضرت کے لیے نمایاں خدمات انجام دینے والے علما ومشائخ حضرات کو ایوارڈ سے نوازیں اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا جائے۔ اللہ کریم کے دربار میں اپنی خدمات کے عوض یہ حضرات انعام واکرام تو پائیں گے ہی لیکن رضا اکیڈمی کی جانب سے دیئے جانے والے اس ایوارڈ اور توصیف نامے کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ مزید حوصلوں اور توانائیوں سے مستقل اور مسلسل خدماتِ دینی سرانجام دیتے رہیں۔ ساتھ ہی دیگر علما ومشائخ حضرات بھی ان ہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دین وسُنّیت کی خدمات بجالائیں اور دنیا وآخرت میں انعام پائیں۔

اس سے قبل جن علمائے کرام کی خدمت میں ایوارڈ اور توصیف نامے پیش کیے گئے تھے، یہاں پر ان کو پیش کیے جانے والے توصیف ناموں کی نقول شائع کی جارہی ہیں۔ تاکہ یہ توصیف نامے اس کتاب کے ساتھ شائع ہوکر تاریخی دستاویز بن جائیں۔ اللہ ربّ العزت ان تمام حضرات کی خدماتِ دینی کو قبول فرمائے اور ہم سے زیادہ سے زیادہ دین وسُنّیت و مسلکِ اعلیٰ حضرت کا کام لیتا رہے۔ آمین

اسیرِ مفتیِ اعظم محمد سعید نوری
واراکینِ رضا اکیڈمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توصیف نامہ

الحمد للمتوحد بجلالہ المتفرد

وصلوتہ دو ما علیٰ خیر الانام محمد

بخدمت گرامی:

حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی

بانی و مہتمم دارالقلم، دہلی

الحمدللہ ثم الحمدللہ! امام اہل سنت مجدد ملت مولانا شاہ احمد رضا حنفی قادری برکاتی (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی دینی و علمی اور فکری خدمات آپ کی عبقریت پر شاہدِ عدل ہیں اور اپنی انفرادی و امتیازی حیثیت کے ساتھ آپ ہمیشہ اربابِ فضل و کمال کی نظروں میں محترم، مکرم اور معظم رہے ہیں۔ پچپن علوم کی بساطِ علمی پر پھیلی ہوئی تقریباً ایک ہزار تصانیفِ قاہرہ اور کتبِ زاہرہ آپ کے وفورِ علم اور جلالتِ شان کی منہ بولتی تصاویر ہیں۔ آپ کی حیات و خدمات پر دنیا کے مختلف مدارس و جامعات میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا جاتا رہے گا مگر امام موصوف کی جامعیت کا خاکہ تا ہنوز کلیۃً مرتب نہ ہو سکا۔

آپ کی ہمہ جہت، بلند قامت اور فکر انگیز شخصیت نیز آپ کی گراں قدر اور عشق و عرفان میں ڈوبی ہوئی تصانیف کا تعصب سے پاک ہو کر ٹھنڈے دل سے مطالعہ کیا جائے تو یقیناً ان کے اندر فکر و فن اور علم و دانش کی ایک نئی دنیا آباد ملے گی۔

ملک کے مایۂ ناز عالم و ادیب اور مفکر حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی مدیر اعلیٰ ماہ نامہ حجازِ جدید دہلی و بانی و مہتمم دارالقلم دہلی کو ان کی سابقہ تدریسی و تحریری خدمات، بالخصوص ان کی

فکر انگیز وشہرۂ آفاق تصنیف ''امام احمد رضا اور ردِ بدعات ومنکرات'' پر ''رضا اکیڈمی بمبئی'' آج اس عظیم الشان اجلاس (منعقدہ ۱۱ر محرم الحرام ۱۴۱۲ھ/ ۲۴ر جولائی ۱۹۹۱ء) جس کا موضوع ہے ''امام احمد رضا کی قلمی خدمات''، اس مناسب وزرّیں موقع پر حضرت مصباحی صاحب کو ''توصیف نامہ'' پیش کرتی ہے۔ اور امیدوار ہے کہ حضرت موصوف کی قلمی جولانی سے مزید اس طرح کے شہ پارے معرضِ وجود میں آئیں گے اور اپنے قائم کردہ ''دارالقلم'' دہلی کے ذریعے عظیم الشان اور تاریخ ساز خدمات انجام دیں گے۔

رضا اکیڈمی بمبئی حضرت موصوف کو ''توصیف نامہ'' اور ''گیارہ ہزار روپے'' بطور اظہارِ عقیدت پیش کرتے ہوئے مسرّت محسوس کرتی ہے۔

جزاہ اللہ تعالیٰ جزاءً حسناً.

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وعلیٰ اٰلہ وصحبہ الافخم اجمعین.

تحریر کردہ:

☆ مولانا معین الحق علیمی مصباحی

☆ مولانا قمر الحسن بستوی مصباحی

☆ مولانا شفیق الرحمن بستوی مصباحی

پیش کردہ:

محمد سعید نوری وجملہ عہدے دارانِ وارکانِ رضا اکیڈمی،

۱۳۰ر علی عمر اسٹریٹ، بمبئی۔۳

امام احمد رضا ایوارڈ

بخدمت گرامی

فقیہ عصر، شارح بخاری حضرت علامہ محمد شریف الحق امجدی مدظلہ

صدر مفتی و ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا

حمد بے پایاں ہے اس ربّ قدیر کا کہ جس نے اس عالمِ رنگ و بو میں سید ولد آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم کو مبعوث فرما کر جہالت و ضلالت کے گرداب میں پھنسی انسانیت کو اپنی راہ دکھائی اور پھر اس پیغمبر اعظم پر اپنے کلامِ بلاغت نظام کو نازل فرما کر قیامت تک کے لیے حجت تمام کر دی۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں ہزاروں علما و فقہا اور محدثین و مفسرین پیدا ہوئے، جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمتِ کلامِ رب اور اشاعتِ کلامِ رسول میں صرف کر دیا، لیکن قرآن و حدیث کا فہم و ادراک اور نت نئے درپیش مسائل، احکامِ مسائل کا استخراج و استنباط بڑا ہی زہرہ گداز اور جانکاہ عمل ہے۔ ؎ یہ رُتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

الحمدللہ! رضا اکیڈمی یہ اعتراف کرتے ہوئے بڑی مسرّت محسوس کر رہی ہے کہ فقیہ عصر، شارح بخاری حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی مدظلہ کا شمار ملّتِ اسلامیہ ہند کے ان جید اور نابغۂ روزگار فقہا و محدثین میں ہوتا ہے جن کی اپنی ایک شاندار تاریخ ہے۔ موصوف ایک طویل زمانے تک ملک کی مختلف قابلِ ذکر دینی تعلیمی درس گاہوں میں درس و تدریس کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ پھر نصیبہ بیدار ہو گیا تو ''یادگارِ رضا'' کا ابرِ کرم آپ پر جھوم کر برستا رہا اور آپ شہرت و قبولیت کے بامِ عروج پر پہنچ گئے۔

فی الحال حضرت مفتی صاحب قبلہ عالمِ اسلام کی عظیم ترین درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ''صدر مفتی'' کے مسند پر متمکن ہیں اور آپ کی خدمات و بزرگی کے اعتراف میں ارکانِ اشرفیہ نے آپ کو ناظمِ تعلیمات کا اعزازی عہدہ بھی تفویض کر دیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ کو

باطل قوتوں سے قلمی ولسانی نبرد آزمائی اور صف آرائی کا بھی طویل تجربہ ہے۔ متعدد مناظروں میں آپ کے ہاتھوں اہلِ سُنّت و جماعت کو ''فتح مبین'' نصیب ہوئی۔

اور آپ کے علمی سفر کا سب سے سنہرا مرحلہ بخاری شریف کی شرح ''نزہۃ القاری'' ہے، جس کی آٹھ ضخیم جلدیں اب تک منظر عام پر آکر علمی دنیا میں اپنا سکّہ جما چکی ہیں۔ حضرتِ والا کے اس عظیم تاریخی علمی کارنامہ نے ملّتِ اسلامیہ ہند کا سر فخر سے اونچا کر دیا ہے۔

رضا اکیڈمی حضرت مفتی صاحب قبلہ کی عظیم علمی، فقہی، اور فنی اور قلمی خدمات کے اعتراف میں آج اس عظیم الشان اجلاس (منعقدہ ۱۰ر شوال المکرّم ۱۴۱۸ھ / ۷ر فروری ۱۹۹۸ء بمقام حج ہاؤس، بمبئی) جس کا موضوع ہے ''جشنِ رضا'' اس حسین موقع سے حضرت مفتی صاحب قبلہ کو اس یقین کے ساتھ ''امام احمد رضا ایوارڈ'' پیش کرتی ہے کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ اپنی عمر عزیز کے باقی قیمتی لمحات کو بھی اسی طرح قرآن وسنّت اور اسلام وسُنّیت کی خدمت وفروغ میں گذار دیں گے۔

رضا اکیڈمی حضرت مفتی صاحب قبلہ کو ''توصیف نامہ'' اور نقد پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) بطور اظہارِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فخر ومسرّت محسوس کر رہی ہے۔

جزاہ اللہ تعالیٰ جزاء حسنا، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وآلہ وصحبہ الافخم اجمعین. آمین ثم آمین!

منجانب:

محمد سعید نوری وارا کینِ رضا اکیڈمی،

۲۶ر کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی ۳

امام احمد رضا ایوارڈ

بخدمت گرامی

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنّان اعظمی مبارک پوری مدظلہ العالی

شیخ الحدیث دار العلوم شمس العلوم گھوسی، مئو۔ وسابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

ربّ تعالیٰ کا بیکراں شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمارے درمیان رحمتِ عالم، خاتم النبیین روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ عمارتِ نبوی کی آخری اینٹ ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی تا قیامت نہ آئے گا۔ البتہ آپ کے فرمانِ عالی شان کے بموجب آپ کے نائبین و علما کرام تشریف لاتے رہیں گے۔ جو اصلاح و ابلاغ اور ارشاد و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔ درحقیقت تعلیم و تربیت اور تزکیہ و تصفیہ نہایت ہی جاں گداز اور عرق ریز عمل ہے، اور اس سے کہیں زیادہ وہ اخلاص وللّٰہیت کا طالب ہے۔

رضا اکیڈمی یہ اعتراف کرتے ہوئے بڑی مسرّت محسوس کر رہی ہے کہ بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب اعظمی شیخ الحدیث شمس العلوم (مئو) و سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور (اعظم گڑھ) کی ذاتِ والا صفات اس سلسلے کی ایک سنہری کڑی ہے، جنھوں نے اپنی عمرِ عزیز کا بیش تر حصہ طالبانِ علومِ نبوت کی علمی تشنگی بجھانے اور فکر و فن کی گتھیاں سلجھانے میں صرف کیا ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی عظیم تعلیمی تحریک کے تعلق سے آپ صفِ اوّل کے قائدین میں شمار ہوتے ہیں۔ حافظِ ملّت کے دَور میں آپ حافظِ ملّت کے دست راست ہوا کرتے تھے۔ اشرفیہ کی تعمیر و توسیع کے لیے آپ نے پورے ملک کی خاک چھانی ہے اور پھر طویل عرصے تک اس میں شیخ الحدیث و صدر المدرسین کے مسند پر جلوہ افروز ہو کر مسلکِ سوادِ اعظم اور ملّت کی خاموش تعمیر و ترقی میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

آج آپ کے شاگرد ملک و بیرونِ ملک درس و تدریس اور وعظ و اصلاح کے فرائض انجام

دینے میں مشغول ہیں۔ حضرت موصوف کو اللہ تعالیٰ نے قلمی شعور و ذوق بھی وافر مقدار میں عطا کیا ہے۔ درجنوں علمی وادبی مضامین شائع ہو کر مقبولِ عام وخاص ہو چکے ہیں۔ اور فتویٰ نویسی اور فنِ حدیث میں خصوصی دستگاہ کے مالک ہیں۔

رضا اکیڈمی حضرت بحر العلوم کی تعلیمی، تربیتی، فنی اور تدریسی و تعمیری خدمات کے اعتراف میں آج اس عظیم الشان اجلاس (منعقدہ ۱۰/شوال المکرّم ۱۴۱۸ھ/ ۷/فروری ۱۹۹۸ء بمقام حج ہاؤس، بمبئی) جس کا موضوع ہے ''جشنِ رضا'' اس حسین موقع سے حضرت علامہ مدظلہ کو اس یقین کے ساتھ ''امام احمد رضا ایوارڈ'' پیش کرتی ہے کہ جنابِ والا اپنی عمر عزیز کے باقی قیمتی لمحات کو بھی اسی طرح علمِ دین کے درس و تدریس اور قرآن و سنّت کے اسرار و رموز کو عام کرنے میں صرف کرتے رہیں گے۔

رضا اکیڈمی حضرت بحر العلوم کو توصیف نامہ اور نقد پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) بطور اظہارِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فخر و مسرّت محسوس کر رہی ہے۔

جزاہ اللّٰہ تعالیٰ جزاء حسنا، وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم و آلہ وصحبہ الافخم اجمعین. آمین ثم آمین!

منجانب:
محمد سعید نوری وارا کینِ رضا اکیڈمی،
۲۶/کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی ۳

امام احمد رضا ایوارڈ

بخدمت گرامی

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری مصباحی مدظلہ

بانی و مہتمم جامعہ حضرت نظام الدین اولیا، دہلی

الحمدللہ امامِ اہلِ سنّت، مجددِ اسلام شاہ احمد رضا حنفی، قادری برکاتی (متوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ھ) نے بریلی کی سرزمین پر عظمت توحید، عشقِ رسول اور علم و تحقیق کا جو گلشن آباد کیا تھا اس کی خوش بو اکنافِ عالم میں دن بدن پھیلتی گئی اور امامِ اہلِ سنّت کے خلیفۂ ارشد، صدرالشریعہ حضرت علامہ حکیم امجد علی اعظمی (مصنف بہارِ شریعت) کے تلمیذ رشید حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدّث مراد آبادی کے ہاتھوں ایک اور "گلشنِ رضا" بہ شکل الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور عالمِ وجود میں آیا۔

رضا اکیڈمی بمبئ یہ اعتراف کرتے بڑی مسرت محسوس کررہی ہے کہ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب مصباحی مدظلہ العالی الجامعۃ الاشرفیہ کے قابلِ فخر فرزندوں میں نمایاں حیثیت کے مالک ہیں، جنہوں نے حضور حافظِ ملّت سے براہِ راست اکتسابِ فیض کیا اور "تحریکِ تقدیسِ رسالت" کو اپنی زندگی کا نصب العین اور دل کی دھڑکن بنالیا۔ علامہ موصوف کی شخصیت گوناگوں صفات کی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی خدماتِ عالیہ اور مساعیِ جمیلہ کا دائرہ بھی بڑا وسیع اور متنوع ہے۔ قلمی میدان میں آپ نے تاریخ ساز کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ مسلکِ سوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کا دفاع اور اہلِ باطل کی سرکوبی آپ کے جہاد بالقلم کا وصفِ خاص ہے۔ ملک کے طول وعرض میں مکاتب و مدارس اور مساجد کا آپ نے ایک جال بچھادیا۔ تنظیمی اور تحریکی سطح پر ملّت کو ئی راہ دکھائی۔ اور بین الاقوامی سطح پر مسلکِ سوادِ اعظم کی ترجمانی کی غرض سے "ورلڈ اسلامک مشن (برطانیہ)" کا قیام آپ کی عالمی، دینی، تعلیمی، دعوتی اور تبلیغی خدمات کا عظیم شاہ کار ہے۔

رضا اکیڈمی حضرت موصوف کی عظیم ادبی، قلمی، تنظیمی اور تبلیغی خدمات کے اعتراف میں آج

اس عظیم الشان اجلاس (منعقدہ ۱۰ر شوال المکرّم ۱۴۱۸ھ/ ۷ر فروری ۱۹۹۸ء بمقام حج ہاؤس، بمبئی) جس کا موضوع ہے "جشنِ رضا" اس حسین موقع سے حضرت علامہ مدظلہ کو اس یقین کے ساتھ "امام احمد رضا ایوارڈ" پیش کرتی ہے کہ جنابِ والا اپنی عمرِ عزیز کے باقی قیمتی لمحات کو بھی اسی طرح اسلام وسُنّیت کی خدمات واشاعت میں صرف کرتے رہیں گے۔

رضا اکیڈمی موصوف کو "توصیف نامہ" اور نقد پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) بطور اظہارِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فخر ومسرّت محسوس کر رہی ہے۔

جزاہ اللّٰہ تعالیٰ جزاء حسنا، وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وآلہ وصحبہ الافخم اجمعین. آمین ثم آمین!

منجانب:

محمد سعید نوری واراکینِ رضا اکیڈمی،

۲۶ر کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی ۳

امام احمد رضا ایوارڈ

بخدمت گرامی

فقیہ ملّت حضرت مولانا مفتی جلال الدین صاحب امجدی مدظلہ العالی

بانی و مہتمم مرکز تربیت افتا و دار العلوم ارشد العلوم، اوجھا گنج، بستی، انڈیا

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ دین کی سمجھ اور فہم ہی ایک مومن کا ''سرمایۂ حیات'' ہے کہ اسی پر مومن کی عملی زندگی کا دارومدار ہے۔ وہ انسان بڑا ہی خوش نصیب وسعید ہے جس کے حصّے میں ربّ تعالیٰ یہ نعمت عظمیٰ عطا کرے۔ ماضی قریب میں اہلِ سُنّت و جماعت کے درجنوں علما کرام نے ''فقہ اسلامی'' کی اشاعت وتوسیع میں نمایاں رول ادا کیا ہے، خصوصاً صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کی کتاب مستطاب ''بہارِ شریعت'' اردو زبان میں بے مثال و بے نظیر ہے، اور کیوں نہ ہو کہ آپ کی صلاحیتوں کا سونا جو امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی کی بارگاہ میں تپ کر کندن ہو گیا، جنھوں نے ''فتاویٰ رضویہ'' کی شکل میں ''عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا'' عالمِ اسلام کو عطا کیا ہے۔

رضا اکیڈمی یہ اعتراف کرتے ہوئے بڑی مسرّت محسوس کر رہی ہے کہ فقیہ ملّت حضرت علامہ جلال الدین صاحب امجدی بانی و مہتمم دار العلوم ارشد العلوم و مرکز تربیت افتا، اوجھا گنج، بستی کا سلسلہ اسی بحرِ ذخّار سے جا ملتا ہے جو بریلی کی سرزمین سے جاری ہوا تھا۔ موصوف کا شمار عصرِ حاضر میں اہلِ سُنّت و جماعت کے ان جید اور بلند قامت اور بلند نگاہ علما کرام میں سے ہوتا ہے جنھوں نے اپنی عظیم و مستند اور وقیع تصنیفات کی شکل میں قوم کو بیش بہا علمی سرمایہ عطا کیا ہے۔

حضرت فقیہ ملّت، فقہ اسلامی کے تبحر اور فتویٰ نویسی کے اندر دقت نظر اور تعمق میں بے مثال ہیں۔ طویل عرصے تک آپ عظیم دانش گاہ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف میں صدر مفتی کے

منصب پر فائز رہے، اور ہزاروں فقہی سوالوں کے جواب آپ کے نوکِ قلم سے نکلے۔ چنانچہ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ''فتاویٰ فیض الرسول'' کے نام سے شائع ہو کر علمی دنیا میں آپ کا نام روشن کر رہا ہے۔ اصلاحی و علمی اور اعتقادی موضوعات پر تصنیف و تالیف اور فرقِ باطلہ کا ردّ و ابطال، اور طالبانِ نبوت کی تعلیم و تربیت آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ زہد و تقویٰ، علم و احتیاط و تدبّر اور دور اندیشی و بالغ نظری کے لحاظ سے آپ کی شخصیت قابلِ نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

نیز دار العلوم ارشد العلوم کا قیام اور مرکز تربیت افتا کی تاسیس آپ کا عظیم کارنامہ ہے، جسے ملّت کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔

رضا اکیڈمی حضرت مفتی صاحب کی علمی، تعلیمی، تعمیری اور فقہی و تصنیفی خدمات کے اعتراف میں آج اس عظیم الشان اجلاس (منعقدہ ۱۰ر شوال المکرّم ۱۴۱۸ھ / ۷ر فروری ۱۹۹۸ء بمقام حج ہاؤس، بمبئی) جس کا موضوع ہے ''جشنِ رضا'' اس حسین موقع سے حضرت مفتی موصوف کو اس یقین کے ساتھ ''امام احمد رضا ایوارڈ'' پیش کرتی ہے کہ حضرت فقیہ ملّت اپنی عمرِ عزیز کے باقی قیمتی لمحات کو بھی اسی طرح اسلام و سُنّیت کے فروغ اور فقہ اسلامی خدمت میں گذار دیں گے۔

رضا اکیڈمی حضرت فقیہ ملّت کو ''توصیف نامہ'' اور نقد پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) بطور اظہارِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فخر و مسرّت محسوس کر رہی ہے۔

جزاہ اللہ تعالیٰ جزاء حسنا، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم و آلہ وصحبہ الافخم اجمعین. آمین ثم آمین!

منجانب:

محمد سعید نوری و اراکینِ رضا اکیڈمی،

۲۶ر کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی ۳

امام احمد رضا ایوارڈ

بخدمت گرامی

مفتیِ اعظم مہاراشٹر حضرت علامہ ومولانا مفتی غلام محمد خان رضوی ناگپوری مدظلہ

دارالعلوم امجدیہ، گانجہ کھیت، ناگ پور، مہاراشٹر، انڈیا

ربّ قدیر جل شانہ کا بے پناہ فضل وکرم ہے کہ اس اسلامی تاریخ کے ہر دَور میں اس نے بے باک اور حق گو علما کرام کا قافلہ اُتارا، جنھوں نے بلاخوف لومۃ لائم بہ بانگِ دہل حق کا اعلان کیا، اور ظالم وجابر حکمرانوں کے جاہ وحشم کی پرواہ کیے بغیر فرمانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کانوں تک پہنچایا۔ ماضیِ قریب میں امامِ اہلِ سُنّت مجددِ اسلام مولانا شاہ احمد رضا حنفی قادری برکاتی اور آپ کے خلفا وتلامذہ اور رفقائے کار، اس کی زندہ مثال تھے جنھوں نے باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمۂ حق بلند کیا۔ امام احمد رضا قادری کا یہ فیضان آج بھی اہلِ سُنّت وجماعت پر برس رہا ہے۔ اور علما کرام باطل قوتوں کے سامنے دیوار بنے ہوئے ہیں، اور اپنی زبان وقلم سے اشاعت ونصرتِ سُنّیت اور تبلیغ دین میں سرگرم عمل ہیں۔

رضا اکیڈمی یہ اعتراف کرتے ہوئے بڑی مسرّت محسوس کررہی ہے کہ مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت علامہ مفتی غلام محمد خاں صاحب رضوی ناگپوری، دارالعلوم امجدیہ، گانجہ کھیت، ناگپور مہاراشٹر اہلِ سُنّت وجماعت کی ان قد آور اور مشہور شخصیتوں میں سے ایک ہیں جو اپنی علمی قابلیت اور حق گوئی وبے باکی اور مسلکِ اہلِ سُنّت وجماعت کی ترجمانی کے لیے شہرتِ عام رکھتے ہیں۔ موصوف کو جملہ علوم وفنونِ متداولہ ورائجہ کی درس وتدریس کا پختہ تجربہ ہے۔ قلم کے دھنی ہیں، متعدد مفید علمی واصلاحی کتب ورسائل شائع ہوکر ملکی سطح پر داد وتحسین وصول کررہے ہیں۔ آج سے تقریباً تیس سال قبل آپ نے ناگپور سے ایک علمی وادبی اردو ماہ نامہ جاری کیا جو "تجلّیات" کے نام سے ملک کے طول وعرض میں متعارف ہوا، اس زمانے میں کسی سُنّی اردو رسالہ کا اجرا بڑے حوصلے کی

بات تھی۔ حضرت محدّثِ اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ کا وہ خطبۂ صدارت جو آج ہر لائبریری اور کتب خانہ کی زینت بنا ہوا ہے، وہ پہلی بار اسی رسالہ ''تجلّیات'' ناگپور میں شائع ہوا تھا۔

فقہ وفتاویٰ نویسی کے میدان میں بھی حضرت موصوف کی ذات کو درجۂ اعتبار واستناد حاصل ہے۔ جماعتی سطح پر اُٹھنے والے مسائل پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں اور اپنی فراستِ مومنانہ سے اس کے دانش مندانہ حل کی سعیِ بلیغ کرتے ہیں۔ فتویٰ نویسی کے میدان میں آپ کی گراں قدر خدمات کے پیش نظر قوم نے آپ کو ''مفتیِ اعظم مہاراشٹر'' کے لقب سے سرفراز کیا ہے۔

رضا اکیڈمی حضرت موصوف کی علمی، تعمیری، فقہی اور ادبی واصلاحی اور صحافتی خدمات کے اعتراف میں آج اس عظیم الشان اجلاس (منعقدہ ۱۰/شوال المکرم ۱۴۱۸ھ/ ۷/فروری ۱۹۹۸ء بمقام حج ہاؤس، بمبئی) جس کا موضوع ہے ''جشنِ رضا'' اس حسین موقع سے حضرت حضرت مفتیِ اعظم مہاراشٹر کو اس یقین کے ساتھ ''امام احمد رضا ایوارڈ'' پیش کرتی ہے کہ جنابِ والا اپنی عمرِ عزیز کے باقی قیمتی لمحات کو بھی اسی طرح جرأت وبے باکی کے ساتھ مسلکِ حق کی اشاعت اور سُنّیت کے فروغ کے لیے صرف کرتے رہیں گے۔

رضا اکیڈمی حضرت موصوف کو ''توصیف نامہ'' اور نقد پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) بطور اظہارِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فخر ومسرّت محسوس کررہی ہے۔

جزاہ اللہ تعالیٰ جزاء حسنا، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وآلہ وصحبہ الافخم اجمعین. آمین ثم آمین!

منجانب:

محمد سعید نوری وارا کینِ رضا اکیڈمی،

۲۶/کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی ۳

organization continues to play the dominant role of establishing the Ahl-e-Sunnah wal Jamaah here in Canada. This organization is also the first to launch a Hifz and Alim Programme for the training of young Canadian Muslims.

This organization was also able to acquire a large 11 acre land in Toronto and will soon establish the first purpose built Ahl-e-Sunnah Islamic Centre in Canada. Muffakir-e-Azam is leading the building of this great centre through his support, supervision and guidance.

Canadian Muslims from coast to coast to coast, look forward to the continued presence of Muffakir-e-Azam Allama Qamaruzzaman Azmi here in Canada where he has already left a legacy which only a scholar of his magnanimity and humility can hope to achieve.

We all pray to Allah Subhaánahu wa Talaa for his continued good health. Ameen.

☆......☆......☆



ALLAMA AZMI IN CANADA

By **Munaf Solaiman,**

President of the World Islamic Mission, Canada

Islam is a new religion in Canada. Up until 1990, the presence of Ahl-e-Sunnah wal Jamaah was missing in Canada. The person who has made the most contribution in changing the landscape of Islam in Canada was Qaid-e-Ahl-e-Sunnat Maulana Shah Ahmad Noorani Siddiqui Rahmatullahi Alaih. After a number of visits, he successfully consolidated Sunni Muslims into a recognizable community mainly by his presence at the annual Milaad-un-Nabi conferences held in Toronto.

The result of this activity was the formation of the Canadian branch of the World Islamic Mission and then the subsequent establishment of several Sunni organizations and mosques across Canada, in cites such as Montreal, Toronto, Calgary, Edmonton and Vancouver.

Muffakir-e-Azam Allama Qamaruzzaman Azmi first visited Canada in 1999. He has since delivered several keynote lectures in which his masterful oration has inspired Muslims to establish a community based on the proper understanding of Islam. Through his participation in various conferences he continues to address the challenges Muslims face in West. One of his most famous statements he mentioned: "the challenge we face as a community in Canada is to save the next generation."

Being a scholar who has dedicated his entire life to the education of our young people in order to safeguard Islam, his presence in Canada continues to inspire Canadian Muslims to establish Islam based on the acquiring of knowledge. Muffakir-e-Azam once said: "the proper establishment of Islam is based on whether we can impart the knowledge of our forefathers to the next generation".

Since the demise of Qaid-e-Ahl-e-Sunnat in 2003, Muffakir-e-Azam currently holds the position of Chairman of World Islamic Mission Canada. Under his leadership, this leading Sunni

all day long and was tired. But when I asked him to attend one more gathering, he immediately agreed, although he had to walk back half a mile late at night towards his hotel.

In all my meetings I requested him to pray for me and out of sheer modesty, this great man would always accede my request and in turn ask me to pray for him. I am sure his prayers for me will soon be granted by the Most Generous.

May Allah keep him healthy and active and grant him a long life. May Allah grant him success in all his endeavors and immensely reward him for his persevering efforts and personal sacrifices for Islam. May Allah also guide us to learn from him. Ameen.



striking traits were his humility, steadfastness in beliefs and the love of knowledge. He never wished good food, never the best seat in the gathering, never more attention to himself, never his clothes to be ironed, never to ask for any favour - trying to attend to his personal needs all by himself. In his spare time, I saw him picking up books from my shelf, going through them with passion. When I took him to the library in Cultural Center in Abu Dhabi, he promptly made his way to the Arabic Islamic books section, searching for any rare books he could find. At Fajr, he would be on the prayer mat much before me, engrossed in reading the Holy Qur'an or with his head bowed and hands raised in prayer.

Several programmes were arranged for him in the UAE in Mosques, in peoples' homes, auditoriums and within the gatherings of the World Memon Organization. As expected, people from all walks of life, the poor and the rich, from whichever corner of the world they had come from used to gather around him, eager for his attention.

His Visits to the Haramain

Allama Azmi came to the Haramain with his family in Ramadan 1431 (in 2010), and I made a point to meet them in Medina Munawwarah. It was my good fortune to show them some rare places of Ziyarah (visit) which are blessed by the presence and usage of the Holy Prophet (Peace and Blessings Be Upon Him). I would offer some historical data of these places, while he would promptly quote from the Hadith about its importance. He thanked me profusely for the visits, while I could not thank him enough for his companionship. We spent some wonderful moments together in the Haram and in Masjid-e-Quba, and paid our respects to the Holy Prophet (Peace and Blessings Be Upon Him). His modesty had reached new heights: he used to ask me to pray so that he could say Ameen!

We met for a brief period in Mina when he came for Hajj (1431 - November 2010). He was again his normal self, totally unassuming, modest and humble. I listened to one more of his impromptu lectures on 8th ZilHajj to be enthralled once more.

We met again in Medina Munawwarah on the 10th of Muharram 1431 (December 2010). He had been giving speeches, guiding Muslims

Urdu literature - just a layman."

Allama Sahib stayed with me for another 2 days, all the while increasing my knowledge in Islam and talking about the ventures that the World Islamic Mission undertakes throughout the world. He hardly ever mentioned his own role but always gave credit to the persons in charge of affairs in each of its branches.

I took the opportunity to ask him to check and verify the translation of the Holy Qur'an that I was doing from Kanzul-Imaan (Urdu) to English. He was thrilled to know that Imam Ahmed Raza's (Allah be pleased with him) masterpiece had been translated and thanked me for asking him to verify the translation. The verification had earlier been sought from various universities and scholars in Pakistan, but it had already been delayed by 2 years. He took the translation on a CD from me and gave it to his panel of learned companions in the United Kingdom. Within a few months time, I received the certificate, signed by Allama Sahib himself, stating that the translation had been checked and found true to the original text and meaning. I cannot thank him enough for this favour.

He visited the United Arab Emirates more often, and graced our home three more times with his presence and filled our hearts with the love of Allah and His Noble Prophet, with his speeches always having a different subject, topics unrepeated and the same fantastic style of delivery.

Many of my friends who considered themselves 'professionals' or 'highly educated' but had a negative image about the Ahle-Sunnah beliefs, quickly succumbed to the truth, and wanted to become his disciples (Mureeds), but he never took on the role of a Shaykh (Peer), modestly saying, "I am not fit for it" : although, I knew that he had been blessed with the Khilaafah and Ijazah from none other than his Shaykh His Holiness Huzoor Mufti-e-Azam-e-Hind Maulana Mustafa Raza Khan (May Allah be pleased with him).

His love for his Shaykh is immense, as many a times I saw tears welling up in his eyes when speaking about him. He also mentioned to me that his guidance and his eloquence is not but due to the prayers of his illustrious Shaykh.

During his stay at my home (I wish it had been more), his most

Allama Sahib's resume - about his religious activities, and circulated them to my friends. Since many knew of similar programmes being held at my home before this, the response was positive.

Alhamdolillah, the hall was full. When he started his speech we immediately knew that he was not just an excellent orator - his words were not simply embellishments to what he wanted to convey. His depth of knowledge and the amount of information that he was conveying to the listeners, was simply immense.

The message he conveyed regarding the love of the Holy Prophet, and his concern for the Muslim Ummah was heart moving to say the least. He delivered it with great passion and yearning - we could gauge from his style and tone that he was completely drowned in it - his heart was with his tongue. When we cried, his heart too was crying. He wanted us to understand not just to listen. He wanted us to believe and act upon it, not to raise slogans or shower him with praise.

And his words! Simply magic. The effect of those words will have an everlasting effect on the minds of the listeners. They were like pearls - nay rubies and emeralds - strung into a beautiful necklace; for the choice and variety of words he had at his disposal was tremendous. He spoke for more than a hour, not repeating anything what he had said earlier - with the audience spellbound, trying to absorb his eloquence; for many, I am sure, were not used to such vocabulary. It seemed that words were standing in front of him, wanting to be picked up by his grace, to be part of the oratory.

I recall the feelings expressed on the faces of the audience when the programme concluded. Each one of them was in awe, some in tears - some simply unable to express their joy and thanks for the wonderful evening. In particular, I remember the comments made by my friend, Abdul Majeed. He said that he had been the Secretary-General of the Urdu Literary Society whilst in College in Karachi, some 2 decades before, and that he prided himself on him being a poet of some sort. When he heard Allama Sahib, he said "This man is a genius - no he is God gifted: I have never met or known any person in my life who can combine such eloquence, with speed and sense of fervor, all at the same time : and yet deliver a speech that has no embellishments, just the truth from the Holy Quran and Hadith. He has made me realize what I am in

Allama Azmi in the Middle East: My Personal Experiences

By Aqib Farid Qadri (Saudi Arabia)
[Translator of the Holy Quran in English]
Head of General Insurance

When you are writing an article on someone who is so well known and a great personality, such as Allama Qamaruzzaman Azmi Sahib, it poses a great challenge and dilemma as to what facet of the person should be presented to the world. A difficult task indeed - for it is very difficult to gauge his greatness - for even if I do try to exaggerate or embellish my words, it would actually not be an exaggeration - and it would still not do justice to the real praise that he deserves!

His relentless efforts for Islam are very well known - whether on a personal basis, speeches, establishment of institutions or through the World Islamic Mission & other organizations. So I need not dwell on these.

I, therefore, wish to write about my personal experiences during his lecture tours of the Middle East.

His tour of United Arab Emirates:

I first saw Allama Sahib in Dubai, at the residence of the Darvesh family. His appearance was not what I expected it to be. Dressed in an Achkan with a Jinnah Cap, he looked a simple man. But I knew that beneath this simple appearance was a man of exemplary qualities, yet for me to discover.

I got my first opportunity to speak to him alone at length whilst we drove to Abu Dhabi - a 90 minutes drive, during which he spoke little, and heard me much. I soon realized that he was definitely of different mettle than others who have so much to say just about themselves. Here was a 'listener' - the distinctive quality of a true scholar that comes only with humility.

His first lecture was arranged in Abu Dhabi at my residence, which could accommodate 200 persons in the hall. I had managed to get hold of

institution and work, as well as strengthening our Maslak, Allama Azmi was guest of honour and host at the ground breaking ceremony to lay the foundation of Al-Noor Mosque in 2000.

Upon completion of this new state of the art building, he again was the guest of honour and host of the inauguration ceremony of the new Al-Noor Mosque, along with Mufti Muneeb-ur-Rehman in 2010.

Allama Azmi's dedication, support, encouragement, guidance, and enforcement of Deen-e-Islam and Maslak-e-Ahle-Sunnat in the past five decades is invaluable and comparable to none, locally and globally.

We, the Muslims of Houston, Texas, on behalf of the An-Noor Society and the rest of the Americas would like to thank him for his endless effort. We are unable to match his insurmountable contributions and no amount of praise will ever be enough. We offer supplication from the depth of our hearts that may Allah Subhaanahu-wa-Taala grant him a healthy, long, and successful life in dedication to our Deen and Maslak. He is a true representative of my Aaqa, "Mufti A'azame Hind" (Alayhir Rahmah War Ridwan).

☆......☆......☆

Allama Azmi in the United States of America

By **Mohammad Ameen Marfani,**
Founding Member & Trustee of Al-Noor Society of Greater Houston

I was in search of a Scholar to lead Ahle-Sunnah in the United States in general, and Houston,Texas in particular. Qari Raza-ul-Mustafa A'azmi of Maktaba-e-Rizviya of Karachi, Pakistan referred me to Allama Azmi. My first correspondence with this great personality was in 1974, when he began his work for Deen-e-Islam and Maslak-e-A'ala Hazrat in the United Kingdom with Allama Arshad-ul-Quadri.

Allama Azmi has the distinction of being the first person having a paramount impact in the American Muslim community since the early 1980s.

In Houston, Texas we had the honour and privilege of having Allama Azmi as a guest speaker at our annual Milaad programme. This was a turning point in Houston's history, in which the Milaad Programme was attended by approximately1,500 people.

In the following year in 1987 we established Al-Noor Society of Greater Houston upon Allama Azmi's recommendation, and administrative and organizational expertise. He served as an advisory board member and still serves as Chairperson of the Board of Trustees of Al-Noor Society of Greater Houston.

Alhamdolillah, with Allama Azmi's effort and guidance, Al-Noor Society of Greater Houston is now in its 24th year, and is the largest institution for Maslak-e-Ahle-Sunnat in Houston, the State of Texas and even in the USA. Al-Noor's new Mosque in Houston which cost $3.5 million dollars is state of the art with facility and capacity for 2,500 people.

In commemoration of his guidance and support in the pioneering of our

" Heera School
" Malik bin Dinar College
" Qadria College
" Ismail Habib Mosque

Conclusion:

Hazrat Muffakir-e-Islam not only considers the building of Islamic centers, Darul-ulooms and Mosques in different countries as critical but also modernizing the syllabuses that are more compatible with contemporary issues. Scholars should also be trained in different languages to allow them to work in any part of the world.

The current position is outmoded and obsolete. As a result the world is misunderstanding Islam and Muslims. It is vital to deliver our massage in the most constructive and significant manner around the world and this will only be possible if we have modern and reformed training systems in place within all our institutions.

I like to extend my sincere congratulations on this occasion to the entire esteemed team of Raza Academy Mumbai for their tributes to Hazrat Allama Azmi Sahib. Indeed your great work will be remembered for ever.

May Allah grant long life to our Master and leader Hazrat Allama Qamaruzzaman Khan Sahab Azmi and May Allah safe guard him from all calamities and bestow him with good health. May Allah give us the ability to adopt his ideology to spread the true message of Islam. Ameen.



Islamic Centre Chicago:

This centre was founded under the guidance of Hazrat Mufakkir-e-Islam and Hazrat Shaikh-ul-Islam Maulana Sayyid Madni Ashrafi.

Norway:

The first mosque in Norway was founded under the banner of World Islamic Mission in 1980 and Hazrat has given his continuous support for its development.

Masjid Noor-ul-Haram, Toronto, Canada:

Hazrat has been visiting Canada for many years. Following the departure from this world of Qaid-e-Ahle Sunnat Allama Shah Ahmed Noorani Siddiqi (Alihirrahmah), Hazrat became the Chairman of World Islamic Mission Canada. Hazrat Qaid-e-Ahle Sunnat presided over this organization previously.

An 11 acre land has been purchased to build the biggest and most beautiful Mosque in Canada. The Masjid Noor-ul-Haram is now entering a phase when work could begin.

Sunni Dawate Islami:

The Sunni Dawat-e-Islami website describes Huzoor Mufakkir-e-Islam as the chief mentor and guide of Sunni Dawat-e-Islami. He attends the Annual International Ijtema in Mumbai which attracts 150,000-200,000 people each year.

The Sunni Dawat-e-Islami is an international organization working in India, United Kingdom, USA, Canada, Africa, Portugal and Saudi Arabia. It promotes the true beliefs of Islam under the teaching of the true Ahle-Sunnah wa Jamaah through following activities:

" Weekly congregation (Ijtema)
" Educational visits (Dawra)
" Annual International Congregation (ijtema)
" SDI publications
" Sunni Dawate Islami On-line
" Maktab-e-Taibah

It has established numerous large institutions including:

" Noor-e-Madina College

and Hazrat contributed with his immense support in the initial period. Alhamdulillah this mosque now is recognized as a beautiful place of worship.

Hazrat also contributed to building of the biggest Mosque in Birmingham, Ghamkol Shareef. In one electrifying and spell bounding fund-raising speech people gave £145,000 upon his call.

Hazrat visited numerous times to Al-Khizra Mosque in Glasgow Scotland which is shaped with enormous support of World Islamic Mission. Hazrat Allama Arshadul Qadri also visited this mosque for a few times. There was sufficient support of Allama Azmi sahib to establish this centre.

There is a long list of mosques which were founded in the headship of Hazrat Allama Shah Ahmed Noorani Siddiqi (Alihirrahmah), Hazrat Allama Arshadul Qadri (Alihirrahmah). Hazrat Maulana Shahid Raza OBE and Hazrat Mufakkire Islam in Holland. These include:

Jamia Masjid-e-Taibah
Jamiah Masjid-e-Quba
Masjid Anwar-e-Madina
Masjid Gulzar-e-Madina
Masjid Al firdous
Madinatul Islam College
Al Madina Masjid

These mosque and Islamic centers were built with exceptional involvement and supervision of above named immense personalities including Hazrat Sahib. There are some other centers which were formed with the support of World Islamic Mission like Al-Suffa Public School, Al-Quba Public School etc.

Masjid-e-Al Noor, Huston, America:

This is the first purpose built mosque for Ahlus-Sunnah in entire America. This is a massive and amazing mosque with a huge vicinity. Hazrat Mufakkir-e-Islam has been coming to USA since 1986 and Hazrat himself laid the foundations for this great center. Recently a great scholar who studied at the Islamiya University, Hazrat Allama Qamarul Hasan Misbahi Sahib is serving as Khatib and Imam in Masjid Noor since many years.

manage the Asharafiya University. This offer was generated from His Holiness Huzur Hafiz-e-Millat. However, it was almost impracticable for Hazrat to leave the vital responsibilities and to make the swift move back to India.

Arrival to United Kingdom:

Hazrat came to Bradford, UK in 1974 upon the invitation of Hazrat Allama Arshadul Qadri to work along with him on the platform of World Islamic Mission. Since his arrival to the UK huge work was done in a very short period of time. These included:

1. the establishment of the Islamic Missionary College (IMC)
2. the establishment of the International Dar-ul-Iftaa
3. the establishment of Al Falah (an organisation for young people)
4. the publication of Al-dawat-ul-Islamiya - Monthly Islamic Journal

Hazrat had begun his lectures at Shah Jalal Mosque in South Manchester in the mid-70s on a weekly basis. There were many intellectuals in the audience and the lessons in Quran created tremendous potential for promoting mainstream Islam in Manchester.

By 1979, Hazrat moved to Manchester. Allah Almighty bestowed Hazrat with great wisdom and perception that very shortly he laid the foundations of Ibad-ur-Rehaman Trust and built a huge Mosque with capacity to hold 2,500 worshippers with the cost of £1.5 million. Another great institution Kulliyat-ud-dirasatil Islamiya (Collage of Islamic studies) was formed under his supervision costing £1 million. He also established another monthly journal as its chief editor, Hijaz London which became a very popular monthly journal.

During this period Hazrat was travelling on regular basis to Leicester between 1976 to 1978 to cultivate the land there for a mainstream Sunni institution. This is before Allama Shahid Raza Naeemi came to Leicester. Hazrat chose the Southerland Mosque to deliver his lectures. However, even here he had to debate and hold 'manazara' because it was controlled by Jamaat-e-Islami. However, the speeches of Hazrat unveiled the true face of the Jamaat-e-Islami and soon the Mosque became part the Sunni mainstream.

Hazrat Mufakkir-e-Islam also participated in the foundation of Masjid Noor-ul-Islam Bolton along with Hazrat Sayyid Noorani Baba

commandment of His Holiness Hafiz-e-Millat. The area was a very small village with few supporters. There were no facilities or any school building to teach children. Hazrat began teaching under a tree. However, Allah had bestowed him with such incredible skills that in the same year in 1964 he prepared the local people to lay the foundations for a proper Islamic Institute. This institute, the Islamiya University was established and students upon hearing Hazrat's name began coming from far provinces like Bengal, Bihar and Gujarat.

This institute affiliated to the prestigious Al-Azhar University, Cairo, Egypt is now one of the top Islamic Universities in India and well known around the world because of its outstanding educational standards. The graduates of this University are serving not only in India but in many foreign countries like Europe, America, Europe, Africa and Middle East.

We also acknowledge and pay tribute to others who struggled with Hazrat to establish and run this University. These include Hazrat Qari Jalaluddin Sahib (who is managing the University), the Late Dr Sayyid Mahfuz-ur-Rahman; the Late Haji Ilyas Sahib and the late Haji Riyaz Sahib.

The successful establishment of the Islamiya University inspired others in the neighboring districts and Hazrat then played a significant role in supporting those neighbourhoods to establish institutes in their localities. As a result there are now Sunni institutions after every 10 to 15 miles in that region.

Aljamiat-ul-Ashrafiya (Ashrafiya University), Mubarakpur, India:

Hazrat Mufakkir-e-Islam has extraordinary relations with the Ashrafiya University since the beautiful era of His Holiness Huzur Hafiz-e-Millat.

When His Holiness Huzur Hafiz-e-Millat planned to convert this institutions to an Arabic University, Hazrat Mufakkir-e-Islam pledged his wholehearted support to make this a reality. He attended numerous gatherings with Hafiz-e-Millat to progress this.

By the time Hazrat Mufakkir-e-Islam came to UK in 1974 Allah Almighty had fulfilled the wish of His Holiness Huzur Hafiz-e-Millat and all the arrangements for the first Arabic University were in place. During Hazrat Mufakkir-e-Islam's stay in the UK, he received an offer to

Allama Azmi:
The Great Enabler of Islamic Institutions

By **Mohammed Khalid Razvi Nagauri,**
Chief Imam of Usmani Mosque &
Director, Darul Uloom Imam Ahmed Raza , Leicester, UK.

Hazrat Muffakir-e-Islam Allama Qamaruz-zaman Azmi is great scholar of Ahlus-Sunnah. There is magnetism in his speech which is rarely found in others. He is most attractive to intellectuals as to the general public. I was with Hazrat recently at the International Milaad conference in Toronto, Canada. I remember one of the organizers telling me how the local journalists are always keen to listen to the speeches of Hazrat and cover it widely in their newspapers.

In this brief article I wish to highlight Hazrat's work as a key enabler of Islamic institutions across the world. Hazrat is a patron of many institutes, Islamic centers and Mosques in different countries. There is no doubt that it is honor for these institutes itself if such a great personality of the world was it's patron. Like someone said that in general people get to be known after their attachment with a famous institution but there are fewer such a leading world figures whose name give institutions recognition and respect. Indeed Hazrat is one of those great noble leaders of the Islamic world.

Al-jamiat-ul-Islamia (Islamiya University) Rounahi, Faizabad, India:

Hazrat had just finished in 1964, at the age of eighteen, his course at the prestigious Nadwat-ul-Ulema University and Ashrafia University. At the same time, Dr Sayyid Mahfuz-ur-Rehman had approached His Holiness Hafiz-e-Millat to send a top talented scholar to promote mainsteam Sunni Islam in Faizabad, Uttar Pardesh (Nothern State). His Holiness Hafiz-e-Millat appointed Hazrat Muffakir-e-Islam to cultivate this undeveloped and difficult area for the betterment of Muslims living there.

Hazrat began his activities in this area immediately upon the

Jamiatul Ashrafia)

2. Ustadhul Ulama Allama Hafiz Abdul Raoof Balyawi

3. Bahrul Uloom Allama Mufti Abdul Mannan Azmi

4. Ashraful Ulama Allama Sayyid Hamid Ashraf

Allama Azmi has the honour of being the Mureed and Khalifa of Huzoor Mufti A'zam-e- Hind, Allama Mustafa Raza Khan Noori Rahmatullahi Alayhi. In his many majalis, I have seen and felt that Allama Azmi has the utmost respect and love for his spiritual mentor. Innumerable students of Hazrat Allama Azmi Sahib are also preaching the golden teachings of Islam throughout the globe. In the UK, Allama Jameel Rizvi, Allama Farogh-ul-Quadri, Dr Musharraf Hussain, Maulana Faisal Noorani and this humble servant are among some of his students.

May Allah Ta'ala prolong Hazrat's age and give the Ummah the ability to benefit from his great wisdom and pearls of guidance. Ameen.

☆......☆......☆

Despair not of Allah's mercy, verily none despair of the mercy of Allah but the people who disbelieve (Surah Yusuf-Verse 87)

In the present difficult situation of the Ummah we desperately need more leaders of this mentality.

The beloved of Allah, Sayyiduna Muhammad Sallallahu Alaihi Wasallam said something along these lines:

'If you truly want to know someone, travel with them'.

I have travelled countless times with Hazrat not only in the UK but also internationally. Hazrat is in his 'jalwat' (gatherings) as he is in his 'khalwat' (seclusion). Tens of thousands are witness to the fact that you can sit with Hazrat for hours and not get the thought or feeling of boredom. Hazrat is always a 'sham-e-mahfil' in all gatherings whether it is a gathering of the 'awaam or khwaas' (ordinary or elite people). It is no wonder, therefore, that many of the world's leading personalities not only admire him but hold him in such high esteem. These include:

1. Allama Shah Ahmad Noorani Siddiqi
2. Allama Abdul Sattar Khan Niyazi
3. Allama Sayyid Madani Miyan
4. Allama Mufti Akhtar Raza Azhari
5. Sarkaar-e-Kalaan Allama Sayyid Mukhtar Ashraf
6. Allama Rayhaan Raza Khan
7. Allama Zia-Ul-Mustafa A'zami
8. Allama Pir Karam Shah Azhari
9. Shaykh Yusuf Abu Sneina (Imam Masjid-ul-Aqsa)
10. Mufti Muneeb-ur-Rahmaan
11. Allama Sayyid Irfan Mashhadi
12. Allama Shah Fareed-ul-Haq

The world of Sunniyat is highly indebted to Allama Arshad-ul-Qadri for providing the western world with such a unique and matchless gift in the form of Qibla Azmi Sahib for it is he who invited Hazrat to join him in UK as Joint Secretary-General of the World Islamic Mission. Hazrat Allama is not only a unique speaker but also an Aalim of the highest rank. He has studied all Islamic sciences in depth with his honourable teachers. His grasp on Fiqh, Hadith and Tareekh is well known. Amongst his great teachers are the likes of:

1. Hafiz-e-Millat Allama Abdul Aziz Muradabadi (Founder of Al

Allama Azmi - a Great Scholar of the 21st Century

By Allama Arshad Misbahi,
Chief Imam of Manchester Central Mosque

Great men are not born every day. Almost all human beings are influenced by their times, however, very few have the ability and calibre to influence their times. Hazrat Mufakkir-e-Islam Allama Qamaruzzaman Azmi is a personality of the second kind.

I have known Hazrat since February 1978. This was the first time I had the privilege of seeing this outstanding scholar and savant of Islam. Since then, I have no hesitation to say, I am a great fan of his. He is undoubtedly a man in a league of his own and a precious gem in the arena of Islamic thinkers and scholars.

After the completion of Tahfeez-ul-Quran in Bradford, I had the honour of studying various Islamic sciences including the Arabic Language with Hazrat for a year in 1987. He is not only one of the greatest orators of the present times but also a great teacher. As for his literary qualities, he is second to none. In all these three important factors and aspects of Tableegh and Dawah, Hazrat has been blessed to a great extent by Allah Ta'ala. Without doubt, Hazrat has a great talent in speechmaking which is incredibly rare and is in fact an 'Imam' in this field. He is a speaker who electrifies his listeners. He is most sincere and to the point in his sermons.

DIL KI GEHRAAIYON SE JAB NIKLE
PHAILTI JAAYE BAAT KI KHUSHBOO

Robert Southey correctly said: 'It is with words as with sunbeams, the more they are condensed, the deeper they burn'. Having listened to his lectures over 3 decades, I firmly believe, as Napoleon Bonaparte said, 'a leader is a dealer in hope'. Allama Azmi is a true image of this saying. He travels around the world teaching Muslims in the light of the Quran and Sunnah that:

Do not despair of the mercy of Allah (Surah Az-Zumar-Verse 53)

importance in modern Islamic society. For two decades I have had the privilege of listening to his numerous lectures and debates. His insights, guidance and love have provided the foundational pillars for my own success and happiness. His dynamic powerhouse style has inspired thousands of Muslim professionals in Manchester to live a pious life. Allama Azmi is not only a great leader but also a truly amazing and wonderful human being".

Jim Karygiannis M.P., House of Commons, Canada:

Jim Karygiannis M.P., House of Commons, Canada on 13th July 2002 awarded a certificate of commendation to Allama Azmi for his services and wrote:

"In my capacity as Member of Parliament it gives me great pleasure to commend the renowned Islamic scholar Maulana Qamaruz-zaman Azmi".

Sir Iqbal Sacranie, Founding Secretary-General, The Muslim Council of Britain:

"Just before the formation of The Muslim Council of Britain (MCB), I was part of the major consultation process meeting senior leaders and scholars of the Muslim community in the UK. I had the pleasure of meeting Allama Sahib and sought his advice as one of the leading Islamic scholars in the UK. I was not only inspired but deeply impressed with his foresightedness and vision for the Muslim community in the UK. His fullest support and encouragement for the Muslim community in the UK to work together under one umbrella body was instrumental in setting up of MCB. I have valued immensely his guidance and counsel over the years."

Mohammed Sarwar, former Member of Parliament, House of Common, UK:

"Allama Azmi is a great scholar and personality of the Muslim world. His powerful orations, depth of knowledge, grip over current affairs and deep passion for driving change for the better is exceptional. His presence in Scotland over the years has had a huge positive impact on the life of Muslim communities and is highly commendable".

☆......☆......☆

modern day". He went on to write: "When I listen to his great speeches I feel like revisiting mine; when I hear his intellectual thoughts I feel guided; when I experience his beautiful manners I feel exposed".

The Times of India:

The Times of India wrote on 2nd November 2010: "There are two kinds of Sunni Muslims in the world: those who have met or heard Allama Qamaruz-zaman Azmi and those who haven't. His lucid speeches peppered with repeated references to Quranic commandments and the life of the Prophet and his companions have a charismatic effect; they go straight to the heart. Unlike many rabble-rousing parochial preachers and Islam-supremacist televangelists Azmi uses words to calm nerves, close breaches and salve wounds".

Munaf Solaiman, President of the World Islamic Mission, Canada:

"Canadian Muslims from coast to coast look forward to the continued presence of Muffakir-e-Azam Allama Qamar-uz-Zaman Azmi here in Canada where he has already left a legacy which only a scholar of his magnanimity and humility can hope to achieve".

Taj Mohammad Qadri, Al Azhar University, Cairo, Egypt::

Taj Mohammad Qadri of Al-Azhar University, Cairo in his article on Allama Sahib's life published in the Egyptian Newspaper 'Saut-ul-Azhar' wrote: "The great contemporary thinker for Islamic issues, a great scholar of Islam, and a great orator Allama Maulana Qamaruz-zaman Azmi is known not only all over the Indian sub-continent but all over the world".

Professor Waqar Ahmed, Chair of Nanotechnology & Advanced Manufacturing, University of Central Lancashire:

Professor Waqar Ahmed who is the Chair of Nanotechnology & Advanced Manufacturing and Head of Institute of Nanotechnology & Bioengineering as well as Leader of Nanomedicine and Nanoengineering Research Group at the University of Central Lancashire wrote:

"Allama Azmi is one of the most lucid and original thinkers of his generation. He is internationally renowned for the depth of his knowledge on all aspects of Islam. However, I have been most impressed with his interest and appreciation of science and technology and its

Allama Sahib's speech said: "This is the first speech after one of the great founding fathers of India, Maulana Abul Kalam Azad and the great orator, Maulana Azad Subhani that I have been so overwhelmed by". Please note that this programme was held in Gaya and Hazrat Maulana Syed Shah Sirajul Huda (May Allah shower his mercy upon him) and Hazrat Maulana Qamaruzzaman Gayani were present.

Iftikhar Arif, famour poet and writer, Pakistan:

Iftikhar Arif, the famous author, poet and Chairman of Muqtadra, Pakistan wrote in the Jang newspaper: "Qamaruzzaman is a great faqee'h, poet and writer and this is unique as the three don't come together in one".

Iftikhar Azmi, famous writer, India:

Iftikhar Azmi, the famous writer used to attend regularly the 'Dars' given by Allama Sahib in Bradford and in one of his articles he commented on the 'magical way' of Allama Sahib's Tafseer".

Professor Giyassuddin Qureshi, Newcastle University:

A famous Urdu poet and writer, Professor Giyassuddin Qureshi of Newcastle University used to attend Allama Sahib's Dars in Leeds regularly. That's where he learnt about Imam Ahmed Raza and fell so much in love that he translated the 'Salaam-e-Raza' in English poetry as well as 'Al-Daulatul Makkiya'.

Allama Shahid Raza OBE, Chairman of the Mosques and Imams National Advisory Board:

Allama Shahid Raza OBE, Chairman of the Mosques and Imams National Advisory Board said: "Allama Azmi is not only the 'Imam' of oration admired for his public lectures which have inspired millions of young and old Muslims in the sub continent, Middle East, Africa, Europe and North America but he is also a great Islamic Thinker of the 21st Century".

Sahibzada Sayyid Hamid Saeed Kazmi, Cabinet Minister for Religious Affairs, Government of Pakistan:

Sahibzada Sayyid Hamid Saeed Kazmi, Cabinet Minister for Religious Affairs, Government of Pakistan wrote: "Hazrat Allama Azmi is not only the king of oration but as a thinker there is no one like him in

Allama Sahib's speech on 'Namaaz' (Salaah). Allama Sahib spoke for three hours leaving the audience in awe. His Holiness stood up and asked: "O people, there are many of you who like me are over the age of seventy in this audience. Can you tell me if you have ever heard a greater speech than this. The audience replied: "No". Then His Holiness said: "From this day on I award him the title of "Khateeb-e-Azam" (the Great Orator). Please note that in the audience the current Shaikh-ul-Hadith of Al-Jamiat-ul-Ashrafia, Hazrat Allama Mohammad Ahmed Misbahi was also present.

The Great Scholars Allama Abul Wafa Faseehi Ghazipuri and Hazrat Allama Mushtaq Ahmed Nizami:

Allama Abul Wafa Faseehi Ghazipuri (who was such a great scholar of his time that people gave him the title Sahbaan-ul-Hind after the great orator of Iran) would be in awe when Allama Sahib spoke.

Another great famous scholar, Hazrat Allama Mushtaq Ahmed Nizami said: "This is the good fortune of the Ahle Sunnah wal Jamaah that a great scholar like Allama Qamaruzzaman is amongst us".

Ra'ees-ut-Tahrir Hazrat Allama Arshadul Qadri:

The famous Ra'ees-ut-Tahrir Hazrat Allama Arshadul Qadri said: "In the line up of Ulema there are few who have achieved greatness in both writing and oratory skills and can answer the challenges of the modern world with such mastery. He is unique in the Ahle Sunnah wal Jamaah".

Bahr-ul-Uloom Hazrat Allama Mufti Abdul Mannan Sahib:

Bahr-ul-Uloom Hazrat Allama Mufti Abdul Mannan Sahib wrote in one of his articles that Maulana Qamaruzzaman's greatness is such that he could prepare a speech for hours just on one or two words of Hafiz-e-Millat. In his introductory remarks at a programme at Al-Jamiat-ul-Ashrafia he said: "The most difficult subjects that can only be taught by great scholars are brought to life with ease by Allama Azmi Sahib in an inspiring and beautiful way".

Syed Shahabuddin, Indian Foreign Services (IFS) and Leader of the Insaaf Party:

Syed Shahabuddin, the famous Indian politician after hearing

Allama Azmi in the Eyes of Leaders & Critics

By **Maulana Farogh-ul-Quadri,**
Secretary-General, The World Islamic Mission Scotland & Chief Imam, Khazra Central Mosque, Glasgow, Scotland(U.K)

Allama Qamaruzzaman Azmi is one of the greatest scholars of the 21st Century in the Ahle Sunnah wal Jamaah. Millions of people across the Indian Sub-Continent, Middle East, Europe, America and Canada revere him and are inspired by him. His lectures attract crowds of 150,000-200,000 people regularly in the Indian sub-continent which is unthinkable in Europe and America. Most of his audiences are professionals, policy-makers, political, religious and the academic elite. He is covered by the media and press extensively and well recognised by the mainstream Sunni majority.

He is an intellectual giant who is highly revered by both leaders and critics across the world. Here are some examples:

His Holiness Mufti-e-Azam-e-Hind:

His Holiness Mufti-e-Azam-e-Hind Hazrat Maulana Mustafa Raza Khan (May Allah shower his mercy upon him) who was the holy son of Imam Ahmad Raza Khan Bareilvi (May Allah shower his mercy upon him) would wish to be present to listen to Allama Azmi's speech. He was so fond of Allama's speech that during Raipur's Ijtima, whilst being fragile with old age, he said to the organisers to bring him to the stage before Allama Azmi's speech so that he could listen to it. On this occasion, however, he wasn't brought on time and, therefore, was very upset that he missed Allama's speech. At another Ijtima in Jabal Pur Allama Azmi cut his speech short since there were many other great scholars and speakers present, however, His Holiness asked him to continue and complete his speech.

His Holiness Hafiz-e-Millat:

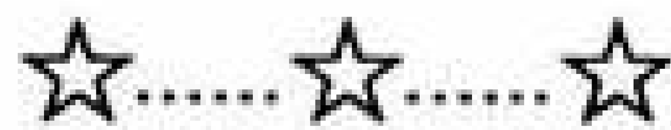
His Holiness Hafiz-e-Millat Allama Abdul Aziz Muradabadi, Founder of Al Jamiatul Ashrafia Mubarakpur (May Allah shower his mercy upon him) was present at an Ijtima in Mubarakpur listening to

In Holland where the immigrant community is mainly from Surinam Allama Sahib's work is commendable. The Surinami Muslims immigrated to Holland following independence on 25th November 1975. This is because as a plantation colony Suriname was dependent on manual labour and to make up for the shortfall, the Dutch post-1667 brought in contract labourers from the Dutch East Indies (modern Indonesia) and India (through an arrangement with the British). The Surinami community in Holland themselves describe how life on the plantation colony over generations diminished their religious, cultural and ethnic identities but Allama Sahib's work linked them to their roots, religion and culture.

Holland now has not just a thriving Muslim community of Surinami-Indian ethnic origin but has established the largest and most beautiful Mosque, Taibah Masjid, several Mosques in different cities, two Muslim schools and a large Madinat-ul-Islam College for Islamic studies. Many scholars have studied and graduating from this University to serve communities in Holland as well as Europe.

In conclusion, who better to end than a quote from no other than the great Ra'ees-ut-Tahrir Hazrat Allama Arshad-ul-Qardi (May Allah shower his mercy upon him) who in a letter to Allama Azmi wrote:

"You are an incomparable personality and your work and achievements are also incomparable" (see letter dated 7th December 1997)



approach which is not suitable for a democratic society. If the future of the House of Lords is to be as an elected body it will be open to all people providing an opportunity to be involved through the democratic processes. If the futures to be as a body based on selection then it is important to ensure that the House reflects the diversity of the country, which it serves".

"Whatever changes the Royal Commission is to propose I believe it should also take account of representation of faiths other than the Church of England. Appropriate mechanisms should be developed to ensure that the diversity of faiths in our country are not marginalised or ignored. This is not only a pre-requisite for any democracy but also important in ensuring that rules of democracy are not abused, side-stepped or religious and moral issues are not swept under the carpet".

More recently, following 9/11 and 7/7, Allama Azmi has passionately and powerfully argued against violent extremism and terrorism and has influenced millions across the world. As a result, the Times of India called him "The Pacemaker" and captured his views on 2nd November 2010:

"What about the Muslims who claim to have grown up amid Islamic traditions but in the name of Islam create terror and sanction suicide bombings Azmi whose followers have given him the honorific Allama explains: Those who use the name of Islam to terrorise are enemies of Allah and Islam. No injustice or assault real or imagined can be an excuse for resorting to violence and maiming innocents"

Activities abroad

Allama Azmi's tireless work has helped develop great Islamic institutions such as Islamic University Faizabad (India); Madinat-ul-Islam College, Holland; Taibah Mosque, Amsterdam, Holland; Jamia Mosque, Oslo, Norway; Al-Noor Mosque, Houston, USA; Noor-ul-Haram Mosque, Toronto, Canada.

Jim Karygiannis M.P., House of Commons, Canada on 13th July 2002 awarded a certificate of commendation to Allama Azmi for his services and wrote: "In my capacity as Member of Parliament it gives me great pleasure to commend the renowned Islamic scholar Maulana Qamaruzzaman Azmi".

was the bloody war between Iran-Iraq. Allama Azmi was invited to visit Iraq in 1983, 1985, 1988 and May 1990 and Iran in 1983 at their Governmental conferences held to negotiate peace and bring end to the conflict between the two countries. In 1983 Allama Azmi put the resolution forward calling for an end to the Iran-Iraq war before the month of Ramadaan and if this fails, then for all key delegates to pressurise their respective Governments to intervene to help bring an end to this bloody war.

At a domestic level, Allama Azmi continued to contribute to both the self-development of communities at the grassroots levels as well as the development of key policy and legislative frameworks. For example, the creation of the Central Milaad Committee established the first national Milaad procession from Hyde Park to Trafalgar Square bringing 20,000 people from all parts of the country to London to celebrate peace and unity by marking the birth of the Prophet. This national annual procession set the trend for towns and cities to hold their own processions which we now witness each year during the holy month of Rabi-ul-Awwal.

In terms of policy and legislative frameworks, in 1999 the UK Government established a Royal Commission on the Reform of the House of Lords following The Queen's Speech on 24th November 1998 under the Chairmanship of the Right Honourable Lord Wakeham. The terms of the Royal Commission were:

" to consider and make recommendations on the role and functions of a second chamber;

" to make recommendations on the methods or combination of methods of composition required to constitute a second chamber fit for that role and those functions.

Allama Azmi was invited by the Right Honourable Lord Wakeham to give oral evidence to the Royal Commission. Allama Azmi in his oral evidence argued:

"The existing structures of the House of Lords can be termed as unrepresentative of the changes that have occurred within our society over the last half a century. The current form of representation in the House of Lords based on selection and hereditary peers differs quite dramatically from the House of Commons and shows a double standard

apologise and would like to make clear that neither the script writer nor ATV Network had any intention of insulting Muslims"

In addition, the 1985 Hejaz Conference at the Wembley Conference Centre marked a watershed for Sunni Muslims. It brought together key religious leaders from around the world with an audience that filled the Wembley Conference Centre to discuss the barbaric treatment of Wahabi police and officials of the mainstream sunni pilgrims when visiting the Holy places in Saudi Arabia as well as the ban on Kanzul Imaan the translation of the Holy Quran by Imam Ahmed Raza.

This conference made a huge global impact and the Guardian ran a story on Tuesday 7th May 1985 in which it stated:

"King Fahd of Saudi Arabia is to meet an international delegation of Islamic Scholars who claim that hundreds of Muslim pilgrims on the way to Mecca have been tortured and harassed by his government because they were carrying an Urdu translation of the Quran. The meeting announced yesterday in London by the World Islamic Mission will bring to a head a 70-year old theological dispute. On Sunday 3000 people attended a conference in London where a number of international scholars claimed that their traditional collegiate authority had effectively been hijacked by Saudi Arabia through the influence of the minority Wahabi sect.

This is said to represent fewer than 2 per cent of the world's 700 million Muslims but its influence is detected behind many current grievances. These include allegations that pilgrims have had their Quran and other holy books confiscated by the Saudi authorities", (see the Guardian Tuesday May 7th 1985, page 4).

Two years later the Dawn newspapers, amongst many others, reported the result of this meeting and the Hejaz Conference:

"King Fahd of Saudi Arabia is reported to have agreed to allow the Muslims of all sects to perform the religious rituals in Makkah and Medina, according to their respective beliefs" (see Dawn Karachi, Sunday March 20, 1987; also, The Nation, Lahore, 29th March 1987, and Pukaar, Islamabad, 29th March 1987; and Daily Jang, Lahore, 29th March 1987).

Another international matter where Allama Azmi played a key role

the resolutions of the United Nations and vacate the occupied Holy Land of Palestine and Arab Territory. This conference also condemns Israel's aggressive policies" (see Press Release, 1974).

" "The conference demands a personal consideration from the Prime Minister that Muslim girls should be provided the facilities of education in an all girls school retaining the present such schools" (see letter to the Prime Minister and the Minister of Education, 1974)

On the issue of eliminating discrimination against Muslims Allama Azmi engaged the Government of the day. The Conservative and Unionist Central Office Letter dated 4th December 1978 to Allama Azmi states:

"Ian Percival MP has asked me to put forward a request for specific details of cases where people have suffered whilst trying to practice their religion in schools, employment etc., and he would be grateful if you would bring such information along to the meeting [which will take place in Interview Room W6 in the House of Commons, commencing at 7.30 p.m." (see Letter by Mervyn Kohler to Allama Sahib dated 4th December 1978).

Similarly, the British Epilepsy Association published an article in which it falsely claimed that the Prophet Muhammad's (Peace Be Upon Him) behaviour during the receiving of 'Wahee' was not due to 'Wahee' itself but that he was suffering from epilepsy and used to have regular epileptic attacks. Allama Azmi took up this issue and on 17th December 1976 a letter from the Rt. Hon. Lord Cohen of Birkenhead stated:

"We are, of course, very sorry to have caused distress to the many Muslims" (see letter dated 17th December 1976).

In 1979 the Associated Television Network screened a programme which insulted the Prophet Muhammad (Peace Be Upon Him). Allama Azmi's constructive engagement with them resulted in the following reply to Allama Azmi by A.R. Lucas, Group Legal adviser and copied to Sir Lew Grade:

"In a recent episode of this Series entitled 'The Quick One' one of the characters made derogatory remarks concerning the Holy Prophet of Islam. It is much regretted by ATV Network that those remarks have apparently been considered blasphemous, even within a work of fiction, and have accordingly caused offence in certain quarters. For this we

" World Islamic Mission Conference, Bradford 1974

" World Islamic Mission Conference, St Georges Hall 1978

" World Islamic Mission Conference Holland, 1980

" World Islamic Mission Hijaz Conference, Wembley, 1985

Each conference was significant for two reasons. Firstly, it brought together key religious figures under one platform attracting audience in their thousands. Secondly, it debated key issues of the day and passed agreed resolutions which helped shape the national and international policy framework. For example, the 1974 conference debated issues like:

" the need to establish Mosques particularly, in UK, Europe, America and Canada

" the need to establish Madaaris and Islamic institutes particularly in UK, Europe, America and Canada

" the need for local authorities to consider Muslim grave yards in towns and cities

" the need for schools, hospitals and public institutions to cater halal food

" the need to work towards the elimination of discrimination against Muslims

" the need to establish a Muslim Shari'a Council (to settle disputes and divorce cases)

" the need to create self-regulating halal authorities

These conferences were attended by key local Muslim leaders from Holland, Belgium, Germany, France, Norway, and UK. Speakers would be renowned figures from the world. For example the 1978 conferences speakers included: Professor Ghulam Nabi Saaqib, King Abdul Aziz University, Jeddah; Professor Sajjad Hussain, former Vice-Chancellor Dhaka University; Professor Saffa Al-Khulusi, Baghadad; Dr Mustafa Mabrook, Libya; Sheikh Basillia of the Embassy of Libya; and, Mufti Mustafa Riffat, Mufti of Cyprus.

The impact of these conferences were huge in raising awareness of Muslims, inspiring positive action and bringing about change for the better. For example, following the 1974 Conference Allama Azmi pursued the key resolutions such as:

" "The conference of the World Islamic Mission appeals to the peace loving nations of the world that Israel should be forced to abide by

organizations for young people in Bradford with its own building and employees.

6) a Monthly Journal, Al-Dawat-ul-Islamia

Allama Azmi established a monthly journal, Al-Dawat-ul-Islamia as its chief editor which became a highly respected and hugely popular monthly journal for Muslims living in Europe, America and Canada. This was one of the very few journals available at the time. Al-Dawa-ul-Islamia contained articles on contemporary issues and allowed a safe space for academics and scholars to debate pertinent issues.

Witnessing such outstanding accomplishments within a year the World Islamic Mission Executive Council unanimously appointed Allama Azmi as its Secretary-General, a position which he still holds today.

In 1979 Allama Azmi moved from Bradford to Manchester. Within a very short period of time he built a huge Mosque with capacity to hold 2,500 worshippers with the cost of £1.5 million. Another project costing £1 million established the College of Islamic Studies. He also established another monthly journal as its chief editor, Hijaz London which became a very popular monthly journal.

Under his leadership and contributions the World Islamic Mission has gone from strength to strength and till this day continues to spread the message of Islam all over the world. It has built many large institutions (Mosques and Islamic Institutes) in the UK, USA, Canada, Holland, Norway, Germany, France, Belgium, Surinam, India, Pakistan and Mauritius.

In the words of Khalid Athar, the famous Pakistani journalist of the Pakistan Press Association (PPA) Allama Azmi is the "soul" of the World Islamic Mission.

It would not be controversial or unfair to say that the flourishing Muslim institutions that we see today in Europe, America and Canada; the increased awareness of people about their faith; and the increasingly mature community that is being realised in these countries is due to the tireless work of selfless key figures like Allama Azmi. This was also achieved through the organisation of several major international conferences. These included:

Commonwealth rules, Commonwealth citizens had free entry to Britain. And, although Enoch Powell had made his "Rivers of Blood" speech in 1968 criticizing Commonwealth immigration and successive Governments were implementing restrictive measures, immigration through blood relations, family re-unions and marriages were continuing. There was a similar phenomenon taking place elsewhere in Holland, Germany, Belgium, France, Norway, America and Canada and what was needed was an international centre to help integrate the growing Muslim population in these countries by finding solutions, interpreting and re-defining rules within the context of the Shari'a.

Therefore, the International Dar-ul-Iftaa was established which included a Board made up of leading scholars from around the world.

4) establishment of the World Islamic Mission Press

George Bernard Shaw said that 'the single biggest problem in communication is the illusion that it has taken place'.

In other words, to assume that the immigrant communities understood their religion, knew their responsibilities in the new environment and were familiar with how to deal with everyday challenges would be to assume wrong. And that is why a Publication House was necessary to encourage continuous research and dissemination. The World Islamic Mission Press published a number of books and was seen as the main centre for publication and dissemination at that time.

5) establishment of Al-Falah, UK's first organisation for young people

Immigration brings with it huge challenges in not only gaining a foothold in the new country but adjusting to the new environment, making friends and raising a family. Such problems are further compounded if you're a young person because you find yourself trapped between two cultures, living with two identities, facing racism and discrimination in the wider society and, not having anyone to help you make sense of everything. Al-Falaah was established by Allama Azmi to do just that - to help young people feel confident in their identities; understand the dangers of drugs, guns or gangs; and, the importance of good citizenship, morality and religion.

Al-Falaah became one of the most important and influential

and the wider communities in Europe.

Allama Azmi worked to gain recognition of this important institution which was eventually given by the Government. This marked a watershed in the history of minority ethnic communities as no other minority ethnic religious institution had received such type of recognition from the Government at that time. This not only reflects the high standards of work being carried out by Allama Azmi but his foresightedness, broad mindedness and great strategic leadership.

The IMC was an institution that promoted inclusivity by involving people of different ethnic groups and nationalities at all levels. The Chair of the IMC Governing Body was Dr Hanif Fatmi, Professor at University of Kuwait. (Note: Dr H. Fatmi is one of the first to translate the Quran (Kanz-ul-Imaan) in English with Professor Muhammad John Patrick, an American Professor who accepted Islam at his hands).

The IMC student community was also inclusive with Pakistanis, Indians, White, and Dutch scholars applying for the entrance exam and if successful, enrolling at the IMC. Adverts for the entrance exam for a fully funded scholarship at the IMC were placed in national newspapers in different countries. For example the advert in Pakistan stated:

"If you are aged between 18-25 years and have completed your Dras-e-Nizami or Dars-e-Ali'a you may qualify for a fully funded scholarship in English language Course at the Islamic Missionary College, UK (to work in Europe, America and Canada). You will need to apply and if shortlisted attend an assessment. If successful then you will be eligible for scholarship to join the Islamic Missionary College. To apply please contact Hazrat Maulana Qari Raza-ul-Mustafa, Convenor of the World Islamic Mission Pakistan, New Memon Masjid, Bolton Market, Karachi 2" (see Daily Sa'aadat 7th August 1974).

3) establishment of an international Dar-ul-Iftaa (Centre for Islamic Decrees)

Allama Azmi recognised the critical need to establish a centre that could translate Islamic shari'a (laws) to new settings and contexts in order to avoid confusions, myths and potential conflicts. Allama Azmi realised that the post-World War Two economic climate had created labour shortages that made the British Government encourage migrants from the commonwealth to Britain. This was because under the

However, within a short period of his presence in the UK India felt a huge gap of this great intellectual personality. This became particularly acute following the departure from this world of His Holiness Hafiz-e-Millat (May Allah shower his mercy upon him) who was overseeing the prestigious Ashrafia University. The pressure on Hazrat Allama Azmi to return to India grew and it is worth quoting a letter amongst many, of Haji Abdus-sattar Sahib, Chairman of the Ashrafia University Board who wrote to Allama on 15th October 1980 requesting him to return and oversee the prestigious University as His Holiness did:

"Your departure to the UK has left India with a major gap that can not be filled. You are no doubt playing a significant and important role in the UK but we the mainstream Sunni majority Muslims are deeply missing your presence here in India".

"The unanimous decision of our Board is that we can not think of another person in the Ahle Sunnah wal Jamaah as great as you to lead this prestigious institution. We implore to you to accept and hope that you will not disappoint us".

However, within a year of his arrival to the UK Allama Azmi had developed the work so much so that it became a 'point of no return'.

By 1975 he had accomplished the following which is an example of his selflessness, tirelessness, resilience and dynamic leadership:

1) establishment of the Headquarters of the World Islamic Mission (WIM)

Whilst the decision to establish the World Islamic Mission took place in Holy Makkah no developmental work was done. Therefore, Allama Azmi together with Allama Arshad-ul-Qadri worked tirelessly to establish quickly the support required to enable the headquarters of the organisation as well as the delivery of its work programme.

2) establishment of the Islamic Missionary College (IMC)

This was the first Islamic college in the UK that was established. The idea was that entrance exams would be held in different parts of the world to select the 'cream' of the newly qualified ulema each year. The top high calibre selected ulema would be funded to come to the UK for further training in English language, Western culture and values, democracy, engaging with communities, building effective media and institutional relations etc so that they could then serve effectively their

schedules began filling up so much so that people had to book him six months to a year in advance for their major conferences. Millions of Indians began benefitting from his intellectually powerful lectures. He became a distinctive brand name and people would travel for miles just to hear his lectures. Each speech could attract a crowd of 150,000 - 250,000 people. Along with religious topics he made it a point to include in his speeches contemporary issues that the Muslim Ummah, especially the poor Muslims of India faced. He would speak without notes yet his two-three hour long lectures are always full of quotes, credible sources and intellectual depth. Listeners include professionals, academics and political personalities as well as the general public who are all captivated by his style of oration and his heartfelt concerns about the religious-political issues that Muslims face.

It would be appropriate to mention that audio cassettes and CDs containing his spell-bounding extraordinary scholarly speeches are being circulated by the millions all over the world and a collection of some of these, as mentioned earlier, have recently been published in Pakistan and India.

Migration and work in the UK

1973 witnessed the creation of the first Sunni global organisation in the Holy City of Makkah, The World Islamic Mission. One of the key founders, Ra'ees-ut-Tahrir Hazrat Allama Arshad-ul-Qadri felt that the organisation needed an exceptionally top heavyweight scholar with not only integrity, sincerity and a track record of successful leadership skills but the intellectual depth and breadth of the religious-political landscape across Europe & America. Hazrat Allama Azmi was chosen from amongst many across the world and in 1974 he joined the World Islamic Mission as its Joint-Secretary-General and moved to Bradford, UK. By doing so, he became one of the first to begin missionary work in Europe, America and Canada.

The letter of His Holiness Hafiz-e-Millat to Allama Azmi is worth quoting:

"No doubt that Islam is a global religion and that is why there has always been a need for an international organisation. Al-Jamiatul Ashrafia with all its staff and influence fully supports the World Islamic Mission" (see letter, 1974).

To cover the life of such a great world religious personality and leader of the 21st century whose work spans forty-five years requires many volume. However, for the purpose of this short article I will attempt to highlight few key points from his life to give us a flavour of the diverse and broad ranging work and the huge impact he has made in bringing about tangible change to the lives of many across the world.

Early life and work in India

Allama Azmi was born on 23rd March 1946 in the district of Azamgarh in the State of Uttar Pardesh, India to a deeply religious and educated family. He was given the name Muhammad Qamaruz-zaman Khan. His illustrious father was Molvi Abdul Hameed Khan who was the son of Molvi Abdus Samad Khan (May Allah shower his mercy upon them). He learnt Persian and Urdu from his father and grandfather and obtained initial Islamic education from a local institution called Anwar-ul-Uloom.

Allama Azmi became known for his piety and the great intellectual and scholarly abilities from an early age. No wonder he was admitted into one of India's best Islamic Institutes, Ashrafia, Azamgarh at the age of twelve. From there he went onto to the famous Nadwat-ul-Ulema University at the age of eighteen where he completed his Aalim degree and then returned to Ashrafia University where he was awarded the Dastar-e-Fazilat (Turban of Honour) and the Sanad (Islamic degree) by the hands of the very founder of that University, His Holiness Hafiz-e-Millat Hazrat Maulana Abdul Aziz Muhaddith-e-Muradabadi (May Allah shower his mercy upon him).

He was then commissioned in 1966 at the age of eighteen by His Holiness Hafiz-e-Millat Hazrat Maulana Abdul Aziz Muhaddith-e-Muradabadi (May Allah shower his mercy upon him) to go to Faizabad (near Lucknow) to start his missionary work. There at that tender age of eighteen years he established the Islamiya University which is now recognised as one of India's top Islamic Universities. Several thousand scholars have obtained their degrees from this highly respected institution and are working all over India as well as in the UK, USA, Holland and Canada.

Whilst in Faizabad his powerful writings, orations and contemporary thinking spread across India like wildfire. His speaking

downfall due to a lack of education, activism and an aspiring soul".

Allama Azmi is the Khalifa of His Holiness Mufti-e-Azam-e-Hind Hazrat Maulana Mustafa Raza Khan (May Allah shower his mercy upon him) as well as Sarkar-e-Kalaa'n Hazrat Maulana Sayyid Muhammed Mukhtar Ashraf, Sajjada Nasheen of Kichaw-chah Shareef (May Allah shower his mercy upon him).

A lot has already been written about him throughout the world. Saut-ul-Azhar, the Egyptian newspaper recently carried an extensive piece on his life, contributions and scholarly orations. Elsewhere, newspapers and journals in India, Pakistan, Middle East, South Africa, Europe, America and Canada have written hundreds of articles on him.

A collection of his spell-bounding extraordinary scholarly speeches have already been published in three volumes. Volume one was put together by Maulana Mohammed Rehan Raza Misbahi and Maulana Abdullah Azmi in a 376 page book consisting of twelve great speeches entitled Khutbaat-e-Muffakir-e-Islam (Speeches of the Great Thinker of Islam) published by Maktaba Taiba, Mumbai, India.

Volume two was put together by Maulana Mohammed Sajid Hussain Qadri in a 512 page book consisting of nineteen speeches entitled Khutbaat-e-Muffakir-e-Islam (Speeches of the Great Thinker of Islam) and published by Maktaba Taiba, Hyderabad. This was launched by Tajush-Shari'a Hazrat Maulana Mufti Akhtar Raza Khan and Mohaddith-e-Kabir Hazrat Allama Zia-ul-Mustafa Sahib Qibla (see the Daily Munsif, 20th February 2004 and, Daily Siyaasat, 20th February 2004). Volume three was put together by Imran Hussain Chaudhary in a 240 page book consisting of eleven speeches entitled Ilmi taqreeray'n (scholarly speeches) and published by the Sunni Foundation in 2008 in Pakistan.

His collection of poetry Khayabaan-e-Midhat volume one was published in 2007 by Maktaba Taiba, Mumbai, India and volume two in 2011 by the Sunni Foundation in Pakistan. These publications have been acclaimed by newspaper critics, scholars and intellectuals all over the world. He has written more than 200 articles which are currently being collated and published in volumes under the title Maqaalat-e-Muffakir-e-Islam. His books like Jamaal-e-Mustafa are already under circulation within India.

Allama Aazmi:
A Great Religious Leader of the 21st Century

By **Sayyid Helal Shahid** LLB, MBA

Chief Executive, Warwickshire Racial Equality Partnership

"All of the great leaders have had one characteristic in common: it was the willingness to confront unequivocally the major anxiety of their people in their time. This, and not much else, is the essence of leadership." [John Kenneth Galbraith]

"Leadership is lifting a person's vision to higher sights, the raising of a person's performance to a higher standard, the building of a personality beyond its normal limitations." [Peter F. Drucker]

"He is greatest whose strength carries up the most hearts by the attraction of his own." [Henry Ward Beecher]

His Eminence Allama Qamaruzzaman Azmi is one of the world's best-known and most widely influential Islamic thinkers, orators and writers. His work has inspired millions of people across India, Pakistan, Bangladesh, the Middle East, South Africa, UK, France, Germany, Belgium, Norway, Holland, America and Canada raising their vision to higher sights and higher standards and the building of a Muslim personality that goes beyond the status quo. Maulana Shahid Raze OBE, Chairman of UK's Mosques and Imams National Advisory Board (MINAB) explains that it is his willingness to confront without fear or favour the major issues and challenges facing Muslims in the 21st century that draws people to him as well as his intellectuality, selflessness, simplicity, purity of heart, integrity and deep convictions. Maulana Shahid Raze OBE states:

"Allama Azmi's primary concern is the revival of Islamic attitude. He believes that the future of the Ummah is in the hands of Muslims themselves rather than in the hands of Western scientific and technological arenas. Poverty and humiliation of Muslims in the contemporary world has always been a prime concern for him, however he considers that Muslims themselves are largely responsible for this

British Muslims', that Islam and secular society can co-exist and are not incompatible.

Phillip Lewis (1994) writes that Allama Azmi:

"considers that the widely shared perception that secular necessarily implies irreligion is simply wrong. In India, he contends, a secular state can offer security to Muslims since it is compatible with acknowledging that religion is important and, that in a religiously plural environment the state does not allow believers in one religious tradition to enjoy a privileged status. All are citizens with equal rights. Indeed, in India, Muslims are allowed to conform to their own Muslim family law." (see Phillip Lewis (1994) Islamic Britain: Religion, Politics and Identity among British Muslims (p.127. London: I.B. Tauris).

Allama Azmi has travelled widely and has engaged in direct and meaningful dialogue with a variety of faith leaders, professionals and representatives of many organisations and institutions. He has always impressed his counterparts through his thoughts and inspired them in their respective work. This practice remains active and on-going and we hope and pray to Allah Almighty that in the coming days and years he will continue his unique work of Dawah all over the world (Ameen).



hands of Western scientific and technological arenas. Poverty and humiliation of Muslims in the contemporary world has always been a prime concern for him, however he considers that Muslims themselves are largely responsible for this downfall due to a lack of education, activism and an aspiring soul.

Allama Azmi believes that the Seerah and Sunnah of Prophet Muhammad (Peace be upon Him and His family) is the ultimate role model (Uswah) for the Muslim community and that profound respect and love for the Prophet (Peace be upon Him and His family) is the blueprint for a perfect Islamic society.

Importantly, and like many other thinkers and scholars, Allama Azmi believes that Muslims cannot be the followers of a static ideology. Although he refuses the idea of reopening the gates of Ijtehad, he accepts the organic process of change and progress while remaining firmly embedded in the fundamental principles of the Quran, Sunnah and theological authority of the Four Imams of Sunni jurisprudence.

He is evidently influenced by the teachings and thoughts of Aala Hazrat Imam Ahmad Raza Khan Qadri (1856-1921) and his charismatic and learned son Mufti-e-Azam of India, Hazrat Maulana Mustafa Raza Khan Qadri (1892-1981) who was also his spiritual guide (Pir). He passionately advocates their teachings and guidance (Maslak) as a creative and dynamic force for the moral and spiritual development of the Muslim community.

Allama Azmi's importance lies primarily in his awareness of the problems faced by Muslims when confronted with modernity. His familiarity with western philosophical and cultural ideas coupled with his vast knowledge of the Islamic sciences and orthodox as well as modern trends in Islamic thought has resulted in him being a figure of intellectual force in the field of a revival of Islamic environment.

He argues, along with many Islamic scholars, that Islam is neither irrational nor non scientific. That the growth in science and knowledge more generally does not come at the expense of religion but rather that they work together in helping us understand religion and its proper place in our society.

He also argues, as Phillip Lewis (1994) quotes Allama Azmi in his acclaimed book 'Islamic Britain: Religion, Politics and Identity among

Allama Azmi: A Great Islamic Thinker of the 21st Century

By **Maulana Mohammad Shahid Raza** OBE,
Chairman of UK's Mosques and Imams National Advisory Board (MINAB)

While the 21st Century has witnessed many Muslim thinkers who have turned out to be controversial, Allama Azmi has the significance of being a thinker without controversy. He was nurtured in Islamic education from an early age and received much of his religious education at Al Jamia-tul-Ashrafia (a prestigious University in Islamic Sciences) in Mubarakpur, India and the famous Nadwat-ul-Ulema in Lucknow, India.

He is renowned and admired for his public lectures which have inspired millions of young and old Muslims in the sub continent, Middle East, Africa, Europe and North America. But he is also a great thinker and religious teacher who speaks with incredible intellectual energy. His lectures are extraordinary in terms of topics covered. No wonder the Times of India recently wrote on 2nd November 2010:

"There are two kinds of Sunni Muslims in the world: those who have met or heard Allama Qamaruzzaman Khan Azmi and those who haven't. His lucid speeches peppered with repeated references to Quranic commandments and the life of the Prophet and his companions have a charismatic effect; they go straight to the heart. Unlike many rabble-rousing parochial preachers and Islam-supremacist televangelists Azmi uses words to calm nerves, close breaches and salve wounds. As Secretary General of the UK-headquartered World Islamic Mission, an organisation which inspires Muslims to anchor their lives around the Quran and Sunnah, Azmi is uniquely placed and is undoubtedly most sought-after preacher of Ahle Sunnat wal Jamat, a major sect in Sunni Islam".

In his speeches Allama Azmi successfully combines the thoughts of Muslim reformers, jurists, philosophers and Sufis. His primary concern is the revival of Islamic attitude. He believes that the future of the Ummah is in the hands of Muslims themselves rather than in the

INTRODUCTION

By: Hazrat Al-Haaj Muhammad Saeed Noori

Chairman Raza Academy, Mumbai

His Eminence Huzoor Muffakir-e-Islam Hazrat Allama Qamaruzzaman Azmi is one of the greatest scholars of the mainstream Sunni Muslim World in the 21st Century. Millions of people across the world revere and respect him.

I have for some time now wanted to celebrate His Eminence's great selfless work throughout the world by awarding him the Mufti-e-Azam Gold Medal Award. When I announced that this award ceremony would be held on 3rd April 2011 in Mumbai many leading scholars and key figures across the world wanted to write articles on his life to highlight the contributions that His Eminence has made in their respective countries and fields. I was extremely delighted to hear this, however, was very conscious of the time constraints. In my experience such kind of work takes at least a year. However, it is no doubt the immense love, respect and devotion that scholars have for His Eminence that these articles were written and sent within a short time scale of one month.

It, therefore, gives me great pleasure to publish these articles in this book and launch it at the major award ceremony held on 3rd April 2011 in Mumbai in the honour of His Eminence.

I am sure you will join me in recognising the efforts of this great Sunni Scholar for not only taking the faith of Islam to other countries but raising awareness amongst millions of Muslims, promoting good will and understanding amongst non-Muslims, building great institutions and Mosques and, creating future leaders to drive forward the message of our holy faith.

Let us pray that may Allah Subhanahu-wa-Taala grant His Eminence long life, give him strength and shower him with all His blessings forevermore. Ameen.

Aseer-e-Mufti-e-Azam
Muhammad Saeed Noori

CONTENTS

☆......☆......☆

Ba-Faize Huzoor Mufti-e-Aazam Hazrat Allama Shah

Muhammad Mustafa Raza Qaadri Noori رضی اللہ عنہ

TAJALLIYAAT -E- QAMAR

Articles on the Life and Services of Huzoor Mufakkir-e-Islam

Hazrat Allama **Maulana Qamaruzzaman** Sahab Azmi

Published under the Supervision of:

Hazrat Al-Haaj **Muhammad Saeed Noori** Sahab Qibla



RAZA ACADEMY

52, Dontad Street (Khadak),

Mumbai - 9 (INDIA)

Tel. : 66342156 • Telefax : 66659236

Email : mumbai.razaacademy@gmail.com

Tajalliyaat -e- Qamar

ARTICLES ON THE LIFE & SERVICES

of *Mufakkir-e-Islam, Khalifa-e-Huzoor Mufti-e-Azam*

HAZRAT ALLAMA QAMARUZZAMAN KHAN SAHAB AZMI

Published under the supervision of :

ALHAJ MOHAMMED SAEED NOORI SAHAB

Founder & Chairman, Raza Academy



RAZA ACADEMY

52, Dontad Street, Khadak, Mumbai - 400 009.

Tel.: +91-22-6634 2156 • E-mail : mumbai.razaacademy@gmail.com